البصیر

عالمگیر نمبر

علم و دولت نظمِ کارِ ملت است
علم و دولت اعتبارِ ملت است

اسلامیہ کالج چنیوٹ

(۲۱۹۰۵)

البصیر

عالمگیر نمبر

[illegible]

حصہ اردو

مدیر اعلیٰ - پروفیسر ...اللہ خاں

مدیر - محمد یوسف ... دوم

نائب مدیر - غلام مرتضیٰ سال اول

فہرست مضامین

البصیر

[illegible]	شمارہ

ابتدائیہ

قارئین کرام کی خدمت میں "البصیر" ایک طویل غیر حاضری کے بعد حاضر ہو رہا ہے [illegible] سوچ چکے ہونگے کہ شاید "البصیر" [illegible] اور اب انہیں اس مجلہ کی زیارت نہ ہو سکے [illegible] اہل علم اور ادیبوں کا [illegible] کی اجازت نہیں دے [illegible] انداز میں آپ کے سامنے [illegible] نہ ہو، اپنی [illegible] ہمارے عزائم کی تکمیل میں [illegible] بھی تھے لیکن مقام [illegible] کی طرح ایک ایسا [illegible] اور چمک دمک خود ہی [illegible] کی ۔

اس [illegible] پروگرام کے مطابق ملک کے اہل علم، ذی حس اور محب وطن لوگوں کو "نامورانِ اسلام" سے متعارف کرانے کے لئے جب "البصیر" کا دوسرا عظیم نمبر شائع کرنے کے بارے میں غور کیا تو قرعہ فال علامہ شبلی کے بعد اورنگ زیب عالمگیر ؒ پر پڑا ۔ یہ فیصلہ کر تو لیا

لیکن چنیوٹ جیسے دور افتادہ اور پس ماندہ علاقہ میں رہنے کی وجہ سے اس راہ میں جو دشواریاں حائل ہو سکتی تھیں ان کا اندازہ نہ کیا ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ان دشواریوں کا اندازہ کر لیتے تو آج یہ کام پایۂ تکمیل تک شاید ہی پہنچ سکتا ۔ اسی وجہ سے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ,, عالمگیر نمبر ،، کو مرتب کرنا شروع کر دیا گیا ۔ اس کے مواد کی فراہمی کے لیے دو دفعہ لاہور کے چکر کاٹنے پڑے وہاں کے کتب خانوں ، متعلقہ محکموں اور عجائب گھر وغیرہ میں سے بعض اہم دستاویزات کے حصول میں زبردست مشکلات پیش آئیں ۔ پھر جب فرصت ملی تو پاکستان کے دوسرے شہروں سے مواد حاصل کرنے کے انتظامات کئے ۔ جن جن لوگوں کا تاریخ سے تعلق ہو سکتا تھا ان سے روابط قائم کئے لیکن جب کوئی مسئلہ حل ہوتا نظر نہ آیا تو ہم نے اپنے محترم مراسلہ نگار کو دہلی ، بمبئی اور ہندوستان کے دوسرے شہروں کی طرف سرعت سے دوڑایا ۔ ہماری جد و جہد میں محترم المقام جناب شیخ عطاء اللہ صاحب کو اپنے ذاتی اثر و رسوخ کو بھی قدم قدم پر کام میں لانا پڑا ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے تحقیقی و تاریخی ذوق اور ان کی سہ سالہ ذہنی و دماغی کاوشوں سے ہی ہم نے ایسا شاندار نمبر شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ۔

علامہ شبلی کے بعد عالمگیر کا انتخاب ۔ پڑھنے والوں کو کچھ عجیب سا تو معلوم ہوگا لیکن اس میں بھی ہمارے پروگرام کو دخل ہے ۔ ہم ,, شبلی نمبر ،، کے ان نمبروں کے ذریعے پاکستانیوں کو ایسے ناموں سے متعارف کرانا چاہتے ہیں ۔ جو اپنی عظمت کے باوجود ہماری غفلت کا شکار ہو چکے ہیں ۔ علامہ شبلی کی اسلامی ، ملکی و ملی ، علمی و ادبی خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں لیکن ان کی طرف سے نہ صرف ہماری بلکہ اعظم گڑھ والوں کی غفلت کا یہ عالم تھا ۔ کہ وہ اب تک ان کے شایان شان کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکے تھے ہمارے ,, شبلی نمبر ،، نے مردہ روحوں میں ایک جان ڈال دی اور جہاں ہمارے بتلائے ہوئے راستہ پر چل کر بعض شہروں میں جلسے منعقد کر کے انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا ۔ وہاں ,, ادیب ،، علیگڑھ جیسے رسالوں نے بھی ان کی یاد میں ضخیم نمبر شائع کر کے ہماری ہمنوائی کی ۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ بھی اپنی اولوالعزم کارناموں اور دینی و ملی خدمات کے باوجود [illegible] اس [illegible] مستحق نہیں کہ ہم انہیں [illegible] میں ایک لمحہ بھر [illegible] کرنے کی [illegible] آج تک [illegible] نے اس طرف توجہ مبذول [illegible] کے نئی [illegible] اسلامیہ کالج [illegible] جشن [illegible] اس راہ میں گامزن ہونے کی دعوت دی [illegible] کو [illegible] چل کر [illegible] ہوئے اصول حکمرانی اور اس کی [illegible] وہ عالمگیر ہے جس نے [illegible] حکمرانی کی طرح اسلام کے بتلائے ہوئے اصولوں پر چل کر ہندوستان میں اسلام [illegible] ایک لمحہ کبھی بھی اپنے فرائض سے غافل نہیں رہا۔ [illegible] مشکلات اور دشواریوں کے باوجود ایک لمحہ کے لئے بھی خدا کے خوف کو دل سے نہیں نکالا۔ جس نے قرآن کی کتابت اور ٹوپیوں کی سلائی سے حلال کی روزی حاصل کرنے کی کوشش کی اور شاہی خزانہ پر اپنا بوجھ نہ ڈالا۔ جس میں [illegible] اور خدمت ملک و ملت اس کا اصول اور [illegible] میں خدا تعالیٰ کے سامنے حضوری و خشوع اور اپنا احتساب اس کے زریں اصول تھے۔ آج نئی پود [illegible] سے اتنا رہی ہے اس عالمگیر نے اپنی [illegible] ہندوستان میں بسنے والوں کو صحیح اسلام سے روشناس کرایا تھا۔ اس نے ایک عوامی اور ہردلعزیز بادشاہ بننے کے لئے [illegible] اور بہت سی مراعات دی تھیں۔ الغرض عالمگیر کی زندگی ہر اعتبار سے ایک کامیاب زندگی تھی۔ کاش اسے اس نئی نسل کے سامنے پیش کر کے عیش پرستی اور [illegible] سے روکا جا سکتا [illegible] اور حکمران بننے کی راہ دکھائی جاسکے۔ اگر چند طلبہ یا اساتذہ بھی عالمگیر کی زندگی اور اس کے متعینہ اصولوں کی روشنی میں اپنی آنے والی زندگی کو جانچنے اور پرکھنے میں لگ گئے تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری کوششیں بار آور ہوئیں اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

اس نمبر میں ”رقعات عالمگیر“ اور اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ ”رقعات عالمگیر“ کے صحیح نسخہ کا دستیاب ہونا مشکل ہو گیا تھا اس لئے اس سے قبل شائع شدہ تمام نسخوں کے باہمی تقابل سے یہ نسخہ مرتب کر کے پوری تصحیح کے ساتھ اہل علم کے استفادہ کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ عالمگیر سے متعلق چند اداریات اور بعض حضرات کے گرانقدر مضامین اس نمبر کی زینت بن رہے ہیں جن کے لئے ہم ان کے تہ دل سے شکر گذار ہیں۔ امید ہے کہ ہمارا یہ نمبر ”شبلی نمبر“ سے بھی زیادہ مقبول ہو کر قارئین سے داد و تحسین حاصل کرے گا۔

عبید اللہ خاں

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

(تاریخ جلوس عالمگیر)

ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازیؒ



شد از مشرقِ بختِ شہنشہی ‌ ‌ ‌ جہاں تابِ انوارِ ظلِّ الٰہی
ز شہنشہِ نو جہاں تازہ شد ‌ ‌ ‌ تنِ ملک را باز جاں تازہ شد
شبِ ہند را صبحِ دولت دمید ‌ ‌ ‌ بہر کلبۂ آفتابے رسید

ملت کی نذرِ عقیدت

حضورِ عالمگیرؒ میں

شاہ عالمگیرِ گردوں آستاں
اعتبارِ دودمانِ گورگاں

پایۂ اسلامیاں برتر ازو
احترامِ شرعِ پیغمبر ازو

درمیانِ کارزارِ کفر و دیں
ترکشِ ما را خدنگِ آخریں

تخمِ الحادے کہ اکبر پرورید
باز اندر فطرتِ دارا دمید

شمعِ دل در سینہ ہا روشن نبود
ملتِ ما از فساد ایمن نبود

حق گزید از ہند عالمگیر را
آں فقیرِ صاحبِ شمشیر را

از پئے احیائے دیں مامور کرد
بہرِ تجدیدِ یقیں مامور کرد

برقِ تیغش خرمنِ الحاد سوخت
شمعِ دیں در محفلِ ما برفروخت

کور ذوقاں داستانہا ساختند
وسعتِ ادراکِ اُو نشناختند

شعلۂ توحید را پروانہ بود
چوں براہیمؑ اندریں بتخانہ بود

در صفِ شاہنشہاں یکتاستے
فقرِ اُو از تربتش پیداستے

(اقبال)

... اسلامیہ دہلی

تعارف

"اقبال نامہ" یعنی علامہ اقبال کے مکاتیب کی فراہمی اور ترتیب و اشاعت کی خدمت کے ذریعہ سے اس ناچیز کو ادب کی خدمت اور رسائل و مکتوبات سے ایک گونہ شغف پیدا ہو گیا۔ مولانا شبلی مرحوم کی ولادت با سعادت کی صد سالہ یادگار کے انعقاد کا شرف و افتخار اسلامیہ کالج چنیوٹ کو ۱۹۵۷ء میں حاصل ہوا اور مولانائے مرحوم کی خدمات علمی کے سلسلہ میں دو مقالات "عالمگیر پر ایک نظر" سے متعلق پڑھے گئے تو حضرت عالمگیر سے متعلق کئی یادیں جو اس کتاب کے چالیس پچاس سال پہلے کے مطالعہ سے وابستہ تھیں تازہ ہو گئیں اور خیال پیدا ہوا کہ حضرت عالمگیر کے رقعات کا اردو ترجمہ تو جیسا کچھ ہے موجود ہے اس گنج شائگان کا انگریزی ترجمہ ہی کیوں نہ کر دیا جائے کہ وہ صاحبِ رقعات کی چلتی پھرتی اور بولتی چالتی تصویریں ہیں اور اُن دلخراش اعتراضات اور ظالمانہ اتہامات کا دندان شکن جواب جو خدا ناترس اور ظالم لوگوں نے اپنی قومی مصلحتوں کے پیش نظر اس نیکوکار پرہیزگار اور رعیت کے خدمتگذار مسلمان تاجدار کے سر تھوپ رکھے ہیں۔ اس نیت سے قدم اٹھایا تو معلوم ہوا کہ پچاس ساٹھ سال پہلے ایک پارسی نوجوان نے نہایت سلجھی ہوئی زبان میں رقعات عالمگیر کا انگریزی ترجمہ بمبئی سے شائع کر دیا تھا۔ مقام تاسف ہے کہ یہ خدمت و سعادت کسی مسلمان کے حصہ میں نہ آئی۔ رقعات کے مطالعہ میں اِدھر اُدھر عالمگیر سے متعلق کتابیں جو دیکھنا شروع کیں تو یہ حقیقت سامنے آگئی کہ حضرت عالمگیر ۱۶۵۸ء میں سریر آرائے سلطنت ہوئے تھے اور اس طرح ۱۹۵۸ء حضرت عالمگیر کے

جشن جلوس کی تین سو سالہ یادگار کا سال ہے اور اس آفتاب عالمتاب دحضرت عالمگیر کی تاریخ ولادت ہے) پر بد باطن دشمنوں اور سخن ناشناس دوستوں کی بدگمانیوں غلط بیانیوں بلکہ مالسننہ ستم رانیوں کی یورش کی گھٹاؤں نے جو تو برتو پردے ڈال رکھے ہیں اُن کا ہٹانا ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر انصاف پسند اور حق پرست پر واجب ہے اور ہم پر حضرت عالمگیر کے احسانات اور اسلام دوستی کی بنا پر ہی نہیں حق وصداقت کی رفاقت ..... کے صدقے میں لازم آتا ہے۔

یہی نہیں یہ خاص فضل خداوندی ہے کہ اہل پاکستان عالمگیر کی وسیع سلطنت کے ایک حصہ کے وارث ہیں اور آج مدتوں بعد اُس کی سلطنت کے کم از کم ایک چھوٹے سے حصہ میں ایک ایسی اسلامی سلطنت قائم ہو چکی ہے جس کی بنیاد اُس نے استوار کرنی چاہی تھی اور جس کی صورت میں اُس کے جذبات وکردار کی آئینہ داری تیس چالیس سال پہلے مولوی ظفر علی خان مرحوم نے اس طرح کی تھی ؎

اک آنے والی اسلامی حکومت کے تصور میں
لحد میں بھی کھلی ہے اُس کی چشم انتظار اب تک

عالمگیر کے نام نیک کو چمکانے اور اُس کی خدمات کو مسلموں اور غیر مسلموں پر روشن کرنے کی اشد ضرورت ہے ؎

کور ذوقاں داستانہا ساختند
وسعت ادراک او نشناختند

دوسروں نے ڈاکوؤں اور لٹیروں کو دیکھتے دیکھتے راجگی اور مہاراجگی کے تاج پہنا دئے اور قومی ہیرو بنا دیا۔ ہندوستان میں سیواجی کی تصویر حکومت کے فیصلہ کے مطابق ہر اہم دفتر میں آویزاں ہے اور ایک ہم ہیں کہ اُس نیک بخت شہنشاہ جس کی درویشی پر کتنی ہی شہنشاہیاں اور جس کی شہنشاہی پر کتنی ہی درویشیاں قربان کی جاسکتی ہیں محض اسلام پرستی اور ملت دوستی اور مسلمانوں کو طوفان الحاد سے بچانے کی پاداش میں مطعون وملعون کیا جانا دیکھنے اور خاموش تماشائیوں کی طرح اُس کی بدنامیوں میں گویا برابر کے شریک بنتے ہیں۔ ایک

ہندو پروفیسر نے سیواجی پر کتاب لکھی تو ایک ہندو راجہ نے کتاب کے ساتھ تلوا کر سونا انعام میں دیا۔

انگریز نے اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر یہ کھیل رچایا اور ہندو نے اسے اپنا مقدس فرض اور جاتی کی سب سے بڑی خدمت سمجھ کر انجام دیا۔ ایک سرجدو ناتھ آنجہانی نے پچاس برس سے زائد مدت اورنگ زیب کی ہر خوبی کو عیب بنا دینے میں صرف کر دئیے اور متعدد کتابیں اورنگ زیب کے خلاف لکھ ڈالیں اور چلتے چلاتے اس کو مذہبی مجنون گردانتے اُس کے سرچشمۂ افکار و اعمال یعنی اسلام ہی کو اس کی مزعومہ بدعنوانیوں کا باعث قرار دینے میں بے مثال دیدہ دلیری۔ کمال نادانی اور خدا معاف کرے عدم حسن نیت کا ثبوت مہیا کیا۔

انگریز نے اپنے کامل تسلط کے بعد اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہندوستان کی تاریخ پر توجہ فرمائی اور اپنے زورِ قلم سے اکبر کو جو اپنے ہندوانہ میلانات اور اسلام سے بیزاری اور مسلمان آزاری کی وجہ سے ہندوؤں کے قریب تھا اکبر اعظم بنا دیا۔ اور خاندان مغلیہ سے صرف اورنگ زیب ہی کی ہندو آزاریوں اور نا انصافیوں کی داستانیں وضع اور خوب نمک مرچ لگا کر نشر کی گئیں یہاں تک کہ ہندو مسلمان عالمگیر کی حیثیت و مقام پر متحد نہ ہو سکنے والی اور متضاد دشمن جماعتوں میں تقسیم ہو گئے۔ ہندوؤں نے عالمگیر کے خلاف زہر اُگلا اور مسلمانوں نے اکا دُکا اس زہر کا تریاق مہیا کیا۔ ہندوؤں نے جس قدر عالمگیر کے خلاف جذبۂ نفرت و عناد کو بھڑکایا مسلمانوں نے اُسی قدر عقیدت سے اُسے ایک نیک بادشاہ اور مومن مخلص ثابت کرنا چاہا اور یہ دعوے یقیناً درست ہے کہ عالمگیر کے زورِ بازو اور حسنِ تدبیر نے برعظیر کی مذہبی تاریخ کا رُخ پلٹ دیا۔ اگر عالمگیر افق ہند پر نمودار نہ ہوتا تو مسلمان ہندوؤں میں گھل مل کر ختم ہو چکے ہوتے بلا شبہ محی الدین عالمگیر کا لقب الہامی تھا۔

اس سلسلہ میں اولین اہم ترین اور بہترین کوشش علامہ شبلی نعمانی کی کتاب "عالمگیر پر ایک نظر" ہے جو مختصر ضرور ہے لیکن معلومات۔ استدلال اور ریسرچ کی لاجواب مثال۔ ۱۹۲۱ء میں فاروقی صاحب نے انگریزی میں "عالمگیر اور اُس کا عہد" کے نام سے ایک کتاب لکھی جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے با غنیمت ہے چھوٹی موٹی پندرہ بیس کتابیں

اُردو میں موجود ہیں۔

جشنِ جلوس عالمگیر

حضرت عالمگیر ۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء کو سریر آرائے سلطنت ہوئے چاہئے یہ تھا کہ تاریخ اسلام کے اس اہم واقعہ کی تین سو سالہ یادگار پورے پاکستان میں پورے طمطراق اور سرگرمی سے منائی جاتی میں نے اس روز کے لئے لاہور میں جلسہ کا اعلان کروایا لیکن ۲۱ جولائی کو کالج بند تھے لاہور میں نہ سننے والے مہیا تھے نہ کہنے والے اور پھسپھسا جلسہ عالمگیر کی یادگار کے شایان شان نہ تھا۔ اس لئے یہ جلسہ منسوخ کردیا گیا۔

نواب سعداللہ خان کے نام سے چنیوٹ کو ایک سرمایۂ افتخار حاصل ہے نواب موصوف سے کہ شاہجہان کے فاضل و مدبر وزیر اعظم تھے حضرت عالمگیرؒ کو نسبتِ شاگردی حاصل تھی لہٰذا میں نے طے کیا کہ حضرت عالمگیرؒ کے تین سو سالہ جشنِ جلوس کے انعقاد کا شرف و افتخار بھی اسلامیہ کالج چنیوٹ ہی کو حاصل ہونا چاہیئے جہاں سے یہ صدا بلند ہوئی چنانچہ ۱۹۵۸ء کے اختتام سے پیشتر یہ جلسہ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۸ء کو اسلامیہ کالج چنیوٹ کے زیر اہتمام منعقد ہوا اس سلسلہ میں حضرت عالمگیرؒ سے متعلق کتابوں۔ تصویروں اور فرامین کی ایک نمائش کا اہتمام بھی کیا گیا۔ کتابیں قلمی اور مطبوعہ دونوں مہیا کی گئیں۔ اس سلسلہ میں مجھے ارباب کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی اور جناب مہتمم پبلک لائبریری لاہور اور ناظم عجائب خانہ لاہور کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے ہاں سے ضروری سامان پوری فراخدلی سے مہیا فرما کر اس علمی و تاریخی خدمت میں ہماری معاونت فرمائی۔ عجائب خانہ لاہور کی دستی تصاویر میں سے محاصرہ گولکنڈہ اور عالمگیر کے سکوں کے فوٹو تیار کرائے گئے۔

ملت کی نذر عقیدت بحضور عالمگیرؒ کے عنوان سے عالمگیر کی تصویر کے بالمقابل علامہ اقبال کی نظم شائع کی گئی اور ایک دوسرے قطعہ میں عالمگیر کی تصویر کے بالمقابل اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کریم کے آخری صفحہ کی دو سورتیں شائع کی گئیں۔ یہ

دونوں قطعات جلسہ میں تقسیم کئے گئے اور اسی مجموعہ میں شامل ہیں۔ حضرت عالمگیر کی تصویر عام طور پر بڑھاپے کی شائع کی جاتی ہے جس میں بڑھاپے کی خمیدگی نمایاں دیکھ کر جوانی کی رعنائی اور قوت کے بجائے بڑھاپے کی بے بسی نظر آتی ہے میں نے کئی ماہ متواتر کوشش کی لیکن اچھی تصویر نہ ملی انجام کار کامل مایوسی کے بعد یہ تصویر جو اس مجموعہ میں شامل ہے معجزانہ طور پر ہاتھ آگئی جسے دیکھ کر ذہن فوراً عالمگیرؒ کے مرثیہ کے ایک شعر کی طرف منتقل ہوگیا جو اُس کی صورت اور اُس کے مقام و منزلت کی عکاسی کرتا ہے ؎

بہ صورت خضر و در سیرت ملک بود
بہ عظمت خاک پائیش بر فلک بود

تاریخی مواد

انگریز نے ہماری تاریخ تو اپنی سیاسی و روپہلی مصلحتوں کے ماتحت ضرور مسخ کر دی لیکن اُس کی علم دوستی کہیے یا اُس کا شوقِ نوادرات اُسے جو کچھ یہاں سے ہاتھ آیا اُس نے لندن پہنچایا اور اس طرح بہت کچھ تاریخی سرمایہ بچ گیا اگرچہ اُس سے مستفید ہونے کے لئے کاٹے کوسوں کا سفر درکار ہے۔ تاہم جو کچھ بچا اُس سے کچھ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے زیر اہتمام شائع ہوا یہ سامان کافی ہے لیکن اب ان مطبوعات کی اشاعت پر قریب قریب ایک صدی گذر چکی ہے اُن کی تعداد جو لاہور کے دو چار کتب خانوں میں موجود ہے ایک تو کچھ زیادہ نہیں دوسرے جو کتابیں موجود ہیں اُن کا کاغذ بے حد خستہ ہو چکا ہے وہ ناقابل مرمت ہیں کہیں کہیں کوئی جلد بظاہر اچھی حالت میں نظر پڑتی ہے تو اُس کی قدامت اور خستگی اُسے مطالعہ کی متحمل نہیں ہونے دیتی۔ معلوم نہیں بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کا اثاثہ کچھ پاکستان کے حصہ میں بھی آیا یا نہیں۔ حکومت پاکستان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس سوسائٹی کے کتب خانوں میں جو مطبوعہ کتابیں اس وقت موجود ہیں اُن کے دو دو چار چار نسخے مہیا کئے جائیں اور انہیں بہ احتیاط و بہ اقساط شائع کرنا شروع کیا جائے۔ یہ سرمایہ وقت کے ہاتھوں مٹ رہا ہے اس کی حفاظت ہم سب پر لازم ہے۔ کہا

جاتا ہے کہ حضرت عالمگیر نے اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے اپنی جانشینی اور تقسیم ملک سے متعلق ایک وصیت نامہ اپنے ہاتھ سے لکھ رکھا تھا جو اُن کی وفات پر تکیہ کے نیچے سے برآمد ہُوا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دستاویز انڈیا آفس لائبریری میں موجود تھی میں نے آٹھ دس ماہ سر پٹکا تو معلوم ہُوا ہے کہ یہ چیز اب وہاں باوجود تلاش نہیں مل سکی۔ کلکتہ کی ایک لائبریری میں ۱۹۲۲ء میں حضرت عالمگیر کے ہاتھ کا لکھا ہُوا ایک مجموعہ موجود تھا اب جو دریافت کیا تو یہ نادر یادگار منہلک بھی ندارد۔ پاکستان میں کراچی اور پشاور میں کیا کچھ ہے اس کی ابھی خبر ہی نہیں۔

عالمگیر اکیڈمی

تاریخ پاکستان میں اولین اور اہم ترین ضرورت حضرت عالمگیر سے متعلق تحقیقات تاریخی کی ہے۔ اس جلسہ میں ایک عالمگیر اکیڈمی کے قیام کا اعلان کیا گیا جس میں ڈاکٹر محمدؐ جہانگیر خان ناظم تعلیمات نظامت لاہور۔ محمدؐ اکرم مخدومی پرنسپل ٹریننگ کالج لاہور پروفیسر علم الدین سالک اسلامیہ کالج لاہور۔ پروفیسر سید اصغر علی میونسپل کالج بورے والہ۔ شیخ عطاء اللہ پرنسپل اسلامیہ کالج چنیوٹ پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کی معتمدی کے فرائض راقم الحروف سے متعلق قرار پائے۔ کمیٹی کے ارکان کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں ہوگی اور موجودہ کمیٹی اس تعداد کے پورا کرنے کے لئے مزید ممبران نامزد کر سکے گی۔ یہ اکیڈمی کوشش کرے گی کہ دنیا آفتاب عالمتاب، کا اصلی چہرہ دیکھ سکے۔

اس سلسلہ میں البصیر، مجلہ اسلامیہ کالج چنیوٹ کا عالمگیر نمبر یا عالمگیر نامہ پیش کیا جاتا ہے اس نمبر میں شبلی مرحوم کی کتاب عالمگیر پر ایک نظر، بعد تصحیح شامل کی گئی۔ اس کتاب کی اشاعت پر قریباً پچاس برس ہی گذرے ہیں لیکن ظالم ناشروں اور ستم پیشہ کاتبوں نے اس میں بلا مبالغہ ہزاروں اغلاط داخل کر دی ہیں جو ملت اسلامیہ ہندیہ اور پاکستانیہ کے لئے حضرت عالمگیر اور شبلی مرحوم کی روحوں کے سامنے وجہ ندامت و شرمساری ہیں۔ دوسری چیز رقعات عالمگیر، ہیں کہ بازار میں ناپید ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو رقعات کا ایک اچھا ایڈیشن پاکستان میں مہیا آ جائے۔ چونکہ موجودہ نوجوان نسل کی اکثریت فارسی سے آشنا نہیں اس لئے

ہیں نے اس کا اردو ترجمہ بھی پیش کر دیا ہے اس کے علاوہ جو کچھ تھوڑا بہت ہو سکتا تھا پیش خدمت ہے کہ ایک فرض کفایہ سمجھ کر ادا کیا گیا ہے۔

مجھے اعتراف ہے کہ اس خاص نمبر کی تمام کوتاہیاں اور خامیاں مجھ سے ہی منسوب ہونی چاہئیں کہ لاہور سے دُور بیٹھ کر مجھے بڑی حد تک یکہ و تنہا یہ خدمت انجام دینی پڑی۔ تاریخ کا پڑھنا پڑھانا میرا مشغلہ نہیں رہا۔ یہ ایک ولولہ خدمت اور یادِ نام نیک رفتگاں کا سلسلہ تھا جس کے لئے شام زندگی کا کچھ وقت وقف کر دیا۔ اس امید پر کہ اس سلسلہ میں حکومت یا ارباب علم و ثروت کو توجہ کی توفیق میسر آئے۔ عالمگیر پر جو کام حد درجہ ناقص سرکار کر گئے ہیں اُس کی بدولت ریسرچ میں آسانی پیدا ہو گئی اور جو کچھ انہوں نے پچاس برس میں کیا اُس سے بہتر کام اب پانچ برس میں ہو سکتا ہے بشرطیکہ ملک و حکومت توجہ کرے اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام موجودہ مطبوعہ مواد تاریخی کی دوبارہ اور مخطوطات کی بار اول اشاعت ہے۔ مجلہ البصیر کی اشاعت کے بعد عالمگیر اکیڈمی کا پروگرام مرتب کرنے کی طرف توجہ دی جائے گی۔ امید واثق ہے کہ ہندوستان میں اسلامی تاریخ سے بالعموم اور تاریخ عالمگیر سے بالخصوص گہری توجہ اور دلچسپی کا عملی اظہار ہو گا۔

۔ عطاءاللہ اسلامیہ کالج چنیوٹ۔

حکایت شیر و شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

(علامہ اقبال رح)

روزے آں زیبندۂ تاج و سریر — آں سپہدار و شہنشاہ و فقیر
صُبحگاہاں شُد بہ سیرِ بیشۂ — با پرستارے وفا اندیشۂ
سرخوش از کیفیّتِ بادِ سحر — طائراں تسبیح خواں بر ہر شجر
شاہ رمز آگاہ شُد محوِ نماز — خیمہ بر زد در حقیقت از مجاز
شیر ببر آمد پدید از طرفِ دشت — از خروشِ او فلک لرزندہ گشت
بُوئے انساں دادش از انساں خبر — پنجہ عالمگیر را زد بر کمر
دستِ شاہ نادیدہ خنجر کشید — شرزہ شیرے را شکم از ہم درید
دل بخود راہے نداد اندیشہ را — شیر قالیں کرد شیرے بیشہ را
باز سُوئے حق رمید آں ناصبور — بُود معراجش نمازِ با حضور
ایں چنیں دِل خود نما و خود شکن — دارد اندر سینہ مومن وطن
بندۂ حق پیش مولے لاستے — پیش باطل از نعم برجاستے
تو ہم اے ناداں دلے آور بدست — شاہدے را محملے آور بدست
خویش را در باز و خود را بازگیر — دام گستر از نیاز و ناز گیر
عشق را آتش زنِ اندیشہ کُن — رو بہ حق باش و شیری پیشہ کُن

خوفِ حق عنوانِ ایماں است و بس
خوفِ غیر از شرکِ پنہاں است و بس

سیرتِ عالمگیر کے مآخذ

تاریخ کے طالبِ علم کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے پورا پورا علم ہو کہ جس بادشاہ یا عہد کا وہ مطالعہ کرنا چاہتا ہے، اس پر کون کونسی مطبوعہ کتابیں موجود ہیں؟ کون کون سے قلمی نسخے کہاں کہاں پائے جاتے ہیں؟ ان کتابوں کے لکھنے والے کون لوگ تھے؟ کیا وہ لوگ اس بادشاہ کے ہمعصر تھے؟ ان کی کیا حیثیت تھی؟ کیا وہ اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جس میں معاملاتِ سلطنت اور بڑی بڑی شخصیتیں زیرِ بحث آتی رہتی ہیں؟ کیا وہ سرکاری ملازم تھے؟ سب کچھ آنکھوں دیکھتے اور کانوں سنتے تھے؟ کیا انہوں نے اپنی معلومات اُس بادشاہ کی زندگی میں یا اُس کے بعد قلمبند کیں؟ کیا ان کا تعلق کسی فریقِ مخالف یا کسی مختلف مذہب سے تھا؟ کیا وہ سچے اور قابلِ اعتبار لوگ تھے؟ کیا ان لوگوں کو اس زمانہ میں کوئی نقصان پہنچا؟ وہ خود کس قماش کے آدمی تھے؟ اسی طرح کی بہت سی معلومات درکار ہوتی ہیں جو ان لکھنے والوں کے جھوٹ سچ کے پرکھنے میں کام دیتی ہیں۔

افسوس ہے کہ تمام مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کے متعلق تفصیل و کاوش سے بحث کی گنجائش ان اوراق میں نہیں۔ کتابوں کی ایک سرسری سی فہرست ان سطور میں پیش کی جاتی ہے تاکہ جو احباب ان چیزوں کو دیکھنا چاہیں، دیکھ سکیں۔ ممکن ہے کسی وقت کوئی ادارہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا چاہے تو اسے ایک مبسوط فہرست ایک ناقدانہ جائزہ کے ساتھ شائع کرنی ہوگی۔ یہاں زیادہ تر صرف کتابوں کے ناموں پر ہی اکتفا کیا جائے گا تاکہ ایسے اربابِ علم جو اس عہد کا مطالعہ کرنا چاہیں جان لیں کہ کون کون سی کتابیں مطالعہ کرنی چاہئیں:

۱۔ عہدِ جہانگیری:

(۱) تزکِ جہانگیری

(۲) اقبال نامہ جہانگیری مصنفہ محمد شریف المخاطب بہ "معتمد خاں"۔

(۳) مآثرِ جہانگیری مصنفہ کامگار حسینی المخاطب بہ غیرت خاں۔

(۴) مجالس السلاطین مصنفہ محمد شریف۔

۲۔ دورِ شاہجہانی:

(۵) اقبال نامہ مصنفہ معتمد خاں

(۶) پادشاہ نامہ مصنفہ محمد امین بن ابوالحسن قزوینی

(۷) بادشاہ نامہ مصنفہ عبدالحمید لاہوری۔ یہ کتاب بنگال ایشیاٹک سوسائٹی نے ۱۸۶۷ء اور ۱۸۶۸ء میں دو جلدوں میں شائع کی۔

(۸) بادشاہ نامہ مصنفہ محمد وارث۔ مصنف عبدالحمید لاہوری کا شاگرد تھا۔

(۹) عمل صالح مصنفہ محمد صالح کنبوہ لاہوری

(۱۰) ملخص مرتبہ محمد طاہر آشنا المخاطب بہ عنایت خاں۔ یہ بادشاہ نامہ قزوینی، عبدالحمید اور وارث کی تلخیص ہے۔

(۱۱) شاہجہان نامہ مصنفہ منشی محمد صادق المخاطب بہ صادق خاں۔

(۱۲) شاہجہان نامہ مصنفہ مرزا جلال طباطبائی۔

(۱۳) ظفر نامہ شاہجہانی مصنفہ حاجی محمد جان قدسی۔

(۱۴) بادشاہ نامہ مصنفہ ابوطالب کلیم

(۱۵) بادشاہ نامہ مصنفہ میر محمد یحییٰ کاشی۔

(۱۶) لطائف الاخبار مصنفہ رشید خاں المخاطب بہ بدیع الزماں۔

۳۔ عہدِ عالمگیر:

(۱۷) عالمگیر نامہ مصنفہ مرزا محمد کاظم۔ یہ کتاب عالمگیر کے حکم سے لکھی گئی۔ اس میں جنگ تخت نشینی کی ابتدا سے حکومت کے ابتدائی دس سالوں کے حالات سرکاری زبان میں مفصل بیان کئے گئے ہیں۔

(۱۸) مآثر عالمگیری مصنفہ محمد ساقی مستعد خاں۔ عالمگیر کے پنجاہ سالہ عہد حکومت کی ایک مجمل تاریخ ہے جو عالمگیر کی وفات کے بعد سرکاری کاغذات سے مرتب کی گئی۔

(۱۹) ظفر نامہ عالمگیری مصنفہ عاقل خان رازی، جو عہد عالمگیری کا مشہور امیر تھا اور عہد شاہزادگی میں اورنگ زیب کے پاس رہا۔ خانہ جنگی کے حالات کے لئے یہ تاریخ نہایت مفید ہے۔

(۲۰) تاریخ جنگ برادران مصنفہ محمد صادق انبالوی۔

(۲۱) تاریخ شاہ شجاعی مصنفہ میر محمد معصوم۔ یہ تاریخ ۱۶۶۰ء میں مالدہ میں لکھی گئی۔ میر محمد معصوم شاہزادہ شجاع کا پرانا نمک خوار تھا۔ اس تاریخ سے شاہ شجاع کا نکتۂ نظر خوب واضح ہوتا ہے۔

(۲۲) فتحیۂ عبریہ مصنفہ شہاب الدین طالش۔ یہ کتاب میر جملہ کی فتوحات کوچ بہار اور آسام کے حالات پر مشتمل ہے — سرجدوناتھ سرکار نے اسے مرتب اور اس کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے۔

(۲۳) نسخہ دلکشا مصنفہ بھیم سین کائستھ۔ مصنف راجہ دلپت رائے کا ملازم تھا۔ دکن کے حالات کے سلسلہ میں یہ نسخہ نہایت اہم اور پُراز معلومات ہے۔ اس کا ایک نسخہ دفتر وزیر ہند اور دوسرا برطانوی متحفہ میں ہے۔

(۲۴) فتوحاتِ عالمگیری مصنفہ ایسرداس ناگر ساکن پٹن۔ راجپوتانہ اور مالوہ کے حالات کے سلسلہ میں اس کے بیان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

(۲۵) زرنگ نامہ مصنفہ گردیری۔ جنگ برادران سے متعلق ایک منظوم تاریخ ہے۔

(۲۶) آشوب ہند مصنفہ بہشتی۔ مصنف مراد کا ملازم تھا۔ یہ مراد کے حالات کی ایک تاریخ منظوم ہے۔

(۲۷) تاریخ شیواجی مصنفہ نامعلوم۔ جدوناتھ سرکار نے اس کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے۔

(۲۸) خلاصۃ التواریخ مصنفہ سجان رائے بٹالوی۔ ہندوستان کی یہ تاریخ ابتدا سے لے کر اورنگ زیب کی تخت نشینی کے حالات پر مشتمل ہے۔ خان بہادر ظفر حسن صاحب نے اسے شائع کرایا ہے۔

(۲۹) ... التواریخ مصنفہ رائے بندرابن ... کا خطاب اورنگ زیب کی طرف سے ملا تھا۔ اس کتاب میں ... الدین غوری سے لے کر ... تک کے حالات ہیں۔

(۳۰) منتخب التواریخ مصنفہ منشی جیون داس گجراتی۔ ہندوستان کے صوبوں کے وہ حالات نہایت اہم ہیں جو بہادر شاہ کے حکم سے جمع کئے گئے۔

(۳۱) تذکرۃ السلاطین چغتائی مصنفہ ہادی کامور خان۔

(۳۲) منتخب اللباب مصنفہ محمد ہاشم خافی خان۔ بابر سے لے کر محمد شاہ بادشاہ کے چودھویں سال کے حالات پر مشتمل ہے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

(۳۳) تذکرے:

مآثر الامرا۔ تذکرۃ الامرا۔ فرحت الناظرین۔ مآثر الکرام۔ زبدۃ المقامات۔ سفینۃ الاولیاء۔ مخبر الواصلین۔ بحر زخار۔ خزینۃ الاصفیاء۔ طبقات شاہجہانی۔ تذکرۂ علمائے ہند۔ حدائق الحنفیہ اور مخزن الغرائب۔

(۳۴) خطوط:

(۱) آدابِ عالمگیری:

(۲) احکامِ عالمگیری: مرتبہ منشی عنایت اللہ خاں

(۳) کلماتِ طیبات: مرتبہ منشی عنایت اللہ خاں

(۴) رقائم کرائم: مرتبہ سید اشرف خاں میر محمد حسینی

(۵) دستور العمل آگہی: یہ مجموعہ جے سنگھ والیٔ جے پور کے دیوان کی فرمائش سے مرتب ہوا۔ اس میں اورنگ زیب کے ذکر اور افسروں کے علاوہ شاہجہان وغیرہ کے نام کے بعض خطوط شامل ہیں۔

(۶) رموز و اشاراتِ عالمگیری: دستور کی طرح یہ مجموعہ بھی جے پور کے دیوان راجہ آیامل کی فرمائش پر ہی مرتب ہوا لیکن اس

شاہجہان وغیرہ کے نام کے خطوط ہیں۔

رقعاتِ عالمگیری: یہ مجموعہ عام طور پر بازار میں ملتا ہے اور احکام عالمگیری اور کلمات طیبات سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔

احکامِ عالمگیری: یہ مجموعہ سر جدو ناتھ نے انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس میں اورنگ زیب کی زندگی سے متعلق بہت سے حالات ہیں جو عام تاریخوں میں نہیں ملتے۔

اشاراتِ عالمگیری: اس میں اورنگ زیب کے احکام ہیں چند صفحات کا چھوٹا سا مجموعہ ہے۔

مکاتیب ریاست جے پور: اورنگزیب نے اس خاندان کے لوگوں کو جو خط لکھے۔ ریاست میں موجود محفوظ ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

مرآۃ احمدی: اس میں عالمگیر کے کچھ فرامین موجود ہیں۔ یہ صوبہ گجرات کی تاریخ ہے۔

فرامین برلن: سر جدو ناتھ سرکار نے اپنی کتاب ہسٹری آف اورنگ زیب میں ان فرامین کا ترجمہ دیا ہے۔

خطوط شیواجی: اس مجموعہ میں شیواجی اور اس کے افسروں کے خطوط کے علاوہ وہ خط بھی ثابت ملتی ہے جو باغی اکبر اور اورنگزیب میں ہوئی تھی۔

ظہور الانشاء: اس میں بھی اورنگ زیب کے متعدد خطوط ہیں۔

منشآتِ فارسی: اس میں باغی اکبر و اورنگ زیب والی مراسلت کے علاوہ اورنگ زیب اور شاہجہان اور بہ وقت محاصرہ اور اورنگ زیب کے اس کے لڑکوں وغیرہ کے نام خطوط ہیں۔

مندرجہ بالا کے علاوہ فیاض القوانین۔ گلدستہ ہفت انجمن۔ انشائے روشن کلام وغیرہ وغیرہ۔

اُردو:

ان فارسی ماخذ کے علاوہ کچھ کتابیں اردو میں ملتی ہیں جو لکھنے والوں نے فارسی کتب کے مطالعہ کے بعد مرتب کی ہیں۔ ان میں سب سے پہلی مولانا شبلی کا رسالہ "عالمگیر پر ایک نظر" ہے۔ اور اس سلسلہ کی تازہ ترین کتاب رشید اختر صاحب ندوی کی "اورنگ زیب" ہے۔ نجیب اشرف صاحب کا مقدمہ رقعاتِ عالمگیری ایک حد درجہ قابل قدر تصنیف ہے۔ بعض چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ہیں...... جو ایک دوسرے کی نقل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ چوہدری نبی احمد صاحب سندیلوی کی جو میرے مخدوم ڈاکٹر کریم حیدر صاحب کے دوستوں میں سے تھے اور جن سے مجھے ایک مرتبہ شرف نیاز حاصل ہوا طریق استدلال اور انتخاب وقائع اور مصنف کے جذبہ عقیدت کے اعتبار سے ایک لاثانی مجموعہ ہے۔

انگریزی:

تصانیف جدو ناتھ سرکار: جدو ناتھ سرکار ایک زمانہ میں پٹنہ یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر تھے۔ ان کا انتقال چوراسی برس کی عمر میں کلکتہ میں مئی ۱۹۵۸ء میں ہوا۔ انہوں نے اپنی زندگی اورنگ زیب کے عہد کے مطالعہ کے لئے وقف کر دی اور حق یہ ہے کہ اس میدان میں تحقیقات علمی کی داد دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ رنج صرف اسی بات کا ہے کہ ان کے غیر مسلم ذہن نے اور شاید پیش نظر قومی مقصد نے انہیں عالمگیر کی ہر خوبی کو عیب کی صورت میں دیکھنے اور دکھانے پر مجبور کیا اور اس کے ہر عیب کا منبع اس کے سرچشمہ اعتقاد یعنی اسلام ہی کو قرار دیا ہے۔ بہر صورت ان کی محنت و کاوش اور استقلال کی داد مرتخص کو دینی پڑتی ہے کہ عہد عالمگیری کے مطالعہ کے لئے اورنگ زیب پر ان کی انگریزی کتابوں کا دیکھنا جاننا اور پڑھنا ضروری ہے اور ان کی محنت و کاوش کی بدولت اب عالمگیر پر کام کرنا ایک حد تک آسان ہو چکا ہے۔

فاروقی: مسلمان انگریزی خوان طبقہ میں سے صرف ظہیر الدین فاروقی صاحب بیرسٹر دیو بی نے ایک کتاب بعنوان اورنگ زیب اور اس کا عہد ۱۹۳۵ء میں شائع فرمائی جو نہایت معقول اور قابل قدر کوشش ہے۔

غیر ملکی وسائل:

انگریزی، فرانسیسی اور ڈچ کے سیاحت ناموں اور ایسی دستاویزات کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جن سے جستہ جستہ واقعات عہد عالمگیری سے متعلق نہایت بیش قیمت معلومات میسر آ سکتی ہیں۔ برنیئر کا سفرنامہ اور منوچی کی کتاب سٹوریا ڈو موگر دلچسپ کتابیں ہیں۔

اورنگ زیب کی ولادت اور تعلیم

۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۶۱۸ء کو دوحد کے مقام پر پنچ محل اور الار کی درمیانی رات کو ہندوستان کا یہ درویش ذی شان تاج دار عالم ارواح سے عالم اجسام میں ورود فرما ہوا۔ وہ شاہجہان اور ممتاز محل کی اولاد میں تیسرا بیٹا تھا۔ دوحد اس زمانہ میں مالوہ اور گجرات کی انتہائی سرحد پر واقع تھا۔ اب احاطہ بمبئی کے پنچ محل تعلقہ میں گودھرا از لام ریلوے پر ایک اسٹیشن ہے۔ ہندوستان کے اس سب سے بڑے مسلم بادشاہ کی ولادت اس سفر ظفر اثر کے دوران میں عمل میں آئی جس میں اس کا دادا نورالدین جہانگیر احمد نگر کے سپہ سالار ملک عنبر کو شکست دے کر آگرہ واپس آرہا تھا۔ اس بلند اقبال بیٹے کا باپ شہزادہ خرم اپنے والد کے ساتھ تھا۔ ماں نے خاندانی رسم کے مطابق جہانگیر کے حضور ایک ہزار اشرفی نذر گذرانی۔ رنگین طبع اور باذوق دادا نے محمد اورنگ زیب نام رکھا اور سچ تو یہ ہے کہ کارکنان قضا و قدر نے جن کے ہاتھوں میں خاندانوں، قوموں اور ملکوں کی قسمت کی باگ ڈور ہوتی ہے ایک زیب نام تجویز کرایا جس کا مسمّیٰ مغلوں میں نہ کوئی اورنگ زیب سے پہلے تھا، نہ کوئی بعد میں ہوا۔ اور جو صحیح ہر اعتبار سے زیب اورنگ ثابت ہوا۔ چونکہ دوحد کو اورنگ زیب کی ولادت کے علاوہ کوئی دوسرا شرف حاصل نہ تھا اگرچہ حقیقت میں اس سے بڑا شرف کسی مقام کے لئے کیا ہو سکتا ہے۔ اس مقام کو جشنِ شاہی کے قابل نہ پا کر جشنِ ولادت اجین پہنچ کر منایا گیا اور یہ بھی کچھ قدرت کی ستم ظریفی ہی سمجھئے کہ اورنگ زیب ایسے موحد مسلم تاجدار کا جشن ولادت مندر آباد اجین میں منایا گیا۔

طالب کلیم نے سنہ ولادت کی تاریخ لکھی ؎

تاج صاحبقرانِ ثانی یافت — گوہر بحر از وگذشتہ حساب
نامش اورنگ زیب کرد فلک — تخت زیں پایہ گشتہ عرش جناب
چوں بآں مژدہ آفتاب انداخت — افسر خویش برہوا چو حباب
خامہ از بہر سال تاریخش — زد رقم آفتاب عالم تاب

۱۰۲۸-۱-۱۰۲۷

دوحد سے الفت :

حضرت عالمگیر کو قدرتی طور پر اپنے مولد سے خاص الفت رہی۔ اپنے بیٹے محمد اعظم کے نام دو خطوں میں اس طرف اشارہ کیا ہے اور اس کے باشندوں کی دلجوئی اور شہر کی رونق و ترقی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں :

"رقعہ ... صوبہ گجرات مولد این عاصی پر معاصی است رعایت سکنۂ آنجا واجب دانند" (رقعات)

دوسرے مکتوب میں ارشاد ہوتا ہے :

"نقل فرمان ... کتاب سامی متضمن گذرانیدن داروغہ ... التماس جناب فیض مآب در مقدمۂ مدد معاش بالغ در ... ہفتاد ... بحکم ارسال داشت ... بادی رفاہ متردین باشد کنند و جزیہ حاصل یک د ... سال معاف۔" (احکام عالمگیری نسخہ رامپور)

رضاعت :

رضاعت سے پہلے ... ابو المعالی خوافی خان کی اہلیہ محترمہ کا انتخاب ہوا اور اس طرح ایک سیدانی کے دودھ پر ان کی پرورش ہوئی۔ حضرت عالمگیر کو تمام عمر حضور رسالت مآب سے بے پناہ عقیدت کی بنا پر سادات کا بے حد احترام ملحوظ خاطر رہا۔ اورنگ زیب ... نے اپنے رضاعی بھائی میر ملک حسین کے ساتھ اس رشتہ کی بنا پر ہمیشہ احترام و محبت کا سلوک روا رکھا اور اسے خان جہان بہادر ظفر جنگ کوکلتاش کی حیثیت تک پہنچا دیا۔

تعلیم اور اساتذہ :

اورنگ زیب جون ۱۶۲۶ء میں یعنی آٹھ برس کی عمر میں اپنے بھائی داراشکوہ کی معیت میں اپنے باپ کے باغیانہ میلانات کے خلاف ضمانت کے طور پر اپنے دادا جہانگیر کے پاس لاہور پہنچ گئے اور اس طرح تیموری دربار کے طور طریقوں اور طمطراق کو انہوں نے بچپن میں خوب دیکھا۔

۱۶۲۷ء ہجری میں جب جہانگیر کے انتقال پر شاہجہان سریر آرائے سلطنت ہوا تو ہر کارے دوڑائے گئے اور بچوں کا ماموں دونوں کو لے کر پہنچا۔ بچوں کے پہنچتے ہی ماں باپ کے دلوں سے جبری مفارقت کے داغ دھل گئے اور ان کے دلوں میں سرور اور آنکھوں میں نور آ گیا۔

تعلیم :

حضرت اورنگ زیب کو عربی، ترکی، فارسی اور ہندی زبانوں میں کامل دسترس ہی نہیں، ایک قابل رشک مہارت حاصل تھی رقعات کی زبان میں ایک قادر الکلامی، وسعت مطالعہ، خوش مذاقی، ہر قسم کے جذبات کی عکاسی، ادب کی چاشنی، شعر کی لطافت اور

قرآن و حدیث سے والہانہ الفت کا ثبوت ٹپکا پڑتا ہے۔ ان کی تحریر پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس کا لکھنے والا ایک ادیب ایک عالم ایک ناظم، ایک پختہ کار سیاست داں، ایک فرماں بردار بیٹا اور ایک محبت رکھنے والا نرم دل لیکن ضبط و نظم کا پابند اور سخت گیر باپ تھا۔ یہ تمام خوبیاں اسے ایک تو اپنی فطری ذکاوت و سعادت اور دوسرے فخر روزگار اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے سے میسر آئی ہیں۔

بعض دوستوں کا خیال ہے کہ تاریخ لکھنے والوں نے اپنی تمام توجہات بادشاہوں کی مدح و ستائش پر ہی صرف کر دیں اور ہمیں آج براہ راست یہ بھی معلوم نہیں کہ اورنگ زیب نے کن کن استادوں سے کیا کچھ پڑھا۔ میرا خیال ہے کہ یہ باتیں کسی ملک کی تاریخ کا مقصد تو نہیں ہوتیں۔ بچوں کی تعلیم البتہ خانداتی معاملات سے متعلق ہے اور گھر کے گماشتوں، کارندوں اور منشیوں وغیرہ کے پاس اس قسم کی معلومات لکھی ضرور رہتی ہیں لیکن یہ کاغذات اب کہاں میسر؟ اورنگ زیب کے استادوں کی فہرست دوسری قسم کی کتابوں سے محض حوالوں کی صورت میں مرتب کی گئی ہے۔ ان بزرگوں کے اسمائے گرامی اور کمالِ فنون کا بھی مختصر تذکرہ کہیں کہیں دوسرے مباحث کے سلسلہ میں ملتا ہے۔

(۱) **مولانا عبداللطیف سلطان پوری**: اورنگ زیب کے اولین استاد مولانا عبداللطیف قرار دیئے جاتے ہیں۔ ان کے تبحر علمی اور فضیلت و منزلت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ان کی تاریخ وفات ۱۰۳۶ھ؛

آفتاب علم را آمد کسوف

قرار پائی لیکن ظاہر ہے کہ ان کی وفات پر اورنگ زیب کی عمر نو دس برس تھی۔ اس عمر میں بڑی ہی ذکاوت و ذہانت کا طالب علم اور وہ بھی شہزادہ کچھ اکتساب فیض کر سکتا تھا۔

(۲) **ہاشم گیلانی**: عبدالحمید لاہوری نے ہاشم گیلانی کے متعلق لکھا ہے:

"بہ امر خاقانی شرف تعلیم اختر برج سعادت بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر یافت۔"

ان بزرگ نے بارہ برس حرمین شریفین میں اپنے زمانہ کے نامور علماء سے فیض حاصل کیا اور تفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھا۔

(۳) **ملا موہن بہاری**: ان بزرگ کا نام نامی محی الدین تھا۔ دس برس کی عمر میں حفظ کلام اللہ کی سعادت نصیب ہوئی سترہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے جب شاہجہانی دربار میں پہنچے تو بہ تعلیم شاہزادہ محمد اورنگ زیب معین گردید۔

(۴) **علامی سعد اللہ خاں**: "حضرت عالمگیر با ہر کدام ربطے خاص داشتند۔ سعد اللہ خاں را کہ خطاب عصائے پیری دیرینہ بآں پذیرداشت نزد او درس خواندہ خود را شاگرد او مقرر نمود۔"

(۵) سید محمد قنوجی: تذکرۂ علمائے ہند میں سید موصوف کے متعلق لکھا ہے:

"از فرقۂ سادات رسول دار از اساتذہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ماہر علوم ریاضیہ داشت و حاشیہ معقول از تصانیف اوست۔"

(۶) ملا جیون: شیخ احمد نام تھا۔ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے "تفسیر احمدی" اور "نور الانوار" ان کی تصانیف ہیں۔ بالفاظ تذکرۃ الناظرین:

"چوں اورنگ خلافت و جہانداری بعز جلوس عالمگیری ارتفاع یافت ملا ن مذکور داخل دانشمندان ہمرہ ملازم خاقانی شدہ . . . بادشاہ دین پناہ بعضے کتب را نزد ملا ی موصوف تکرار نمودہ خصوص احیاء العلوم امام غزالی از اول تا آخر تلمذ نمودہ"

یعنی بڑے شہنشاہ وقت خود حصول علم میں مصروف ہیں:

(۷) شیخ عبدالقوی: بقول صاحب مآثر الامراء شیخ عبدالقوی اورنگ زیب بادشاہ عالمگیر کا استاد ہونے پر بڑا ناز ہے۔ غالب ہے زمانہ میں تو بابے شہر کا مصاحب چہ سے ہے؟ آیا اہلیت تھی۔ عالمگیر جیسے شاگرد جس استاد کی چھپائیں استاد تو زندہ ہوگا۔

وسعت مطالعہ:

محمد صالح صاحب عالمگیر نامہ قمطراز ہیں:

"از کمالات کسبیہ آنحضرت از ابتدائے عنفوان عبادت مدرسیہ و بہرہ گرفتہ تتبع علوم دینیہ از حدیث و تفسیر عزیز و فقہ شریف حنفیہ است۔ ازیں جملہ ممارست مراتب تحریر اشتغال مدرسیہ اند و حافظہ اشرف مخزن ایں حقائق شدہ و بسیاری از کتب طریقت و سلوک و اخلاق چوں احیاء العلوم و کیمیائے سعادت و دیگر تصانیف حجۃ الاسلام و مولفات علمائے باطن و ظاہر بایوان رسیدہ . . . مطالعات و کشف اسرار آں فرمودہ اند و بالفعل نیز بعد فراغ از نظم مہام سلطنت در اوقات تہیہ مراسم دین پروری و معدلت گستری بایں شریف اشتغال پیوستگی دارند۔"

مستعد خاں ساقی مآثر عالمگیری میں لکھتے ہیں:

"از کمالات کسبیہ آنحضرت کہ زینت بخش کمالات وہبیہ گشتہ تتبع علوم دینیہ از تفسیر و حدیث و فقہ است و تصانیف امام حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ و انتخاب مکتوبات شیخ شرف الدین یحییٰ منیری و شیخ زین الدین قدس سرہما و قطب محی شیرازی رحمۃ اللہ و ازیں قبیل کتب دیگر ہمواره قدسی مطالعہ در آمدہ"

❖

شادی اور اولاد

سنہ ۱۰۴۶ھ میں اورنگ زیب کو دولت آباد میں فرمان طلبی پہنچا۔ اورنگ زیب پایۂ تخت پہنچ کر ابھی منزل میں اُترا تھا کہ باپ نے طالب آملی کی یہ رُباعی نہایت خوب صورت لکھوا کر بیٹے کو بھیجی۔

بامژدہ اگر زود رسی آئی چہ شود　　　یا تاختہ پیش از خبر آئی چہ شود
زود آمدنت نظر بہ شوقم دیراست　　　از زود اگر زود تر آئی چہ شود

۸ مئی سنہ ۱۶۳۷ء کو بارات پُورے طمطراق سے شاہ نواز خاں صفوی کے گھر پہنچی اور چار لاکھ روپیہ مہر کے عوض اورنگ زیب کی شادی دلرس بانو بیگم بنت شاہ نواز خان سے ہُوئی۔

طالب کلیم نے اس تقریب سعید کی تاریخ لکھی

جہاں کردہ سامانِ بزمِ نشاطے　　　کہ گلبانگِ عیشش بگردوں رسیدہ
قرآں کردہ سعدین و زیں سال قرآنے　　　فرح خیز و فرخندہ دوراں نہ دیدہ
زہے بوئے ایں گلبنِ باغِ دولت　　　زمانہ گلِ عیشِ جاوید چیدہ
فلک رتبہ اورنگ زیب آنکہ ایزد　　　سزاوار تائیدِ غیبیش دیدہ
نہالِ برومندِ بُستانِ دولت　　　کہ اقبال در سایۂ آرمیدہ

خرد بہر تاریخ تزویج گفتہ
دو گوہر بیک عقد دوراں کشیدہ

سنہ ۱۰۴۶ھ

دلرس بانو بیگم کا انتقال　　　میں ہوا اور دکن میں اس کا روضہ تاج محل کے طرز پر تیار ہوا۔

دُوسری بیگمات اورنگ زیب نے اس کے بعد مختلف اوقات میں چند دُوسری بیگمات کو حبالۂ عقد میں لے آنے کا شرف بخشا۔ اُن میں نواب بائی جن کا نام رحمت النسا بیگم تھا کشمیر کی ریاست راجوری کے راجہ راجو کی بیٹی تھیں۔ اورنگ آبادی محل، زین آبادی محل، دولت آبادی محل اور دل آرام بھی بیگمات میں سے تھیں تفصیل کہیں نہیں ملتی۔

زین آبادی سے شفتگی

زین آبادی سے اورنگ زیب کی پہلی ہی نظر میں مجنونانہ شیفتگی عالمگیری تاریخ کا جزو بن چکی ہے اور ہر عہد میں یار لوگوں نے اسے مزے لے لے کر بیان کیا۔ مولانا ابوالکلام مرحوم نے بھی غبارِ خاطر میں چلتے چلاتے اپنے اندازِ خصوص میں نثر میں اس داستانِ عشق کے لکھنے میں گویا نظم کے موتی لٹائے ہیں اور بے دریغ لٹائے ہیں۔ داراشکوہ کو بھی اس قصہ کی خبر مل گئی جس میں کہا گیا تھا کہ اورنگ زیب ایسا زاہد خشک اس فتانۂ عالم کے عشق کے ثبوت میں اس کے کہنے پر اس کا پیش کیا ہوا شراب کا پیالہ ہونٹ تک لے آیا۔ وہ تو خیر گزری کہ خدا نے اس معشوقہ کی زندگی ادھوری ہی ختم کر دی اور وہ غرورِ حسن و شباب کی نمائش اور زہد کی آزمائش کو اسی منزل پر ختم کر گئی۔ یار لوگوں نے اس قصہ پر بڑی بڑی حاشیہ آرائیاں کی ہیں اور اسے خوب نمک مرچ لگا لگا کر اسے بیان کیا ہے کہ پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔

اگرچہ اس سلسلہ میں حقیقت حال کا معلوم کرنا کس درجہ مشکل ہوتا اگر خود اورنگ زیب کی شہادت موجود نہ ہوتی جو یقیناً ان داستان گویوں کی آنکھیں کھول رہی ہے۔ اسی قصہ سے متعلق اورنگ زیب نے شاہجہاں کی خدمت میں حسب ذیل بیان ارسال فرمایا:-

پیر دستگیر سلامت! عیوب بندہ سراپا تقصیر زیادہ از آں است کہ تواں شمرد۔ چنانچہ اظہارِ آں کردہ ایم۔ ارشاد مرشد حقیقی توفیق اصلاح آں رفیق باد۔ اما بحمد اللہ تعالیٰ کہ با ایں ہمہ عیب ہیچ گاہ مصدر امرے کہ خلاف مرضی خدا و سایۂ خدا بودہ باشد نگشتہ با حدے بہ مقام بدی و بداندیشی نیست۔ مقدمہ کہ دریں ولا بہ مسامع رسید محض خلاف است۔

گناہوں کی فراوانی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ارشاد ہوتا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی کہ خدا اور سایۂ خدا کو ناپسند ہو۔ بدی تو بڑی چیز ہے۔ یہاں بدی کا خیال تک بھی کبھی پیدا نہیں ہوا۔ جو کچھ اپنا سنا محض خلاف واقعہ ہے۔

عالمگیر کی اولاد

نام	ماں کا نام	ولادت	وفات
زیب النساء	دلرس بانو بیگم	سنہ ۱۶۳۹ء	سنہ ۱۷۰۱ء
محمد سلطان	نواب بائی	سنہ ۱۶۳۹ء	سنہ ۱۶۷۶ء
محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ	نواب بائی	سنہ ۱۶۴۳ء	سنہ ۱۷۱۲ء
زینت النساء	دلرس بانو بیگم	سنہ ۱۶۴۳ء	سنہ ۱۷[illegible]ء
بدر النساء	نواب بائی	سنہ ۱۶۴۷ء	سنہ ۱۶۰۱ء
زبدۃ النساء بیگم		سنہ ۱۶۵۱ء	سنہ ۱۷[illegible]ء
محمد اعظم شاہ	دلرس بانو بیگم	—	—
محمد اکبر شاہ	دلرس بانو بیگم	سنہ ۱۶۵۷ء	سنہ ۱۷۰۶ء
مہر النساء	اورنگ آبادی محل	سنہ ۱۶۶۱ء	سنہ ۱۷۰۵ء
کام بخش	اودے پوری محل	سنہ ۱۶۶۷ء	سنہ ۱۷۰۹ء

حضرت عالمگیرؒ نے اپنے بیٹوں کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ بیٹوں میں محمد سلطان محمد معظم شاہ عالم اور کام بخش، بیٹیوں میں سے زیب النساء، بدر النساء بیگم نے حفظ کلام اللہ کی سعادت حاصل کی۔ عربی، فارسی اور ترکی ان میں سے اکثر جانتے تھے۔ شاہ عالم بہادر علم تجوید اور قرأت کے بہترین ماہر تھے حدیث پر وہ عبور حاصل تھا کہ سردار المحدثین کہلاتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت میں ان کی بلند مرتبہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ محمد اکبر اگرچہ راجپوتوں کے بہکانے سے باغی ہوگیا۔ لیکن باپ اس سے خوش تھا کہ اس نے کبھی نماز باجماعت قضا نہیں کی۔ کام بخش عہدِ شاہی کی یادگار تھا۔ حضرت عالمگیرؒ کو اس سے بے پایاں محبت تھی۔ لیکن سب بیٹوں پر عروسِ سلطنت کا کچھ ایسا سحر تھا کہ باپ کی تعلیم و تربیت نصیحتوں، وصیتوں، ملک کی تقسیم اور دشمنوں کے خوف کا کچھ اثر نہ ہؤا اور نہ ہی ان میں باپ کی اولو العزمی اور استقلال پیدا ہوسکا۔

عالمگیر کا نظریۂ خلافت وخدمت

"حضرت عمرؓ خلیفۂ دوم جب کسی کو عامل مقرر فرما کر باہر بھیجتے تو ان سے ان چند باتوں کا عہد لیتے :-

(۱) اپنے دروازہ پر دربان نہ رکھے۔

(۲) اپنے اوقات کو خدا اور خلق خدا کے معاملات میں مصروف رکھے۔

(۳) سواری نہ رکھے۔

(۴) بیت المال سے اپنے یا اپنے بچوں کے لیے کوئی چیز نہ لے۔ خود کام کرے اور رزق حلال مہیا کرے۔ اگر بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے معذور ہو تو مومنین کے مشورہ سے ایک درہم سے تین درہم تک لے لے، اس سے زیادہ جائز نہ سمجھے۔

اور بھی کئی شرطیں کتب تاریخ وسیر میں مندرج ہیں۔

ہم جو ان کے پیرو ہیں ہمیں بھی چاہیئے کہ امکان بھر کوشش (ان کی تقلید کریں)"۔

اورنگ زیب

○

عالمگیر کا نظریۂ تعلیم و تربیت

حضرت عالمگیر کے ایک معلم اپنے شاگرد کی تخت نشینی کے بعد انعام و اکرام کی توقعات سے سنہری اور روپہلی ہوائی قلعے تعمیر کرنے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ انہیں گمان تھا کہ شاگرد کی شاہانہ فیاضیاں استاد کو اپنے دامن کی کوتاہیوں کی شکوہ سنجی پر مجبور کر دیں گی اور اتنا ملے گا کہ سمیٹے نہیں سمٹے گا لیکن شاگرد نے جب محض ایک واجبی سی سخاوت سے کام لیا جس میں شاہی داد و دہش کی جھلک تک نظر نہ آئی تو استاد کی نگاہوں سے مایوسی اور اذیت رسی دیکھ کر شاگرد کو استاد کی سمع خراشی پر مجبور ہو کر ایک ایسا خطبہ تعلیمی ارشاد فرمانا پڑا جو آج بھی کسی یونیورسٹی کا نہایت بلند پایہ کانووکیشن ایڈریس شمار ہوتا ہے۔ بروایت برنیر حضرت عالمگیر اپنے استاد محترم سے یوں مخاطب ہوئے:

"کیا میرے استادِ محترم کا یہ فرض نہ تھا کہ مجھے جملہ اقوامِ عالم کے خصائص سے آگاہ فرماتے۔ انہیں چاہیئے تھا کہ مجھے ہر ملک کے وسائل، اس کی قوت و طاقت، اس کے طریق ہائے جنگ، اس کے رسم و رواج، اس کے مذہب، طرزِ حکومت اور بڑی بڑی دلچسپیوں سے آگاہ فرماتے۔ انہیں چاہیئے تھا کہ تاریخ کے باقاعدہ اسباق کی صورت میں مجھے ریاستوں کی ابتدا، ان کے عروج و زوال اور سلطنتوں سے متعلق ان حقائق و حوادث اور ان غلطیوں اور کوتاہیوں کی تشریح فرماتے جن کی بنا پر ان میں اہم تغیرات اور عظیم انقلابات رونما ہوتے رہے ہیں۔

کسی بادشاہ کے لئے اپنے ہمسایہ ممالک کی زبانوں سے واقفیت حاصل کرنا اشد لازم ہے لیکن آپ مجھے صرف عربی زبان ہی لکھنا پڑھنا سکھاتے رہے۔ بلاشبہ آپ یہ سمجھتے رہے کہ مجھ پر یوں ایک ابدی احسان فرما رہے تھے۔ آپ نے بہت وقت کا غالب حصہ اسی زبان کے مطالعہ پر صرف کرایا جس میں دس بارہ سال کی گہری توجہ کے بغیر کوئی شخص مہارت حاصل نہیں کر سکتا۔ آپ نے یہ حقیقت فراموش کر دی کہ ایک شہزادے کی تعلیم میں اہم اور کیا کیا مضامین شامل ہونے چاہئیں۔ آپ کے نزدیک آپ کے شاگرد کو صرف نحو میں استادی کا رتبہ حاصل ہو تا اس علم میں دستارِ فضیلت حاصل کر لینا ہی اس کی منزلِ مقصود

تھی۔ اس طرح آپ نے میری جوانی کے قیمتی اوقات الفاظ کے رٹنے کے ایک بے مزہ، بے مصرف اور لامتناہی شغل میں برباد کر دیئے۔

کیا جناب والا کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ مجھے کم از کم بادشاہ اور رعیت کے باہمی فرائض اور ذمہ داریوں ہی سے آگاہ فرماتے۔ جناب والا کا فرض تھا کہ اس امر کی طرف کیوں متوجہ نہ فرمایا کہ یہ ممکن ہے کہ مستقبل میں کسی وقت مجھے تلوار ہاتھ میں لے کر تاج و تخت کے لئے لڑنا نہیں تو اپنی زندگی کی حفاظت میں لڑنا ہوگا۔ کیا آپ اس سے آگاہ نہ تھے کہ ہندوستان کے ہر بادشاہ کے بیٹوں کو اس صورت حال سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

کیا جناب والا کو میرے لئے کبھی فن حرب کی تعلیم کی ضرورت کا احساس ہوا؟ کیا جناب والا نے کبھی شہروں کے محاصرے کے طریقے اور میدان جنگ میں صف آرائی کے طریقے مجھے سمجھانے کی کوشش فرمائی؟

میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے ان معاملات میں مشورہ دینے کے لئے آپ سے بہتر لوگ میسر آسکے۔"

شہزادوں کے لئے آداب و ضوابط :

اورنگ زیب صاحب۔ جو تقریباً پندرہ برس کی عمر پر سنہ ۱۶۵۱ء میں اپنے دادا شاہ جہان کے دربار میں حاضری کیلئے جا رہا ہے، اس کو کس طرح سے آداب و ضوابط کے متعلق ہدایات دے رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کوئی جزوی اور معمولی معاملہ بھی لکھنے والے کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ آداب عالمگیری کے ایک رقعہ کا انگریزی سے ترجمہ پیش کیا جاتا ہے :

"سفر ہو یا مقام، سورج نکلنے سے ۷۲ منٹ پہلے بستر سے اٹھ بیٹھئے۔ غسل اور تیاری میں ۴۸ منٹ صرف کرنے کے بعد نماز فجر کے لئے اپنے کمرہ سے نکل آئیے۔ نماز اور ادعیہ ماثورہ کے بعد قرآن کریم کے ایک رکوع کی تلاوت کیجئے۔ اس کے بعد کمرے میں ناشتہ کیجئے۔ اگر آپ کو سفر پر جانا ہے تو سورج نکلنے کے ۴۸ منٹ کے بعد روانہ ہو جائیں۔ اگر راستہ میں شکار کا شوق کرنا ہے تو اس روز کے لئے قیام گاہ میں مقررہ وقت پر ضرور پہنچ جائیے۔

وہاں پہنچ کر وقت ہو اور طبیعت چاہے تو عربی کی کوئی کتاب دیکھئے یا آرام کیجئے۔ دوپہر کے چوبیس منٹ بعد، جب زوال آفتاب شروع ہوتا ہے، اپنے خیمہ سے ظہر کی نماز کے لئے نکلئے۔ نماز با جماعت ادا ہونی چاہیئے۔ دوپہر کے کھانے اور قیلولہ کے بعد غروب آفتاب سے دو گھنٹے پہلے عصر کی نماز ادا کیجئے۔ اگر قیلولہ کی ضرورت نہ ہو تو کھانے کے بعد کے وقفہ کو خوش خطی کی مشق، مراسلات نگاری یا فارسی نظم و نثر کے مطالعہ میں صرف کیجئے۔ نماز عصر کے بعد کچھ دیر کے لئے مطالعہ کیجئے۔ غروب آفتاب سے کوئی چوبیس منٹ پہلے ایک دربار خصوص منعقد کیجئے اور اس میں شام کے ۴۸ منٹ تک قیام۔ پھر اس ایوان کو چھوڑ دیئے۔ ایک رکوع کی تلاوت کیجئے اور اندرون خانہ جا کر نو بجے بستر استراحت پر چلے جائیے۔

اگر آپ سفر میں ہیں لیکن دن قیام کا ہے تو تمام مشاغل مندرجہ بالا معین اوقات پر بجا لائیے لیکن سواری کے بجائے صبح کے اڑتالیس منٹ تیر اندازی اور بندوق سے نشانہ بازی میں صرف کیجئے۔ دن چڑھنے کے ایک گھنٹہ چوبیس منٹ بعد اڑتالیس منٹ کے واسطے یا حسب ضرورت اس سے زیادہ نہ ملے دربار عام منعقد کیجئے اور پھر اگر کوئی ضروری کام ہو تو اپنے بڑے بڑے افسران کے ساتھ قریباً گھنٹہ بھر کے لئے ایک محفل خاص منعقد کیجئے ورنہ اس مدت یعنی چار گھڑی میں عربی پڑھئے۔

جس دن کوچ ہو، دو رکوع اور جس دن مقام ہو تین رکوع کی تلاوت کیجئے۔ سفر میں اگر منزل لمبی ہے تو بعد نماز فجر روانگی ہو اور ناشتہ راستہ میں کیا جائے ورنہ ناشتہ روانگی سے پیشتر ہو۔ سو کبھی بھی نامناسب وقت پر مثلاً منہ اندھیرے یا ؟ بجے صبح سے بعد نہیں شروع ہونا چاہئے۔

اگر راستہ میں شکار کرنا ہو تو لشکر کے افسر تقسیم تنخواہ کے ساتھ منزل کی طرف چھوٹے سے چھوٹے راستہ سے بھیج دیں اور شکار گاہ میں صرف چند خدام کے ساتھ جائیں۔

آلات کا استعمال:

آہستہ آہستہ اپنے آپ کو اسلحہ لگانے میں کمال حاصل کرنے کی پوری پوری عادت ڈالئے کوٹ اتارنے اور بیٹھنے سے پہلے پسینہ سوکھ لینے دیجئے تاکہ بیماری سے بچے رہیں۔

ضابطہ اور حفظ مراتب:

ہمارے عمال میں سے کسی کو سوائے محمد طاہر کے (جو شاہزادہ کے اتالیق تھے) یا بادشاہ کے کسی کمانڈر کو جس کا منصب دو ہزار سوار سے کم ہو اپنی فوج کے آگے مارچ نہ کرنے دیں

شہزادوں کی کیا کیفیت ہے اور انہیں کیسی تعلیم و تربیت درکار ہے؟:

دیکھئے حضرت عالمگیر نے شاہزادوں کی تعلیم و تربیت کے نقائص پر کس خوبی سے روشنی ڈالی ہے!

"شہزادے جس طرح اپنی بلند مرتبگی اور قدرت میں اوروں پر فضیلت رکھتے ہیں، اسی طرح انہیں دانشمندی اور نکوکاری میں دوسروں سے افضل ہونا چاہئے۔ ایشیائی سلطنتوں پر جو آفتیں آتی اور بلائیں نازل ہوتی ہیں اور ان میں جو بدعملی اور بے انتظامی پاؤں پھیلا کر انہیں تباہ کر دیتی ہے اس کا سبب بادشاہوں کی تعلیم اور پرورش کا نقص اور خرابی ہے۔

ایسے شہزادے بچپن ہی سے روس، سرکیشیا، منگولستان، گرجستان اور حبش کی عورتوں اور خواجہ سراؤں کی صحبت میں پرورش پاتے ہیں وہ اپنے بڑوں سے تو چاپلوسی اور فروتنی سے پیش آتے ہیں لیکن اپنے سے کم درجہ لوگوں سے غرور اور

ظلم کا سلوک کرتے ہیں۔ ایسے شہزادے جب محلوں کی چار دیواری سے نکل کر تخت شاہی پر متمکن ہوتے ہیں۔ وہ اپنے نئے فرائض منصبی سے قطعاً ناآشنا ہوتے ہیں۔ وہ اس نئے ماحول میں گویا کسی دوسری ہی دنیا سے ٹپک پڑے ہوتے ہیں۔ ان کی کیفیت اس شخص کی سی ہوتی ہے جو کسی تہ خانہ سے رہا ہو کر اپنے گردوپیش کی ہر چیز کو ایک احمقانہ حیرت سے تکتا رہ جاتا ہے وہ بچوں کی طرح ہر بات پر یقین کرتے چلے جاتے ہیں یا بچوں کی طرح ہی اپنے سایہ سے بھی خوف کھاتے ہیں۔ ان کی بے وقوفی انہیں ... ہوتا جا رہا ہے وہ نیک مشوروں کو رد کر دیتے ہیں اور برے کاموں میں بے دھڑک کود پڑتے ہیں۔

جو شخص ایشیائی تاریخ سے واقفیت رکھتا ہے میرے اس بیان سے جو میں نے شہزادوں کی حالت سے متعلق دیا ہے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کیا ایشیائی سلاطین آج بھی بدترین طرز عمل روا نہیں رکھتے؟

پادشاہی فرائض ذاتی آرام و آسائش پر مقدم ہیں:

ایک دن شہزادوں اور امرائے سلطنت نے حضرت عالمگیر کو مشورہ دیا کہ جو محنت و مشقت اعلیحضرت نے اپنے اوپر لازم کر رکھی ہے اس سے بادشاہ سلامت کو جسمانی اور دماغی اعتدال کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ذاتی آرام و آسائش کی طرف زیادہ توجہ فرمائی جائے۔"

عالمگیر نے چہرہ اس امیر کی طرف سے اپنی توجہ ہٹالی اور تھوڑی دیر بعد ایک اس سے بڑے مرتبہ امیر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"آپ تمام اہل علم اس باب میں متفق الرائے ہیں کہ کسی مشکل اور خوف کے زمانہ میں بادشاہ پر فرض ہے کہ رعایا کی بہتری کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالے اور بوقت ضرورت تلوار ہاتھ میں لے کر ان کی حفاظت میں اپنی زندگی قربان کر دے لیکن میرے یہ پاکیزہ اور خیر اندیش یہ چاہتے ہیں کہ رعایا کے آرام و آسائش کے لئے مجھے قطعاً کوئی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑے اور رعایا کی رفاہ و فلاح کی تدبیروں کے سوچنے میں مجھے نہ ایک رات کا جاگنا اور نہ ایک روز کی عیش و عشرت اور لہو و لعب کو چھوڑنا پڑے۔ اور یہ مدعا حاصل ہو جائے۔ ان کی رائے گرامی یہ ہے کہ مجھے ذاتی عیش و عشرت اور اپنے آرام و آسائش میں مصروف رہنا چاہئیے اس کا نتیجہ تو یہ ہو گا کہ میں اس وسیع سلطنت کے گوناگوں کاروبار کسی وزیر کے سپرد کر دوں لیکن ان صاحب نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ جس خدا نے خاندانِ شاہی میں پیدا کر کے مجھے تاج و تخت بخشا ہے۔ اس نے مجھ پر یہ ذمہ داری ذاتی آرام و آسائش کی خاطر نہیں بلکہ دوسروں کے آرام و حفاظت کی خاطر مجھ پر عاید کی ہے۔ میرا کام ذاتی آسائش کی فکر نہیں۔ بلکہ میرا فرض یہ ہے کہ صرف اسی قدر ذاتی آرام و آسائش کی فکر کروں جو رعایا ہی کے رفاہ کے لئے لازم ہے اور سوائے اس حالت کے کہ انصاف و عدالت اس کی مقتضی ہو یا اقتدارِ سلطنت یا حفاظت ملکی اس کی طالب ہو کسی صورت میں رعایا کی آسائش و بہبود سے غافل نہ ہوں۔

ان صاحب نے ان قباحتوں پر غور نہیں فرمایا جو ان کے میرے لئے تجویز کئے ہوئے آرام سے پیدا ہوں گی۔
میرے ناصح مشفق کو معلوم نہیں کہ اپنی حکومت کے دوسرے کے ہاتھ سونپ دینے کا کیا مطلب ہے شیخ سعدیؒ نے
کیا خوب کہا ہے کہ بادشاہوں کو کاروبار سلطنت کا بوجھ خود اپنے ہی کندھوں پر اٹھانا چاہیئے ورنہ بادشاہ نہیں کہلانا چاہیئے۔
اس شخص کو اگر ہماری خوشنودی درکار ہے تو اسے چاہیئے کہ جو خدمت اس کے سپرد ہے اسے اچھے طریق پر انجام دیتا رہے
اور ایسا مشورہ جو بادشاہوں کی ہمت کے شایان شان نہیں، کبھی پیش نہ کرنا چاہیئے۔ بلاشبہ تن پروری اور آرام طلبی اور ایسے
خیالات سے بچنا جو انسان کو دوسروں کی بہبود کی فکر و تدبیر میں گھلاڈالتے ہیں گویا انسانی سرشت میں داخل ہے لیکن ایسے
صلاح کاروں کے لئے ہمارے پاس کوئی گنجائش نہیں۔ ایسے ہمدردانہ مشورے تو ہمیں بیگمات بھی دے سکتی ہیں۔

عالمگیر

پاکستان کا مُفکّرِ اوّل

(احسان دانش)

اس میں کیا شک ہے کہ اپنی فکر اور احساس سے
قائدِ اعظمؒ نے جنّت دی مسلماں کے لیے
لیکن اس سے پیشتر اقبالؔ نے بھی رات دن
کی ہے اِک سعیِ مسلسل اہلِ عرفاں کے لیے
اور اس سے پہلے سرسیّد نے باصد احتیاط
اک بنا ڈالی تھی اربابِ گلستاں کے لیے
جس میں پوشیدہ تھا اسلامی تمدّن کا مفاد
اور اک نشتر تھا دشمن کی رگِ جاں کے لیے
تھی جمال الدّین افغانی کی بھی سعیِ جمیل
راہ سے بھٹکے ہُوئے انبوہِ انساں کے لیے
اس میں اسمٰعیل و سیّد کا لہُو بھی ہے شریک
بن گیا عنوان جو تاریخِ دوراں کے لیے
ہے مگر یہ سارا ہنگامہ اُس اک بُنیاد پر
تیرا دِل مضطر تھا بہبودِ مسلماں کے لیے
تیرے اوراقِ فتاویٰ میں ہے دستورِ حیات
ہے جو اک مشعل ریاست ہائے دوراں کے لیے
اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہاں وہم و قیاس
تُو نے کس دورِ تمدّن کی اُٹھائی تھی اساس

عالمگیر کا عشق قرآن
حب رسول اور
احترام سادات

قرآنِ کریم سے عشق

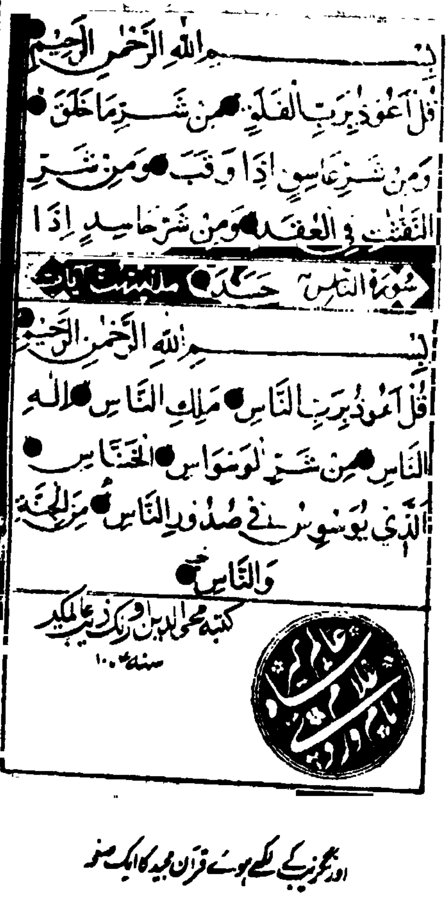
حضرت عالمگیر ایک خوش نصیب مسلمان کی فطرتِ سعید لے کر عالم وجود میں آئے۔ قرآن کریم سے ایک والہانہ شغف تھا اور کثرتِ تلاوت کی وجہ سے اور عزم سعادت اندوزی کی بناپر آیات اور سورتیں ان کے ذہن میں محفوظ تھیں جب تختِ سلطنت کو ہندوستان پر قدوم بوسی کا شرف و افتخار حاصل ہوا تو اس بندہ خدا نے ایک اسلامی سلطنت کی شہریاری کے حصول کے شکرانہ کے طور پر اس سعادت کے حصول کی کوشش کی جو آج تک کسی تاج دار کے حصہ میں نہیں آئی تھی یعنی عالمگیر نے قرآن کریم کے حفظ کی ٹھانی۔ اس کے خلوص قلبی، حسن نیت اور قوتِ حافظہ کا کرشمہ دیکھئے کہ سلطنت کے تمام بکھیڑوں اور الجھیڑوں کی موجودگی میں سال بھر کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ فرما لیا۔ یہ غلط ہے کہ اورنگ زیب نے قرآن کریم بچپن میں سات برس کی عمر میں حفظ کر لیا تھا۔ ابتدائے حفظ قرآن کی تاریخ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱ء سے نکلتی ہے اور تکمیل حفظ کی تاریخ لوحِ محفوظ ۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲ء سے نکالی گئی ہے۔

ضمیر نے اس سلسلہ میں کیا خوب کہا تھا ؎

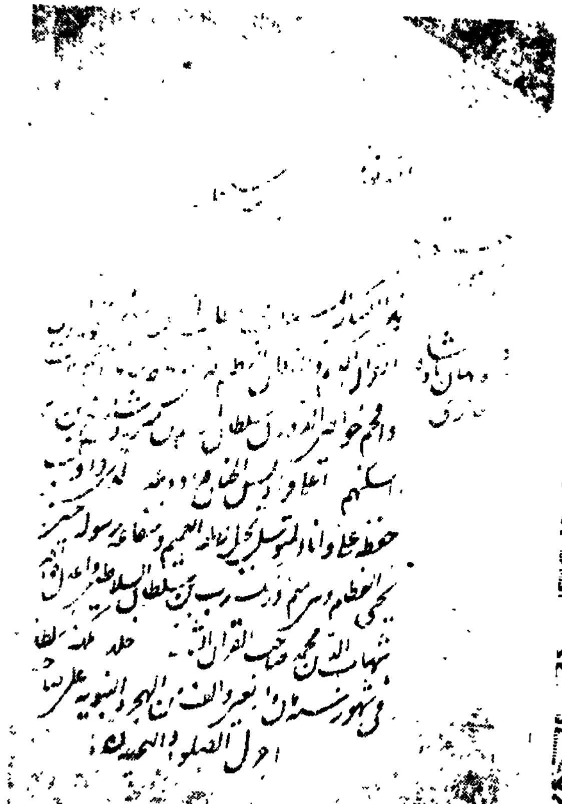
تو حامیِ شرع و حامیِ تو شارع
تو حافظِ قرآن و خدا حافظِ تو

بیٹے اور بیٹیوں کو قرآن کریم حفظ کرایا

حضرت عالمگیر نے اس عشق قرآن کو اپنی ذات تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ اپنے خاندان اور اولاد میں اس نعمت کو خوب لٹانے کا اہتمام کیا۔ اس کے بیٹوں میں سے محمد سلطان، محمد معظم شاہ عالم بہادر اور کام بخش دین و دنیا کی اس دولت سے بہرہ ور ہوئے اور ان میں ہر ایک اس سعادت کے حصول پر دولت دنیا سے بھی مالا مال ہوتا رہا۔ کام بخش نے جب حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی تو دیندار باپ نے خلعت و اسپ با ساز طلا و سرپیچ مرصع و مالائے مروارید و سپر باگل


بسم الله الرحمن الرحيم
قل أعوذ برب الفلق ۝ من شر ما خلق ۝
ومن شر غاسق إذا وقب ۝ ومن شر
النفثت في العقد ۝ ومن شر حاسد إذا
سورة الناس حسد ۝ مدنية ست آيات
بسم الله الرحمن الرحيم
قل أعوذ برب الناس ۝ ملك الناس ۝ إله
الناس ۝ من شر الوسواس ۝ الخناس ۝
الذي يوسوس في صدور الناس ۝ من الجنة
والناس ۝
كتبه محي الدين اورنگ زيب عالمگير
سنه ١٠٠٠

اورنگزیب کے لکھے ہوئے قرآن مجید کا ایک صفحہ


شهاب الدین محمد صاحب القران الثانی
فی شهور سنه ... بعد الف من الهجرة النبوية على صاحبها
افضل الصلوة والتحية

قرآن مجید (موجودہ نیو یارک) کے ایک صفحہ پر اورنگزیب کی تحریر

بہ شکریہ دار المصنفین اعظم گڑھ

عکس ماخوذ از رقعات عالمگیر

مرصع و ترکش باکمان کے عطیات سے سرفراز فرمایا سلطان بیدار بخت یعنی پوتے نے جب یہ سعادت حاصل کی تو دادا نے مالا ئے مروا ید و در ریزہ یاقوت مرحمت فرمایا۔

بیٹیوں میں سب سے پہلے زیب النساء بیگم نے ۱۰۴۸ھ میں سعادت حفظ کلام اللہ حاصل کی تو باپ نے تیس ہزار اشرفیاں انعام میں دیں۔ بدر النساء جو نواب بائی کے بطن سے تھی اور اس اعتبار سے محمد سلطان اور محمد معظم کی بہن تھی حفظ کلام اللہ کے شرف و سعادت سے فیض ہوئی۔

حفاظ سے دلچسپی:

حضرت عالمگیر کو ہمیشہ حفاظ سے ہمیشہ دلچسپی رہی۔ رقعات میں مذکور ہے کہ فلاں شخص نے چند سپارے حفظ کئے تھے اس کا دھیان رکھا جائے ایسا نہ ہو کہ وہ بھلا دے۔

گوکلا جاٹ کا حافظ بیٹا:

گوکلا ایک بہت ہی بد باطن مفسد تھا وہ اس نے سلطنت سے مقابلہ و مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی آخر گرفتار ہو کر اپنے اعمال کی سزا کو پہنچا اس کا بیٹا مشرف بہ اسلام اور حفظ کلام اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ وہ حضوری میں رہتا تھا۔ حضرت عالمگیر کو اس کے حفظ پر پورا پورا اعتماد تھا اور ایک مفسد جاٹ کا بیٹا جب دولت اسلام و حفظ کلام اللہ سے مشرف ہوا تو اس وقت کی دنیا کے اسلام کے اس سب سے بڑے باجبروت بادشاہ حق پرست سے سماعت قرأت کی عزت و سعادت اس کے حصہ میں آئی۔

قرآن کریم کا تحفہ:

بے شک بادشاہ لطافت طبع کی دولت سے مالا مال تھا۔ لیکن اس زمانہ میں اس منصب کے تقاضے اور رعایا کی توقعات کچھ اور تھیں تاہم کبھی کبھی بادشاہ بے تکلفی کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ مقرب الخدمت میر خاں اپنے باپ کے موروثی خطاب سے سرفراز ہوا تو حضرت عالمگیر نے سلطنت کے بلند پایہ امیر سے راولہ لطافت فرمایا۔ ہمارے والد نے میر خاں سے امیر خاں ہونے پر یعنی ایک الف کے اضافہ پر اعلیٰ حضرت فردوس آشیاں کی بارگاہ میں ایک لاکھ روپیہ نذر گزرانا تھا۔ تم اس اعزاز پر کیا کوشش کرتے ہو؟ امیر خاں نے کہا جان و مال سب تصدق ہے۔ دوسرے دن کلام مجید خطِ یاقوت میں لکھا ہوا ملاحظہ اقدس میں پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا: تم نے ایسی چیز ہدیہ کی کہ دنیا و مافیہا اس کی قیمت نہیں ہو سکتی۔

قرآن کریم کی کتابت:۔

قرآن کریم سے عشق کے ساتھ ساتھ اس کی کتابت کی سعادت بھی اسی بندۂ خدا اور شہنشاہِ وقت کے لئے مقدر ہو چکی تھی۔ فی الحقیقت اس کے ذوق و عمل سے اس ملک میں اسلام زندہ اور سربلند ہو رہا تھا اور وہ اپنے لقب محی الدین کا صحیح مصداق ثابت ہوا۔

قرآن کریم کا ایک نسخہ تو اس نے عالم شہزادگی میں مکمل کر لیا اور مکہ معظمہ بھیج دیا۔ صاحب عالمگیر نامہ رقم طراز ہے۔

"مصحفے مجید بخطِ مبارک صورتِ اتمام دادہ آں را . . . . . . به مکہ معظمہ و کعبہ مشرفہ زاد اللہ قدرہٗ و جلالہٗ فرستادند"

سبب شہزادگی سے نوبت شاہی تک پہنچی تو جلد ہی ایک اور نسخہ کلام اللہ مکمل فرما لیا۔ اس کے بعد پنج سورے لکھے جاتے رہے۔ اس کے بعد

"دو قرآن مجید بخطِ اقدس کہ مبلغ ہفت ہزار روپیہ بر لوح و جدول و جلد آں صرف شدہ بہ مدینہ منورہ مرسل شد"

یعنی اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے دو قرآن مجید جن کی لوح و جدول و جلد پر سات ہزار روپیہ صرف آیا مدینہ منورہ بھیجے گئے۔

ان تین نسخہ جات کے علاوہ ہندوستان میں ایک نسخہ نظام دکن کے پاس تھا ایک مولوی سید خورشید علی صاحب (حیدرآبادی) اور ایک نواب صاحب مانگرول کے پاس تھا۔ ایک پنج سورہ امپیریل لائبریری کلکتہ میں موجود تھا۔

عالمگیر ایسے بے پناہ مصروف بادشاہ کے لئے جس کے پچاس سالہ عہدِ سلطنت کا لمحہ لمحہ وسیع سرحدات پر کینہ توز اور انتقام پسند دشمنوں کے مقابلہ میں گذرا اور جس کے دوش ہمت پر ایک وسیع سلطنت کے انتظام کا بار تھا اس قدر نسخوں کی کتابت ایک سعادت خداداد کے سوائے کیونکر ممکن تھی۔

وصیت میں کتابتِ قرآن کا ذکر:۔

خدا اسے غریقِ رحمت کرے۔ اس کی درویشی پر کتنی شہنشاہیاں اور اس کی شہنشاہی پر کتنی درویشیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔ کتنے ظالم ہیں وہ لوگ جو ایسے شخص پر اعتراض کرتے نہیں شرماتے۔ نوے برس کا یہ بوڑھا اپنی وصیت میں لکھتا ہے

"چار روپیہ دو آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد آیہ بیگ محلدار است بگیرند و صرفِ کفن این بیچارہ نمائید۔ و سہ صد و پنج روپیہ از وجہ کتابتِ قرآن در صرفِ خاص است۔ روز وفات بہ فقرا بدہند" یعنی چار روپے دو آنے ٹوپیاں سینے کی اجرت آیہ بیگ محلدار کے پاس رکھے ہیں اور تین سو پانچ روپے کتابتِ قرآن کے صرف خاص میں موجود ہیں۔ میری وفات کے روز محتاجوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔ معلوم نہیں اس زمانہ میں مذہبی اختلافات کی کیا کیفیت، نوعیت اور شدت تھی۔ عالمگیر کو شیعہ فرقہ کا دشمن باور کرایا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ وہ اپنی وصیت میں لکھتا ہے کہ کتابت قرآن

کی کمائی میری تجہیز و تکفین پر صرف نہ کی جائے کیونکہ وہ فرقہ شیعہ کے نزدیک حلال نہیں ہے

سرکارِ دو عالم سے عالمگیر کی عقیدت:-

ارشاد قدسی ہے کہ مسلمان کا ایمان پختہ نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کا حبیب پاک اس کی نظر میں دنیا کے تمام رشتوں سے محبوب ترنہ ہو جائے۔ حضرت عالمگیر کو ہر سچے مسلمان کی طرح حضور سرور کائنات صلعم سے بے پناہ عقیدت تھی۔ ایام شہزادگی میں قرآن کریم کا ایک نسخہ مکہ معظمہ بھیجا تو تخت ہند پر جلوہ افروز ہونے کے بعد دو نسخے مدینہ منورہ ارسال فرمائے اور ان کی آرائش و زیبائش پر [illegible] سرکار میں پیش کئے جانے کے لائق ہو سات ہزار روپے صرف کئے اور ایک جماعت ان نسخوں کی تلاوت کے لئے مقرر فرمائی۔

اپنی فتوحات پر شکرانہ ایزدی بجا لاتے اور فرماتے کہ ان فتوحات کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روشن ترین معجزہ سمجھتا ہوں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مستحقین کی امداد کے لئے قریب قریب ہر سال نذرِ عقیدت کے طور پر گراں قدر رقوم بھیجا کرتے تھے۔ تیسرے سال جلوس [illegible] ابراہیم ولد میر [illegible] خان کے ہاتھ مختلف سامان اور چار لاکھ تیس ہزار روپیہ بھیجا۔ حاجی احمد سعید جلوس [illegible] کے چوتھے سال چھ لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ حرمین الشریفین کے لئے نذرِ سلطنت کے طور پر لے کر گیا۔ شریف مکہ کے قاصد پہنچتے رہتے تھے اور انعام و اکرام اور عطائے خلعت سے سرفرازی پاتے تھے۔

جشن میلاد نبوی صلعم:-

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال جشن میلاد النبی پورے اہتمام سے منایا جاتا تھا۔ ستائیسویں سال جلوس میں جب حضرت عالمگیر دکن سے پرتھے رحمت خان کو حکم ہوا کہ لاہور جاکر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس مبارک کا اہتمام کرے۔

حاجیوں کا احترام:-

جو امراء زیارت حرمین الشریفین کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر حاضر خدمت ہوا کرتے تھے ان کے حال پر خاص توجہ فرمائی جاتی اور ان سے عقیدت مندانہ سلوک روا رکھا جاتا۔

سرکار دو عالم کی خدمت میں عریضہ:-

شعراء نے عمدہ عمدہ نعتیں لکھی ہیں سرکار دو عالم کے حضور میں قصیدے لکھے اور تمناؤں کا اظہار کیا ہے۔ لیکن عالمگیر کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عقیدت اور حاضری کی وہ آرزو تھی کہ اس نے بچوں کی طرح

رسول اکرم کی خدمت میں اپنی ایک عرضداشت پہنچوانے کا اہتمام کیا اور غالباً یہ واحد اپنی مثال آپ ہی تھا۔ جلوس عالمگیری کے اٹھائیسویں سال ۱۰۹۵ھ کے غرہ صفر کو قاضی شیخ الاسلام سعادت زیارت و طواف حرمین الشریفین کی غرض کے لئے آئے تو انہیں ایک سو دو شالہ پرم نرم اور رسالہ آداب زیارت عطا فرمایا اور اس کے علاوہ عالمگیر نے اپنی عالمانہ محبت و عقیدت کی بنا پر ایک عریضہ نیاز حضور سرور کائنات کی خدمت اقدس میں لکھا اور اسے ایک صندوقچہ میں بند کرکے شیخ الاسلام کے حوالہ کیا اور اُن سے کہا کہ حضور نبوی میں بعد حاضری نماز اور صلوٰۃ و سلام یہ عریضہ روضہ اقدس و اطہر کے اندر ڈال دیں۔

مستحقین حرمین الشریفین کی مالی امداد۔

ہر سال ایک رقم بطریق خیرات حرمین الشریفین بھیجی جاتی تھی۔ شریف مکہ نے اپنے ایلچی بھیجے اور رقم وصول کرنا شروع کی۔ ایک رقعہ میں یہ اندیشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ شاید یہ رقم مستحقین تک نہیں پہنچتی۔ حکم ہوتا ہے تحقیق کی جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو خیرات اسی ملک میں تقسیم کر دی جائے۔ مستحقین میں کسی امتیاز کی ضرورت نہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ زکوٰۃ و خیرات یہاں تقسیم نہیں ہوتی تھیں۔ ارشاد ہوتا ہے:-

"شریف مکہ در ہندوستان دولت بسیار شنیدہ ہر سال برائے جلب نفع خود ایلچی می فرستند۔ ایں مبلغاں کہ می فرستیم برائے مستحقین است۔ جہت او مکہ بجا باید نمود کہ بآں جماعت برسد و بجہت ایں تلف حق برآں نرسد۔ سوداگراں عمدہ و مالداران و تجار بندر مبارک سورت از طرف خود بنویسید کہ بطورے معرفت آنہا بمردم اہل استحقاق حرمین الشریفین سالم تواند رسید بوساطت آنہا ارسال داشتہ آید۔

خواہی نخواہی منحصر مدار اظہار و شہرت نذر سرکار والا ہم نیست۔ مطلب بخوشنودی ارواح مطہرہ حضرات وجناب جل و علا و حبیب اوست صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وہر صورتے کہ ایں ہم متعذر باشد چرا بہ مستحقان ایں ملک نباید رسانید کہ در ہمہ مقامات جلوہ سبحانہٗ اظہر است۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ"

دیارِ حبیب سے عقیدت تھی اور نذرِ عقیدت پیش کی جاتی تھی لیکن جب ذرا سا شبہ ہوا کہ یہ مال غیر مستحقین کی دستبرد سے محفوظ نہیں تو نے جانے والے وسیلہ کو بدل ڈالنے کی تجویز فرمائی ہے اور اگر اطمینان پھر بھی حاصل نہ ہو سکے تو حکم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے محتاج بندے ملک میں بھی موجود ہیں۔ خیرات یہیں تقسیم ہوا کرے۔

سادات کا احترام۔

حضرت عالمگیر سادات کا حضور رسول اکرم صلعم کے ذوی القربیٰ تصور کرتے ہوئے بے حد احترام کرتے تھے اور

بالعموم ان بزرگوں کے حال پر بے حد توجہ فرماتے تھے اور جب کبھی کوئی مشکل پیش آجائے اُن سے دعائے طالب ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ مہم سر ہونے میں دیر کی وجہ سے اضطراب پیدا ہوا تو اسد خان کو لکھتے ہیں:۔

"آں ہمدردی خود سید ... ایم النفس است اگر بحضور قلب دعا کنند گنجائش دارد:"

قدر خود شناس:۔

لیکن اپنی ان خوش اعتقادی وامور سلطنت میں ... ہوتے دیتے تھے۔ سید سعد اللہ ایک متبحر عالم — اور عالمگیر کو ان کا احترام اس حد تک منظور تھا کہ انہیں ہمیشہ اپنے ہاتھ سے خط لکھتے تھے۔ ایک رقعہ میں فرماتے ہیں۔

"سید سعد اللہ نے ... میں ... خط لکھا بھیجے ہیں اور ... کی باتوں کی خواہش کی ہے۔ مثلاً سورت بندرگاہ کے ... کو ہٹا دینا چاہیے اور حاکم اشرف ... کے بیٹے کو دار الشفا کی خدمت پر مامور کرکے اس کا روپیہ بڑھا دینا چاہیے سید صاحب کو لکھیے کہ یہ لوگ . . . عالم ہیں ان کے معاملہ میں دخل نہ دیا کریں"

اولاد کو سادات بارہہ کے متعلق تنبیہ:۔

اپنی ایک وصیت کی دفعہ نہم میں فرماتے ہیں:۔

"با سادات لازم السعادات بارہہ بموجب آیۂ وآت ذا القربیٰ حقہ عمل باید نمود۔ در احترام ۔ غایت فرو گذاشت نباید کرد۔ ازیں راہ کہ بموجب آیۂ کریمہ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى - محبت ایں جماعت اجر نبوت است ہرگز متقصر نباید بود کہ مثمر خیر دنیا و آخرت است:"

یعنی سادات بارہہ کا حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذی القربیٰ کی حیثیت سے احترام لازم سمجھا جائے اور اس میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔ لیکن ساتھ ہی اپنی اولاد کو نصیحت فرماتے ہیں کہ ان سے ہوشیار ضرور رہنا تم نے ذرا ڈھیل دی تو وہ ممکن ہوا تو ملک ہی تم سے چھین لیں گے۔ یہ پیشین گوئی تاریخ بتاتی ہے کس قدر صحیح ثابت ہوئی۔

"لیکن با سادات بارہہ کمال احتیاط باید نمود۔ در محبت باطنی قصور نباید کرد۔ و بحسب ظاہر مرتبہ اینہا نباید افزود کہ شریک غالب بلکہ طالب ملک اند۔ اگر اندک استرخائے عنان شود ندامت خواہد شد:"

عالمگیر کا منشائے شاہنشہی

(سعید اختر صاحب ندوی بھٹوی نے اورنگ زیب کے نام سے عالمگیر پر ایک بصیرت افروز کتاب لکھی ہے جشن جلوس عالمگیر کی تقریب میں شامل ہوئے۔ اُن کی تقریر کا متن "البصیر" کے عالمگیر نمبر میں بصد مسرت و افتخار شامل کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

حضرات: وقت بہت تھوڑا ہے۔ اتنا بھی نہیں۔ کہ اورنگ زیب عالمگیر کے اوصاف حسنہ اور ذاتی خصوصیات میں سے کسی ایک وصف یا خصوصیت پر تفصیل سے گفتگو کی جا سکے۔ تاہم میری کوشش ہو گی کہ آج جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوں تو کم از کم کچھ اور نہیں یہ ضرور ذہن نشین کر لیں کہ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے باپ کے موروثی تخت پر اپنے سے بڑے بھائیوں کو جبراً پیچھے ہٹا کر جب جلوس فرمایا تو اس کے پیش نظر نہ ذاتی تعیش تھا نہ تخت و تاج کا ذریعہ نہ نفسانی خواہشات کی تکمیل ہی تھی۔

وہ اپنے باپ کے تخت پر قبضہ کرنے کے لیے محض اس لیے آگے آیا تھا۔ کہ اس تخت کی ان جابرانہ اور قاہرانہ روایات کو یکسر بدل ڈالے جو ملوکیت یا شخصی پادشاہت نے اپنی عمر دراز کرنے کے لیے اور عوام کو زیادہ سے زیادہ مدت تک اپنا غلام بنائے رکھنے کے لیے قائم کی تھیں۔

گو اورنگ زیب اس لحاظ سے بے حد مظلوم شخصیت ہے کہ غیروں اور اپنوں نے اسے کبھی اچھی طرح سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور تاریخ کے اس دور نے جو مغلوں کی تباہی اور انگریزوں کی سربراہی کے سبب ہندوستان میں کوئی ڈیڑھ سو سال تک قائم رہا ہے اچھے اورنگ زیب کے خدوخال کچھ ایسے مسخ کر دیے ہیں۔ کہ نئی مسلمان نسل کے لیے یہ یقین کرنا آسان نہیں رہا کہ اورنگ زیب عالمگیر بھی عمر بن عبدالعزیز۔ صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی ایسے مسلمان اکابر کی صف کا آدمی تھا۔ اور صرف وہ تھا جس نے حالات کی نامساعدت کے باوجود ہندوستان میں پہلی بار اسلام کے منشائے حکومت و سیادت کے تابع حکومت قائم کی تھی۔ بلاشبہ یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام میں کسی قسم کی ملوکیت یا شخصی حکومت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ اسلام نے کسی فرد واحد کو اس بات کا حق عطا کیا ہے۔ کہ وہ مسند حکومت پر زبردستی یا رشائے عامہ کے ذریعہ قبضہ کر کے اُسے اپنی اولاد کے لیے وقف کر جائے اہل علم کو معلوم ہے کہ اسلام کی رو سے مسند حکومت و سیادت صرف ایسے شخص کو مل سکتی ہے جسے یا تو رائے عامہ ملت میں سے منتخب

انتہائی ذہین اور نکوکار پاکر حکومت کے لیے چن لے یا جسے رائے عامہ کے ذریعہ منتخب امیر اپنی موت کے وقت اپنا جانشین نامزد کر جائے۔

تاریخ اسلام کے دور اوّل میں صرف یہی دو طریقے متعارف ہوئے اور جمہور مسلمانوں اور علماء نے صرف انہی دو ذرائع سے حاکم بننے والے مسلمان کو جائز حاکم سمجھا اور یہی دو صورتیں ہیں جو فاروق اعظم نے جو اسلامی سیادت و حکمرانی میں اپنی ذہانت و فطانت اور سیاست کے سبب انتہائی نیک نام ہیں، قوم کے سامنے دہرائی تھیں۔ حالانکہ فاروق اعظم کی موت کے وقت ملت کے ایک گروہ نے جو خاص مؤثر گروہ تھا ان سے درخواست کی تھی کہ اپنے بعد اپنے بیٹے کو ہمارا حاکم منتخب کر جائیے۔ تاریخ کہتی ہے کہ اس گروہ نے عمر فاروق کو جب یہ مشورہ دیا تھا تو انھوں نے اپنے بیٹے کو جو حاکم منتخب کرنے والے ذہین اور بڑے لوگوں کے گروہ میں شامل تھا، امیر بننے کا قطعاً نااہل قرار دے دیا اور ان پر پابندی لگائی کہ تم دوسروں کے انتخاب میں رائے تو دے سکتے ہو مگر اپنا نام پیش نہیں کر سکتے اور یہ پابندی انھوں نے اس بناء پر لگائی تھی کہ ان کے نزدیک اسلام موروثی بادشاہت و امامت کا حامل نہ تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ ان کا نامزد اور اس وقت کی ملت کے سب سے بہتر فرد ابوبکر صدیق نے انھیں اپنا جانشین نامزد کرتے وقت جماعت سے کہا تھا۔ "عمر نہ تو میرے رشتہ دار ہیں نہ میرے بیٹے ہیں اور نہ میرے بھائی ہیں اگر ان کا مجھ سے کوئی رشتہ ہوتا تو میں انھیں قطعاً اپنا جانشین نہ چنتا" ۔ عمر فاروق کے مسلک اور ابوبکر صدیق کے اس ارشاد سے یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے۔ کہ اسلام میں عملاً کسی ایسی امارت کی گنجائش نہیں جو باپ سے بیٹے کو ملے اور اسلام میں حکومت کے لیے صرف اہلیت اور صلاحیت شرط اوّل ہے۔ اس نے کسی موروثی حکومت کی سرپرستی نہیں فرمائی اور نہ کسی باپ کو یہ حق عطا فرمایا ہے کہ اپنے بعد اپنے بیٹے کو ملت کے سر پر مسلط کر جائے۔

اسلام میں حکومت و سیادت کی اس بناء اور اس نظریہ کو سمجھ لینے کے بعد آئیے ہم اورنگ زیب عالمگیر اور شاہجہاں کے مسلک پر گفتگو کریں اور یہ دیکھیں کہ مغل بادشاہ شاہجہاں کو یہ حق کس طرح پہنچا کہ وہ اپنے بعد اپنے بیٹے دارا شکوہ کو اپنا جانشین چنے۔ شاہ جہاں کا یہ حق اس وقت تو جائز حق سمجھا جا سکتا تھا اگر دارا شکوہ حکومت کی مسند پر جگہ پانے کا اورنگ زیب کی نسبت زیادہ اہل ہوتا۔ اگر دارا شکوہ میں حکومت کرنے کی پوری صلاحیتیں ہوتیں اور وہ اسلام کے بنیادی نظریہ جانشینی کی کسوٹی پر پورا اترتا تو اسے ہم موروثی تخت کا وارث ہونے کے باوجود ملت کا جائز فرمانروا تسلیم کر لیتے لیکن تاریخ جانتی ہے اور اپنوں اور غیروں سبھی نے اعتراف کیا ہے کہ ملی نقطہ نگاہ سے دارا شکوہ ایک مسلمان بادشاہ کا جانشین ہونے کا قطعاً نااہل تھا۔ اس کا نہ کردار ہی درست تھا اور نہ عقیدہ ہی صحیح تھا۔ وہ عقیدہ کے اعتبار سے اپنے جد اعلیٰ اکبر سے ہو بہو مشابہ تھا۔ اور اگر شاہجہاں کا تخت اسے نصیب ہو جاتا تو ہندوستان میں بسنے والی مسلمان ملت قطعاً تباہ ہو جاتی

ہمارے نزدیک اورنگ زیب عالمگیر نے جس کا عقیدہ انتہائی صحیح اور سیرت قطعاً بے عیب تھی دارا شکوہ یا اس کے اپنے

دوسرے بھائیوں کو شاہ جہاں کے تخت پر جلوس فرمانے سے روکنے کے لیے جو جدوجہد کی وہ ملی نقطہ نگاہ سے قطعاً جائز جدوجہد تھی اور اورنگ زیب ملت کے ایک صالح فرد کی حیثیت سے اس امر کا مجاز تھا کہ وہ ہندوستان کے تخت پر کسی ایسے شہزادے کو قابض نہ ہونے دے جو ملت کا مستقبل تباہ کر دے اور ہندوستان میں بسنے والے مسلمان جماعتی لحاظ سے ختم ہو جائیں

بلاشبہ اورنگ زیب شاہ جہاں کا بیٹا تھا اور اسے اس جدوجہد میں جو کامیابی نصیب ہوئی اس کا ایک بنیادی سبب شہزادگی بھی تھی۔ لیکن یہ حقیقت اورنگ زیب کے بڑے سے بڑے مخالف نے بھی تسلیم کی ہے کہ اورنگ زیب میں شہزادہ ہونے کے اعتبار سے بھی اپنے بھائیوں کی نسبت زیادہ صلاحیتیں تھیں اور اپنی ان ہی صلاحیتوں [illegible] کامیابی دکھائی [illegible] ہم کنار ہوا

تفصیل میں جانے کا وقت نہیں، مگر ہم اورنگ زیب اور اس کے بھائیوں کے کرداروں کا باہم تقابل کرنے اور یہ ثابت کرنے کو فرد کی حیثیت سے اورنگ زیب ان بھائیوں کی نسبت کتنا اونچا اور ارفع تھا۔ اس وقت ہم ان طول طویل مباحث کو چھیڑے بغیر صرف اس جائزہ پر اکتفا کریں گے کہ اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں سے تخت کے لیے لڑنے کے بعد جب اپنے باپ کی مسند پر جلوس فرمایا تو آیا اس میں وہ صلاحیت و اہلیت موجود تھی یا نہ تھی جو اسلام کے نزدیک کسی منتخب یا نامزد مسلمان حکمران کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے۔

اس صلاحیت و اہلیت کو جانچنے کے لیے اسلام ہی نے واضح کر دیا۔ اور سیرت و کردار کو اصل بنیاد مانا ہے اور قرآن حکیم نے بڑے واضح الفاظ میں اعلان کیا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (تم میں سب سے زیادہ بزرگ اللہ کے نزدیک صرف وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیزگار اور زیادہ نکوکار رہے) برنیر جو اورنگ زیب کے پانچویں سال جلوس میں رمضان کے مہینہ میں دہلی پہنچا اور جو اورنگ زیب کی ذاتی عادات اور اطوار کے بارے میں ایک غیر ملکی شاہد ہے اپنے روزنامچے میں دہلی آنے اور اورنگ زیب کو ملنے کا حال لکھا ہے اور شہادت دی ہے کہ ان دنوں حالانکہ بڑی سخت گرمی تھی اورنگ زیب دن بھر روزے سے رہتا اور حکومت کے سارے کام بحسن و خوبی انجام دیتا۔ شام ہوتی تو درویشوں اور دنیا سے بیزار فقیروں کا سا کھانا جو جوار اور مکی کی خشک روٹی پر مشتمل ہوتا تھا اور رات بھر عبادت کرتا اس بادشاہ دہلی نے یوں مہینہ بھر روزے رکھے اور اپنی صحت خراب کر لی۔ برنیر نے یہ شہادت صرف ان دنوں کے بارے میں دی ہے جب کہ وہ دہلی آیا تھا۔ اورنگ زیب کے شب و روز اور اس کی عادات و اطوار کے متعلق مآثر عالمگیری کے مصنف نے کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ مآثر عالمگیری کے مصنف کی رو سے:۔

اورنگ زیب اسلام کے پانچوں ارکان کی پابندی اپنے اوپر لازم جانتا۔ عموماً وضو سے رہتا اور اکثر فارغ وقت میں کلمہ طیبہ کے ورد میں مشغول پایا جاتا۔ فرض نماز اول وقت ادا کرتا اور کوشش کرتا کہ مسجد میں پہنچ کر عام لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے۔ تمام نوافل کی پابندی کرتا اور ہر ہفتے میں تین دن روزے رکھتا۔ رمضان کے روزے تو لازماً رکھتا اور راتوں کو عبادت میں مصروف رہتا۔ اس نے کبھی کسی شخص سے ذاتی انتقام نہیں لیا اور رعایا کے کسی فرد پر اپنی ذات کی خاطر سختی نہ کی۔ اس نے کبھی کسی وقت ریشمی لباس نہ پہنا۔ سونے

چاندی کا استعمال کیا۔ اُس کا لباس عموماً سادہ ہوتا تھا جس میں کئی پیوند لگے ہوتے تھے۔ عوام کی شکایات سننے اور اُن کے ساتھ انصاف کرنے کا اُسے اس درجہ خیال تھا کہ روزانہ تین دفعہ اور کبھی کبھی دو دفعہ عدالت لگا کر بیٹھتا اور عوام کو اجازت دیتا کہ اس کی عدالت میں کسی نے ہر فیصلہ یا حکم کے خلاف آزادانہ جرح کریں اور اس زیادتی کو اس کے سامنے لائیں جو اس کے ملازمین کی طرف سے اُن پر کی گئی ہو۔ اس کی اس عدالت تک رسائی کے لیے کسی پروانے یا کسی سفارش کی احتیاج نہ تھی۔ رعایا کا ہر فرد اس عدالت میں بلا روک ٹوک پہنچتا اور جس کے خلاف چاہتا استغاثہ دائر کر سکتا حتیٰ کہ اورنگ زیب اپنی ذات کے خلاف دعویٰ بھی انتہائی توجہ سے سنتا اور اگر مستغیث دوران استغاثہ میں گستاخی کا کلمہ کہہ دیتے تو وہ ان سے باز پرس نہ کرتا بلکہ اس قسم کی گستاخی میں لذت محسوس کرتا۔ وہ قطعاً کبھی کوئی ایسا فعل نہ کرتا جو اسلام کے خلاف ہو یا جس سے عوام کو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچے۔

عوام کو آرام اور سکھ پہنچانے کے لیے اس نے ہر طرح کے جرائم پیشہ افراد دارالسلطنت سے نکال باہر کیے اور پوری مملکت میں یہ فرمان جاری کیا کہ کوئی حاکم سرکاری مجرم کی پشت پناہی نہ کرے۔

وہ نہ صرف خود شریعت کے تمام احکام کی پیروی کرتا بلکہ اس کی ساری مملکت میں شریعت کے منشا اور نظام کار کی پیروی ضروری سمجھی جاتی تھی اور کسی جگہ اور کسی مقام پر شریعت کے نظام عدل و حکمرانی کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہوتی۔

محض یہی نہیں اورنگ زیب نے ایک عالیٰ مسلمان حکمران کی طرح تشنہ ضروریات اور مالی پریشانیوں کا احساس ہر لمحہ کیا۔ اس نے پوری مملکت کے ہر حصہ میں محتاج خانے قائم کیے جہاں ہر قسم کے معذور اشخاص کو پناہ دی جاتی۔ ان محتاج خانوں میں انہیں عمدہ سے عمدہ غذا مہیا کی جاتی۔ لباس بھی دیا جاتا اور ان کا علاج بھی کیا جاتا۔

اورنگ زیب نے عوام کے بچوں کو مفت تعلیم دینے کے لیے پوری مملکت میں سرکاری درس گاہیں قائم کیں وہ ان درسگاہوں میں پڑھنے والے ہر طالب علم کو مفت تعلیم دلانے کے ساتھ ساتھ وظائف بھی دیتا تھا تاکہ ان وظائف کی مدد سے طلباء کے روزمرہ کے اخراجات پورے ہوں۔ مآثر عالمگیری کے مصنف نے وظیفہ پانے والے طلباء کے مدارج بھی گنوائے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نچلی جماعتوں کے طلباء کو کم اور بڑی جماعتوں کے طلباء کو زیادہ وظائف دیتا ان وظائف کے علاوہ طلباء کو سفر خرچ بھی دیا جاتا۔

عوام کے بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اپنے اوپر لینے کے ساتھ ساتھ اورنگ زیب نے مملکت کے سارے علماء و حکماء اور فضلاء کو ریاست کے خزانہ سے بیش بہا تنخواہیں عطا کیں اور ان علماء کے ذمہ یہ خدمت عائد کی کہ وہ عوامی اصلاح اور فلاح و بہبود کے کام میں اورنگ زیب کا ہاتھ بٹائیں۔ اس نے مسافروں کی سہولت کے لیے ہر بڑی اور چھوٹی سڑک پر مناسب فاصلہ پر سرکاری خرچ سے مسافر خانے تعمیر کرائے جہاں ہر طرح کے مسافر نہ صرف مفت قیام کر سکتے بلکہ انھیں سرکاری خرچ سے مفت خوراک مہیا کی جاتی۔ ملک کے عوام کو سستے سے سستا غلہ بہم پہنچانے کی خاطر اورنگ زیب نے ملک کی زرعی پیداوار بڑھانے میں گہری دلچسپی لی۔ ہر جگہ کے کاشتکاروں کو نہ صرف تقاوی قرضے

دیے بلکہ سرکاری خرچ سے انھیں مفت بیج مہیا کیے اور اُن کے کھیتوں کی پیداوار میں سے انھیں زیادہ سے زیادہ حصہ دینے کے لیے پورے زرعی نظام کا از سرِ نو جائزہ لیا۔ اور کبھی کسی وقت بھی کاشتکاروں پر اتنا بوجھ نہ ڈالا جس سے اُن کی کمر ٹوٹ جائے۔

اس نے مالگزاری کی تشخیص اور اس کی وصولی کے باب میں مختلف مواقع پر اپنے ہاتھ سے حکامِ مال گذاری کو جو فرامین جاری کیے اُن میں کئی فرامین مرآتِ احمدی میں نقل کیے گئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کو یہ تو پسند تھا کہ شاہی خزانے خالی رہیں لیکن یہ منظور نہ تھا کہ کاشتکاروں پر کسی وقت بھی ان کی قوت برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالا جائے۔

اورنگ زیب کے زمانہ کے ایک بڑے مورخ خافی خان نے جو کئی وجوہ سے اورنگ زیب سے کچھ زیادہ خوش نہ تھا۔ اُن ٹیکسوں کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے جو اس عظیم تاجدار نے عوام کی فلاح و بہبود کی خاطر تخت نشین ہوتے ہی معاف کر دیے۔ خافی خان کی رو سے یہ اٹھتیس اشیا تھے اور سارے کے سارے عوامی ضروریات سے متعلق تھے۔ خافی خان کی اس طویل فہرست پر نظر ڈالنے سے احساس ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نے کوئی ایسا محصول باقی نہ رکھا جس کا بوجھ عوام کی جیبوں پر پڑتا یا جن کے سبب عوام کی بنیادی ضرورت کی چیزیں مہنگی ہو جاتیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ عالمگیر نے عوامی ضرورت کی جن چیزوں کو محصول چنگی یا سرکاری حصہ داری سے مستثنیٰ کیا اُن سے اورنگ زیب کے باپ شاہجہان کو سوا کروڑ روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی اور یہ سارے کے سارے محصول عوامی خوراک عوامی لباس اور عوامی استعمال کی اشیا سے متعلق تھے۔

جمہوریت کے اس دور میں جب کہ انسانی تہذیب خاص آگے بڑھ گئی ہے۔ قریب قریب دنیا کی ہر مملکت میں چنگی اور محصول کا رواج ہے۔ عوامی ضرورت اور استعمال کی جو بھی اشیا باہر سے بڑے شہروں اور قصبات میں داخل ہوتی ہیں۔ دنیا کی ساری کی ساری مہذب حکومتیں ان سے چونگی یا درآمدی محصول وصول کرتی ہیں اور اس طرح اپنے خزانوں کو بھرتی ہیں لیکن اس اچھے اورنگ زیب نے عوامی استعمال خصوصاً خوراک کو ہر قسم کے محصول سے آزادی بخش دی تھی اور اس کی وسیع و عریض مملکت کا کوئی شہر اور کوئی قصبہ ایسا نہ تھا۔ جہاں سے عوامی خوراک کی کوئی چیز جب آتی تو اُس سے کوئی محصول وصول کیا جاتا۔

یہی نہیں اس اچھے اورنگ زیب نے عوامی خوراک ہی کو ہر طرح کے محصولوں سے نجات دی۔ اس نے دو سو درہم سے کم کی ہر طرح کی اشیائے تجارت کو بھی محصول کی گرفت سے آزادی عطا فرمائی۔

مختصر یوں سمجھیے کہ اورنگ زیب نے شاہجہاں کے تخت تک رسائی پانے کے بعد عوام کو سکھ پہنچانے کے لیے ہر وہ کام کیا جو اسلامی نظامِ حیات میں مسلمان حکمرانوں کے فرائض میں شامل کیا گیا ہے۔ اگر اسے گستاخی نہ سمجھا جائے تو میرے نزدیک شاہجہان کے سب سے چھوٹے بیٹے اورنگ زیب نے جسے مغل تاجپوشی کی روایات کی رُو سے اپنے بڑے بھائیوں کی موجودگی میں تخت پر بیٹھنے کا حق حاصل نہ تھا جبراً اور قہراً یہ حق حاصل کر کے عوام کو وہ تمام رعایات بخشیں جو سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے اپنی رعایا کو دی تھیں

باپ سے سرتابی اور اُس کے احکام کی عدم تعمیل یقیناً گستاخی ہے بھائیوں پر سختی اور اُن سے تلوار کی لڑائی بھی اصولی شئے نہیں ہے لیکن یہ دونوں کمزوریاں ان فیوض و برکات کے مقابلہ میں قطعاً ہیچ ہیں جو اچھے اورنگ زیب کے سبب اس ملک کے عوام کے حصہ میں آئیں میرا تو یہ عقیدہ ہے اور اس دور کی تاریخ اس امر کی شاہد عادل ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے باپ سے گستاخی کر کے اس کی زندگی ہی میں تخت پر جلوس فرما کر جس کے دل کو ملول کیا۔ مگر یہ صرف ایک دل تھا اس کے مقابلہ میں اس نے پہلے نظام حکومت میں جو اصلاحات نافذ کیں اور جن زیادتیوں کی تلافی کی اُن کے سبب ہندوستان کے کروڑوں عوام کے دل باغ باغ ہوگئے۔ بلاشبہ اس نے اپنے بھائیوں سے تلوار کی لڑائی لڑ کر کچھ خونریزی بھی کی مگر یہ خونریزی تاریخ کے کس دور میں نہیں ہوئی۔ کس بڑی انقلابی تحریک یا کس بڑے انصاف پسند مذہب نے اپنے ہاتھ مخالفین کے خون سے نہیں رنگے۔ کون عیسائی کون یہودی کون بالشویک اور کون ہندو یہ دعوےٰ کر سکتا ہے کہ اس کے مذہب کے نام پر اس کے علمبرداروں نے خونریزی سے اجتناب کیا اگر انسانیت و آدمیت کی ضمانت اور اس کی حفاظت کے نعرے لگانے والا کوئی انگریز کوئی جرمن کوئی روسی کوئی امریکن یا کوئی اور عالم کسی ایسی تحریک کا نام لے سکے جس نے عوامی فلاح و بہبود کا کام اپنے نازک کندھوں پر اٹھاتے وقت خونریزی نہیں کی۔ یا پہلے سے برسر اقتدار چند افراد کی دلشکنی کا جرم نہیں کیا۔ تو پھر اورنگ زیب عالمگیر پر جرح کی جا سکتی ہے۔ ورنہ یہ مدلنے محمد، ابراہیم بہ قدلنے موسیٰ و مسیح اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے بوڑھے باپ شاہجہاں سے تخت تک رسائی پانے کے لیے جو طریق اختیار کیا یہی صحیح طریق کار تھا۔ اورنگ زیب پر گرفت صرف اس وقت ممکن تھی جب وہ اس طریق کار کو آزمانے کے بعد دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے مصلح کسی بڑے سے بڑے معلم اخلاق اور کسی بڑے سے بڑے انسان دوست سے عوامی فلاح و بہبود کے کسی بھی شعبہ میں پیچھے رہتا۔ یا اس سے کوئی بھی کوتاہی سرزد ہوتی۔ ہمارے نزدیک جس اورنگ زیب نے ہمیشہ جو اور مکی کی روٹی سے اپنا پیٹ بھرا، جس نے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے۔ جس نے زمین کے ننگے فرش پر دن بھر محنت کرنے کے بعد پیٹھ ٹیکی۔ جس نے ہر قسم کا تعیش اپنے اوپر حرام جانا۔ جو اپنا بوجھ سرکاری خزانہ پر نہ ڈالنے کی خاطر ٹوپیاں سیتا اور کتابیں نقل کرتا۔ باپ سے گستاخی اور بھائیوں سے زیادتی کرنے کے باوجود دنیا کے ہر بڑے سے بڑے مصلح کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے اپنے نامۂ اعمال پر نظر ڈالنے کا چیلنج کر سکتا۔

بادشاہی مسجد لاہور

(ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی)

لاہور شہر میں یہ مسجد قلعہ لاہور کے اکبری دروازہ کے سامنے جلوخانے کے مغرب میں واقع ہے اور آج یہ جلوخانہ حضوری باغ کے نام سے موسوم ہے جس کی بنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف منسوب ہے۔ اس جلوخانہ کی شمالی دیوار میں مشہور روشنائی دروازہ ہے جو عرصہ سے بند پڑا ہے اور لوگ غلطی سے اسے سکھوں کی تعمیر کہتے ہیں۔ ویسے روشنائی دروازہ کا وجود اسی نام سے شاہجہان کے عہد سے ملتا ہے۔ اس تمام ماحول کے مغرب کی طرف ایک بلند چبوترہ یا کرسی پر یہ مسجد واقع ہے جس پر بائیس سیڑھیاں چڑھ کر ایک بلند دوہرے دروازہ کے ذریعے مسجد میں داخل ہوتے ہیں مگر داخل ہونے سے پیشتر جب ہم اس عظیم الشان دروازہ کی پیشانی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو ہم کتبہ خط نسخ و نستعلیق میں ۳ سطور پر مشتمل مطالعہ کرتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس عظیم الشان مسجد کو ابو ظفر محی الدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی نے ۱۰۸۴ھ میں اپنے رضاعی بھائی فدائی خان کوکہ کے اہتمام سے تعمیر کرایا تھا۔

فدائی خان کوکہ کا وجود شاہجہاں کے عہد سے قبل مغل امرا میں ملتا ہے۔ مگر اورنگ زیب کے زمانہ میں اسے اپنے بہادرانہ کارناموں کی وجہ سے کافی عزت و اہمیت حاصل ہوئی چنانچہ جب وہ ۱۰۸۶ھ میں کابل کی مہم سے کامیاب ہو کر حسن ابدال میں اورنگ زیب کے حضور میں آیا تو اسے خان اعظم خان کوکہ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور اسی کے فوراً بعد اورنگ زیب لاہور پہنچا ماثر عالمگیری میں لکھا ہے کہ بادشاہ کی سواری مبارک جامع مسجد سے واپس ہو رہی تھی، قبلہ عالم کشتی سے اتر کر تخت رواں میں سوار ہو رہے تھے۔ کہ ایک بدبخت شوریدہ سر نے جو گرو تیغ سنگھ کا چیلہ تھا۔ دو اینٹیں پھینکیں جن میں سے ایک تخت پر گری۔ پیادگان جلو نے اس بدنصیب کو گرفتار کر کے کوتوال کے حوالے کر دیا جس کے بعد اورنگ زیب نے لاہور سے دہلی کی طرف کوچ کیا۔ یعنی اورنگ زیب نے اس مسجد میں خود نماز ادا کی اور خود اس کی تعمیر کرائی اور دیگر مجالس نکاح وغیرہ میں بھی دوران قیام لاہور حصہ لیا۔ اور اورنگ زیب کے عہد کی کوئی تاریخ اس مسجد کی تعمیر کا کہیں تفصیلی ذکر نہیں کرتی۔ مگر حسن اتفاق سے میرے اپنے ذاتی کتب خانہ میں ایک مخطوطہ تاریخی تحریروں پر مشتمل موجود ہے ان میں ایک تحریر بصورت فرمان شاہی موجود ہے جس سے واضح ہے کہ صوبہ دارالسلطنت لاہور توجہات شاہنشاہی کا مورد بنا۔ اور فرمان جاری ہوا کہ ایک مسجد نزاہت و لطافت میں ضرب المثل دارالسلطنت لاہور میں تعمیر کی جائے اس صوبہ کے لیے مبلغ تیس (۳۰) لاکھ روپے مسجد کی تعمیر کے لیے وقف کر دیے ہیں اور یہاں کے حکام کو حکم دیا گیا کہ اس کے مطابق فوراً عمل کر کے مسجد مذکور کو جلد تعمیر کریں۔

فرمان کی عبارت یہ ہے:-

"اہالی و صوبہ دار السلطنت لاہور بتوجہات شہنشاہی مستبشر و مباہی بودہ بدانند کہ درینولا بموجب توسیع ذاتی و تکملہ نظام فطرتی حکم محکم قضا شیم شرف نفاذ یافتہ کہ مسجدی کہ در نزاہت و لطافت ضرب المثل نظارگیان دشوار پسند باشد و از مطلع کار در مطلع انظار عدیم المثل و مفقود البدیل توان گفت بدار السلطنتہ مذکور احداث و اساس پذیرد و بنا بر فرمان سعادت عنوان و توقیع لازم الاذعان بعز اجراء پیوستہ کہ چون طرح پر فرح مسجد مزبور بہ برآورد خرچ مبلغ سی لک روپیہ بنظر اشرف اقدس گذشتہ و مبلغ مذکور بران صوبہ تنخواہ یافتہ شایستہ آنکہ مبلغ مسطور مطابق درکار وقت برای احداث مسجد مزبور بضابطہ لاہم فی لاہم بمتصدیان آن کہ از پیشگاہ خلافت تعیین شدہ اند رسانند و ہرچہ کہ مصالح خرچ و آنچہ کہ لوازمہ و بکار باشد بر حسب استدعای متصدیان مسطور بلا توقف و تاخیر و تعطل و اہمال سرانجام نمایند تا زود تر مسجد مرقومہ گونہ اتمام و کسوت اختتام پوشیدہ قابل مشاہدہ و لائق سجدۂ مقدس گردد۔"

عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مسجد پر جو مصالحہ صرف ہوا وہ داراشکوہ نے حضرت میاں میر صاحب کے روضہ کی تعمیر کے لیے جمع کیا تھا۔ حضرت میاں میر صاحب کا انتقال ۱۰۴۵ھ میں ہوا یعنی ۱۰۸۴ھ میں تقریباً چالیس سال بعد یہ مسجد تعمیر ہوئی اور پھر داراشکوہ نے خود بھی آپ کی وفات کا ذکر اپنی تالیف سکینۃ الاولیاء میں کیا ہے جو ۱۰۵۲ھ کی تصنیف ہے اگر اس میں صداقت ہوتی تو وہ خود اسے بیان کر دیتا۔ اس مسجد کے معمار اعلیٰ کا نام تاج محل آگرہ کے معمار کی طرح نہیں ملتا۔ اس لیے ہمیں قیاس آرائی کا حق نہیں پہنچتا۔

اس مسجد کی بڑی بڑی پیمائشیں یہ ہیں۔ سیڑھیوں کے چبوترے کی لمبائی ۹۷ اور چوڑائی ۴۳ فیٹ ہے۔ صدر دروازہ قریب قریب مربع ہے جس کا ضلع ۶۵ فیٹ ہے۔ یہ دروازہ خاصا اعلیٰ قسم کا رہائشی مکان ہے جس میں مسجد کا امام، مؤذن مدرس، صدر مدرس ضرور قیام رکھتے تھے اور یہ دو منزلہ عمارت ہے ممکن ہے کسی زمانہ میں اس میں ضروری کتب خانہ بھی ہوگا مگر آج اس کے اوپر کے حصے میں تبرکات رکھے ہوئے ہیں۔ مسجد کا تمام صحن (پلین ۱) جو آج کل سنگ سرخ کی سلوں سے تازہ فرش کیا ہوا ہے۔ مربع شکل میں ۵۲۸ فیٹ ضلع کا ہے۔ مسجد کا ایوان یعنی محراب والا مسقف حصہ جو مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ ہے اس کی کرسی فرش مسجد سے تقریباً دو گز بلند ہے جس میں عام طور پر نماز با جماعت مع خطبہ ادا ہوتی ہے۔ یہ ۲۷۵ فیٹ طویل اور ۸۵ا فیٹ عریض ہے۔ مگر مسجد کے صحن کا چبوترا نما حصہ جو حوض سے گزر کر ایوان تک ہے۔ دو زینے بلند ہے اس کی لمبائی تو ایوان (پلین ۲) کے برابر اور چوڑائی ۱۵۰ فیٹ ہے اور اس سے دائیں اور بائیں ایک زینہ مسجد کو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے یعنی مشرقی حصہ میں علاوہ فرض نماز کے نماز جنازہ بھی بعض اوقات ادا ہوتی ہے۔ مسجد

کے صحن کے درمیان وضو کے لیے مربع حوض ہے جس کا ضلع تقریباً ۵۰ فیٹ ہے۔ اس میں پانی نل کے ذریعہ ایک قدیم کنوئیں سے جو مسجد کے جنوب مشرقی کونے میں باہر ہے لایا جاتا ہے۔

ان تمام پیمائشوں کی موجودگی میں جب دنیا کی مشہور و معروف دیگر مساجد پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہی مسجد دنیا کی سب سے بڑی مساجد میں شمار ہوتی ہے اور اس میں کم و بیش (۵۰،۰۰۰) نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ کئی لکھنے والوں نے اس مسجد کو دمشق کی مسجد اموی اور حرم مکہ معظمہ کی مسجد کے نمونہ پر بیان کیا ہے۔ جو بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ مسجد الحرام مکہ معظمہ تو بالکل الگ عمارت ہے۔ جس کا مقابلہ کسی عمارت سے بھی نہیں ہو سکتا اور مسجد اموی دمشق کی تعمیر ۸۶ھ/۷۰۵ء میں دراصل ایک قدیم کلیسا کی جگہ پر ہوئی تھی ہر دو مساجد (لاہور و دمشق) کے سطحی نقشوں پر ایک نظر کرنے سے یہ واضح ہو جائے گا کہ ہر دو الگ الگ ہیں۔ واضح رہے کہ ہند و پاکستان کی مساجد کا نقشہ دوسرے ممالک کی مساجد سے بالکل جداگانہ ہے اور یہ فرق ہیں مساجد کے ایوان سے واضح ہوتا ہے جسے دراصل مسجد کی شکل و صورت شمار کیا جاتا ہے چنانچہ اس مسجد کا ایوان ایک بہت عظیم الشان سنگ سرخ کی عمارت ہے۔ جس کے درمیانی کماندار بلند حصہ کو درگاہ بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں اسے کی وجہ سے (FRONTON) کہتے ہیں جو اس مسجد میں نصف گنبدی حالت میں بہت نمایاں ہے۔ اس درگاہ کے اندر کی طرف سرخ پتھر میں سفید نقش و نگار کی بیل سرخ پتھر کو کھود کر بھر دی گئی ہے۔ مگر یہ تمام نقوش ابھرے ہوئے ہیں میرا ذاتی خیال ہے کہ اس قسم کی پچی کاری یعنی پتھر پر پتھر کے نقوش بھرے گئے ہوں اور پھر ابھرے ہوئے ہوں دنیا بھر میں کسی عمارت میں نہیں ملتے۔ اور یہ تمام بیل نیچے سے شروع ہو کر تمام کمان کے ساتھ ساتھ اوپر تک پھیلا دی گئی ہے جس نے اس کو چار چاند لگا دیئے ہیں یعنی یہ عجیب و غریب سفید نقوش سرخ سطح پر رکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر تاریخی طور پر اس نمونہ کی بیل کا پتہ لگایا جائے تو ہمیں روم یا طاق بستان ایران کی قدیم عمارات کی ایسی بیل کے مشابہ نظر آئے گی اور اس درگاہ کے اوپر دو لونگ میناروں پر برجیاں شرفہ دار بھی ہیں جن سے اس کی شان اور متمیز ہو گئی ہے اس درگاہ کے دائیں اور بائیں ایوان کے ماتھے پر پانچ پانچ بیضی طاق بطور در ہیں اور یہ درگاہ کی نسبت کافی نیچے ہیں۔ تاکہ درمیانی حصہ کافی واضح ہو جائے ان کے وسط میں ایوان کے اوپر ایک ایک بلب نما یا شلغم کی شکل کا گنبد مرمریں ہے اور ایوان کے درمیان درگاہ میں محراب والے حصہ کے اوپر درمیانی بڑا گنبد ہے یعنی تین مرمریں شلغمی گنبد بہت ہی موزوں معلوم ہوتے ہیں پھر ان تینوں گنبدوں پر سنہری کلس ہیں جو سورج کی روشنی سے خوب چمکتے ہیں جس سے ان گنبدوں کی شان بڑھ جاتی ہے۔ یہ گنبد تعمیر میں دوہرے ہیں۔ اور ہر ایک کا گردنہ الگ الگ نظر آتا ہے جو اندرونی گنبد کو سنبھالے ہوئے ہے۔ یہ امر ایوان میں کھڑے ہو کر معلوم ہوتا ہے کہ گنبد قطری کماندار مقرنسوں پر کھڑے ہیں۔ ایک بات یہاں قابل وضاحت ضرور ہے کہ اس مسجد کا درمیانی گنبد اور تاج محل آگرہ کے مشابہ ہیں۔ اگرچہ پیمائش

میں وہ اس سے بڑا ہے یعنی مغلوں کی عمارات میں تاج کا گنبد سب سے بڑا گنبد ہے اور اطراف کے گنبد اور درمیانی گنبد کی پرکار لیپی گولائی میں [illegible] قدر مناسبت بھی ہے مسجد کے اندر درمیانی محراب والا حصہ مرمری سلوں سے آراستہ کر کے حاشیہ پتھر دار منبت کاری کیا ہوا ہے۔ باقی دیواروں پر موٹی تہ کی استرکاری پر بند رومی طرز کے گچ کاری میں ابھرے ہوئے اسلیمی نقوش بنائے گئے ہیں۔ مسجد کا تمام ازارہ جو سنگ ابری کا ہے۔ اس کا حاشیہ سنگ سیاہ و زرد سے پچی کاری کیا ہوا ہے۔ ویسے مسجد کی تمام کمانیں شاہجہانی مرغولہ دار ہیں اور تمام دیواروں کو چوکھٹوں، طاقوں وغیرہ میں اکتا دینے والے ماحول سے بچا کر دلکش منظر پیدا کر دیا ہے۔

اس ایوان مسجد کے چاروں کونوں پر جو تمام سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ چار مینارہ نما سنگ مرمر کی شرفہ دار برجیاں ہیں اور ایوان پر اکثر جگہ سنگ مرمر سے سنگ سرخ کی سطح پر پچین کاری کی ہوئی ہے جس سے اس عمارت کا حسن دوبالا ہو گیا ہے رنگ برنگے خوش نما [illegible] نقش ابھرے ہوئے ہیں [illegible] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محض اوپر رکھ دیئے ہیں اگرچہ سنگ سرخ میں بعض جگہ [illegible] چوکھٹوں کی شکل میں بھی بصورت مرغولہ وغیرہ کافی منبت کاری کی ہوئی ہے اس ایوان کے منڈیر پر مدخل والے کنگرے ہیں بلکہ تمام مسجد کی دیوار پر [illegible] اسی طرح ہے مسجد کے ایوان کا اندرونی حصہ دہرا دالان نما ہے یعنی اول حصہ جہاں محراب اور اس کے دائیں طرف منبر ہیں وہ ۴۳ فیٹ [illegible] ہے اور پچھلا حصہ ۲۲ فیٹ چوڑا ہے جو مسجد کے سامنے پر دائیں بائیں پانچ پانچ در والا ہے اور تمام اندرونی ایوان قبوتی اور چشمہ دار ہے مگر متذکرہ بالا درمیانی درگاہ والا حصہ سر بسر محراب تک بصورت درمیانی کمرہ بن گیا ہے یعنی پچھلے حصہ کے کمرے دائیں اور بائیں طرف الگ ہو جاتے ہیں۔

مسجد کے صحن کا فرش جس میں صفوں اور جائے نماز کے نشان برابر سیاہ پتھر سے قبل ازیں واضح تھے۔ اس میں چلتے ہوئے پنجرہ نما سرخ پتھر کے بھرنے سے نظر نہیں آتے [illegible] اصل پانی کے نکاس کا انتظام ہے اور ان کے نیچے باقاعدہ راستے ہیں اور یہ تمام پانی ایک جگہ سے شمال کی طرف باہر پریڈ میں چلا جاتا ہے۔ اس سے مسجد کے معمار کی قابلیت کا پتہ لگتا ہے کہ کس طرح مسجد کے صحن کے لیول کو برقرار رکھا ہے۔

اس مسجد کے نقشہ پر اور اس کے باہر حضوری باغ کے شمال و جنوب کی عمارت پر ذرا غور سے نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ مسجد کے اندر جو برآمدے شمال و جنوب میں ابھی باقی ہیں اور مشرق کی جانب سے برآمدے جو سکھوں یا انگریزوں کے ابتدائی عہد میں گرائے گئے تھے ایک مدرسہ یا کالج کی حیثیت رکھتے تھے جن میں درس و تدریس ہوتا تھا۔ اور طالب علم حجروں میں سبق پڑھتے تھے اور مغربی برآمدے میں بھی مدرسین اور طلبا رہتے تھے۔ لارڈ ڈفرن وائسرائے بہادر ہند نے ۱۸۸۷ء میں اس مسجد میں

تشریف لا کر مدرسہ کا ملاحظہ کیا اور طلباء سے قرآن مجید سنا اور بزبان فارسی گفتگو فرمائی۔ مگر حضوری باغ میں جو عمارت شمال و جنوب میں آج بھی موجود ہے بطور ریسٹ ہاؤس استعمال ہوتی تھی اور مستقل ہاؤس کا انتظام ہمارے زمانہ میں باقی تھا یعنی ابتدا میں نارمل اسکول کا ہاسٹل تھا اور بعد میں اورنٹیل کالج کے ہوسٹل کا قیام غالباً ۱۹۴۰ء تک رہا ہے اور آج خالی ہیں۔

اس مسجد کی عدیم المثال وسعت اور موزونیت نے لاہور کے لوگوں کو عید گاہ سے بے نیاز کر دیا ہے اور انہوں نے اس کو عید گاہ کے طور پر بھی ہمیشہ استعمال کیا ہے اگرچہ اس مسجد کی تعمیر سے پیشتر لاہور میں عید گاہیں ضرور تھیں جو مرور زمانہ سے مٹ چکی ہیں یا بھلا دی گئی ہیں۔

مرمت کا ذکر اس مسجد کے بیان کے دوران میں ایک اہم امر ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہ مسجد کیسے کیسے اہل سے گذری ہے۔ اور مسلمانوں کو ہمیشہ اس کے تحفظ کا خیال رہا ہے۔ انگریزوں کے عہد کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں اس سے پہلے کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ سکھوں نے اسے اپنا فوجی اڈہ اور طویلہ بنایا تھا۔ انگریزوں نے اسے مسلمانوں کے قبضہ میں ۱۸۶۰ء میں دے دیا تھا بلکہ یہ نہایت بری حالت میں تھی ۱۸۶۲ء میں مسلمانوں نے اس کی صفائی شروع کی اور ۱۸۶۹ء میں خان بہادر برکت علی خاں مرحوم نے جو اس وقت مسلمانان پنجاب کے نہایت سربرآوردہ لیڈر تھے۔ ایک انجمن اسلامیہ قائم کر کے اس کی کفالت کو سنبھالا۔ ۱۸۷۶ء میں صدر دروازہ کو درست کیا جب ایڈورڈ ہفتم بزمانہ شاہزادگی یہاں تشریف لائے تو ان کی توجہ اس کی فوری مرمت کی طرف دلائی اور ۲۲ ہزار روپیہ مسجد کی مرمت کے لیے میسر آیا۔ دس ہزار روپیہ ڈسٹرکٹ بورڈ نے بھی دیا۔ اس کے بعد ۱۹۱۰ء میں گورنمنٹ نے ۸۴۰۰۰ روپیہ مرمت پر خرچ کیا۔ مگر اس سے پیشتر لارڈ کرزن نے ۱۸۹۹ء میں اس کی طرف کافی توجہ دی اور اس کے لیے دو تین عدد لالٹینیں عنایت کیں جن میں سے بڑی اب تک مسجد کے صحن میں لگی ہوئی ہے۔ جس پر ان کا نام کندہ ہے۔ ۱۹۱۳ء میں جب حضور بیگم صاحبہ بھوپال نے اس مسجد کو دیکھا تو اس کے لیے چھ ہزار روپیہ عنایت کیا جس کے بعد عوام نے بھی اس میں حصہ لیا اور اس وقت خاص کر اس کے فرش کی طرف توجہ خاص ہوئی اور کئی لاکھ روپیہ جمع کر کے اس کی از سر نو مرمت کی گئی تھی اس کے بعد سر سکندر حیات خان مرحوم نے اپنے عہد وزارت اعلیٰ پنجاب میں اس مسجد کی تجدید و مرمت کی طرف نہایت احسن طریق پر توجہ کی اور اس پر عمل کر کے آج تک کئی لاکھ روپیہ خرچ ہو چکے ہیں یعنی مکمل تجدید کی گئی ہے اور خوش قسمتی سے آج یہ مسجد بالکل نئی ہو گئی ہے اگرچہ ابھی بہت سی مرمت باقی ہے۔ امید ہے کہ اب تھوڑے عرصہ میں یہ مسجد اپنی اصلی حالت پر آ جائے گی۔

اکثر ماہرین اس مسجد کا مقابلہ دہلی کی جامع مسجد سے کرتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ مسجد بظاہر دہلی

کی مسجد کا مثنیٰ نظر آتی ہے یہ مسجد دہلی کی مسجد سے تقریباً ۲۵ سال بعد تعمیر ہوئی ہے اور اسی کے نقشہ کو یہاں قریب قریب اختیار کیا گیا۔ مگر بغور دیکھنے پر معلوم ہوگا کہ کافی فرق بھی ہے۔ اس مسجد کے چار مینار مثمنی شکل کے تین منزل والے مسجد کے چاروں کونوں پر منفرد دار ہیں۔ اور تقریباً ۱۸۰ فیٹ بلند ہیں۔ دہلی کی مسجد کے دو گول مینار دو منزل والے ہیں جو مسجد کے ایوان کے سامنے کے کونوں پر ہیں۔ اور ۱۳۰ فٹ بلند ہیں۔ دہلی کی مسجد کے چاروں کونوں پر برج نما نشین ہیں۔ جو لاہور میں نہیں ہیں لاہور میں محض ایک صدر دروازہ ہے اور دہلی میں شمال، مشرق اور جنوب کی طرف ایسے تین صدر دروازے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دہلی کی عمارت اپنی صفائی اور فنی نزاکت کی وجہ سے ممتاز ہے پھر وہ لاہور کی مسجد سے کافی چھوٹی بھی ہے۔ یہ بات قابل وضاحت معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کی مسجد دراصل آگرہ کی جہاں آرا کی مسجد (۱۰۵۶ھ) سے زیادہ مشابہ ہے یعنی اصل اسی آگرہ کی مسجد سے ایک نقشہ وضع ہوا ہے۔ جو لاہور تک پہنچا مگر لاہور میں آکر نقش ثانی کے مصداق ہو کر سبقت لے گیا۔ مزید برآں آگرہ اور دہلی کی مسجدیں شاہی قلعہ کے قریب ضرور ہیں مگر جو ترتیب اور موزونیت لاہور میں اورنگ زیب کی مسجد کو حاصل ہے۔ وہ بحیثیت مجموعی کسی مسجد کو بھی دنیا میں حاصل نہیں۔ افسوس ہے کہ سکھوں کے زمانہ سے یہ جلو خانے جو آج حضوری باغ کے نام سے مشہور ہے ابتدا میں ضرور کچھ اور شکل کا تھا۔ کیونکہ ان کی تاریخ میں قبل تعمیر حضوری باغ اس مقام کو چبوترہ بادشاہی مسجد لکھا ہے تاہم اس تمام ماحول میں ایک شاہنشاہیت ضرور ہے جسے امپیریل آرکیٹکچر سے تعبیر کرنا چاہیئے۔

عام طور پر یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ فنون لطیفہ کا معیار اورنگ زیب کے عہد میں تنزل پذیر تھا جو ایک حقیقت ہے جس کی خاص وجہ اورنگ زیب کا ذاتی رجحان سیاسیات ہے مگر اس مسجد میں ہم کسی قسم کا تنزل یا انحطاط فن نہیں پاتے جس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد اس کے ذاتی فرمان اور اس کی ذاتی توجہ سے اپنی مسجد کے طور پر تیار ہوئی جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے۔ اس میں فنی اعتبار سے وہ وہ خوبیاں آگئی ہیں جو کسی اور عمارت میں نہیں ملتیں۔ بہرحال لاہور کی شاہی مسجد کے نہایت مختصر تاریخی، فنی اور ثقافتی حالات بیان کیے گئے ہیں اور اس کی فراخ وسیع روح افزا فضا جو انسان اس میں نماز کی ادائیگی میں ہر دم غیر فانی محسوس کرتا ہے۔ اس کے دل پر ہمیشہ رہنے والا اثر چھوڑتے ہیں جسے الفاظ احاطہ کرنے سے قاصر ہیں اور یہی ہماری ثقافت ہے۔

ذوق کی ہمہ گیری

حضرت عالمگیر کو جس قدر فضیلتیں اور سعادتیں ارزانی ہوئیں۔ خاندان مغلیہ کے باقی تمام بادشاہوں کے مجموعی حصے سے بڑھ کر تھیں۔ عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبانوں میں وافر دستگاہ رکھتے تھے۔ قرآن، حدیث اور اخلاق، ادب، تاریخ وسیر سے واقفیت کا ثبوت رقعات کی سطر سطر سے ملتا ہے۔ عبارت لکھتے لکھتے شعر یوں چسپاں کیا جاتا ہے کہ گویا اسی کیفیت کے لئے لکھا گیا تھا۔ وعظ، نصیحت اور توبہ استغفار کے مقام پر آیات و احادیث کا یوں استعمال کیا جاتا ہے کہ مثال دی جا سکے۔ اس کی تفصیل لکھی جا رہی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

مذاقِ سخن:

حضرت عالمگیر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ ذاتی شاعری سے متنفر تھے۔ دربارِ شاہی سے گانے بجانے والوں کو، حقیقت میں شاعروں کو، باب آخر کے مصداق تھے کے ساتھ ہی ساتھ ملک الشعرائی کا عہدہ بھی ختم کر دیا گیا۔ ان کے سامنے ایک عظیم الشان مقصد تھا اور یہ ہر طرح کا جھوٹی نمائشیں اور بے راہ روی کی شدید کاوشیں کیں۔ وہ بھی دوسرے ایک مسلمان کی طرح شعراء کی بے سروپا مدح سرائیوں سے متنفر تھے لیکن اس سے یہ معنی نہیں کہ وہ ذوقِ سخن سے عاری تھے۔ وہ سخن فہم اور سخن سنج ہی نہیں بلکہ ایک گراں مایہ سخن گو بھی تھے۔ ان کا صرف ایک شعر ہی ان کی طبیعت کی آراستگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

غمِ عالم فراواں است و من یک غنچہ دل دارم

چساں در شیشۂ ساعت کنم ریگِ بیاباں را

رقعات اور احکام کے اوراق عالمگیر کی خوش مذاقی اور ذوقِ شعر کے جیتے جاگتے ثبوت ہیں۔ وہ لکھتے لکھتے زور پیدا کرنے اور اثر پیدا کرنے کے لئے ایسا برمحل شعر چسپاں کر دیتے ہیں کہ شاید شاعر بھی اس سے بہتر برمحل استعمال اپنے شعر کا نہیں کر سکتا ہوگا۔ دو چار مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔

شاہ عالی جاہ نے شکایت کی کہ تین اشخاص میرے دشمن جانی ہیں۔ آپ سمجھ رہے ہیں کوئی دشمن جانی ہو یا نہ ہو اپنے حال سے غافل نہ ہونا چاہئیے کہ موت تو رگِ حیات سے بھی قریب تر ہے۔ جو کرنا ہے کر لو کہ وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اور کام کرنے کی طاقت جواب دیتی جا رہی ہے۔ اس کے بعد شعر نقل کیا ہے

گہے از دست نگاہے از دل و گاہے ز پا مانم
بہ سرعت می روی اے عمر می ترسم کہ وا مانم

اسی سلسلہ میں ایک دوسرے رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے:

دریاب کنوں کہ نعمتے ہست بدست
تا ایں دولت و ملک می رود دست بدست

اسی مضمون کو ایک دوسرے رقعہ میں اس نہایت درجہ دلاویز شعر سے آراستہ کیا ہے جس کا استعمال نجی تحریرات میں عہدِ جدید کے ادیب بے عدیل یعنی مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی متعدد مرتبہ کیا۔

اگر بسیر چمن می روی قدم بردار
کہ جوئے ناز خرامی رود بہار ز دست

ایک افسر نے لوگوں کو بہت ستایا ہے ان کی اطلاع سے طبیعت مکدر ہے اس کے لئے سزا تجویز فرماتے ہوئے یہ شعر نقل کیا ہے:

باید نواخت قرنِ خراں را بہ چوب دست
بیروں نہند چوں قدم کج ز راہ

اب عالمگیر کے مذاقِ سخن اور ادب دوستی کے دو ایک قصے ذرا تفصیل سے سن لیجئے۔

باغی بیٹا:

اکبر باغی ہو کر ملک سے بھاگ کر ایران چلا گیا اور سرحد ملک پر باپ کی موت کی دعائیں اور ان کی قبولیت کا انتظار کرنے لگا۔ اس حالت میں حضرت عالمگیر کے جذبات کو علامہ اقبال نے بھی حضرت عالمگیر کی طرف سے یوں نظم کر دیا ہے:

ندانی کہ یزدان دیرینہ بود!
بسے دیدہ سنجیدہ بست و کشود
ز ما سینہ چاکانِ ایں تیرہ خاک
شنیدہ است صد نالۂ دردناک
بسے ہم چو شبیر در خوں نشست
ز یک نالہ از سینۂ او گسست

: ز گرگِ پسر پیرِ کنعاں تپید
نہ از دردِ ایوب آہے کشید
مپسند ار کیں گشتہ نخچیر کیسہ
بہ دامِ دعا سے تو افتد اسیر

خود حضرت عالمگیر پر باغی بیٹے کے وہ غیر ناصواب اور انتظارِ قطعیہ نامرضیہ کے انکشافات سے جو حکیمانہ کیفیت طاری ہوئی اسے رقعات میں اس تذکرہ کے بعد ایک رباعی کی صورت میں بیان فرمایا ہے۔ جس کی بلاغت آپ اپنا جواب ہے

نرفت از دلم قولِ آں کاسہ گر
کہ می گفت با کاسۂ پر خطر
ندانم کہ سنگِ سپہر از کجا
ترا پیشتر بشکند یا مرا :

وہی ہوا بیٹا باپ سے پہلے چل بسا۔ انتخاب شعر کے ذوقِ حکیمانہ کی داد دیجئے۔

لاڈلا بیٹا کام بخش،

کام بخش سب سے چھوٹا اور لاڈلا بیٹا تھا۔ ایک مرتبہ تو اس کی بدخوئی اور بے راہ روی سے تنگ آکر اسے پرستار زادگی بھی یاد دلائی لیکن وہ راہِ راست پر نہیں آیا۔ وہ اپنے اعمال کی سزا خوب بھگتے گا۔ دوسروں پر الزام رکھتا ہے اور اپنی اصلاح کی طرف سے غافل ہی نہیں بلکہ اس کی بدبختیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ حکم ہوتا ہے کہ نہائیت عمدہ خوش نویس سے اس بیاض میں جو شہزادہ کام بخش کو مرحمت ہوئی ہے یہ رباعی لکھوا دی جائے۔ عالمگیر کا مذاق کس قدر لطیف اور سیاست کس قدر بے پناہ تھی۔

آتش بہ دو دستِ خویش در خرمنِ خویش
من خود زدہ ام چہ نالم از دشمنِ خویش
کس دشمنِ من نیست منم دشمنِ خویش
اے وائے من و دستِ من و دامنِ خویش

اس سب سے چھوٹے بیٹے سے بے پناہ محبت تھی لیکن اس کی کیفیّت کے بغیرِ نظر جو کچھ ارشاد ہوا ہے

ان کی صداقت اور قلبی اذیت کا اندازہ اہلِ بینش ان اشعار سے خوب کر سکتے ہیں۔

حدود سے تجاوز:

شہزادہ محمد اعظم نے دربار میں کوئی انتہائی جو محروم تولیت رہی۔ محمد اعظم بیدہ پہلے قرآن کے قدم کا کچھ حصہ مسند شاہی پر آ گیا۔ حضرت عالمگیر نے شہزادہ کا سلام نہ لے کر بادشاہ سلیم اللہ نے قدم کے بھٹکنے کی وجہ غفلت بتائی اور ساتھ [illegible] گذارش اور طالب عفو نے انداز میں آپ نے [illegible] کی۔ **فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ** اس آیت کے [illegible] نے یہ شعر لکھا جو ان کے احترام حدود اور دستار دوستی اور ذوق قلم پر دال ہے۔

از ساحل نجات [illegible] سر فنا فتاد

از حد خود کسے [illegible] قدم پیشتر نہاد

گھوڑوں اور جانوروں کے نام:

حضرت عالمگیر کے علمی و ادبی مذاق کی ندرت ان گھوڑوں کے [illegible] ناموں سے جو ان کی صفات کی مناسبت سے تجویز کئے جاتے تھے نمایاں ہوتی ہے اور [illegible] فارسی وغیرہ کے ساتھ ساتھ ان کا ہندی پر عبور بھی ظاہر ہوتا ہے۔

ایک گھوڑا ایسا موچلتا ہے کہ پانی کا [illegible] بھی نہ چھلکے اور جتنی دور چاہیے لے جائیے۔ سوار اس پر [illegible] ہے کہ گویا ہوا کے دوش پر سوار ہے حضرت عالمگیر بیٹے نے اس تحفہ سے محظوظ ہونے اور [illegible] فرماتے ہیں۔

[illegible] کمال خوشی [illegible] خوش خرام [illegible] کردہ شدہ گھوڑے کا نام خوش خرام رکھا ہے اور بیٹے کو ارشاد ہو رہا ہے کہ [illegible] سے مناسب نام رکھنے میں مہارت حاصل ہے۔ گھوڑوں کی فہرست ان کے خصائص کے ساتھ بھجوا دی جائے [illegible] ان کے نام تجویز کئے جائیں

عالی جاہ نے ایک خوبصورت پھلواری گھوڑا بھیجا وہ اپنے جمال و بال کے ساتھ تربیت کی تمام خوبیاں رکھتا ہے چلتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک پورا باغ اپنی تمام رعنائیوں اور دلکشیوں کے ساتھ حرکت میں آگیا ہے

باپ بیٹے کو لکھتا ہے تم اپنے گھوڑے [illegible] نیلو فر اور چاچندن پر زیادہ سوار ہوتے ہو۔ ہم تمہیں اپنے دو گھوڑے جن کے نام خوش خرام اور صبا رفتار ہیں بھیجنا چاہتے ہیں۔ بیٹے نے ایک ترکی گھوڑا بھیجا ہے اس کا نام جنگ [illegible]

رکھا گیا ہے۔ بیٹے نے آموں کا تحفہ بھیجا ہے حضرت عالمگیر شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی بیٹے نے درخواست کی ہے کہ ان آموں کے بھی نام تجویز فرمائے جائیں۔ ایک کا نام "سدھا رس" اور دوسرے کا نام "رسنا بلاس" تجویز ہوتا ہے۔ سدھا رس کے معنی ہیں وہ آم جس کا شیرہ "آب حیات" کے ہم پلہ ہے اور رسنا بلاس کے معنی ہیں فرحت بخش۔

خوش مذاقی:

حضرت عالمگیر کا حسن مذاق بھی یہ نام ہی نہیں بلکہ تجویز انعام بھی ظاہر ہوتا ہے۔ سیسویں جلوس عالمگیری میں اسد خان کو قلمدان وزارت سونپا گیا تو بادشاہ وقت کی طرف سے خلعت خاصہ کے علاوہ دوات مرصع کا تحفہ گیا جس کی قیمت پانچ ہزار روپیہ تھی۔

چند راجاؤں کے قشقہ لگانے سے انکار:

بائیسویں جلوس میں جسونت سنگھ کی وفات پر اس کا بھتیجا مدھ سنگھ خطاب راجگی و خلعت خاصہ و شمشیر با ساز مرصع و اسپ با ساز طلا و فیل علم و طوغ و نقارہ کے عطیات سے سرفراز فرمایا گیا۔ اس سے پہلے مغل فرمانروا اپنے معتمد و عالی مرتبہ راجاؤں کی پیشانی پر اپنے ہاتھ سے قشقہ لگایا کرتے تھے۔ عالمگیر کو خلاف شرع ہونے کی وجہ سے یہ بات گوارہ نہ کر سکی اور اس نے مدار المہام اسد خان کو اجازت دی کہ وہ راجہ رام کی پیشانی پر قشقہ لگائے لیکن اراکین سلطنت پر بھی ناگوار ہوا اور یہ رسم ترک کر دی گئی۔

بیمار پرسی اور تعزیت

غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ مبتلائے علالت ہیں۔ عالمگیر بیمار پرسی کے لئے جانا چاہتے ہیں لیکن نہیں جا سکتے دیکھئے کس دل سوزی سے ارشاد ہوتا ہے:۔

"تمہاری بیمار پرسی کو آنا چاہتا تھا لیکن تمہیں بستر علالت پر کس آنکھ سے دیکھوں۔ سیادت خان کو عیادت کیلئے بھیج رہا ہوں میری نظر سے دیکھے اور میری زبان سے بولے گا۔"

پھر دیکھئے بادشاہ وقت نے ایک دل دوست کی بیماری میں حق الفت و غمخواری اور اظہار دردمندی کا کیا انوکھا طریق ڈھونڈھ نکالا۔ فرماتے ہیں:۔

"تازہ پھلوں میں اس وقت صرف انگور ملتا ہے۔ لیکن اطبا نے آپ کے لئے انگور کی ممانعت کی ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اس کے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا ہے خدا نے چاہا تو آپ کی شفایابی

کے بعد دونوں مل کر کھائیں گے۔

عمدۃ الملک جعفر خاں،

جلوس عالمگیر کے تیرھویں سال میں عمدۃ الملک جعفر خاں بیمار ہوئے۔ بیماری نے طول کھینچا تو اعلیٰ حضرت ہند کا یہ تاجدار بلا ناغہ اُن کے مکان پر عیادت کو جاتا رہا۔

تعزیت اور امامت نماز جنازہ:

رقعات میں بکثرت حوالے موجود ہیں کہ جب کوئی افسر فوت ہوتا تو اظہار رنج و تاسف کے ساتھ ساتھ پس ماندگان کے لئے کلمات خیر فرماتے اور اس کے بال بچوں کی خیر و عافیت دریافت کی۔ عمدۃ الملک نے وفات پائی تو تین روز متواتر ایک موبیدی خاب خاصہ اور شہزادے ان کے لئے روانہ فرمائے۔ شہزادہ محمد اعظم اور محمد اکبر کو حکم دیا کہ روز سوم کے فرزندوں اور عورتوں کے پاس حاضر ہو کر آداب تعزیت بجا لائیں۔ عمدۃ الملک کے دونوں بیٹوں اور ان کی والدہ کو خلعت ہائے تعزیت مرحمت فرما کر انہیں سوگواری سے نجات دلائی۔ یہ سلوک شہزادوں اور امیروں تک ہی محدود نہ تھا۔ چودہ سن جلوس میں شاد کام چیلا ایک پرانا خدمت گار فوت ہو گیا تو اس کے پس ماندگان کو بھی خلعت تعزیت مرحمت ہوئے۔ والدہ روح اللہ خان نے وفات پائی تو شہزادہ کام بخش اور شہزادی زیب النساء کو تعزیت کے لئے بھیجا گیا۔

مختار خان والد عمدۃ الملک نے کہ صاحب راز و رمز داں تھا اور تیس سال حضرت عالمگیر کی جاں نثارانہ خدمت کی سعادت حاصل کر چکا تھا۔ جب فوت ہوا تو فرمان مبارک کے مطابق اس کا جنازہ عدالت گاہ کی طرف لایا گیا اور خود قبلۂ عالم نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی چند قدم میت کے ساتھ گئے اور اس کے ایصال ثواب کے لئے خیرات و برات کے احکام صادر فرمائے۔ یہ پندرہ ربیع الاول ۱۰۹۵ھ کا واقعہ ہے۔ دوسری ربیع الآخر کو دربار خاں ناظر محل نے وفات پائی تو اس کی نماز جنازہ کی امامت کے فرائض بھی اپنے وقت کے اس درویش شہنشاہ نے ہی ادا فرمائے۔

کلماتِ طیّبات یا افکارِ عالیہ

حضرت عالمگیر کے رقعات کا نام کلمات طیبات بھی ہے۔ بڑے بڑے بزرگوں کے خیالات و افکار عالیہ کے زیر عنوان بیان کئے جاتے ہیں۔ حضرت عالمگیر کی تحریرات پاکیزہ، بلند اور مفید خیالات سے معمور ہیں۔ ان میں سے چند کلمات نمونۃً پیش کئے جاتے ہیں۔ ان خیالات میں ایک مدبر حکمران، رعایا دوست بادشاہ، درویش

سپاہ دار اور منتظم کارکن کی شخصیات ایک سے ایک بڑھ کر نمایاں ہیں۔

۱۔ آدمِ خوب مثلِ طلا بیغش است۔

۲۔ آدمی را چیزے کہ خراب می کند طلب بیش از قسمت و پیش از وقت است۔

۳۔ نظر بر کفایتِ فانی نمودن و وبالِ باقی را خریدن کارِ عقلاء نیست۔

۴۔ رعیت پروری را سرمایۂ دولت دنیوی و اخروی شمارند۔

۵۔ تادم از حیاتِ فانی باقیست از شغل و کار خلاصی نیست۔

۶۔ آں قدر شور مباش کہ از دہن بر اندازند و آں قدر شیریں مباش کہ فرو برند۔

۷۔ غرض آدمی را نمی گذارد کہ دمے چند بآسائش برآرد۔

۸۔ غفلت یک لحظہ باعثِ ندامت سالہائے درازمی گردد۔

۹۔ بادشاہ ہرگز آرام طلبی و غفلت شعاری را بر خود روا ندارد کہ بدترین اسبابِ خرابیٔ ملک و انہدامِ دولت ایں شیوہ نامرضیہ است۔

۱۰۔ کارے نباید کرد کہ باعثِ ملامت دنیا و موجبِ شقاوت عقبیٰ گردد۔

۱۱۔ مردمی در تہور و بیباکی نیست بلکہ در خود شکنی است۔

۱۲۔ غفلت و بے پروائی خلافِ طریقِ ریاست و جہانبانی است۔

۱۳۔ ظالم را زود رادن و بہ داد و دادخواہ نرسیدن در معنی خود مجوزِ ظلم بودن است۔

۱۴۔ پا بہ اندازۂ ردا باید کشید۔

۱۵۔ کارے خوب از آدمِ خوب می آید۔

۱۶۔ ظلم بر خلق کہ ودیعت خالق است خوب نیست خاصۃً ابنائے ملوک را ارتکاب آں بسیار بد۔

۱۷۔ قدما را بہ اندک حرف انداختن و از جدیداں توقع کار داشتن محض بے معنی۔

۱۸۔ دل آزاری موجب ناخوشنودی حضرت باری است۔

۱۹۔ خدائے تعالیٰ رفیقِ بد را ہدایت کند یا گردن بشکند۔

۲۰۔ کارہا بہ استفتائے قلب باید کرد نہ بہ گفت و شنید مردمان بدراہ۔

۲۱۔ دنیا گذشتنی و گذاشتنی است لہٰذا با ہمہ کس ساختنی۔

۲۲۔ عاقل آں است کہ وقتِ حال را کہ بین الماضی و استقبال است غنیمت داند و امر خیر و صلاح آنچہ تواند فوراً بعمل آرد۔

اورنگ زیب

خدایم نہ داد است پائے فرار

(مولوی محمد اسمٰعیل صاحب میرٹھی مرحوم)

بگویند سلطان اورنگ زیب — کہ مردانہ خُو بود و صاحب شکیب
در ایامِ شاہزادگی ناگہاں — بہ پیش آمدش مست پیلے دماں
دواں در پئے پیلباں نعرہ زن — الا مردماں پیل مردم فگن
ز ہولش ہیاہُو بمردم فتاد — پریدند چُوں برگ از تند باد
بکُنجے فرا رفت ہر کس کہ بود — کہ با دیو پیکار نتواں نمود
ولے شاہزادہ بیفشرد گام — بہیبت برآورد تیغ از نیام
چُناں زد بخرطوم آں ژندہ پیل — کہ مستیِ او شد بہُش مستحیل
بلرزید از زخمِ ضربِ درشت — برآورد فریاد و بنمود پُشت
ہم از منظرے دید شاہِ جہاں — دلیریِ شہزادۂ نوجواں
بخواند و بگفتش کہ جانِ پدر — تہوّر نہ نیکوست با جانور
نہ از عقل باشد کہ با پیل مست — درافتی و شمشیرِ تنہا بدست
ز روئے ادب گفت کاے شہریار — خدایم نہ داد است پائے فرار
مرا نیز شاہا چنیں است رائے — ولے پائے ہمت نہ جُنبد ز جائے
بپائے کہ جویم ز میداں گریز — مگر قطع بادا بشمشیرِ تیز

سکھ اور عالمگیر

مسئلہ سلطنت مغلیہ کے زوال کا ایک سبب سکھوں کا ظہور ہے جنھیں کہا جاتا ہے کہ عالمگیر کی زیادتیوں نے ایک فوجی اور سیاسی فرقہ بنا دیا جس نے مسلمانوں کی سلطنت کی بنیادیں ڈھا دیں۔ یہ ایک اہم اور دلچسپ موضوع ہے۔ کیونکہ بعض غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی بنا پر عالمگیر سکھوں کی نظر میں قابل ملامت سمجھے جاتے ہیں۔ اس موضوع پر مؤرخانہ تحقیق و تفتیش کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے شاہی مؤرخ لالہ سوہن لال نے اپنی کتاب خلاصۃ التواریخ میں جو سکھ دربار کے لیے لکھی گئی اورنگ زیب کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر کی۔ اور اُسے ظاہر ہے کہ سب سے بڑے سکھ فرمانروا کے مطالعہ کے لیے پیش کیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۳۹ء میں انتقال فرمایا اور اس اعتبار سے یہ تاریخ آج سے قریباً سوا صدی پہلے جب عالمگیر کی وفات پر صرف سوا سو سال کے قریب گذرے تھے اور اس کے زمانہ کی قلمی کتابیں کثرت سے موجود تھیں۔ بلکہ جو حالات کچھ دیر تک باپ سے بیٹے تک پہنچتے رہتے ہیں، ابھی ہندوستان فراموش نہ کر سکا۔ ان تحریری اور زبانی تاریخی شہادتوں پر سوہن لال نے اورنگ زیب کی حکومت کا جو خلاصہ پیش کیا ہے وہ یقیناً ایک بے تعصبانہ تبصرہ اور لکھنے والے اور لکھوانے والے دونوں کی انصاف پسندی پر دال ہے۔ اتنا ملحوظ خاطر رہے۔ کہ لالہ سوہن مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ملازم اور شاہی مؤرخ تھے۔ عالمگیرؒ نے نہ انھیں، نہ ان کے خاندان کو کوئی جاگیر دے رکھی تھی۔

„حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ بہ ترتیب شایاں مرتب و مہیا شدہ اند۔ شاہے کہ از ماہ تا ماہی از تیغ بے دریغ او مسخر گشتہ واز سمک تا سماک عرصیت عدل و احسانش بطرف گوش انام رسید و گوشوار گوش جمیع الناس گردید ..... از ابتدائے سن صبی تا سن انحطاط و شیخوخت لحظہ بہ لحظہ از تذکار و تعداد اسماء الٰہی غافل و ذاہل نماندہ وچہ باشد کہ ایں بزرگ منش والا نژاد شمع اقبال و چراغ جاہ و جلال و مصباح روشن دل و شکوہ صفا طلبی در کاشانہ رعیت پروری فانوس عدالت گستری

پ

افروختہ و درخشاں می باشد تا بملاحظہ و مشاہدہ این معنی شکیمہ را از آب دشنہ را از شکر متمائز و جدا ساختہ بہ رفاہیت حال عالم و عالمیان و آسودگی احوال جہاں و جہانیاں سعی بلیغ از قوت بفعل بعرصہ شہود آورد و این معنی منتج حسنات و ثمر برکات و موجب رفاہ اخروی می گردد قلم بلاغت رقم اگر تا تمام عمر مرکز وار محیط دائرہ ترقیم گردد برخے از لاکھ اوصاف او ساخت و از یکے تا ہزار قیاس باید نمود۔

ترجمہ:-

"اعلیٰ حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے جہاں بانی کے تابان شان تمام مراتب اپنی ذات میں جمع کر لیے ہیں۔ وہ ایسا بادشاہ ہے کہ راہ دین ہی تک جس کی تیغ بے دریغ سے تسخیر ہوئے اور اس کے عدل و انصاف کا آوازہ زمین سے آسمان تک لوگوں کے کانوں میں پہنچا۔۔۔۔ یہ بادشاہ بچپن، جوانی اور بڑھاپے میں کبھی یادِ خدا سے غافل نہ ہوا اور کیوں غافل ہوتا جب کہ اس کی عادت میں تھا کہ رعایا کو آباد دیکھے، ان کے گھروں میں رونق اور آسودگی کی روشنی مشاہدہ کرے اور اپنے عدل و انصاف سے سب کو خوش و خرم رکھے۔ جس طرح دودھ کو پانی سے علیحدہ کر کے اور گنے سے شکر تیار کر کے لوگوں کو آرام کی خاص چیزیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ اس نے اپنی رعایا کے لیے ایسا ہی کیا اور یہ کام بادشاہوں کے لیے توشہ آخرت ہوتی ہیں۔ اگر کوئی مؤرخ ساری عمر بھی عالمگیر کی خوبیاں لکھتا رہے تو بھی شاید ہزار میں سے ایک لکھ پائے!

○

مرہٹے اور عالمگیر

عالمگیر کے خلاف جو اتہامات تراشے جاتے اور جو الزامات وضع کئے جاتے ہیں ان میں اس کا پچیس سال یعنی اپنے عہد حکومت کا نصف دکن میں مصروف مہمات بھی ہے جس سے بقول معترضین ہر قسم کی خرابیاں واقع ہوئیں اور سلطنت کی بنیادیں اس درجہ متزلزل ہوئیں کہ عالمگیر کی آنکھیں بند ہوتے ہی سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو گیا اور اس طرح عالمگیر کے مسلک کی وجہ سے سلطنت پر تباہی آگئی۔ ساتھ ہی دکن کی اسلامی سلطنتوں کی بربادی کا اسے ذمہ دار گردانا جاتا ہے یہ ایک طویل بحث ہے یہ سلطنتیں مرہٹوں کی پاگذاسا اور مغلوں کے خلاف ان کی حلیف ہو چکی تھیں عالمگیر انہیں زیر نہ کر لیتے تو مرہٹوں کے ساتھ مل کر یا مرہٹوں کے ہاتھ میں ان کی دولت و رسائل اور سامان جنگ کا پہنچ جانا گویا مغلوں کے لئے پیغام موت تھا۔ دکن عالمگیر کے لئے ایک دعوت مقابلہ و مبارزت تھی اور اس نے اپنی سلطنت کے تحفظ میں اور مسلمانوں کے مرہٹوں کے زیر نگین آجانے کے خلاف یہ چیلنج قبول کیا۔ چنانچہ عالمگیر ۲۵ سن جلوس میں علمار برہان پور کے محضر کے جواب میں خود دکن روانہ ہوئے اور ایک چوتھائی صدی مہمات دکن میں گزار دی مہمات بھی ایسی جن کی مشکلات اور نقصانات کا حال پڑھ کر ہی بڑے بڑے دلاوروں پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ پوری تحقیق و تفتیش سے کام لیجئے۔ جدول کی جلدیں لکھ دیجئے نتیجہ یہی نکلیگا کہ عالمگیر نے دکن میں جو کچھ کیا اسے وہی کرنا چاہئے تھا اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالمگیر مہمات دکن کے مقصد کے حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ وہ اپنا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا گیا۔ جہاں تک مرہٹوں کا تعلق ہے اس تاریخی حقیقت کو شبلی مرحوم نے پورے نقد سے بیان فرمایا ہے :-

عالمگیر کے جیتے جی سیوا مر گیا۔ سنبھا مارا گیا۔ راجہ رام آوارگی اور صحرا نوردی کی نذر ہوا سنتا کا سر کٹ کر دربار پہنچا۔ غرض علمبرداران بغاوت ایک ایک کر کے مٹا دیئے گئے تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکن سے لے کر مدراس تک سناٹا ہو گیا۔

ہیچ خارے نیست کز خون شکارے سرخ نیست
آفتے بود آں شکار افگن کز یں صحرا گزشت

عالمگیر پورے پورے حقیقت شناس تھے اور اپنے مقاصد سے خوب آگہی رکھتے تھے۔ انہیں تکالیف اور مصائب بڑھاپے میں بھی متزلزل نہ کر سکے۔ بیجاپور اور حیدرآباد کے فتح ہو جانے پر ۱۰۹۸ھ میں مدارالمہام نے عرضداشت پیش کی کہ دکن فتح ہو چکا ہے۔ اب افواج ظفر موج کو ہندوستان واپس چلنا چاہیے تاکہ دنیا پر واضح ہو جائے کہ اب فتح کی تکمیل ہو چکی ہے اور اس سلسلہ میں کوئی کام باقی نہیں۔ حضرت عالمگیر نے فوراً جواب دیا۔

عجب از آں سامانہ زاد مزاج دان کہ چنیں عرض نمود۔ اگر غرض آنست کہ بہ مردم معلوم شود کہ کار نماندہ است خلاف واقع است۔ وجہ یہ تھی کہ دکن کی فتح کا اصل کام یعنی مرہٹوں کا استیصال باقی تھا عالمگیر کیوں کر مان لیتا کہ جس مقصد کے لئے وہ دکن پہنچا وہ حاصل ہو چکا تھا۔

عالمگیر نے مرہٹوں کے مستحکم قلعہ جات کو جو ان کی جائے پناہ تھے ایک ایک کر کے مسخر کرنا شروع کیا۔ اور یہ کام کچھ ہفت خوان رستم سے کم نہ تھا۔ قلعہ بلندی میں آسمان کی ہمسری کا دعوے کرتے اور مضبوطی اور استحکام میں وہ پہاڑوں ہی کے جگر گوشے تھے۔ ان تک پہنچنے کے راستے مسدود۔ سڑکیں تو درکنار پگڈنڈیاں تک نہ تھیں۔ راستے ایسے دشوار گزار کہ ایک ایک کوس مسافت پورے دن کی جانکاہی کے بعد طے ہوتی تھیں۔ قدرتی خندقیں اور غاریں بے حد خطرناک تھیں۔ راستوں میں پرشور دریا۔ دلدلیں۔ سیلابی وادیاں۔ چارے کی کمیابی۔ پانی کی نایابی۔ برسات سے بربادی وغیرہ ایسے حالات تھے کہ ان سے تیمور کی اولاد میں سے کسی کو پالا نہ پڑا تھا۔ لیکن ۸۸ برس کے اس بوڑھے نے جس کے پرانے ساتھی ایک ایک کر کے لقمۂ اجل ہو چکے اور جو موجود تھے مشقت و کلفت اور تنہائی کی اس زندگی سے تنگ آ چکے تھے اور جن کے پہلوؤں میں دارالسلطنت کی شادیاں اور آسائشیں چٹکیاں لیتی تھیں اپنے نصب العین کو فراموش نہ کیا اور اپنی بادشاہت کی مسرتوں کو ان مشقتوں پر قربان کر دیا جب کام خود اس کے معیار و منشا کے مطابق انجام پا گیا۔ تمام دشمن پامال ہو گئے اور سارا دکن اس کے قدموں تلے روندا گیا تو اس نے اعلان کیا کہ اب ساحل مراد مل چکا ہے دکن جو ایک چوتھائی صدی تک معرکہ کارزار کا مرکز بنا رہا ہے اب دارالسلام بن چکا ہے۔ ۱۱۱۶ھ ہجری مطابق ۴۸ جلوس ایک جشن فتح منعقد کیا گیا اور جب شاہی لشکر دریائے کرشنا کے کنارے دیوا پور کے مقام پر پہنچا تو حضرت عالمگیر نے ایک اعلان عام کرایا۔

رعایا کے لئے امن و امان کی منادی

چین قلیچ خاں ایک جماعت کے ہمراہ روانہ کیا گیا اور اسے ہدایت کی گئی کہ:

(۱) اطراف کا بندوبست کیا جائے۔
(۲) رعایا کو جو جنگ کے خوف کے مارے وطن سے آوارہ ہو کر دور دراز مقامات کو ہجرت کر کے
چھپ گئی ہے انصاف و رعیت نوازی کا پیغام پہنچایا جائے۔
(۳) ایسی رعایا کو جو اپنا گھر بار چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ دعوت دی جائے کہ وہ بلا کھٹکے اپنے گھروں میں
آن کر دوبارہ آباد ہو جائے۔
(۴) جو لوگ مغرور و مخالف تھے ان سے پیش کش اطاعت وصول کی جائے اور اگر ان میں سے کوئی
مجال سرتابی کا اظہار کرے تو اس کی سرکوبی سے دریغ نہ کیا جائے۔

دیوا پور ہی میں عام رعایا کے بخوشی خوشی گھروں کو واپسی کی اطلاع پہنچ گئی اور پہلے مخالفوں اور سرکشوں کی پیش کش بھی وصول ہو گئی (مآثر عالمگیری ۵۰)

سیواجی

سیواجی نے نہایت معمولی حیثیت سے زندگی شروع کی اس کا پیشہ اور طریقہ لوٹ مار ہی تھا۔ افضل خاں کو اس نے اپنے ہاں بلا کر دھوکہ سے قتل کر دیا۔ شائستہ خاں پر پونا میں ماہ رمضان میں بہ اجازت برات کی صورت میں داخل ہو کر آدھی رات کو حملہ کیا۔ سورت کو چھ سات دن لوٹتا رہا۔ حاجیوں کے جہاز بھی لوٹنے شروع کئے۔ غرض اس کا کارخانہ اسی نوعیت کا تھا۔ جب اس نے شاہی علاقہ پر تاخت و تاراج شروع کی تو اس کا ازالہ ضروری ہوا۔ پہلے تو صرف شائستہ خاں سیواجی کی سرکوبی پر مامور ہوئے بعد میں راجہ جسونت سنگھ کو بھی امیر الامراء کی امداد کے لئے بھیج دیا گیا۔ لیکن راجہ جسونت سنگھ درپردہ سیواجی سے مل گئے۔ رمضان میں شب خون کے حادثہ کے بعد شائستہ خاں تو بنگالہ بھیج دیئے گئے اور ان کی جگہ شاہزادہ محمد معظم جسونت سنگھ کی معیت میں اس مہم پر مامور ہوئے۔ شہزادے تو شہزادے ہی تھے جسونت سنگھ دوسرے امراء کو بھی گانٹھنے لگا تا کہ سیواجی کا زور بڑھے اور مغلوں کے اقتدار کی جڑ کٹے اور اس میں اس نے یہاں تک غلو کیا کہ اپنے رسانے راؤ بھاؤ سنگھ کو جو شاہی لشکر میں سہ ہزاری منصب رکھتے تھے۔ سیواجی کا طرفدار بنانے کی ترغیب دی اور ان کے اس سازش میں انکار شرکت پر اسے دھمکی دی کہ وہ راؤ بھاؤ سنگھ کی بہن یعنی بیوی کو دکن بلا کر بیچ ڈالے گا۔ دل ماننے ... کہا یہی جاتا ہے کہ راؤ بھاؤ سنگھ تو نمک حرامی پر راغب نہ ہوا مگر جسونت نے شرافت کا ثبوت نہ دیا اور اپنا کہا کر دکھایا۔

راجہ جے سنگھ

بالآخر راجہ جے سنگھ اس مہم پر مامور ہوئے اور انہوں نے سیواجی کے بہت سے قلعے فتح کر لئے اور انجام کار سیواجی ملزموں کی طرح راجہ جے سنگھ کے حضور حاضر ہوا

راج گڑھ کا جہاں سیواجی موجود تھا اور کنڈانہ کا جہاں اس کے اہل و عیال تھے محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ نے جب طول پکڑا اور سختی کی اور سیواجی کو اپنا بد انجام نظر آنے لگا تو اس نے منت و عاجزی کی طرح ڈالی اور عالمگیر کی اطاعت کا جوا اپنی گردن میں ڈال لینے کا وعدہ کیا۔ راجہ کی خدمت میں اپنی اور اہل و عیال کی جان بخشی کے لئے برہمنوں کا ایک وفد بھیجا۔ پھر قلعہ سے خود نکل کر راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور راجہ سے عرض کیا کہ "بطریق بندہائے مجرم و ذلیل رو بدیں درگاہ آوردہ ام۔ خواہے بخشش خواہے بکش۔" سیواجی نے وعدہ کیا کہ اظہار اطاعت ملازمت کے لئے

پنج ہزاری منصبدار

کہا جاتا ہے اور بڑے ہی مدبرانہ اور دانشمندانہ انداز میں دعوے کیا جاتا ہے کہ عالمگیر نے سیواجی کو پنج ہزاری منصب عطا کر کے اس کی توہین کی اور ایک دشمن کے ساتھ گویا بدسلوکی سے اس نے دل میں مخالفت کی آگ بھڑکا دی۔ اور پھر اس نے وہ کیا جو وہ کر سکتا تھا۔ اس طرح عالمگیر کے عدم تدبیر نے مغلوں کے ایک دشمن کو مشتعل کر دیا۔ آیئے دیکھیں واقعی پانچ ہزاری منصب کوئی گھٹیا منصب تھا جو سیواجی کے شایان شان نہ تھا اس کا فیصلہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ دیکھا جائے دوسرے پنج ہزاری کس پایہ کے امیر اور کس مرتبہ کے درجے تھے۔

(۱) شاہنواز خاں صفوی ایران کے شاہی خاندان سے تھے۔ ان کی ایک بیٹی شہزادہ مراد اور دوسری اورنگ زیب سے بیاہی ہوئی تھی۔ شاہجہان نے انہیں پنج ہزار کا منصب عطا کیا اور اودھ کی صوبہ داری۔

(۲) شائستہ خاں امیر الامرا آصف خان کے بیٹے اور عالمگیر کے ماموں تھے انہیں مدتوں شاہجہان کا دیا ہوا پنج ہزاری منصب حاصل رہا۔ اورنگ زیب نے صوبہ داری دکن کے زمانہ میں ان کے لئے بمشکل ایک ہزار کا اضافہ کر دیا۔

(۳) آصف خاں امیر الامرا نور جہان کے بھائی اور ممتاز محل کے والد تھے شاہجہان کے آٹھویں سال جلوس تک پنج ہزاری ہی رہے اور نویں میں شش ہزاری ہوئے۔

(۴) اسلام خان جہانگیر کے وزیر دیوان اعلیٰ و بخشی ممالک تھے جہانگیر کے چوتھے سن جلوس میں پنج ہزاری ہوئے۔

(۵) اعظم خاں کوکہ عالمگیر کے معتمد امیر اور اودھ کے صوبہ دار منصب پنج ہزاری و پانصدی تھا۔

(۶) شاہجہان کے نامور امیر اور میر بخشی اور صوبہ دار شاہجہان آباد کا منصب پنج ہزاری تھا۔

(۷) فاضل خاں شاہجہان اور عالمگیر دونوں کے وزیر اعظم رہے عالمگیر ان کی قابلیت کا مداح تھا۔ لیکن ان کا منصب پنج ہزاری ہی تھا۔

(۸) خان بہادر مرزا امان اللہ خود نامور سپہ سالار اور شاہجہان کے شہرۂ آفاق سپہ سالار مہابت خاں کے فرزند تھے
شاہجہان کے دربار میں پنج ہزاری منصب رکھتے تھے۔
(۹) خان عالم اخلاص شیخ زمان کے بیٹے اور اورنگ زیب کے معتمد امیر تھے۔ عالمگیر کے بتیسویں سال
جلوس میں انہیں پنج ہزاری منصب نصیب ہوا۔
(۱۰) خود راجہ جے سنگھ فاتح بیوا کو اس فتح سے پہلے پنج ہزاری منصب حاصل تھا۔ اس کارنامہ کی تحسین
ستائش کے طور پر ان کا منصب سات ہزاری کیا گیا۔
(۱۱) اودے پور کے راجے مہاراجے اپنی مسلمہ راجگی کی بنا پر سیواجی سے بہرحال کہیں اونچے تھے۔ لیکن
تین پشتوں تک ان کا منصب پنج ہزاری ہی رہا ہے۔

مرہٹوں اور مغلوں کے معرکے

۱۶۸۲ - ۱۶۸۵ معمولی جھڑپیں۔ مغلوں نے ۱۶۸۴ء میں قلعہ سنگھ گڑھ فتح کر لیا۔
۱۶۸۶ - ۱۶۸۷ گولکنڈہ اور بیجاپور فتح ہوئے۔
۱۶۸۷ مغلوں نے بنگلور اور سلہیر پر قبضہ کر لیا۔
۱۶۸۸ معتبر خان نے پٹہ - کولانگ - ہریش - ترنگلواری - مدن گڑھ - اور مردانت کے
قلعے فتح کر لئے۔
۱۶۸۹ مغلوں نے ترمبک - رائے گڑھ - پنہالہ - پرتاب گڑھ - روہیرا اور تورنہ کے قلعے فتح کر لئے
۱۶۹۰ مرہٹوں نے رستم خان کو گرفتار کر لیا اور پرتاب گڑھ - رائے گڑھ - روہیرا اور
تورنا کے قلعے حاصل کر لئے۔ سنتا نے مغلوں کے ایک قصبہ پر جو ستارا سے ۲۵
میل مشرق کو ہے حملہ کیا اور بری طرح پسپا ہوا۔
۱۶۹۱ جنجی کا محاصرہ شروع ہوا۔
۱۶۸۹ سے ۱۶۹۱ تک مغل جنوب اور مشرق کے علاقہ جات فتح کر رہے تھے۔ رائچور
اور ادونی مشرق میں۔ سیرا اور بنگلور میسور میں۔ کنجیورام اور وندیواش کرناٹک میں

اور جنوب مغرب میں بلگاؤں پر قبضہ ہوا۔

1692 شہزادہ کام بخش کی گرفتاری۔

سنتا اور دھنا جنجی کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں مرہٹے پنہالہ کا قلعہ فتح کر لیتے ہیں۔ مغل قلعہ کا محاصرہ کرتے ہیں۔

جنجی کے سامنے سے محاصرہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔

1693 دھنا پنہالہ کے مغل محاصرین پر حملہ کرتا ہے۔ سنتا جنجی سے واپس آتا ہوا حمید الدین خاں کے ہاتھوں شکست کھاتا ہے۔ معتبر خان شمالی کونکن میں مدگرلھ کا قلعہ فتح کر لیتا ہے۔

1694 ہمت خان سنتا کا تعاقب کرتا ہے۔

1695 چندن واندن کے قلعہ کے قریب مرہٹے شکست کھاتے ہیں اور دھنا کا ایک بیٹا مارا جاتا ہے۔ ڈوڈیری میں مغلوں کو قاسم خاں کی سرکردگی میں پسپائی نصیب ہوتی ہے

1696 مرہٹے بساوا پٹم کا محاصرہ کرتے ہیں۔ ہمت خاں مارا جاتا ہے حمید الدین خاں مرہٹوں کو شکست دیتا اور بساوا پٹم دوبارہ حاصل کر لیتا ہے

1697 سنتا اور دھنا میں باہمی جنگ شروع ہو جاتی ہے اور سنتا مارا جاتا ہے۔

1698 راجہ رام صلح کی درخواست کرتا ہے جنجی فتح ہو جاتا ہے راجہ رام کونکن کو بھاگ جاتا ہے اور تمام مشرقی ساحل اب مغلوں کے قبضہ میں آجاتا ہے۔

1699 ستارا میں راجہ رام کا محاصرہ کیا جاتا ہے وہ سورت کی طرف بھاگتا ہے لیکن اسے احمد نگر کی طرف بھگا دیا جاتا ہے۔ صلح کی درخواست کرتا ہے۔

1700 راجہ رام وفات پا گیا۔ تارا بائی اطاعت کی پیش کش کرتی ہے۔ ستارہ اور پارلی کے قلعہ فتح ہوتے ہیں۔

1701 پنہالہ۔ پاونگڑھ۔ پہاس گڑھ۔ نانڈگیر اور چندن واندن کے قلعے فتح ہوتے ہیں

1702 قلعہ کھیلنا مسخر ہوا

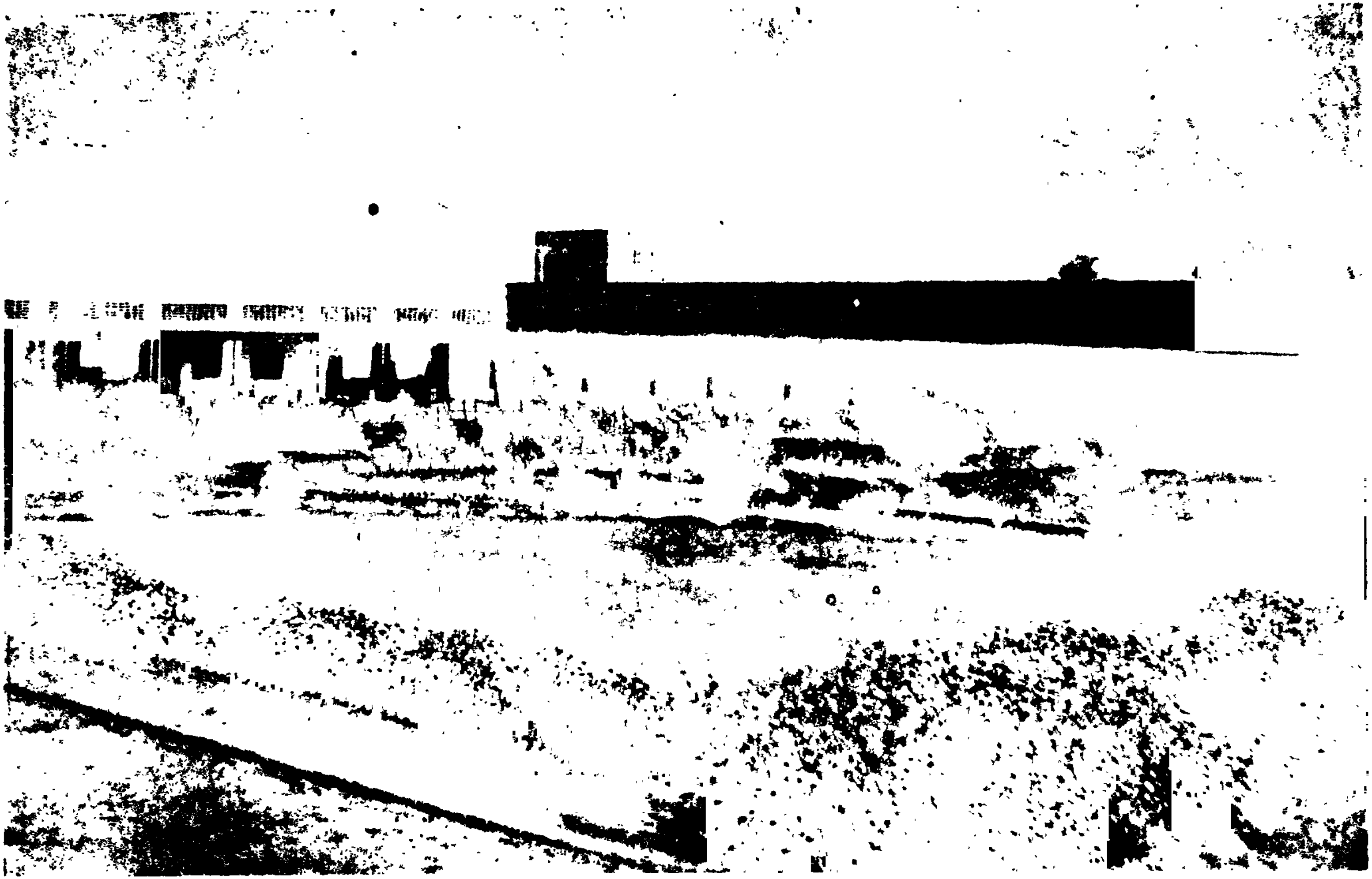
1703 سنگھ گڑھ پر قبضہ ہو گیا۔

١٧٠٤ راے گڑھ اور تورنہ حوالہ ہو جاتے ہیں

١٧٠٥ واگن گیرا بیراڈ کا دار السلطنت مفتوح ہوا۔

١٧٠٦ عالمگیر احمد نگر پہنچ گئے۔

١٧٠٧ بیس فروری کو عالمگیر انتقال فرما گئے۔



عالمگیر ہوسٹل کا ایک منظر

[illegible]زیب محی الدین عالمگیر علیہ الرحمۃ
کا فرمان
والیٔ گولکنڈا کے نام

بتعمیلِ ارشاد:-
جناب شیخ عطاء اللہ ایم اے
پرنسپل اسلامیہ کالج چنیوٹ۔

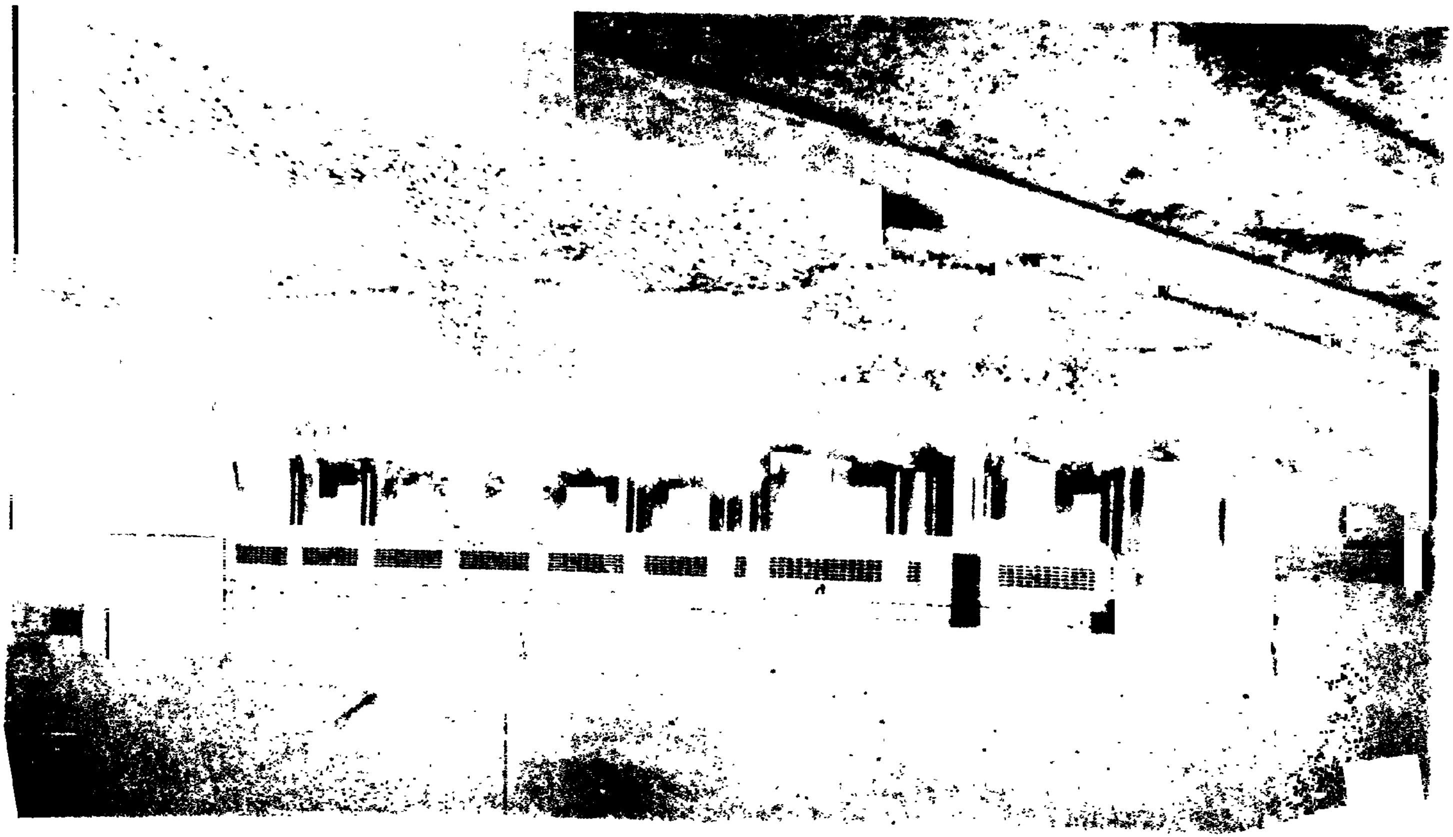
[illegible]

[illegible] باقبال — وہ بزم و رزم میں نورِ نگاہِ اہلِ کمال
[illegible] و پناہ دینِ متین — وہ جن کے ماضی پہ نازاں ہو شانِ استقبال
[illegible] نے ایک دفعہ [illegible] — [illegible] کا حقیقت نگارِ اوج و زوال
[illegible] وہ مرد [illegible] انجام — وہ غرقِ بحرِ معاصی وہ فردِ بد افعال
[illegible] پناہ دنیا پرست — حدِ شمار سے باہر ہیں اس کے بداعمال
[illegible] کا گرچہ ناممکن — مگر ہیں کرتے رقم مختصر ز راہِ مثال
[illegible] فواحش سپرد کی اس نے — متاعِ دولت و اقبال و حشمت و جاہ و جلال
ہیں اس کے ہاتھ سے نالاں مشائخ و سادات — ہیں اس کے شر کا ہدف صالحین نیک خصال
وہ غرقِ بادہ پرستی، وہ مستِ جام و سبو — رواجِ فسق میں کوشاں بانتہائے کمال
اور اس نے کفر کا اسلام کا مٹایا فرق — مٹائیں بندۂ ظالم نے سب حدود و فصال
مدد میں کافرِ حربی کی کچھ کسر نہ رکھی — ہے جس سے مانع کلامِ خدائے جل جلال
اور ہم نے نامہ برانِ ادب شناس کے ہاتھ — ہیں نامہ ہائے نصیحت کیے بہت ارسال
نہ اس کے کان پہ رینگی مگر نہیں جوں تک — عجب ہے اس کا تغافل عجب ہے اس کا خیال
اور اس پہ طرہ کہ بھیجے ہیں ایک لاکھ ہون[1] — بعونِ کافرِ حربی برائے کفر و ضلال
وہ بے نیازِ مکافات و بے نیازِ مآل — ہے مستِ بادۂ غفلت بایں ہمہ اعمال
اور اس عمل پہ بھی سمجھے وہ امیدوارِ نجات — نہ ہے تصورِ باطل زہے خیالِ محال

نہ تھا علاج بجز اٰخر الدواءِ الکی[2]
نہ کوئی چارہ رہا جب کہ بہرِ استیصال

[1] ایک سکہ کا نام

[2] آخری علاج داغ دینا ہے۔



کرد از بس حمایت کفار — بادشاہِ جہاں بر و آشفت
لشکرے بر سر گماشت کہ شد — طاقِ قش طاق و گشت باغم جفت
شد چو عاجز سکندرِ عادل — خاک درگاہ را بمژگاں رفت
سالِ تاریخ از خرد جستم — فتحِ اسکندری مبارک باد!

عالمگیر کا سلوک سنبھا اور ساہو سے

سیواجی کا بیٹا سنبھاجی لٹیروں کا سردار ۔ مسلمانوں کے خون کا پیاسا اور سلطنت کا بڑا دشمن تھا ۔ اور اگر سچ پوچھیے تو ہندوستان کی تاریخ میں ایسے اسلام دشمنی اور مردم آزاری کی بنا پر ایک خاص مقام حاصل ہے سنبھاجی بہت بلند پُر پیچ ۔ دشوار گذار پہاڑ پر ایک قلعہ میں رہتا تھا ۔ اور اُسے یہ خیال تھا کہ فرشتے اور پرندے تو اس بلندی پر پہنچ سکیں تو ماریں ۔ میرے خاص الخاص آدمیوں کے سوائے یہ چڑھائی اور بلندی دو پاؤں والے مغلوں کے بس کا روگ نہیں چنانچہ جب اُسے ہرکاروں نے خبر دی کہ مغل آن پہنچے تو اس نے بخیال خویش ان دروغ گو ہرکاروں کی ناکیں کٹوا دیں لیکن مقرب خاں جس کا کوچ اور کارنامہ تفصیل طلب ہے یا غازی یا شہید کا نعرہ لگاتا ہوا اس آکاس پر پاؤں کے پردوں سے جا پہنچا اور سنبھا کو گویا کان سے پکڑ کر لایا شاہی دربار میں حاضری کے لیے جس جس شہر اور قصبہ سے وہ گزرتا تھا ہندو مسلمان اور مرد عورت بچے بوڑھے سبھی گویا تماشا دیکھنے جمع ہو جاتے تھے ۔ کیونکہ اس کی بداعمالیوں سے ہندو مسلم دونوں نالاں تھے ۔ ڈاکو اور لٹیرا تو وہ تھا ہی اس نے اپنی جائے رہائش کو جہاں ہندو عورتیں چشمے سے پانی بھرنے جانے پر مجبور تھیں اپنی ہوس رانی کا اڈا بنا رکھا تھا ۔ یہاں تک کہ ہندو شریف زادیاں اپنا ناموس بچانے کی خاطر اس علاقہ سے ہجرت کر گئیں ۔ مقرب خان کی ہمت قابل داد ہے ۔ اس کی عوصلہ فرسا اور ہمت شکن مشکلات اور اُس کے ولولہ جہاد کا تذکرہ پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے مسلمان کی ہمت اور عزم راسخ کی جو تصویر ؎ دونیم اُن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی کھینچی تھی ہر اعتبار سے درست تھی ۔ مقرب اس سنبھد کی آسمان پر پہنچا ۔ اور سنبھا کو پورے خاندان کے ساتھ پکڑ لایا ۔ جب شہر بہ شہر تشہیر کے بعد سنبھاجی عالمگیر کے حضور میں پیش ہوا ۔ تو یہ وہ شخص تھا جو اپنے تخت سے ۔۔۔ کا گوشہ

الٹ کر وہیں سجدہ شکر ادا کیا اور دیر تک سربسجود رہنے کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے رکھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل وکرم بے پایاں کے احساس اور وفور مسرت سے اس کی آنکھیں نمناک ہوگئیں۔

اس سلسلہ میں سنبھا کے ساتھی کب کلس کے اطمینان خاطر حاضر دماغی اور بدیہہ گوئی کی داد دینی پڑتی ہے۔ کہ اس نے وہیں ہندی کا ایک شعر کہا اور سنبھا کو سنایا جس میں کہا گیا تھا کہ اے سنبھا تیرا مرتبہ کتنا بڑا ہے کہ تیرے استقبال کے لیے عالمگیر کو بھی تخت سے اترنا پڑا۔ سنبھا کی حاضری اور بدزبانی کی داستان نہایت دلخراش ہے۔ وہ جانتا تھا کہ پہلے ایک دفعہ تو وہ باپ کے ساتھ ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اب مقرب خان کا پنجہ موت کا ہاتھ ہے۔ اس نے نہ صرف بادشاہ کو وہ کچھ کہا جو کوئی شخص سننے کو تیار نہیں ہوتا چہ جائیکہ آج سے تین سو سال پہلے کا ایک مطلق العنان بادشاہ۔ بلکہ سنبھا نے اکے ہاتھ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف بھی دریدہ دہنی سے کام لیا۔ پھر بھی اس دین دار بادشاہ نے اس کافر کو علماء کے فتوے بننے کے بعد اسے یوں جہنم رسید کیا۔ کہ اس کے پھریرے اور سر کی کھال میں بھس بھروا کر دکن میں شہر شہر پھروایا کہ اس علاقہ کے کیفر کردار کو پہنچنے پر عوام یقین کرلے اور اطمینان کا سانس لے۔

سنبھا کا بیٹا ساہو جی، عالمگیر کی قید میں

سنبھا کے ساتھ اس کا پورا خاندان گرفتار ہو کر پیش ہوا۔ سنبھا نے اپنی بدکرداری اور مسلمان آزاری کی سزا پائی لیکن اس کے کمسن بیٹے کے ساتھ وہ فیاضانہ سلوک کیا کہ خود ساہو کا عمل اس کی بے حد شریفانہ داد ہے۔

سات برس کے اس بچے کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا گیا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جسونت سنگھ کے بچے عالمگیر کے ہاتھ پڑھ جاتے تو وہ انھیں ضرور مسلمان کر لیتا۔ ذرا غور فرمائیں۔ عالمگیر کی قید میں ساہو ہی نہ تھا۔ اس کی ماں دو چھوٹے بھائی مدن سنگھ اور ادھو سنگھ بھی تھے۔

حضرت عالمگیر نے اس بچے کو ہفت ہزاری کا منصب عطا کیا۔ اس کی علیحدہ سرکار قائم کرکے دیوان اور بخشی مقرر کیے۔ اس کا خیمہ اپنے خیمہ کے سامنے ایستادہ کروایا کرتے تھے۔ ارباب نظر اس خاندان کے لیے اس لطف و عنایت کے قطعاً خلاف تھے۔ لیکن عالمگیر نے اس خاندان پر خاص توجہ مبذول اور احسان کی تکرار سے ان کے جذبات بغاوت ومخالفت کو ختم کردینا چاہا۔

جب حضرت عالمگیر کو معلوم ہوا کہ ساہو اپنے مذہب کے اصولوں کے مطابق اپنے آپ کو قید میں سمجھتے ہوئے مٹھائیاں اور پھل کھاتا اور اناج کھانے سے انکار کرتا ہے تو حمید الدین خان کو اس سات سال کے لڑکے کے پاس خاطر سے اس کے

ں بھیجا اور اسے کہلوایا کہ راجہ ساہو قید میں نہیں اپنے گھر میں ہے اسے بلاتکلف کھانا کھانا چاہیے۔
کی عمر میں سنہ ۱۱۰۰ھ میں گرفتار
ساہو شاہانہ اور مربیانہ سلوک سے مطمئن تھا وہ سات برس

ساہو کی شادی

ہوا۔ جب سنہ ۱۱۱۵ھ میں اس کی عمر بائیس سال کی ہوئی تو حضرت عالمگیر نے اس کی شادی بہادر جی مرہٹہ کی لڑکی کے ساتھ کرادی اور ایک کھلے ہوئے دشمن خاندان کے اس نوجوان کو جسے حضرت عالمگیر نے اپنی پناہ میں لے لیا تھا شادی کی تقریب پر کمر بند مرصع اور سرپیچ میناکار مالیتی دس ہزار روپیہ مرحمت فرماکر اپنی سرپرستی کا ثبوت دیا۔ ساہو کی شادی سے ایک سال پہلے اسے الماس نگین یاقوت پہونچی طلائی مرصع الماس، پانچ انگوٹھیاں مرصع اور گھوڑا مع ساز طلا عطا ہوا۔

ساہو کی احسان شناسی

عالمگیر کے لطف وکرم اور شاہانہ نوازشات کا نقش ساہو کے دل پر اس طرح قائم ہوچکا تھا کہ وہ انھیں کسی صورت بھلا نہ سکتا تھا اور اس نے اپنے جذبہ احسانمندی کا نہایت شریفانہ عملی اعتراف فرمایا۔ حضرت عالمگیر کی وفات پر اُن کے فرزندوں کی خودغرضیوں سے جو صورت حال پیدا ہوئی اُس میں ساہو جی خود مختار ہوکر اپنے باپ دادا کی گدی پر قبضہ کرنے کے لیے بھاگ نکلا لیکن ان متعصب مسلمان اور باپ دادا کے دشمن کے احسانات اور توجہات کا یہ پاس تھا کہ سب سے پہلے اس نے حضرت عالمگیر ہی کے مزار پر حاضری دی اور محتاجوں کو کھانا کھلوایا اور پھر باپ دادا کے تخت پر یوں جلوہ افروز ہوا کہ حضرت عالمگیر کی طرح پچاس برس اس پر متمکن رہا۔

قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو ساہو نے تو حسن سلوک کو یہاں تک یاد رکھا مگر اس کے باپ سنبھا جی جو توجہات شاہی کا مورد رہا اور جسے سنہ ۱۰۸۵ھ میں شش ہزاری وشش ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا گیا اور اسی لاکھ دام بطور انعام ونقارہ وعلم مرحمت ہوئے تھے۔ احسان فراموشی اور دشمنی کی حیرت انگیز مثال پیش کی اس کی بدکرداری اور مردم آزاری سے نہ ہندو خوش ہوئے نہ مسلمان۔

ہندوؤں کا بہ جبر مسلمان بنانا

کہا جاتا ہے اور بڑے ہی شد و مد سے کہا جاتا ہے کہ عالمگیر نے اپنے عہد میں ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا اور اس کے جذبہ تبلیغ دوستی کی یہ کیفیت تھی کہ جب تک روزانہ سوا من زنار آگ میں جلا نہیں لیتا تھا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ جیتھرا یا زنار وہ تین تار کا وہ دھاگہ ہوتا ہے جو ہر ہندو اپنے گلے میں لٹکائے رہتا ہے اگر ایک تولہ میں دس زنار ہی کا شمار کریں تو ایک چھٹانک میں پچاس زنار ہونگے اور اس طرح سیر بھر میں آٹھ سو، سوا من کے حساب سے روزانہ چالیس ہزار زنار نذر آتش کیے جانے تھے اور نصف صدی میں اس وقت کے کئی ہندوستانیوں کی پوری آبادیاں کئی کئی مرتبہ مشرف بہ اسلام ہو چکی ہوتیں۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ عالمگیر نے اپنی زندگی کے پچیس سال دکن میں گزارے جہاں آج تین سو سال گزرنے پر ہندوؤں کی اکثریت اس قدر زبردست ہے کہ مسلمان آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں نکلے۔ دلی اور آگرہ مغلوں کے دار السلطنت رہے اور حالت یہ ہے کہ مدراس سے لے کر اٹاری تک ہندو اپنی بے پناہ اکثریت کے بل پر ۱۹۴۷ء میں اس ملک میں انگریز کا وارث قرار پایا یہ تو سیدھا سادہ حساب ہے

ہندوؤں کا مشرف بہ اسلام ہونا

انگریز نے ہندوستان پر قبضہ جمایا تو اس کے ساتھ پورے اہتمام سے عیسائی مبلغین کی ایک فوج پہنچی اور ملک کے مختلف حصوں میں پھیل گئی اور اس نے حکومت کے زیر سایہ عیسائیت کی تبلیغ شروع کی، بلکہ اسلام اور ہندو دھرم پر اس قدر رکیک اور دل خراش اتہامات باندھے کہ رعایا بگڑ گئی اور غدر برپا ہو گیا کیونکہ رعایا نے یہی سمجھا کہ ملک بھر کو عیسائی کرلینے کی تیاریاں ہیں۔ انگریز کی حکومت کی ایک صدی کے اندر اندر عیسائیوں کی تعداد کہاں سے کہاں جا پہنچی ہے کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ عیسائیت کے قبول کرنے والوں کی ننانوے فی صد تعداد ہندو دھرم ہی کو چھوڑ کر عیسائی ہوئی۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ پانچ سات سال پہلے ڈاکٹر امید کار نے جو اچھوتوں کے رہنما تھے یہ دھمکی دی کہ وہ اپنے کروڑوں پیروؤں کے ساتھ مسلمان ہو جائینگے۔ کیونکہ ہندوؤں کا سلوک اچھوتوں سے نارواہے کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ اورنگ زیب کی تخت نشینی کے تین سو سال بعد بھی اچھوت بیک وقت لاکھوں کی تعداد میں مسلمان نہیں ہوئے تو ہندو دھرم ترک کر کے بدھ مت میں شامل ہو گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں اکٹھے رہتے ہیں تو ان پر ایک دوسرے کے خیالات
اور عقائد و معتقدات کا اثر پڑتا ہے اور محکوم تو حاکموں کی ہر بات کو برتر سمجھ کر اختیار کر لیتے ہیں۔ ہندوستان کی اسلامی
حکومتوں نے کبھی تبلیغ اسلام کو اپنے فرائض میں شامل نہ سمجھا۔ مگر مسلمان علماء و صلحاء، فقراء اور مبلغین اس ملک میں
باہر سے آتے رہے۔ اور ان کی زندگیوں کا اثر اس ملک میں بھی اسی طرح اسلام کی طرف ایک کشش کی صورت میں
رونما ہوتا رہا جس طرح دوسرے ملکوں میں ہوا۔ تبدیلی مذہب کے اسباب مختلف ہوا کرتے ہیں اور اگر اس ملک
میں کسی نے کبھی کبھار اسلام قبول کر لیا تو اسے تعجب نہ ہونا چاہیے۔ عالمگیر ایک بادشاہ تھے مبلغ اسلام نہ تھے لیکن
ان کے عہد میں اگر کوئی شخص مشرف بہ اسلام ہونا چاہتا تھا تو اسے روکتے نہ تھے بلکہ ہر لمحہ گوئی طرح حلقہ بگوش
اسلام کے اضافہ پر انہیں یقیناً خوشی ہوتی تھی۔ لیکن اس خوشی میں بادشاہت اور جبر و اکراہ کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔

باغی کی سزا

باغی کو کوئی حکومت یا سلطنت گوارا نہیں کرتی اور ایسے باغیوں کو جو جنگ کی منزل تک پہنچ جائیں
کبھی کسی نے معاف نہیں کیا۔ مسلمانوں نے البتہ ابتدا ہی سے یہ اصول رکھا کہ باغیوں کو
کیفر کردار تک پہنچانے سے پیشتر موقع دیا جائے اگر وہ دل سے اسلام قبول کرکے مسلمانوں کے جگری بھائی بند
بن جائیں تو انہیں معاف کر دیا جاتے اور اس دعوت کو آج تک ہزاروں نے برضا و رغبت قبول کیا۔ عہد مغلیہ میں
بھی ایک حد تک یہ رواج قائم تھا۔ اگرچہ شاذ۔ دیکھیے اورنگ زیب ایک ہندو راجہ کی رہائی کی سفارش کرتا ہے
لیکن شاہجہان اس کے اسلام لانے پر مصر ہے۔

راجہ اندرمن کی رہائی کے لئے کوشش

شاہجہان نے راجہ اندرمن کو عدول حکمی کی بنا پر قلعہ اسیر میں
قید کر دیا۔ اورنگ زیب صوبہ داری دکن پر پہنچا تو راجہ نے
اس کی وساطت سے رہائی چاہی۔ اورنگ زیب نے اس کی سفارش کی۔ لیکن شاہجہان نے حکم دیا کہ راجہ کی رہائی اسلام
لے آنے پر موقوف ہے۔ اورنگ زیب نے نواب سعد اللہ خان کو لکھا کہ آپ طریق شائستہ پر اس کی رہائی کی کوشش
فرمادیں۔ اس وقت تک یہ راجہ بیس سال سے قید میں تھا۔ شاہجہان شرط قبول اسلام پر اڑا رہا آخر جب اورنگ زیب
جنگ برادران کے لئے دکن سے روانہ ہوا تو اندرمن کو خود رہائی بخش کر اعلیٰ منصب پر بحال کیا۔

اسلام کے لئے مصیبت

اورنگ زیب متعصب نہ تھا لیکن اس کے قلب و ذہن میں اسلامی میت
ضرور تھی۔ جس کا استعمال وہ ہمیشہ پوری فراست و انصاف سے کرتا تھا
حضور رسالت مآب سے اسے عشق تھا اور ہر مذہب کے شریف پیروؤں کی طرح وہ چاہتا تھا کہ اسلام اور بانی اسلام

کے خلاف کوئی غیر مسلم دیدہ دہنی سے کام لے اور شرفا کا ہر مذہب سے متعلق آج بھی یہی طریق کار ہے۔ لیکن اسلام
ہوتا ہے کہ شاہجہان کے زمانہ میں اسلام کے خلاف ہندوؤں نے وہی رویہ اختیار کر رکھا تھا جو ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان
میں انہوں نے اختیار کیا اور جس کی تلخی مسلمانوں کے قلوب و اذہان میں اس قدر سرایت کر گئی کہ چوبیس برس کے اندر
اندر اس ملک میں ان کا اکٹھا رہنا ناممکن ہو گیا۔ مثال ملاحظہ فرمائیے اور اورنگ زیب کی دلسوزی اور تفکر پر
شاہجہان کے عہد حکومت میں بیارگا ایک ہندو قانونگو چھبیلا نام حضور رسالت مآب

پاسِ ناموسِ رسول

کی شان میں کافرانہ دشنام طرازی کا مرتکب ہوا اور اسے عدالت میں اثباتِ جرم
کے بعد حسب قانون مروجہ قتل کی سزا دی گئی تو وہاں کے اشرار نے یہ دعوے کیا کہ شاتم رسول کو قتل کی سزا دینا
خلاف قانون ہے لہذا سزا دینے والے کے قتل کا حکم صادر ہو ایک وفد شاہجہان کی خدمت میں یہ مطالبے کر رہا نہ
ہوا۔ اورنگ زیب کو خبر ملی تو اس نے سعد اللہ خان کو لکھا اور اپنا نظریہ یوں بیان فرمایا :
"از آنجا کہ سعی در اعلائے مراسم دین مبین افضل المرسلین علیہ الصلوٰت والسلام بر جمیع مسلمین بر قدر مقدور واجب
است و حمایت علمائے اسلام در تنفیذ احکام شرعیہ بر سلاطین و امرا لازم۔ پیداست کہ دریں باب بیشتر از ہمگنان
اہتمام نمودہ باشے استغاثہ آں گروہ ضلال را مسدود خواہند۔ ساخت و ہمگی قصد بر حفظ عرض متکفلان نوامیس دینیہ
خواہند گماشت"
یعنی مراسم دینیہ کا اعلان تمام مسلمانوں پر قدر مقدور واجب ہے اور احکام شرعیہ کی تنفید میں علمائے اسلام کی
حمایت امرا و سلاطین پر لازم ہے۔ اس گمراہ فرقہ کے دعوے کی راہ مسدود کیجئے اور ناموس دین کے محافظین کی
عرض پر توجہ فرماتے رہئے۔

شاہجہان

شاہجہان کے عہد میں ہزاروں ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ راجہ راج سنگھ کچھواہہ کا بیٹا پرشوتم
سنگھ مشرف بہ اسلام ہوا تو اس کا نام سعادت مند رکھا گیا اور اسے معقول انعام دیا گیا۔
تذکرۃ السلاطین چغتائیہ میں لکھا ہے کہ جب شاہجہان کشمیر سے لاہور آ رہا تھا تو جمجر کے راجہ نے شرف باریابی حاصل
کیا اور اپنے چار ہزار پیروؤں سمیت مشرف بہ اسلام ہوا۔

عہد عالمگیری میں اسلام لانے والے

تاریخ عالم نے ان لوگوں کے نام محفوظ رکھے ہیں جنہیں
دورِ عالمگیری میں مشرف بہ اسلام ہونے کا فخر حاصل ہوا
بلاشبہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کسی نہ کسی طریق سے حکومت سے سابقہ رہتا تھا۔

(۱) جب [illegible] جاٹ جس نے عالمگیر کی حکومت کا ڈٹ ڈٹ کر مقابلہ کیا اپنے کیفر کردار کو پہنچا تو اس کا بیٹا مشرف بہ اسلام ہوا فاضل نام پایا اور حفظ قرآنِ کریم کی سعادت و فضیلت سے بہرہ ور ہوا۔ حضرت عالمگیر کو اس کے حفظ پر اس قدر اعتماد تھا کہ فاضل ہی کو حضرتِ عالمگیر سے قرأت و تلاوت کی سماعت کا شرف حاصل ہوتا تھا اور وہ بالعموم حضوری میں موجود رہتا تھا.

(۲) ملا عبداللہ سیالکوٹی کے ایک شاگرد نے ان کے فیض صحبت سے اسلام قبول کیا تو اسے اخلاص کیش کا خطاب عطا فرمایا گیا۔

(۳) رام رائے کے دو بھتیجوں نے اسلام قبول کیا اور سعادت اللہ اور سعد اللہ نام پائے.

(۴) چترمل کا بیٹا بھولا ناتھ حلقہ بگوش اسلام ہوا تو اسے ہدایت کیش کا لقب مرحمت ہوا اور وقائع نگاری کی خدمت پر مامور ہوا۔

(۵) بہار سنگھ کو قبول اسلام پر مرید خاں کا لقب دیا گیا

(۶) گوپال سنگھ چنداون کا بیٹا رتن سنگھ باپ کی جاگیر پر قبضہ کر کے مختار خاں گورنر مالوہ کی کوشش سے مسلمان ہو گیا اس نے اسلام خان نام پایا۔

(۷) راجہ گنڈوانہ جس کے خلاف دو مرتبہ وصولی خراج کے لئے مہم بھیجنی پڑی ۱۰۷۰ھ میں دلیر خاں کے ایما پر اسلام لے آیا۔

(۸) دیوگڑھ کی گدی کے دعوے داروں میں سے ایک نے ۱۰۸۶ھ میں اسلام قبول کیا، مسند راجگی پر بیٹھا اور بلند بخت خطاب پایا۔ کچھ عرصہ بعد وہ برطرف ہوا اور راج پاٹ دیندار کو دیا گیا۔ دیندار نو مسلم کو بھی بغاوت کے جرم میں گدی سے علیحدہ ہونا پڑا۔ راجہ چاندا کا دوسرا بیٹا کان سنگھ مسلمان ہوا اور راجہ نیک نام کہلایا اور اپنے آباؤ اجداد کی گدی حاصل کی۔

یہ چند آدمی تھے جو عہد عالمگیری میں مشرف بہ اسلام ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ بڑے بڑے لوگ تھے اس لئے تاریخ میں ان کے نام آ گئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اورنگ زیب کی کوشش کو ان لوگوں کے قبول اسلام سے کچھ تعلق نہ تھا۔ اگر باقاعدہ اور منظم کوشش ہوتی تو ہمارے مورخین "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کا عنوان قائم کر کے عالمگیر کو اپنے عہد کا سب سے بڑا مجدد و مبلغ قرار دیتے اور اس کی مدح سرائی میں اپنے قلم توڑ دیتے ۔ عالمگیر کو تو اس طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی میسر نہ آئی اس نے البتہ مسلمانوں کو ہندو مندروں میں جا کر کلاوانہ

تعلیم و تربیت حاصل کرنے سے محروم رکھا اور اس کی یہی کوشش ہے جس کی بنیاد پر الزامات و اتہامات کے سیکڑوں محل تعمیر کئے جاتے ہیں۔

ایک لمحہ کے لئے مان لیجئے عالمگیر سا عالم دین اور خدا ترس مسلمان بادشاہ ہندوؤں کو بہ جبر قبول اسلام پر مجبور کرتا تھا۔ آج تین سو برس گزر جانے پر اسے مطعون کیا جا رہا ہے۔ تین ساڑھے تین سو برس پہلے کی جہالت و تعصب کا آج کی روشن خیالی اور رواداری سے کیا مقابلہ کیا ہم آج نہیں دیکھتے کہ ہندوستان کی لادینی حکومت میں مسلمانوں اور سکھوں کو اکثریت کے مذہب میں لے آنے کی کھلم کھلا کوششیں ہو رہی ہیں اور تازہ ترین اطلاع یہ ہے۔ کہ مسئلہ کشمیر کو جو ہندوستان کے گلے کی چھچھوندر بن چکا ہے۔ کشمیری مسلمانوں کو مرتد بنا کر حل کرنے کے اقدامات ہو رہے ہیں۔ عالمگیر تو بھلا ہندوکش تھا ظالم تھا ستمگر تھا اس دور کے نوشیروانوں اور عدم تشدد کے حامیوں اور رواداری کے بانیوں کے پاس ان کے مسلک کا کیا جواب ہے۔

عہدِ عالمگیری کے چند خواب نوادرسوانح اور تاریخیں

ذیل میں عہدِ عالمگیری کے چند خواب درج کئے جاتے ہیں جو تاریخ میں جگہ پا چکے ہیں :

شہزادہ اعظم کی شفایابی :

شہزادہ اعظم سنہ ۱۲۹۳ ہجری میں مرض [illegible] میں مبتلا ہوا۔ ایسے خطرناک مرض کے باوجود ... نے اپنے پاس بلوا کر ... کے ساتھ خود بھی پرہیزی غذائیں کھاتے رہے۔ روزانہ اس کی عیادت کو تشریف لاتے اور اس کی ... کے لئے دعائیں مانگتے ... بیمار کی کیفیت اور شاہزادہ کے حکیم خاص کی ... اور حاذقانہ علاج ... صحت کا اعلان خود شاہزادہ کی زبان سے سنئے۔

"حکیم معصوم خان نے مجھے مرض [illegible] لاحق ہونے سے تین سال پہلے ایک ملاقات ... پیام صراحۃً عرض کیا تھا کہ مجھے آپ کی طبیعت میں ... کے آثار و علامات نظر آتے ہیں ... دفع ہو جائے اور صحت محفوظ رہے ... اور غذا میں احتیاط برتی جائے ایسی چیزوں سے پرہیز کیا جائے جو اس مرض کا باعث ہیں تو کسی طرح کا خطرہ باقی نہ رہے گا۔"

"میں نے حکیم مرحوم کی تشخیص پر توجہ نہ کی اور ان کے انتقال کے دو سال بعد ... میں مبتلا ہوا ... ہر چند حکیم محمد شفیع، حکیم محمد رضا اور حکیم محمد امین ساوجی نے کوشش کی مگر مرض میں شدت پیدا ہوتی گئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ... کا دور چودہ گرہ تک پہنچ کر تنگ ہو گیا اور پاجامہ کے ... میں ایک ... گرہ تک اضافہ کرنا پڑا پر ... تھا۔ پانی کے بجائے عرق کاسنی اور مکو کا استعمال تھا مگر حکما اپنے کو بری ثابت کرنے کے لئے کہتے تھے کہ بادشاہزادہ پرہیز نہیں کرتے ہیں۔ آخر یہ حالت ہوئی کہ تمام اشخاص مایوس ہو کر کمال پہنچنے کا انتظار کرنے لگے بیگم اور محمد بیدار بخت ... اور بخت النسا اور حرم کی چند عورتیں پلنگ کے آس پاس ہالہ کئے ہوئے بیٹھی تھیں۔ میں خواب و بیداری کی حالت میں تھا کہ میرے پاس ایک نورانی بزرگ جن کی ریش مبارک گندمی اور سفید تھی، نظر آئے۔ ان بزرگ نے میرے قریب تشریف لا کر فصیح زبان میں مجھ سے فرمایا : ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ تو

صادق کرو حق تعالیٰ جلد شفا عطا فرمائے گا۔" میں نے عرض کی کہ جس طرح ارشاد ہو توبہ کرلوں۔ انشاء اللہ توبہ شکنی نہ کرونگا۔"
میں نے ان کامل بزرگ کی ہدایت کے مطابق توبہ کی ہو اسی وقت میرے قلب کو اطمینان محسوس ہوا اور وہ بزرگ نظر سے
غائب ہوگئے۔ میں نے بیگم اور دوسرے متعلقین کو اس واقعہ کی اطلاع دے کر صحت کی خوشخبری سنائی۔ اسی وقت مجھے پیشاب کی
حاجت ہوئی اور اس قدر ادرار ہوا کہ ایک مرتبہ میں دو طشت بھر گئے۔ پیشاب کے ہوتے ہی فوراً تخفیف و فرحت کا اثر محسوس ہوا
آفتاب نکلنے تک پانچ بار اسی طرح پیشاب ہوا اور بہت حد تک ورم اتر گیا۔ اکثر اشخاص مجھ سے سوال کرتے تھے کہ جن بزرگ
نے شاہی مطلق کے حکم سے توجہ فرمائی تھی وہ کون تھے؟ میں نے یہی جواب دیا کہ مجھے نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کون تھے ان
کا کیا نام تھا لیکن دوسرے روز اودنی سے جو میرے قیام گاہ سے چالیس کوس پر واقع ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن درویش نے مجھ
کو لکھا کہ آج تین گھڑی رات باقی رہنے پر حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج
میں نے بادشاہ زادہ کو توبہ کی تعلیم کر کے اس کی شفایابی کے لئے حق تعالیٰ سے دعا کی۔ انشاء اللہ جلد شفا ہوگی۔ بہرطرف نذر
کیں۔" شہزادہ کی صحت یابی پر نوکروں نے حسب حیثیت خوب خیرات کی۔ بیگم نے ساٹھ ہزار روپیہ نذر کے طور پر نجف اشرف
اور کربلائے معلی روانہ کیا۔ ایک لاکھ روپیہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور مقامات مقدسہ کے مستحقین کیلئے بادشاہ نے بھیجا۔

میر شکار خواب میں زخمی ہوگیا:

سولھویں سال جلوس میں چوتھی ذیقعدہ کو سیف اللہ مشرف قوش خانہ نے عرض کیا کہ ایک میر شکار نے خواب دیکھا کہ ایک شخص
شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے اس کے مقابلہ کو تیار ہے۔ میر شکار خواب سے بیدار ہوا اور اپنے کو زخمی اور اپنی شمشیر کو برہنہ پایا۔

سنبھا کی گرفتاری:

سنبھا آسمان سے باتیں کرنے والے قلعہ میں محفوظ بیٹھا تھا۔ خلق خدا اس کے مظالم سے تنگ اور شاہی فوج اس کی گرفتاری
سے عاجز تھی۔ ان حالات میں سید فتح محمد جو حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے گلبرگہ شریف سے خدمت شاہی میں حاضر
ہوئے اور عرض کیا کہ "میں نے سنبھاجی کے معاملہ اور اس کی تباہی کے متعلق بارگاہ حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ مبارک پر
مراقبہ کیا۔ عرصہ کے بعد ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ حضرت شاہ اپنے نیک ارادے کے مطابق متبرک مقامات کی زیارت
کیلئے تشریف لے جا رہے ہیں اور اکثر خدام کو اعانت و امداد کے لئے حکم ہوا ہے۔ حضرت نے اس فقیر کو دیکھ کر مجھ سے ارشاد
فرمایا کہ ہماری راہ میں ایک خوک عرصہ سے حائل ہے جس سے نہ صرف مجھ کو بلکہ دیگر مسلمانوں کو بھی ناقابل برداشت تکلیف پہنچ
رہی ہے تم بھی اس ناپاک اور موذی جانور کے ہلاک کرنے میں ہماری امداد کرو۔"
میں خواب سے بیدار ہوا اور مجھ کو یقین آگیا کہ بہت جلد شاہی لشکر مرہٹہ فتنہ پرداز کی سرکوبی کے لئے روانہ ہونے والا ہے

جہانگیر کو خواب میں ارشاد ہو چکا ہے کہ اس کارِ خیر میں شریک ہو۔ لہٰذا اس کام کو انجام دینے کے لئے آستانہ والا پر حاضر ہوا ہوں۔
قبلہ عالم یہ خواب سن کر بے حد مسرور ہوئے۔ خدا کی شان کے قربان جائیے کہ اس واقعہ کے ایک ہی ہفتہ کے اندر
سنبھاجی گرفتار ہو گیا اور قبلہ عالم نے سید محمد کو شاہانہ نوازش سے سرافراز فرما کر واپسی گلبرگہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت عالمگیر موت و حیات کی آخری کشمکش میں گرفتار تھے اور دیکھنے والوں کو نظر آ رہا تھا کہ ہندوستان کا یہ دیندار عالم
اور اولوالعزم تاجدار سفرِ آخرت کے لئے پابرکاب ہے۔ عالمگیر کے واقعہ رحلت سے ایک روز پہلے محمد اخلاص اور عنایت اللہ
خاں ایک ہی مجلس میں بیٹھے پیش آنے والے واقعہ کے تصور سے پریشان و ملول تھے۔ انہوں نے لسان الغیب خواجہ حافظ
شیرازی کا دیوان فال دیکھنے کے لئے کھولا تو یہ غزل برآمد ہوئی:

تا ز میخانہ و مَی نام و نشاں خواہد بود

سرِ من خاکِ رہِ پیرِ مغاں خواہد بود

بر سرِ تربتِ ما چو گذری ہمت خواہ

کہ زیارت گہِ رندانِ جہاں خواہد بود

ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ عالمگیر زندگی کی زحمتوں سے مخلصی پانے والے ہیں چنانچہ جمعہ صبح کو یہ واقعہ پیش آ گیا۔ تعزیت
ملا حمید، قاضی اور دوسرے معلی بھی ان لوگوں سے ملنے آئے اور انہوں نے دیوانِ حافظ کی فال کا ان سے تذکرہ کیا لیکن بہ اس
وہ بھول چکے تھے اور کتابیں سامانِ سفر کے ساتھ بند ہو چکی تھیں۔ رات مخلص خان نے خواب دیکھا کہ یہ بلند دنیا
سب زندہ دار بادشاہ ایک قبر سے نصف قامت برآمد ہو کر کہہ رہا ہے کہ جو شعر تم بھول گئے وہ یہ ہے:

بر سرِ تربتِ ما چو گذری ہمت خواہ

کہ زیارت گہِ رندانِ جہاں خواہد بود

نوادراتِ عہدِ عالمگیری

کمالِ بندوق:
سنہ جلوس میں فخر الدین خاں قراول بیگی نے سرنالی بندوق سے ایک نیل گائے شکار کی جو یہ گلستہ ... ... سے
گز ... گز تین گرہ اونچی تھی۔ اس کی دم لمبائی میں ایک گز ساڑھے تین گرہ تھی۔ آج تک اس ... ایجاد ... ...

کی توجہ سرکار بندوق بنانے کی طرف منعطف نہیں ہوئی اور اس کی شاید ضرورت بھی نہیں کیونکہ اس سے شدید تر سریع الاثر آلات بارود اس زمانہ میں میسر آ گئے ہیں۔

قصبہ بھاوانی زمین میں دھنس گیا:

گیارہویں جلوس میں اچانک زلزلہ آیا کہ قصبہ بھاوانی جو بندر لاہری سے متعلق تھا اپنے تیس ہزار مکانات سمیت زمین میں دھنس کر ناپید ہو گیا۔

اسی سال صوبہ بنگال کے کسی مقام پر پہلے ایک قسم کا غبار بلند ہوا۔ اس کے بعد ایک بلند عمارت خوفناک صورت نمودار ہوئی۔ [illegible] ساعت بعد نظروں سے غائب ہو گئی لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ اس مقام سے آدھ کوس کے فاصلے تک تمام جاندار انسان [illegible] مردہ پائے گئے

تین پاؤں کا آدمی:

امداد خان کلہوڑہ [illegible] کے تین پاؤں تھے کوہستان ٹھٹھہ سے حضور شاہی میں حاضر کیا گیا۔

سفید ہرن:

انیسویں سن جلوس کا واقعہ ہے۔ عالمگیر لاہور سے واپس دارالخلافہ ہو رہے تھے۔ قراولوں نے راستے میں ایک سفید ہرن اختر خانہ میں پیش کیا

بندوق جسے ہاتھی کھینچ سکے:

شائستہ خان نے بنگال سے واپسی پر ایک چھوٹا سا [illegible] پیش خدمت کیا جس میں یہ کہ ایک طرف ہاتھی باندھ دیں اور ایک طرف [illegible] تو ہاتھی تو بندوق کو کھینچ لے جا سکتا تھا لیکن جب [illegible] بندوق کو ہاتھی سمیت کھینچ لے جا سکتا تھا۔

متضاد خاصیتوں کا آئینہ:

شائستہ خان ہی نے ایک آئینہ پیش کیا جس کی خاصیت یہ تھی کہ اس کے سامنے تر چیز رکھا جائے تو خشک ہو جاتا تھا اور خشک چیز آئینہ کے سامنے رکھا جائے تو اس سے پانی ٹپکنے لگتا تھا۔

الوانِ نعمت کا نزول:

حضرت عالمگیر کو معلوم ہوا کہ ایک مقام پر ایک سید نے توکل اختیار کیا اور عبادت میں زندگی بسر کرنا شروع کی تو چند روز کے فاقوں کے بعد جب وہ نڈھال ہو گیا تو مصلے پر اس کی چادر کے نیچے سے چار قاب گرما گرم پلاؤ کے ظاہر ہوئے اور ساتھ روزانہ صبح و شام اس کے ہاں الوانِ نعمت کا نزول شروع ہوا۔ عالمگیر نے تحقیق حال کے لئے اپنے ایک معتمد خاص کو بھیجا جس

نے نہاری نعمت کی تصدیق کی تو عالمگیر نے ان متوکل سید صاحب کے لئے روزینہ مقرر فرمادیا اور جس دن روزینہ پہنچنا شروع ہوا
اسی دن نعمت کا نزول بند ہوگیا۔

تربوز میں مچھلی کی بو سونگھ لی:

جعفر خاں وزیر کی قوتِ شامہ اس قدر تیز تھی کہ ایک دفعہ لوکھن کا تربوز اس کے سامنے رکھا گیا تو اس نے کہا "لوکھن کے تربوز کی سی گلابی رنگت، شادابی اور شیرینی میں نے ہندوستان بھر کے کسی دوسرے مقام کے تربوز میں نہیں پائی لیکن اس میں مچھلی کی بو پائی جاتی ہے" اور حقیقت یہ تھی کہ لوکھن میں تربوز کے کھیت میں مچھلی کی کھاد دی جاتی تھی۔

عہدِ عالم گیر کے سوانح اور تاریخ گوئی

ان تاریخوں کے ساتھ ساتھ ہی عہدِ عالم گیر کے چند دوسرے واقعات کی تاریخیں ملاحظہ فرمالیجئے کہ اب یہ فن بے مہریِ ایام کی بدولت گویا دم توڑ ہی چکا ہے۔

شاہ جہاں کی وفات پر ایک نکتہ سنج نے تو "شاہ جہاں وفات کرد" سے مادہ تاریخ نکالا لیکن اشرف خاں نے تو کمال ہی کر دیا۔ ؎

سال تاریخ فوت شاہ جہاں   رحمی اللہ گفت اشرف خاں

حضرت عالم گیر نے نماز باجماعت ادا کرنے کی غرض سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار کے صرف سے موتی مسجد تعمیر کرائی۔ یہ مسجد پانچ سال میں مکمل ہوئی۔ عاقل خاں نے آیۂ کریمہ (اِنَّ المَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدعُوا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا (تحقیق مسجدیں اللہ ہی کی ہیں، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کر کے مت پکارو) سے بنائے مسجد کی تاریخ نکالی۔

رانائے اودے پور نے عالم گیری افواج کا خوب خوب مقابلہ کیا۔ جب ہار کھائی تو ریاست کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چھپا پھرا۔ اس کی بربادی و تباہی اور اپنے ملک و مکین سے فرار کی تاریخ "رانا رانده شد از ملک و مکین" قرار پائی۔

فتح حیدر آباد پر نعمت خان نے تاریخ فتح نظم کر کے ملاحظۂ عالی میں پیش کی۔

از نصرتِ بادشاہ غازی   گردید دل جہانیاں شاد
آمد بعلم حسابِ تاریخ   شد فتح الجنگ حیدر آباد

عالم گیر محاصرۂ بیجاپور میں دمدمہ کے ملاحظہ کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں دمدمہ کنگرہ قلعہ کے برابر پہنچ چکا ہے محاصرین قلعہ سے برابر تفنگ برسا رہے ہیں۔ بادشاہ پورے اطمینان خاطر سے تخت رواں پر بیٹھا بڑھائے چلا جا رہا ہے میر عبدالکریم نے اپنی تیزیٔ طبع سے تاریخ فتح کا مصرعہ موزوں کیا اور پنسل سے لکھ کر ملاحظہ والا میں گذرانا۔

فتح بیجاپور بزودی می شود

بعد ملاحظہ بادشاہ نے آمین کہی اور قلعہ اسی سال فتح ہو گیا۔ گولکنڈہ کی تہنیت فتح میں عبدالوالی پسر شیخ عبدالصمد نے حسب ذیل رباعی پیش کی۔

اے شاہ جہاں جہاں پناہی کردی   فتح عجب از لطفِ الٰہی کردی !
از مصرع تاریخ شنو مژدہ نو   فتح الباب بے بادشاہی کردی !

میر عبدالکریم نے "فتح قلعہ گولکنڈہ مبارک باد" تاریخ فتح کہی محرم سنہ ۱۰۹۹ھ کو بیجاپور دبا نے طاعون کی لپیٹ میں آگیا

ایک لاکھ کے قریب خلقِ خدا لقمۂ اجل ہو گئی۔ ع

قیامت بود یا شورے وبا بود

اس مرض کا مصرعہ ملوو قرار پایا۔

قلعہ بسنت گڑھ فتح ہوا تو مادہ تاریخ "گرویٔ کفر شکست" قلعہ پرلی جو ابراہیم عادل خان نے تعمیر کرایا تھا۔ بیجاپور سے سیواجی نے چھین لیا۔ جب دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا اس فتح مبین کی تاریخ ھذا نصر اللہ قرار پائی۔

روح اللہ خان میر بخشی کے انتقال کی تاریخ "روح در تن ملک نماند" قرار پائی۔۔ روح اللہ خان امرائے موروثی میں سے ایک صاحب ذوق امید تھا۔ حضرت عالم گیر اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

بہ چہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے

کہ بہ وقتِ جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

سیواجی کا بیٹا اپنے آسمانی قلعہ میں بال بچوں سمیت گرفتار ہوا۔ عنایت اللہ خان دکیل محمد اعظم نے مصرعہ تاریخ کہا۔ ع بازن و فرزند سنبھا شد اسیر

اور سنبھا کے مارے جانے کی تاریخ "کافر بچہ جہنمی رفت" کہی گئی۔

قلعہ کھیلنا بڑی دشواریوں سے اور ایک مدت میں جا کر فتح ہوا۔ سخنوران دربار نے بے شمار تاریخیں کہ کر خدمت عالی میں پیش کیں لیکن سادگی دراستی پسند بادشاہ نے "فتح شد قلعہ کھیلنا" کو کہ ایک بے ساختہ تاریخ ہے شرف قبولیت بخشا۔ اور خود قرآن کریم کھولا تو الحمد للہ الذی سخر لنا ھذا پر نظر پڑی لہذا اس قلعہ کا نام سخرلنا تجویز فرمایا۔

شاہزادہ والاجاہ کو ایک طویل اور خطرناک بیماری سے شفا حاصل ہوئی عالم گیر اسے روزانہ دیکھنے جاتے اسی کے ساتھ پرہیزی کھانا کھاتے اور اس کی شفایابی کے لیے دعائیں مانگتے۔ محمد سالم اسلم نے "شفائے شد دعائے پادشہ بود" سے تاریخ شفا کہی۔

دارا شکوہ کے قتل کی تاریخ۔ عقل پائے ادب گرفت وگفت۔ قتل دارا شکوہ شد تاریخ

سلیم گڑھ میں ایک پل تعمیر ہوا اُس کی تاریخ تعمیر اھدنا الصراط المستقیم سے نکالی گئی۔

سیواجی کے فرار کی تاریخ حافظ ہدایت اللہ نے کہی۔ اِنَّ شانئک ھو الابتر

فتح بیجاپور کی تاریخ مرزا معز الدین موسوی نے کہی۔

کارفرمائے ملک بیجاپور کہ زنقصان ہوش تخش خفت

کرد ازبس حمایت کفار
بادشاه جهان برد آشفت ا
لشکری بر سرش گماشت که شد
طاقتش طاق وگشت باغم جفت
شد چو عاجز سکندر عادل؛
خاک درگاه را بمژگان رفت
سال تاریخ از خرد جستم
فتح اسکندری مبارک باد!

معرکۂ مساجد و منادر

مساجد اور مسلمان عورتیں ہندوؤں کے تصرف میں

اکبر کی بے انتہا ہندو نوازی، اسلام سے بیزاری، مسلمان آزاری اور ہندوانہ رسم و رواج کی ترویج اور اسلام کے مقابلہ میں ایک نئے دین کے قیام نے ایک طرف تو مسلمانوں کو اس کا اور اس کی اسلام دشمن حکومت کا پکا باغی بنا دیا۔ اور دوسری طرف ہندوؤں کو اس کا مداح۔ رشتوں کے ذریعہ دست و بازو اور اس کے ہندوانہ میلان کی وجہ سے اوتار کے درجہ تک پہنچا دیا۔ لیکن ہندوؤں کی باشعور اکثریت دِل سے مسلمانوں کی حکومت کی قدرتاً مخالف ہی رہی۔ یہاں تک کہ اس مغل اعظم کی ہڈیاں جاٹوں نے ایک زمانہ میں قبر سے نکال کر جلا دیں۔

جہانگیر جب عنانِ حکومت جہانگیر ایسے بے فکرے عیش پرست کے ہاتھ میں پہنچی۔ تو اُس مست الست سے ابوالفضل کے قاتل بیر سنگھ بندیلہ کو حُسنِ کارگذاری کے صلہ میں اجازت دی کہ وہ متھرا میں اُس تیس لاکھ کی لاگت سے جو اُس نے ابوالفضل سے چھینا تھا ایک مندر بنا دے۔ چنانچہ اُس زمانہ میں مسلمانوں کے اس روپیہ سے ایک عظیم الشان مندر بنا۔ جس پر ایک مسلمان نے جل کر کہا ع مالِ حرام بود بجائے حرام رفت ——— لیکن مسلمانوں کے دِل سے یہ خلش نہ گئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے اُس زمانہ میں ہی مسلمان عورتوں کو جہاں کہیں موقعہ ہاتھ آگیا اپنے تصرف میں لینا شروع کر دیا تھا لیکن جہانگیر جیسے رنگین مزاج مست الست میں بھی اسلامی عصبیت باقی تھی۔ جب اُسے گجرات کے راجہ کے بیٹے نے باپ کے خلاف یہ اطلاع دی۔ کہ اس نے ایک مسلمان عورت کو گھر میں ڈال رکھا ہے تو جہانگیر نے اُسے وہ سزا دِلوائی کہ دُنیا بھر کی تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتی اور میں اس بھولے بسرے واقعہ کی دردناک یاد تازہ نہیں کرانا چاہتا۔

شاہجہان بادشاہ سیر کرتا ہوا بھمبر پہنچتا ہے

" دریں ولا بعرض مقدس رسید کہ مسلمانانِ ساکن بھمبر از جہالت پیشگی بکفار دختر می دہند و نیز طائفہ می ستانند و مقرر شدہ کہ مسلمانان دختر کافر را بعد از جماعت دفن کنند و کافران دختر مسلمانان را پس از

انقراض حیات بسوزانند۔ فرمان شد کہ ہر کافرے کہ مسلمہ درخانہ او باشد اگر شرف اسلام دریابد زن را بہ عقد مجدد با او بازگذارند۔ واگر از شقاوت و غوایت از ادراک ایں سعادت سر برتابد مومنہ را ازو جدا سازند"۔۔۔۔۔ یعنی ہندو مسلمان ایک دوسرے کو لڑکی دیتے اور لیتے ہیں۔ ہندو مسلمان عورت کو جو اُن کے نکاح میں ہو مرنے پر جلا دیتے ہیں۔ اور مسلمان ہندو عورت کو جو اُن کے نکاح میں ہو دفن کر دیتے ہیں۔ شاہجہان نے حکم دیا کہ جو مسلمان عورتیں ہندوؤں کے قبضہ میں ہیں۔ وہ اُن کے قبضہ سے نکال لی جائیں۔ اور اگر ہندو شوہر سعادتِ اسلام سے مشرف ہو جائے تو بعد تجدید نکاح عورت اُس کے پاس واپس جائے۔ ورنہ ہندو کے قبضہ سے اُسے نکال لیا جائے۔ اس طرح بہت سے ہندو مسلمان ہوگئے۔ قاضی اور معلم سرکار خزانہ شریفہ سے مقرر ہوئے۔ تاکہ ان لوگوں میں احکامِ شریعت جاری کریں اور انہیں آداب عبادت کی تعلیم دیں۔

گجرات میں

بھمبر اور گجرات قریب قریب واقع ہیں۔ جب شاہجہان گجرات پہنچا تو ایک وفد حاضرِ خدمت ہوا۔ "چوں رایات جلال بحوالی گجرات پنجاب رسید جمعے از سادات و مشائخ ازیں قصبہ استغاثہ نمودند کہ برخے از کفار نابکار حرائر و امائے مومنہ را در تصرف دارند و چندے ازیناں مساجد بہ تعدی در عمارات خود در آوردہ۔ بنا بریں شیخ محمود گجراتی کہ از رسمے دانش بہرہ در است و داروغگی مردم جدید الاسلام بدو متقرر، رخصت یافت" بعد از ثبوت نسائے مسلمہ را از تصرف کفار برآرد و مساجد و عماراتِ آں ملاعین جدا سازد۔ او مطابق حکم بعمل آوردہ ہفتاد زمرہ و جاریہ مومنہ را از تصرف کفرہ فجرہ برآوردہ و ہر جاکہ مسجد در زیر عمارات ہنود آمدہ بود بعد از تحقیق آں را افراز نمود۔ و زرے از آنہا بطریق جرمانہ گرفتہ بدستور سابق مسجد ساخت۔ . . . بت خانہائے منہدم گردید و بجائے آں مساجد بنا یافت"۔

یعنی ۔۔۔ گجرات میں آن کر معلوم ہوا کہ کافروں نے مسلمان عورتوں کو اپنے تصرف میں رکھا ہوا اور مسجدوں کو اپنی عمارتوں میں شامل کر لیا ہے۔ شیخ محمود گجراتی کو حکم ہوا کہ وہ بعد ثبوت مسلمان عورتوں کو ہندوؤں کے تصرف سے نکالے۔ اور اس طرح اُس نے ستر عورتوں کو ہندوؤں کے تصرف سے نکالا۔ اور جہاں کہیں ہندوؤں نے مسجدوں کو اپنی عمارتوں میں شامل کر لیا تھا انہیں ہندوؤں کے قبضے سے نکالا۔ اور ان سے جرمانہ وصول کر کے انہیں بدستور سابق مسجدیں بنا دیا۔ اس طرح بہت سے بُت خانے گرائے گئے اور اُن کی جگہ مسجدیں بنائی گئیں۔ علی عادل شاہ نے نظام شاہ کے خلاف راجہ بیجا نگر سے امداد طلب کی۔ تو شاید اس امر کے قوی اندیشہ کے پیش نظر اُسے تاکید کی کہ مساجد کا احترام کیا جائے اور شہری آبادی کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے لیکن راجہ نے احمد نگر پہنچتے ہی مساجد پر قبضہ کیا۔ اور اُن میں جشن

عیش وعشرت ہوگئے۔ اور ناچ اور مجرے شروع کرائے۔

مسلمانوں کی تعداد کی قلت، شخصی حکومت کی بے توجہی، ہندو راجوں اور رئیسوں کی سینہ زوری، شورہ پشتی دوسرے ایسے اسباب کی بنا پر جو نہ تاریخ میں درج ہیں۔ اور نہ جن کی طرف آج ذہن منتقل ہو سکتا ہے۔ حالت یہ ہوگئی تھی کہ مساجد کی بے حرمتی تو درکنار ہندوؤں نے مسلمان عورتوں کو لونڈیاں اور باندیاں بنا رکھا تھا۔ بلاشبہ عالم انسانیت کے لئے اس سے بڑی ندامت وسیاہ بختی کا کوئی مقام نہیں کہ کوئی قوم حکومت؛ سلطنت کی ترنگ یا مقامی زور و قوت کے نشہ میں اپنی رعایا یا غیر قوم کی بہو بیٹیوں کی آبرو ریزی کے درپے ہو اور اُن کے معابد کی بے حرمتی کی مرتکب ہو۔

ایک اور شہادت

بقول گنج رشدی ——— "دلی غازی پور سے چار میل کے فاصلہ پہ ایک تالاب پر پہنچے اور دیکھا کہ تالاب پانی سے بھرا پڑا ہے۔ اُس کے کنارے ایک مسجد کی ایک محراب کھڑی ہے۔ جس پر اللہ لکھا ہے اور ہندوؤں نے اس پر تیل اور سیندور چھڑک رکھا ہے۔ دلی نے مسجد کا صحن دھویا اور نماز ادا کی۔

عالمگیر کے عہد میں نماز جمعہ کی ممانعت

کیا یہ مقام حیرت نہیں کہ مسلمانوں کے دور اقتدار میں سلطنت کے ایک اہم مقام اور ایک بڑے شہر میں مسلمان نماز جمعہ نہیں ادا کر سکتے تھے۔ مندروں کے اس ڈھانے والے عالمگیر کے فرمان کی شہادت ملاحظہ فرمائیے۔

"احمد نگر میں شہر کے دروازہ کے قریب ایک جامع مسجد ہے ..... ایک سال ہوتا ہے کولیوں نے وہاں مسلمانوں کو نماز جمعہ ادا نہیں کرنے دی۔ دیکھو کہ مسلمانوں سے کوئی تعرض نہ کرے۔"

جب پارلی اور ستارہ کے قلعے فتح ہوئے تو دیکھا گیا کہ قلعوں کے اندر کی مسجدیں مرہٹوں نے منہدم کر دی ہوئی تھیں اُن کی مرمت کا حکم عالمگیر ہی نے دیا۔ بروایت آداب عالمگیری اورنگ زیب نے لکھا

"تب مجھے آگرہ کی طرف پہنچ کر پہلی لڑائی اُن بدبخت کافروں سے کرنی پڑی جنہوں نے مسجدیں ڈھا کر اُن کی جگہ بت کدے بنائے تھے"۔ عالمگیر اور مسلمان مورخوں کو چھوڑیئے ایک فقیر بے نوا کی شہادت سُن لیجئے اور یہ واضح تر اور معتبر ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی کی شہادت

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے مسلمانوں کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے:-

"ہندو لوگ بلاتکلف مسجدوں کو گرا کر اپنے معبد اور مندر تعمیر کرا رہے ہیں۔ اور مسلمان اپنے اسلامی

اعمال اور عبادات کی بجا آوری سے عاجز و قاصر ہیں۔

خان اعظم کے نام ایک دُوسرے مکتوب میں مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

"اسلام کی غربت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ہندو لوگ اب علانیہ اسلام پر طعن کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی توہین میں کوتاہی نہیں کرتے۔ اس نازک وقت میں آپ کا دم غنیمت ہے۔ قولی جہاد سے باز نہ رہیں۔"

دفتر اوّل میں ایک مکتوب لالہ بیگ کے نام ہے اس میں ارشاد ہوتا ہے۔

"تخمیناً سو برس سے ایسی غربت اسلام پر چھائی ہے کہ ہندو لوگ مسلمانوں کے شہروں میں صرف یہی نہیں کہ احکام کفر جاری کرنے پر قانع ہوں بلکہ وُہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلام بالکل مٹ جائے۔ اور اہل اسلام کا اثر کچھ بھی باقی نہ رہے۔ اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ جو شخص شعائر اسلام بجا لاتا ہے وُہ متوجب قتل قرار دیا جاتا ہے۔"

برہان پور کے مشائخ کا محضر

سیوا جی کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا سمبھا جی جانشین ہُوا۔ اُس نے بُرہان پور پر حملہ کیا۔ اُسے خوب لُوٹا اور شہر میں آگ لگا دی۔ علماء و مشائخ نے حضرت عالمگیر کی خدمت میں ایک محضر تیار کرکے بھیجا کہ یہ ملک اب دارالحرب ہوگیا ہے یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں رہی۔ دارالسلام کا دارالحرب بن جانا بھلا عالمگیر کو کیونکر گوارا ہو سکتا تھا۔ سب کام چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اور پچیس سن جلوس میں دکن کا رُخ کیا اور ایسا کہ پھر وہاں سے زندہ نہ لوٹا۔ لیکن اس نے مرنے سے پہلے جنوبی ہندوستان کو دارالسلام بنا دیا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل نہ کیا۔ اور اُس کے ترکہ کو سنبھال نہ سکے۔

یہ مندر کیوں بچ گئے

جینیوں کا ایک مندر لال قلعہ دہلی کے لاہوری دروازہ کے قریب شاہجہان کے زمانہ میں تعمیر ہُوا۔ یہ مندر آج بھی قائم ہے۔ کیا عالمگیر کی نظر سے یہ مندر پوشیدہ رہا۔ عالمگیر کی ہندو دُشمنی اور مندروں کی بربادی کا نزلہ اس مندر پر کیوں نہ گرا ـــــ قلعہ رہتاس میں جو شیر شاہ کے عہد سے سلطنت مغلیہ کے خاتمہ تک مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اور جہاں ہمیشہ شاہی فوجدار موجود رہا عالمگیر نے ایک مسجد بھی بنوائی لیکن مندر اپنی پوری شان سے مسجد عالمگیری کے کندھے سے کندھا بھڑا رہا ہے۔ حیدر آباد میں ایلورہ کے غاروں میں مندر اور مورتیاں تو گویا پچیس سال تک اورنگزیب کی بغل میں موجود تھیں انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ کیا عالمگیر کے تبرداروں کی کمی تھی یا بارُود کی قلت تھی ـــــ الہ آباد میں اکبر کے زمانہ کا تعمیر کیا ہُوا قلعہ لب دریائے جمنا آج تک موجود

تھے۔ اُس کے تہ خانہ کے اندر آج بھی مندر اور مورتیاں موجود ہیں کیا یہ قلعہ عالمگیر کی سلطنت سے باہر تھا۔
عالمگیر کے عہد کے سفرنامے اور تاریخی حالات پڑھیئے تو معلوم ہوگا کہ ملک بھر میں کثیر تعداد میں مندر ہر علاقے میں موجود تھے۔ کیا ملک میں آج چار سو سال پہلے کے تعمیر کئے گئے مندر کہیں نظر نہیں آتے ؟

بنارس کے برہمنوں کے حقوق کا تحفظ

حضرت عالمگیر ایک وسیع و عریض سلطنت کے فرمانروا اور ایک نیک دل حاکم تھے۔ آنا ضرور جانتے ہوں گے کہ اسلام غیر دل کے معابد کے احترام کا حکم دیتا ہے آنا بھی ضرور انہیں معلوم ہوگا کہ مندر اور بُت خانے ڈھانے سے ملک میں ایک ہیجان پیدا ہوگا۔ اور ہندو بھڑکیں گے اور مٹھی بھر مسلمان گھن کی طرح پس جائیں گے۔ اور اسلامی سلطنت خواب و خیال ہو جائے گی۔ پھر وہ ان اقدامات پر کیونکر آمادہ ہو سکتے تھے۔ آئیے پہلے اُس اصول کو پرکھ لیں جو حضرت عالمگیر نے مندروں اور بُت خانوں سے متعلق ابتدا رکار سے پیشِ نظر رکھا۔ ۱۰۶۹ھ میں ابوالحسن ناظم بنارس کے نام ایک فرمان جاری ہوا جو انہی صفحات میں کسی دوسری جگہ درج ہے جس میں یہ فرمایا گیا۔

"شریعت غرا کے مقدس قانون کے مطابق نئے مندر نہیں بنائے جا سکتے مگر پرانے مندروں کو توڑا بھی نہیں جا سکتا۔"

یہ اصول یا فیصلہ جو شریعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے درست ہو یا غلط اس قدر قطعی ہے کہ اس پر عملدرآمد عالمگیر سے مدتوں پہلے ہوتا چلا آتا تھا اور بظاہر ہندوستان کے علماء نے ان بادشاہوں کے روبرو شریعت کو اسی طرح پیش کیا ہوگا۔ اس اصول سے اس قدر ضرور واضح ہوا کہ پرانے مندر توڑے نہیں جا سکتے۔ اب اس فرمان کے باقی حصے ملاحظہ فرمایئے اور دیکھیئے کہ پروہتوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے کیا حکم دیا جا رہا ہے۔

"ہمارے گوش گذار یہ خبر ہوئی ہے کہ بعض عمال ازراہ جبر و تعدی قصبہ بنارس اور اس کے آس پاس کے دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیم بُت خانوں کے پروہت ہیں تشدد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو اُن کی پروہتی سے الگ کر دیں جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ بیچارے پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے تم (ابوالحسن) کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص تمہارے علاقے کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے اور اُن کی تشویش کا باعث نہ ہو۔ تاکہ یہ جماعت بدستور سابق

اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے منصب پر قائم رہ کر اطمینانِ قلب کے ساتھ ہماری دولتِ خداداد کے حق میں مصروفِ دُعا رہے۔ اس باب میں تاکید جانو۔ ۵ ارجمادی الثانی ۱۰۶۹ھ"

کون کون سے بُت خانے توڑے گئے اور کیوں!

بُت خانوں کے گروانے کا الزام محض عالمگیر پر ہی عائد نہیں کیا جا سکتا۔ منصف مزاج اور مرنجاں مرنج شاہجہان کا حکم بھی سُن لیجئے۔ پادشاہ نامہ میں مذکور ہے۔

"چوں پیشتر بہ عرضِ اقدس رسیدہ بود کہ در ایامِ دولت حضرت جنّت مکانی (جہانگیر) در بنارس کہ منشائے کفر وضلال در بہائے زرو مال است بت خانہ بسیار احداث یافتہ ناتمام ماندہ است۔ وبرخے از متمولان کفر دنخبر می خواہند کہ بہ اتمام رسانند شہنشاہ دیں پناہ حکم فرمودند کہ چہ بنارس وچہ دیگر محال ممالک محروسہ ہر جا بت خانہ احداث یافتہ باشد آں را بہانما زند۔ دریں ولا عرضداشت وقائع نگار صوبہ الہ آباد معروض گشت کہ ہفتا دوشش بت خانہ درخطہ بنارس بہ خاک برابر گردیدہ"

یعنے شاہجہان نے حکم دے دیا کہ جو بُت خانے بلا اجازت تعمیر کئے گئے ہیں۔ ڈھا دیئے جائیں۔ اور اس طرح خطۂ بنارس میں ۷۶ بُت خانے زمین کے برابر کر دیئے گئے وجہ صرف اس قدر تھی کہ یہ بُت خانے جہانگیر کے زمانے میں بلا اجازت تعمیر ہوئے اور تکمیل کو نہ پہنچے تھے اور اب اہلِ ثروت شاہجہان کے زمانے میں انہیں مکمل کرنا چاہتے تھے۔

متھرا کے مندر

بعض علاقے اور قومیں خاص خاص خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں معلوم ہوتا ہے متھرا کا علاقہ بھی اپنا ایک خاص مذاق و مزاج رکھتا تھا۔ سلطان محمود کے حملات کی زد میں آن کر ان لوگوں کو مسلمانوں سے کچھ چڑ سی ہو گئی تھی۔ سُلطان سکندر لودھی کے لشکر پہ حملہ آور ہو گئے تو سلطان نے وہ سزا دی کہ شہر ویران ہو گیا۔ اور باشندے ہجرت کر گئے لیکن جب اکبرِ اعظم بندرابن گئے اور انہیں تجلیاتِ الٰہی کا مشاہدہ ہوا تو انہوں نے بندرابن اور متھرا میں مندر بنائے جانے کا حکم دیا۔ جہانگیر کے عہد میں نرسنگھ دیو بندیلہ نے ابوالفضل سے لوٹے ہوئے روپیہ سے مندر بنوایا۔ اور یہ روپیہ تمام تر ابوالفضل ہی کا نہ تھا حکومت کا مال بھی اس میں شامل تھا۔ شاہجہان کے زمانہ میں متھرا والوں نے سرکشی اختیار کی اور جو عامل مامور ہوتا ناکامی و ذلّت کے ساتھ واپس آتا۔ یہاں تک کہ وہاں کی ملازمت سے امیر جی چرانے لگے ۔۔۔ عالمگیر کے عہد میں بھی متھرا والوں کی شوخیاں برقرار رہیں۔ جب سید النبی متھرا کی فوجداری پر مامور ہوتے تو گوکلا جاٹ بغاوت کا سرغنہ بنا۔ سید عبدالنبی خان کی بنائی ہوئی مسجد کی بے حُرمتی کی گئی۔ اور مسلمانوں پر خوب ہی ہاتھ صاف کئے گئے۔ حتیٰ کہ بیچارے فوجدار بھی قتل ہوئے۔ اس کے بعد

عالمگیر نے صف شکن خاں کو بھیجا۔ وہ واپس بلائے گئے اور اُن کی جگہ حسن علی خاں پسر اللہ وردی خاں فوجدار متھرا مقرر ہوئے۔ گوکلا جاٹ جیسے فوجداروں کی مسلسل ناکامیوں اور حکومت کی مصلحت اندیشیوں نے دلیر کر دیا تھا وہ اُٹھا اور اللہ وردی خان سے ٹکر لی۔ باقاعدہ بغاوت اور لڑائی میں گرفتار ہو کر اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا۔ یہاں بغاوت کا حلقہ ضلع آگرہ تک پھیل گیا تھا۔ اور عالمگیر کو خود متھرا جانا پڑا۔ اور جب بادشاہ نے نرسنگھ دیو بندیلہ کے مندر کے حالات سے آگاہی پائی تو اس کے انہدام کا حکم دیا۔ مندروں کا انہدام بجائے خود ایک پورا مضمون ہے۔ اور ہر ایک مندر کے متعلق جو ڈھایا گیا اس باب کی تحقیقات کی ضرورت ہے۔

مندروں کو سیاسی حیثیت بھی حاصل رہی ہے وہاں باغی پناہ گزیں ہوتے رہے۔ اور انہیں قلعوں کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے اور مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دلوں میں باہمی کدورت کا جذبہ بعد میں پیدا ہوا پہلے مندروں اور مسجدوں کے ڈھانے کا مقصد شاید خانۂ خدا کو خراب کرنے کی نیت سے کیا جاتا تھا۔ اِس امر کا غالباً امتحان مقصود تھا کہ کس کا خدا زندہ اور قوی ہے اور اپنے گھر کو بچاتا ہے۔ یہ تو آج سے چار سو سال پہلے کے قصے ہیں۔ سومنات کی تعمیرِ جدید، کابل سے اس کے دروازوں کی واپسی، اور آج ۱۹۸۹ء میں بنارس میں مسجدوں کو دوبارہ مندر بنانے کی مہم سرگرمی سے چلائے جانے کا اعلان کونسی ذہنیت کی غمازی کرتا ہے۔ پاکستان میں مسجد شہید گنج کی شہادت پر قیامِ پاکستان سے چند سال پہلے مسلمانوں نے کیا کچھ ہنگامہ بجا طور پر برپا نہیں کیا تھا۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے انگریز نے مسجد کو مسمار کرا کر گوردوارہ میں تبدیل کر دیا۔ لیکن ماسٹر تارا سنگھ نے آن کر دیکھ لیا کہ وہ گوردوارہ صحیح و سالم موجود ہے۔ قوموں کو پُرانی دلخراش یادیں تازہ کر کے آباؤ اجداد کا انتقام موجودہ نسلوں سے نہیں لینا اور اسے موجودہ اور آیندہ کے لئے مستقل تلخی کی بنا نہیں بنانا چاہئے۔

عالمگیر کی دعائیں تمنائیں

اور

اوراد و وظائف

ایں نیازمند درگاہِ بے نیاز ہمیشہ ایں آیۂ کریمہ

اللّٰھم فاطر السموٰت والارض انت ولیّ فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین

وِرد وارد

اللّٰھم ارزقنا خیراً

اللّٰھم اصلح امۃ محمد وارحم امۃ محمد صلی اللہ علیہ والہٖ والاول والاخر والسلام

استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ

اللّٰھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

اعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

نعم المولٰی ونعم الوکیل

قبرِ عالمگیر اورنگ زیبؒ پر

(سیّد ہاشمی فریدآبادی)

ان اشعارِ تابدار کی کہانی خود جناب شاعر کی زبانی سُن لیجئے۔ الحمدللہ البصیہ کی بدولت قریباً نصف صدی کے بعد یہ جواہر اپنی پوری تابانی کے ساتھ دوبارہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہے ہیں۔

مکرمی عطاء اللہ صاحب . . آپ کی فرمائش پڑھ کر کسی قدر حیرت ہوئی کیونکہ یہ نظم کوئی ۴۶ برس پہلے جرتے لکھی تھی۔ نوجوانی، نومشقی تھی۔ شاعری تو کیا ہوتی البتہ تاثرات بولی تھے۔ شاید اسی لئے پسند کی گئی۔ مولانا محمد علی مرحوم نے اپنے اخبار "ہمدرد" دہلی میں اسے تعریفی الفاظ کے ساتھ چھاپا تھا۔ آج ایک زمانہ کے بعد آپ نے اسے یاد فرمایا۔ وہ اتّفاق سے میرے پاس نہیں ایک بیاض میں لکھی ہوئی مل گئی۔ لہٰذا امتثالِ فرمائش میں کسی عذر کی گنجائش ہی نہ رہی۔ الگ کاغذ پر نقل کر کے ارسالِ خدمت کرتا ہوں۔

خاکسار: سیّد ہاشم (فریدآبادی)

زندوں کے جگر ہلتے ہیں جبروت ہے تیری
کس درجہ ترا رعب ہے اے خاک کی ڈھیری

زوّار کی آنکھوں میں یہ دیکھی تیری تاثیر
اک سوئے ہوئے شیر کی پھرنے لگی تصویر

وہ شاہ بزرگ اور زمین چند ورع کی
بس اس کا یہی ترکہ ہے اے مادرِ گیتی

وہ جسم کہ یک سرِ سِس زمین پر نہ سمایا
اور نصف صدی تو بھی رہی اس کی رعایا
آج اس سے تجھے ننگ ہے اے قدر فراموش
یا ننگ ہے ملنے کی خوشی میں تری آغوش

سناٹا ہے عالم میں خموشی ہے فضا میں
اک جبرت قاہر کا تسلط ہے ہوا میں

ہاں کچھ متحرک ہے تو وہ مول سری ہے
جو قبر پہ آنچل سے کیے چھاؤں کھڑی ہے

اُس سر کی قسم ہے مجھے اے زیب دو تاج
جو گرسنہ کیڑوں کی ہے ناباب غذا آج
ہر چند ترے ڈھیر پہ مٹی کے کھڑا ہوں
میں اب بھی تری شانِ شہی دیکھ رہا ہوں

نوشتہ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء — اورنگ آباد (دکن) — سید ہاشمی فریدآبادی

جواہر پارے یعنی نمونہ انشا عالمگیر

عالمگیر صرف شہنشاہ و سپہدار و فقیر ہی نہ تھا۔ اقلیم انشا کی شہریاری کا تاج مرصع اس کے سر سے زینت پاکر جگمگا اٹھا اور قلم نے ہاتھ میں لیتے ہی اس کی انگلیاں گل پاشی اور جواہر ریزی شروع کر دیتی تھیں۔ کاغذ کا دامن تنگ اور عالمگیر کی قلمکاریوں کا حسن بیرون از شمار ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے کچھ نمونے پیش کیے جاتے ہیں محمد معظم بہادر شاہ کو نظر بندی کے تسبیح خانہ میں طلب فرمایا ہے۔ اس نے ہر ارشاد پر دل و جان سے لبیک کہا ہے۔ اس پر ارشاد ہوتا ہے۔ "تسبیح خانہ بجانے چاہ یوسف شدہ است بجاہ یوسف خواہد رسید" سادات سے محبت و عقیدت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

"محبت با سادات بنیع اند۔ ہات جزو ایمان است بلکہ عین عرفان۔ و عداوت بہ ایں فرقہ مستوجب دخول نیران و سخط حضرت رحمان۔

شاہزادہ محمد معظم کو لکھتے ہیں "فرزند شہزہ عزیز سے معلوم شد کہ چیرہ زعفرانی بر سر و جامہ پلوانی در بر در دیوان می نشیند۔ سان شریف چہل و کشمش لازم بہ ایں ریش و فش"

فرزند عالی جاہ کو لکھتے ہیں۔

"اگرچہ آں فرزند جواں مشتاق پدر پیر نیست۔ اما پدر پیر مشتاق پسر جوان است"

پسر ناظر دیوان خانہ آں فرزند عالی جاہ در نقار خانہ قماری بازد۔ حیف صد حیف۔ باوصف دعوے جہاں بانی ایں ہمہ غفلت و نسیانی۔

اپنی جائے پیدائش کے متعلق ایک بیٹے کو لکھتے ہیں: قصبہ دوحد از مضافات صوبہ گجرات مولد ایں عاصی پر معاصی است۔ رعایت "سکنہ آنجا واجب داند۔ فرزند عالی جاہ کو لکھتے ہیں" ہنوز استخوان شجاعت خاں محمد بیگ بوسیدہ و حقوق خدمت او محونہ گردیدہ۔ ورثہ او ہمیں دو داماد و یک متبنٰی اند۔ بہ اندک تقصیر کہ صدق و بطلان آں العلم عند اللہ چرا از ناں می اندازند۔ دیکھئے جو کچھ عالمگیر کہنا چاہتے ہیں اور جس طرح وہ کہا گیا ہے اس سے بہتر حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ اچھے آدمیوں کی قلت کے ماتم میں فرمایا جا رہا ہے۔

سوم ہوشیار۔ امانت دار، آباداں کار کمیاب۔ اس فقرہ میں سعدی کا رنگ جھلکتا اور دو مندرجہ ذیل فقروں میں تو اسلوب بیان اور انداز زبان سعدی کے ہم پلہ نظر آتا ہے: اشقیا از چہار کونڈہ تا قادر آباد بتواتر رہ می زنند و مسافراں کمتر راہ بہ سلامت طے می کنند۔ فرزند عالی جاہ کو لکھتے ہیں: "گلشن رواں نام اسب پھلواری کہ آں عالی جاہ برائے سواری ما فرستادہ اند بسیار پسند کردیم۔ خرامش بہ ایال و جمال ہمہ صفات فرست دارد" ایک شخص کی موت پر تحسین و ستائش کے کلمات ملاحظہ فرمایئے۔ فرزند عالی جاہ۔ فاضل خان میر ہادی شما در گزشت۔ دل بہ درد آمد۔ پیر را زدار سربراہ کار خوش اعمال بود۔ عملہ تحاویل را سر حساب می داشت و خانہ ایں بے سروسامان را از میر سامانی خود روشن مے ساخت۔ کسی نے بد دیانتی کی تعریف اور وضاحت کی ہے۔ اپنے الفاظ میں فرماتے ہیں "بے دیانتی مخصوص بہ اخذ و جبر مال نیست، راستی را بخلاف و خلاف را بہ راست وا نمودن عین خیانت است، ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ ملک بے سیاست نمی ماند ریاست بے ریاست راست نمی آید"

فرزند زادۂ عظیم نے عرض کیا ہے کہ تاڑی کے درخت اگائے جائیں تو خوب منافع حاصل ہو سکتا ہے۔ اسے لکھا جاتا ہے اس رقعہ میں زبان کی شگفتگی و سلاست کے ساتھ مطالب کی بلندی اور مذہبی عقیدت کو ملحوظ رکھیئے۔ فرماتے ہیں: معنی ایں محال مفہوم نمی شود کہ کدام مفتی سفت خور رفتہ اے اوداد۔ ایں قسم اصلاح اندیشاں خان و مان برانداز را دشمن جانی و مالی و بدخواہ حالی و آبی دانند شکر نعمت حق سبحانہ تعالیٰ بجا آرند کہ سہ صوبہ زرخیز و زرریز و ہمہ چیز ارزاں و فراواں عطا کردہ۔ رعیت پروری را سرمایہ دولت دینوی و آخروی شمارند"

حضرت عالمگیر پچاسویں سن جلوس کو مہمات دکن کو پوری طرح انجام دے کر احمد نگر تشریف لائے۔ اور خاتمہ سفر کا اعلان فرما دیا۔ منصور خاں نے عرضداشت گزرانی کہ جہاں پناہ ان کے صوبہ میں تشریف آوری سے اس کی اور صوبے کی عزت افزائی فرمائیں۔ عالمگیر نے خاتمہ سفر کا اعلان کر دیا تھا اور اس کی مومنانہ فراست کو زندگی کے سفر کا خاتمہ بھی نظر آ رہا تھا۔ جواب میں ارشاد ہوا۔

در لحد خاک کشادہ است بغل بہر طلب
خواجہ از بیخبری رنگ سرای ریزد
زود باشد کہ دریں غفلت و حرص و طلبش
استخوانہاش جدا۔ گوشت جدا می ریزد

بیٹے نے سید سعید اللہ درویش کی سفارش پر اعتبار خان کے لئے معافی چاہی تو لکھا کہ اس سید درویش کو

کہ بیدل نے اسی صورت سے متعلق لکھا ہے۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

مظلوموں کی آہوں اور دعاؤں کا استقبال رحمت ایزدی کرتی ہے۔ ظالموں کی سفارش سے مجھے کیوں عذاب ایزدی کا مستوجب بنانا چاہتے ہو۔

شہزادہ محمد اعظم نے عرض کیا کہ نصیر الدین خان امیر خان اور منعم خان میری جان کے درپے ہیں فرمایا پہلے دو کو تو میں خوب جانتا ہوں وہ ایسے نہیں۔ تیسرے کا حال مجھے معلوم نہیں۔ لیکن تم اپنے آپ سے کیوں غافل ہو موت ہو موت تو ہمارے موت کے قصے و شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ عمر گزری جا رہی ہے اور موت بھاگی بھاگی آ رہی ہے جو کچھ کرنا ہو کر لو ورنہ موت کب انتظار کرتی ہے۔ دیکھئے غافلوں کے لئے کیا خوب شعر لکھا ہے۔ مولانا ابو الکلام مرحوم بھی اس شعر کا کثیر استعمال کیا کرتے تھے۔

گہے از دست و گاہے از دل و گاہے زپا ماندم
بایں سرعت می روی اے عمر می ترسم کہ وا مانم

خان فیروز جنگ بیرنگ من، کو لکھا جا رہا ہے۔ اپنی خیریت کی اطلاع دیتے رہو۔ اس کا بیٹا عنایت اللہ خاں یاد آجاتا ہے اسے دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا جا رہا ہے اور ایک مصرع میں باپ بیٹے کو ایسا سرٹیفکیٹ دیا جا رہا ہے کہ گویا اس خاندان کے باغ میں ہی زمین ادب میں ایک بہار آگئی۔

شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل است

اپنی آخری وصیت میں جس کے بارہ جزو ہیں اور جسے اصول جہانبانی کا مرقعہ کہنا چاہیئے اور جس میں گن گن کر بتایا گیا ہے کہ بادشاہ کو یہ کرنا چاہیئے یہ نہ کرنا چاہیئے ایسا کرنے کا فائدہ ویسا نہ کرنے کا وہ نقصان ہے یہ وصیت انہی اوراق میں کسی جگہ درج ہے۔ یہ سب کچھ بتا دینے کے بعد فرماتے ہیں اگر تم نے یہ بات سمجھ لی تو تیری سمجھ پر ہزار آفرین اور اگر تو غافل رہا تو مجھے رنج و افسوس کے سوائے کیا حاصل ہے۔

اگر دریافتی بردانشت بوس
وگر غافل شدی افسوس افسوس

شہاب الدین جو بعد میں غازی الدین خاں فیروز جنگ بہادر اور ہفت ہزاری منصب تک پہنچے۔ اجمیر میں

بادشاہ کے ہمرکاب اور سرحدی بنے شہزادہ اکبر راجپوتوں کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے اور ان کی نقل وحرکت کی کوئی خبر نہ پہنچی تھی۔ اس مشکل کام کے لئے شہاب الدین نے اپنی خدمات پیش کیں اور دو ہفتہ کے اندر اندر خبریں پیش کر دیں۔ عالمگیر ان کی دلیری۔ اطاعت شعاری اور خیر خواہی سے بے حد محظوظ ہوئے اور فرمایا:۔

چوں لعل ہر کہ خون جگر خورد و صبر کرد

زیب کلاہ افسر اقبال می شود

اور دیکھیئے عالمگیر کا یہ دلی ناشر جو ایک شعر کی صورت میں نمودار ہوا تھا ایک مرد مومن کی پیش گوئی کی صورت میں پورا ہوا اور شہاب الدین فیروز جنگ کو وہ اقتدار حاصل ہوا کہ بائد و شائد۔

اورنگ زیب دارا شکوہ کے مقابلہ کے لئے چل کھڑے ہوئے اور جلد ہی ایک جگہ قیام کر لیا۔ ایک منہ چڑھا مصاحب نجابت خاں کہتا ہے کہ یوں کوچ کے بعد قیام کر لینا تو دشمن کو دلیر کر دے گا۔ سن کر مسکرائے اور فرمایا کیونکر نجابت خاں نے عرض کیا جب دوسرے فریق کو معلوم ہوگا تو وہ ہمارا راستہ روکنے کو کوئی فوج بھیج دے گا۔ فرمایا کہ ہم یہی چاہتے ہیں۔ ہراول فوج سے مقابلہ آسان ہوگا۔ اور ساری فوج سے مشکل اور اگر دشمن دریائے نربدا سے گذر کر ادھر آتا ہے تو وہ گویا اپنی پناہ گاہ سے نکل آئے گا اور اس کا حال وہی ہوگا جو خشکی کے جانور کا پانی کے دشمن اور دریا کے جانور کا خشکی کے دشمن کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ دیکھیئے کیونکر انگوٹھی میں نگینہ جڑ دیا ہے۔

آنکس کہ ز مامن و وطن دور شود   بیچارہ و مستمند و بیزور شود

در آب ہنر ز صید ماہی گردد   در خاک نہنگ طعمہ مور شود

خان جہاں صوبیدار لاہور نے واپسی کے وقت وہاں کے باشندوں پر بہت ظلم کیا۔ شاہ دین پناہ نہایت برہم ہوئے۔ عتاب نامہ صادر فرمایا۔ جب خان جہاں حاضر خدمت ہوئے تو رعیت آزاری کے خلاف قلق کم نہ ہوا تھا۔ فرمایا تم سے یہ توقع نہ تھی سب سے بری بات تم نے جو کی ہے وہ تعلقہ لاہور کی جاگیرات میں چند بدعتوں کا جاری کرنا ہے جو ہمیشہ باقی رہیں گی دیکھیئے کیا برمحل شعر اس کو اپنے دعوے کی تائید میں سنایا۔

ظالم بمرگ دست نے دارد از ستم

آخر پر عقاب پر تیر می شود

شاہزادہ محمد کام بخش سے بے حد محبت تھی اس کی اصلاح میں ہر چند کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا قلعہ جنجی کے محاربہ کے زمانہ میں نصرت جنگ سے برسر پرخاش ہوئے آخر بادشاہ کی اجازت سے زیر حراست

ہوئے اور بادشاہ کے پاس روانہ کر دیے گئے۔ شاہزادہ کی اس نالائقی سے عالمگیر کو بے اندازہ قلق ہوا اور اس کا اظہار یوں جو ایک بیٹے کی نالائقی کا آخری سرٹیفکیٹ ہو سکتا ہے فرمایا:

اگرچہ بود زادۂ شہریار   پرستار زادہ نیاید بکار

سعدی نے لکھا ہے:

شرط عقل است جستن از درہا   پدرش ہر چند بگیاں برملہ

ایک نیک سیدانی۔ فارش پہنچی تو کام کا ن نے کی تلقین فرمائی اور فرمایا:

گرچہ با تنشت پا نزار آگور بازگرد   دقعہ ہائے روزی از سعی قدم واحی شود

عالمگیر کا مذاق شعر موزوں شعر فہمی شگفتہ اور اچھا ہوا تھا۔ ایک روز مظفر نام علوئے خاص کے ایک منصبدار نے سواری کے وقت مجرا کیا۔ دلآرام بیگم نامی قدیم الخدمت پرستار نے اپنی بیٹی کو اس شخص کے نکاح میں دے دیا تھا۔ عالمگیر نے دولت خانہ اقدس میں تشریف لا کر حمید الدین خاں بہادر کو طلب فرمایا اور اس سے ارشاد فرمایا کہ ایک پتھر پر یہ شعر جلی قلم سے لکھوا کر کندہ کرا لاؤ۔

دلآرامے کہ داری دل درو بند   دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

جب پتھر تیار ہو کر پیش کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ اسے مظفر کے حوالہ کر دیا جائے۔ تاکہ دار الخلافہ پہنچ کر دلآرام مرحومہ کی قبر پر نصب کرے۔ مظفر کو انعام و اکرام سے بھی نوازا گیا حضرت عالمگیر کی طرف ایک ہی شعر منسوب کیا جاتا ہے کیا تعجب ہے کہ یہ دوسرا شعر بھی جو ایک خاص کیفیت قلبی کا مظہر عالمگیر ہی کا ہو۔

دیوان صائب کی خریداری

جلوس عالمگیری کے انتالیسویں سال میں بخشی الملک مخلص خاں نے صائب کا دیوان پیش کیا جس میں ایک لاکھ اشعار تھے چونکہ اشعار پند و نصائح پر مبنی تھے دیوان پسند فرمایا گیا صائب کی ایک غزل جس کا مطلع۔ بیت الغزل اور مقطع حسب ذیل تھے ایک مدت تک محفل مقدس میں پڑھی اور سنی گئی۔

خم چو گردید قد افراختہ می باید رفت
پل بریں آب چو شد ساختہ می باید رفت
ہر چہ درکار بود ساختنش خود سازیست
گو مشو کار جہاں ساختہ می باید رفت

این سفر ہچوں سفر ہائے دگر صائب نیست
رخت ہستی زخود واندا ختہ می باید رفت

تعلیم سے دلچسپی

بادشاہ فاضل نواز اور معارف پرور کی خدمت میں ۲۶ ویں سن جلوس میں معروضہ پیش ہوا کہ ملا عبد اللہ پسر ملا عبد الحکیم سیالکوٹی نے رحلت فرمائی شہریار معارف پرور نے ملا مرحوم کے چاروں بیٹوں اور ان کی بیوہ کے لئے خلعت تعزیت ارسال فرمائے اور ان کے وظائف میں اضافہ فرمایا۔ کہاں سیالکوٹ کہاں دار السلطنت لیکن بادشاہ کی علم پروری اور جوہر شناسی قدر شناسی کے لئے بیتاب رہتی ہے۔ حضرت عالمگیر نے اجمیر شریف کے قیام کے زمانہ میں ارادہ فرمایا کہ ملا عبد اللہ کو خدمت صدارت عطا فرما دیں دیکھئے ایک عالم شہریار ایک عالم مگر فقیر بے نوا کو ایک منصب رفیع پیش کرتا ہے تو فرمان تقرر اپنے قلم خاص سے تحریر فرماتا ہے اور اپنے مقرب خاص بختاور خاں کو کہ خود فقیر دوست تھا دیتا ہے کہ ملا صاحب کی خدمت میں روانہ کیا جائے اور کہا گیا کہ بختاور خاں خود بھی خط میں ملا سے موصوف سے قبول خدمت کی تاکید کریں۔ بختاور خاں کو ملا صاحب کا جواب پہنچا " اب زمان فراق ہے نہ کہ تحصیل شہرۂ آفاق " البتہ وعدہ فرمایا کہ وہ اجمیر پہنچیں گے تاکہ حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کی زیارت کے ساتھ حضرت قبلۂ عالم و عالمیاں کے در دولت پر بھی باریابی کا شرف حاصل ہو جائے۔ ملا صاحب اجمیر پہنچے خواجہ غریب نواز کے مزار پر انوار کی زیارت کی عالمگیر کے حضور میں باریابی حاصل کی اور واپسی وطن کی اجازت چاہی اور واقعی واپسی کے چند ماہ بعد رحلت فرما گئے۔

سونے چاندی کے استعمال کی وہ کثرت تھی کہ دواتیں چاندی کی ہوتی تھیں اور عود سوز سونے اور چاندی کے استعمال ہوتے تھے۔ اس کی ممانعت کی گئی۔ دواتیں چینی یا پتھر کی ہوں۔ انعامات کی رقوم چاندی کی طشتریوں میں رکھ کر لائی جاتی تھیں۔ حکم ہوا کہ سپر میں رکھ کر ملاحظہ عالی میں پیش ہوا کریں۔

عہدِ عالمگیری میں

ملازمین کے لئے شرائطِ اہلیت .... اور

اُن سے سلوک

حکومت شخصی ہو یا جمہوری شہریوں کی فلاح و بہبود اور ملک کی ترقی و خوش حالی کا دارومدار تمام تر عہدہ داران حکومت اور افسران ملک کی نیک نیتی، حسن کارگزاری اور قابلیت پر ہوتا ہے۔ اچھے سے اچھا حکمران ان کے بغیر بے بس اور بے دست و پا ہے اگر مطلق ان کی موجودگی میں بے راہ روی اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ افسران حکومت ہی اس کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں آئیے ذرا دیکھیں حضرت عالمگیر کے عہد میں سروسز کے متعلق کیا نظریہ اور عمل تھا۔

ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے "جب اعلیٰ حضرت نے مراد بخش کو ولایت قدیم کی تسخیر کی طرف سے ملتجی تھی تو اس عہدہ کی اہلیت رکھنے والے جیسے افسر جو ملازم تھے یا بیکار رہتے پیدا ہو گئے اب تجھے دیوانِ بنگالہ کے لیے ایک افسر درکار ہے۔ اور ایک شخص بھی جو حلیہ لیاقت وکاروانی سے آراستہ ہو میسر نہیں آتا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عالمگیر کو سروسز کے لیے ہر وجوہ قابل وقابل اعتماد افسروں کے کافی تعداد میں پیدا نہ ہونے کی فکر دامنگیر رہتی تھی۔ چنانچہ احکام عالمگیری میں ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے: "زر فکر تربیت نوکران باشند نہ"۔

عہدہ بہ لحاظ قابلیت و تربیت دیا جائے!

"در ہر کرام پیر لائق کا رے بداند بہ آں منصوب کند کا رے آنچہ از دہ مرد گر نہ مردں از عقلا بعید است کا بزرگان بخدمت خورداں کا خورداں بہ بزرگان بنا بر فرموده کہ بزرگان لرز کا رخورداں ننگ کنند و خورداں را حوصلہ کار رہا شد۔ خلل تمام در انتظام سرکار رسد" مہد ۱۱ دیکھئے اس زمانہ کی تخصیص اور تقسیم کار کا کس قدر واضح تصور حضرت عالمگیر کے ذہن عالی میں موجود تھا۔ اور ملازموں کے تجربہ اور شناسائی کو کس حد تک ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ فرماتے ہیں جس کام کے لائق سمجھا جائے وہی کام اسے دیا جائے۔ بڑوں کا کام نہ دیکھے بڑوں کا کام چھوٹوں کو اور چھوٹوں کا کام بڑوں کو نہ دیجئے کیونکہ بزرگوں کو چھوٹوں کے کاموں سے عار آتی ہے اور چھوٹوں میں بڑے کاموں کا حوصلہ نہیں ہوتا اور اس طرح حکومت کے کاروبار میں بڑا خلل واقع ہوتا ہے۔

اب ان اصولوں پر عمل کس حد تک ہوتا تھا۔ دیکھ لیجئے شہر ۲ دہ عالی جامنے ایک شخص کو بندرگاہ کی ایک ملازمت عطا فرمائی جو اسے لکھا جاتا ہے۔

حسن علی خان بہادر نے ہنومنت مرہٹہ کے ساتھ جنگ میں نہایت شاندار خدمات انجام دیں۔ نصرت جنگ نے دونوں بھائیوں کے اضافہ مناصب کی سفارش کی۔ فرمانِ تحسین، خلعت اور خنجر مرصع تو مرحمت ہوا۔ اضافہ منصب کی تجویز کے متعلق حکم ہوا۔

تجویز اضافہ ازاں خانہ زاد مزاج داں بسیار بموقع شد۔ عدم استمالت ارباب سیف از سرورانِ حیف است کہ نہ شود۔ لیکن قبول اضافہ یک دفعہ مشکل۔ محبت با سادات رفیع الدرجات جزوِ ایمان است بلکہ عین عرفان و عداوت بہ ایں فرقہ مستوجب دخول نیران و سخط حضرت رحمان۔ لیکن کارے نباید کرد کہ باعث ملامت دنیا و موجب شقاوت عقبیٰ گردد۔ ارخاء عنان با سادات بارہہ ضمیمہ الدائمی امارت یعنی بد انجامی وزیں راہ کہ ایں جماعت بہ اندک ترفع و ترقی از انا و لا غیری نبردہ از جادہ صواب انحراف ورزیدہ نظر او بلند داشتہ باعث تنگی می گردانند اگر زمام عنان بگذارد کار دنیا مشکل می شود و اگر تدارک نسازد در آخرت پائے در گل فرو گردد۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ آپ کی تجویز خوب با موقع ہے۔ سرداروں کی طرف سے ارباب سیف کی دل جوئی کا عمل میں نہ لانا قابلِ افسوس ہے لیکن ایک دفعہ ہی اضافہ منصب کی تجویز مشکل ہے بلند مرتبہ سادات کی محبت جزو ایمان بلکہ عین عرفان ہے اور اس فرقہ سے دشمنی نیران میں داخل ہونے کی وجہ اور خداوند کریم کی غضب کا موجب ہوتی ہے لیکن ایسا کام نہ کرنا چاہیئے کہ دنیا کی ملامت اور عقبیٰ کی شقاوت کا موجب ہو۔ سادات بارہہ کے معاملے میں باگ کا ارخا عاقبت کی بدانجامی کا باعث ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ جماعت تھوڑی سی بلندی اور ترقی سے اپنے جیسا کسی کو نہ سمجھتے ہوئے راستی کے راستے سے ہٹ کر نظر کو بلند رکھ کر پریشانی کا موجب ہوتی ہے۔ اگر غفلت برتی جائے تو دنیا کا کام مشکل ہو جاتا ہے اور اگر اس کا تدارک کیا جائے تو آدمی آخرت میں دلدل میں پھنس جاتا ہے۔

شہزادہ محمد اعظم کو غفلت کی سزا۔

شہزادہ محمد اعظم احمد آباد کے صوبہ دار تھے۔ سورت کی سڑک پر سوداگروں کا قافلہ لٹ گیا۔ شہزادہ کو اطلاع دی گئی تو شہزادہ نے کہا یہ واقعہ تو امانت خان متصدی سورت کی فوجداری میں پیش آیا ہے مجھ سے کیا سروکار۔ حضرت عالمگیر کو اطلاع ملی تو فرمایا۔

"پنج ہزار از اصل منصب کم و بموجب اظہار تاجران نقد زر دیگر اشیاں از محمد اعظم بگیرند"

یعنی فیصلہ ہوا کہ شہزادہ کے منصب سے پانچ ہزار گھٹا دیئے گئے اور حکم ہوا کہ تاجروں کا جس قدر نقصان ہوا ہے وہ بھی شہزادہ سے دلایا جائے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔

حضرت عالمگیر کی ملک داری میں فراست :-

مندرجہ بالا کے بعد انہی خیالات کا اعادہ ملاحظہ فرمائیے۔ شرفِ سیادت کے احترام کے ساتھ ساتھ ان سے پہلو بچائے رکھنے اور انہیں ان کے مناسب مقام پر رکھنے کی ہدایت فرمائی جا رہی ہے اور غفلت سے خبردار کیا گیا۔

"اگر غیر بادشاہزادہ می بود بعد تحقیق حکم شدے۔ برائے شاہزادہ عدم تحقیق است۔ یعنی سوانح نگار اگر کسی عام ملازم کی شکایت کرتا تو اسے سزا تحقیق و تفتیش کے بعد دی جاتی۔ شہزادے کے خلاف شکایت کی صورت میں کسی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں چونکہ اس واقعہ کے دو سبب۔ کہ حلقہ میں پیش آنے کے عذر پر جو غفلت برتی گئی اس پر ملاحظہ فرمائیے۔ کیا تمثیلی تنقید فرمائی ہے۔

"... بادشاہزادگی کہ خود را کمتر از امانت خان [illegible] شد۔ ہرگاہ در حیاتِ ما دعویٰ وراثت ملک داشتہ باشد پس چرا در حیاتِ ما امانت خان را شریک میراث نگردانند"

اس بادشاہزادگی کے کیا کہنے کہ اپنے آپ کو امانت خان سے بھی کم جانتے ہیں۔ جب ہماری زندگی میں ملک کی وراثت کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ لیکن انتظام کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے امانت خان کو اس میراث میں حصہ دار کیوں تجویز نہیں دے لیا جاتا۔

ملازموں کے خلاف الزامات کی تفتیش

بیٹے کے خلاف تو شکایت سُنی اور یہ جانتے ہوئے کہ شہزادہ کے خلاف خلافِ واقع الزام لگانے کی کیسے جرأت ہے مناسب کارروائی عمل میں آئی۔

نیز شہزادہ محمد اعظم صوبہ دار منڈسور کے علاقہ میں سید لال شاہ منصب دار کی جاگیر ہے۔ شاہزادہ شکایت کرتا ہے کہ یہ شخص شرابی ہے اور ہر برائی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کی جاگیر ضبط کی جانے اور خود مجھ کو مرحمت ہو۔ یہ جاگیر خوب زرخیز تھی۔ شاہزادہ کی نیت میں فتور آیا اور یہ حیلہ تلاش کیا۔ بادشاہ روشن ضمیر اور رمز شناس فرماتے ہیں۔

"آپ نے محتسب کا کام اپنے ذمہ لے لیا ہے اور جاگیر کی ضبطی کی درخواست آپ کا دلچسپ اور تازہ کارنامہ ہے۔ "جاگیر یک پشتی تغیر نمودن محال است چہ جائے کہ سہ پشتی۔ جاگیر کسے بہ گفتہ کسے تغیر نمی شود۔ در نوکری آں بابا شہزادہ، با سید لعل مساوی و در سیادت طرفِ ثانی و سید لعل، بہزار مرحلہ زیادہ۔ یعنی ملازمت کے اعتبار سے تو شاہزادہ اور سید لعل برابر ہیں اور سیادت کے اعتبار سے سید لعل شہزادے پر فوقیت رکھتا ہے۔ حکم ہوتا ہے:

"صدر الصدور بہ محتسب آنجا بنویسد کہ بہ تحقیق وا رسیدہ مفصل معروض دارد۔"

یعنی صدر الصدور وہاں کے محتسب کو لکھے کہ پوری پوری تحقیق کے بعد مفصل رپورٹ پیش کرے۔

شاہزادہ محمد اعظم کو محلداری سے بدسلوکی پر پچاس ہزار جرمانہ :-

شاہزادہ محمد اعظم نورالنساء محلدارنی سے بدسلوکی سے پیش آیا اور سواری کی ممانعت پر اُسے محل سے نکال دیا۔ حکم شاہی پہنچا۔

"منصبداران متعینہ و خواجہ قلی خان بہ افواج خود و راجہ نہر ور متفق شدہ مانع سواری وہ دیوان شوند تا حکم حضور برسد"

شاہزادے نے ہوا کا رخ بھانپ لیا اور اپنی بہن کے ذریعہ معافی کا خواستگار ہوا۔ حکم پہنچا۔

"تغیر محال را موقوف کردیم لیکن اگر تغیر بحال ایشان نہ شود باز ہم جرأت بایں طور امور باقی می ماند۔ تعزیہ این جریمہ پنجاہ ہزار روپیہ اند نقدی آں فرزند نا عاقبت بیں پواج نشین بے تمکین داخل خزانہ عامرہ نمایند"

یعنی محال کی موقوفی تو معاف کی جاتی ہے لیکن اگر ان کی سزا بھی نہ دی جائے تو ایسی باتوں کی جرأت باقی رہتی ہے اس جرم کی سزا یہ ہے کہ اس ہاجیوں کے ہم نشین اور بے تمکین نا عاقبت اندیش بیٹے کو پچاس ہزار روپیہ جرمانہ کیا جاتا ہے۔

خالہ زادہ بہن کے بیٹے کو قید کر دیا۔

مرزا افتخار دختر زادہ عمدۃ الملک مدار المہام اور حضرت عالمگیر کی خالہ زاد بہن قمرالنساء بیگم کا بیٹا ایک اوباش بیٹھ نوجوان نکلا اور اس نے رعایا کے مال و ناموس پر دست درازی شروع کی اور ایک [illegible] کو [illegible] حضرت عالمگیر کے حضور شکایت پہنچی تو مدار المہام کو حکم ہوا۔

"بہ عاقل خان بنویسید کہ آں ابتر ناکارہ [illegible] فضائح روزگار رئیس اشرار را در قلعہ بردہ قید نماید"

مرزا افتخار کو قلعہ میں قید کر دیا جائے کہ اس پر اوباشی کا دروازہ بند ہو جائے۔ لیکن یاد آتا ہے کہ اس کی ماں کو بیٹے سے بے حد محبت ہے۔ حکم ہوتا ہے۔

"اگر والدہ اش از شدت محبت کہ با پسر دارد جدائی اختیار نتواں کرد بخاطر ملکہ برساند کہ چند دل قمرالنساء بیگم بہ عزت تمام در او در قلعہ آوردہ با پسر [illegible] نگاہ دارد۔ و عاقل خان تمام خوب لائق بودن قمرالنساء بیگم ازیں راہ کہ نسبت بخت خانگی دارد و موصوف بصفات حسنہ است۔ رعایت او ظاہراً و باطناً باید کرد۔ لیکن با فرزند ناخلف حضرت نوح نبی علی نبینا علیہ السلام را چہ علاج شدہ دیگرے تواند کرد۔ [illegible] منع ایذائے خلائق کہ ودیعت خالق اند واجب و لازم است۔ پنجاہ پیادہ کوتوال در خانہ و سر دروازہ چوکی بر احتیاط بدہند کہ مانند مار آں موذی از غار بر آمدن نرود"

یعنی قمرالنساء بیگم کہ ہماری خالہ زاد بہن اور ایک نیک بخت عورت ہے بیٹے کی محبت میں مجبوری اس کی جدائی پر آمادہ نہ ہو تو اسے بھی احترام کے ساتھ بیٹے کے پاس قلعہ میں پہنچا دیا جائے اور ہر طرف ایک کڑا پہرہ لگا دیا جا

کہ یہ موذی سانپ کی طرح اپنی آستین سے بھاگ نہ سکے۔ مدار المہام نے تجویز کی تھی کہ مرزا فاخر کے کوڑے بھی لگائے جائیں حکم ہوتا ہے کہ اگر زندگی نے وفا کی اور میں وطن لوٹا تو اسے خود اپنے ہاتھ سے کوڑے لگاؤں گا کہ یہ میرا ہی ذمہ اور حق ہے۔

پاسبان کے قتل پر گوشمالی:-

خان فیروز جنگ سے حضرت عالمگیر کو دلی تعلق تھا جب فیروز جنگ اپنی علالت کی وجہ سے انگور نہ کھا سکتے تھے تو حضرت عالمگیر نے بھی انگور کھانا ترک کر دیا۔ انہی فیروز جنگ نے محمد عاقل کو راہزنی کے جرم میں بلا منظوری بادشاہ قتل کر دیا۔ عمدۃ الملک مدار المہام کو حکم ہوا

"برخان فیروز جنگ بہادر بنویسد کہ برقتل کہ عبارت از ہدم بنیان الٰہی است بغیر از حجت شرعی اقدام نمودہ بود۔ بر ان دوزاند وارث ہم پیدا نتواں کرد این تخفیف را بغیر از قصاص چہ چارہ کہ ترحم در حدود ممنوع نص کلام اللہ است ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ"

"خان فیروز جنگ بہادر کو لکھ دو کہ اس نے بغیر حجت شرعی کے قتل کیا جو فی الحقیقت خدا کی استوار کی ہوئی بنیادوں کو ڈھانا ہے۔ اس وقت افسوس ہے جب مقتول کا کوئی وارث پیدا ہو اور وہ دیت نہ قبول کرے۔ ایسی حالت میں بجز اس کے قصاص کے حکم کے کوئی چارہ نہ ہوگا کہ حدود کے معاملہ میں رحم کرنا نص کلام اللہ کی رو سے ممنوع ہے"

امور سلطنت میں ضابطہ کی پابندی:-

انتظام ملکی اور امور سلطنت میں سب سے بڑا مسئلہ افسران حکومت کی دوست نوازی۔ اقربا پروری۔ رشوت ستانی اور ذاتی اغراض کے ماتحت سفارش پروری سے پیدا ہوتا ہے۔ دیکھئے حضرت عالمگیر کا اس سلسلہ میں اصول و عمل کیا تھا۔

"در برہم خوردن یک ضابطہ خلل بہمہ ضوابط می شود۔ باوجودیکہ ہیچ ضابطہ ما برہم نزدہ ایم مردم این قدر جرأت پیدا کردہ اند کہ التماس برہم خوردن ضابطہ می کنند۔ ہرگاہ این راہ جاری شود باز مشکل خواہد شد"

رقعات عالمگیر:- رقعات پر مولانا شبلی مرحوم کی استادانہ رائے ملاحظہ فرمائیے:-

"عالمگیر تیغ و قلم دونوں کا مالک تھا۔ اس کی انشاء پردازی کی داد مخالفوں تک نے دی۔ اس کے رقعے باوجود

اس کے کہ واقعات کا ذخیرہ، قصہ طلب سوالوں کا مجموعہ، بجز افیاد اطلاعوں کی یادداشت ہیں۔ تاہم ادائے مطلب کی قدرت، عبارت کی سادگی، فقروں کی ہمواری، مطالب کا اختصار، پہلو بہ پہلو جملے، دل نشیں ترکیبیں نہایت حیرت انگیز ہیں۔ یہاں تک کہ اردو کے سب سے بڑے انشاء پرداز مولوی محمد حسین آزاد کو بھی بادل ناخواستہ تعریفی جملے لکھنے پڑے ہیں۔

٣١ مولانا محمد حسین آزاد کی رائے بھی جس کا حوالہ شبلی مرحوم نے گویا سند میں پیش کیا ہے سن لیجئے۔

"عالمگیر نے دل معتدل اور زبان قادر البیان پائی تھی۔ اس لئے اپنے فرمان اور خطوط آپ لکھتا تھا یا سامنے لکھواتا تھا۔ کاغذات پر خود حکم چڑھاتا تھا۔ وہ پچاس برس سلطنت کر کے ١١١٥ھ میں فوت ہوا۔ ان کی تحریر دیکھ کر تعجب آتا ہے کہ جس طرح اورنگ سلطنت پر قدم رکھتا تھا اسی طرح کشور سخن بھی زیر قدم، دیکھو اس کے چھوٹے چھوٹے فقرے ملک رانی کے پیچوں میں الجھے ہوئے ہیں مگر عبارت صاف ہے اور لفظ لفظ میں محاورے کا نمک دیا ہوا ہے۔ تمام انتظامی ہدایتیں اور اکثر اخلاقی نصیحتیں ہیں کہ تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ اس کی تحریر کو گلستان سے تشبیہ دوں تو مضائقہ نہیں۔ اتنا فرق ہوگا کہ گلستان کے خیالی مضامین ہیں اور اس کے حالی۔ عبارت اس کی جتنی پڑھنے میں سہل ہے اتنی ہی لکھنے میں دشوار ہے۔"

٣٢ پروفیسر نجیب اشرف کی رائے:-

پروفیسر نجیب اشرف نے رقعاتِ عالمگیر کا نہایت گہرا اور ہوش مندانہ مطالعہ کیا ہے اور ان کی نظر سے خطوط کا کثیر ذخیرہ معلومہ گذرا ہے اُن کی رائے ایک محرم راز کی رائے ہے وہ بھی سُن لیجئے۔

عام خطوط کی نوعیت کی ہمہ گیری کو گناتے ہوئے پروفیسر موصوف اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ

"یہ لکھنے والے کے زورِ قلم اور کمالِ انشاء کے اظہار کے لئے بہترین میدان ہیں۔ پھر ایسی حالت میں جبکہ لکھنے والے کا حلقہ مراسلت بہت وسیع ہو۔ ایک طرف اُسے اپنے ارکانِ خاندان، باپ بھائی بہن اور اولاد سے خط و کتابت کرنا ہو۔ دوسری طرف وزراء و اُمراء کو مخاطب کرنا ہو، تیسری طرف مشائخ و علماء سے شرفِ مکاتبت حاصل کرنا ہو، چوتھی طرف ہمسایہ سلاطین سے مراسلت ہو اور پانچویں طرف اپنے ملازمین کو سعادت و سرفرازی بخشنا ہو تو پھر ان مواقع و حالات کی کیا کمی ہو سکتی ہے۔ اورنگ زیب کے خطوط اس قسم کے گوناگوں رنگا رنگ کا بہترین مجموعہ ہیں۔ کہیں ذاتی حالات کے متعلق

اظہار خیال ہے تو کہیں سیاسی و معاشرتی واقعات پر تنقید۔ کہیں شوقِ وصال بے چین کئے ہوئے ہے تو کہیں دردِ فراق نے مضطر کر رکھا ہے۔ کسی جگہ کسی کی شادی یا ولادت کی خوشی ہے تو کہیں کسی کی موت کا ماتم۔ کسی جگہ کسی افسر کی سفارش ہے تو کہیں تنبیہہ۔ اگر ایک خط عمارتوں اور قلعوں کے مفصل حالات سے مملو ہے تو دوسرا باغوں، درختوں کی رنگین بیانی سے پُر۔ کہیں عتاب ہے تو کہیں عنایت۔ کبھی گرمجوشی ہے تو کبھی سرد مہری۔ کہیں الزامات کی صفائی ہے تو کہیں دوسروں کے خلاف شکایت۔ غرضیکہ وہ کون سی چیز ہے جو اس مجموعہ میں نہاں ہے اور وہ کون سی شے ہے جس میں حقیقت نگاری کے ساتھ کمالِ ادب کو جگہ نہیں دی گئی ہے۔"

رقعات کی زبان :-

اگرچہ راقم الحروف زندگی میں پہلی مرتبہ اس سال رقعاتِ عالمگیر کے مطالعہ کی سعادت اور ذہنی و قلبی مسرت سے بہرہ ور ہوا لیکن یہ مطالعہ دل و دماغ پر ایک گہرا نقش ثبت کر گیا ہے۔ عالمگیر ایک نادر الکلام انشاء پردا
چھوٹے چھوٹے فقرے ہیں۔ سیاست و جہانبانی، موعظات، محبت، لطف و عتاب، امید لطف و ثواب، شعروا
قرآن و حدیث اور اخلاق و خلوص کا ایک مکمل مجموعہ ہیں۔ یوں تو ہر فقرہ اور ہر فقرے کا ہر لفظ اپنی جگہ نگینے کی طرح
دیا گیا ہے کہ اس کا بدل مشکل ہے لیکن بحیثیت مجموعی زبان کی چاشنی، روانی اور دلنشینی کی حقیقی داد دی جائے
ہے۔ باپ کے ساتھ جو مراسلت ہے اس کا انداز جدا اور بھائیوں کے ساتھ خط و کتابت کا ڈھنگ جدا۔ بیٹوں سے
طریقِ خطاب علیحدہ، امیروں، وزیروں سے گفتگو کا ڈھب نیا۔ غرض ایک صاحبِ کمال اہلِ قلم ہے جو ہر شخص کا م
پہچانتا اور اس سے اس کے مطابق ہی ہم کلام ہوتا ہے۔ ہر شخص کے لئے تحسین و آفرین اور مبارک باد و ستا
کا طریقہ علیحدہ علیحدہ ہے۔ عتاب ناموں کی کمی نہیں لیکن خطاب مختصر اور چبھتا ہوا ہے۔ خلش بھی اتنی ہی ہے جت
درکار ہے۔

عالمِ اسلام میں غالباً صرف یہی ایک تاجدار گذرا ہے جس کے رقعات انشاء و سیاست اور ملک داری و
کے اسباق کے طور پر مدتوں پڑھائے جاتے رہے۔ جب فارسی کا ذوق و شوق موجود تھا تو سکولوں کے
پڑھتے تھے اور محکمہ تعلیم پنجاب کی طرف سے یہ رقعات شائع ہوتے تھے۔ آج تک رقعات کے چند ایسے ای
کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ان میں سے بعض ایک صدی سے زیادہ قبل کے چھپے ہوئے رق
میں حاشیہ نویسوں نے تاریخ کی طرف توجہ نہ مبذول کرتے ہوئے بعض عجیب عجیب غلطیاں کیں اور مرتب کرنے

اور کاتبوں کے لطف و کرم سے ان رقعات میں بعض مقامات پر تو وہ تصرف ہوئے ہیں کہ حضرت عالمگیر قبر میں بھی انتقا پذیر رہے ہوں گے۔ ان میں سے بعض کے الفاظ و مطالب کو مدونا تھ سرکار تک نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان کا ایک قابل اعتماد ایڈیشن اور بحیثیت مجموعی بھروسے کا ترجمہ اہل ملک کی خدمت میں پیش کیا جا سکے۔ اس مقالہ میں رقعات و واقعات سے مستند طور پر عالمگیر کی ایک تصویر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیے :-

افسرانِ حکومت سے متعلق حضرت عالمگیر کی پالیسی :-

حکومت شخصی ہو یا جمہوری رعایا کی فلاح و بہبود اور ملک کی ترقی اور مرفہ الحالی کا مدار تمام تر عہدہ داران حکومت اور افسران ملک کی نیک نیتی، حسن کارگذاری اور قابلیت پر ہوتا ہے۔ اچھے سے اچھا حکمران ان کے بغیر بے بس اور بُرے سے بُرا آمر مطلق ان کی موجودگی میں بے راہ روی اختیار نہیں کر سکتا کہ افسران حکومت ہی اس کے دست و بازو ہوتے ہیں۔ ان سطور میں ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت عالمگیر کے پیش نظر افسران حکومت سے متعلق کیا کیا باتیں رہتی ہیں۔

تربیت یافتہ ملازمین کی کمی اور ان کا اہتمام :-

فرزند عالی جاہ کے نام ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے :-

" یاد داریم کہ در ہنگامے کہ اعلیٰ حضرت مرد بخشی را بجہت تنبیہ ولایت خدیو بجانب بلخ مدحس زبود مد ویر فوج مطلوب بود۔ در حالت تجویز بیعت کس از اہل کار و بے کار مد رسیان۔ حالا یک کس برائے دیوانی بنگالہ کہ بحلیہ راستی و کاردانی آراستہ باشد خواہیم و یافتہ نمی شود "

یعنی بنگالہ کی دیوانی کے لئے ایک راست باز اور اپنا کام جاننے والے شخص کی ضرورت ہے۔ مگر نہیں ملتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عالمگیر اعلیٰ مناصب پر کس قسم کے لوگوں کو رکھنا چاہتے تھے۔ اور یہ فکر دامنگیر تھی کہ ایسے لوگ ضروری تعداد میں مہیا آتے رہنے چاہئیں۔ چنانچہ احکام میں اس سلسلہ میں ایک نام پر ارشاد ہوا ہے "در فکر تربیت نوکراں باشد "

عہدہ بہ لحاظ قابلیت و تربیت دیا جائے :-

احکام میں ارشاد ہوتا ہے :-

" ہر کدام را لائق کارے کہ بداند بہ آں منصوب کند و کارے آنکہ از دو دیگر فرمودن از عقلاء بعید است۔ کار بزرگاں بخورداں و کار خورداں بہ بزرگاں نباید فرمود کہ بزرگاں از کار خورد ننگ کنند و خورداں را حوصلہ کار بزرگ

نباشد خلل تمام در انتظام سرکار رو دہد"

یعنی ہر کسی کو جس کام کے لائق جانیں وہی اس کے سپرد کریں۔ لوہار کو درودگری پر لگا دینا عقل مندی سے دور ہے۔ بڑوں کا کام چھوٹوں سے اور چھوٹوں کا کام بڑوں کے سپرد نہیں کرنا چاہیے۔ کہ بڑے تو چھوٹے کام کو اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھیں گے اور چھوٹوں کو بڑوں کا کام انجام دینے کا حوصلہ اور سلیقہ نہ ہوگا اور اسی طرح سرکار کے انتظام میں خلل واقع ہو جائے گا۔ دیکھیے اس زمانہ کی تخصیص اور تقسیم کار کا کس قدر صحیح تصور عالمگیر کے ذہن و عمل میں موجود تھا۔

اصول پر عمل:

اب ملاحظہ فرمائیے حضرت عالمگیر کس حد تک ان اصولوں پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ شاہزادہ عالی جاہ نے ایک شخص کو بندرگاہ کی ملازمت پر مامور کیا ہے اس سے لکھا جاتا ہے:

"محمد انور سوداگر بہ خدمت بادر امنا مناسبت ندارد و این شخص بمال نیامد کہ وزور را پاسبان کردن بکیان تعہد و تا وطمع رسانیدن تجویز نہ باید بہ عمل نیاید"

یعنی محمد انور سوداگر کو بندرگاہوں کی خدمت پر مامور کرنا چور کو پاسبانی سپرد کرنا ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

فرزند عالی جاہ کو ایک دوسرے رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے:

"محمد بیگ خان را نیابت صوبہ و تیر انداز خان را فوجداری سورت دادن عجب عجب ہوا تم امور از شخصیت و شعور آدمی بہ ثبت ظہور دارد . . . . امان اللہ بیگ و بہادر بیگ شروانی اگر دوری از آن نور البصر اختیار کنند حاصل از قبول این کار نخواہند شد"

یعنی محمد بیگ کو نیابت صوبہ اور تیر انداز کو فوجداری سورت دینا نہایت تعجب انگیز ہے۔ آدمیوں کی شخصیت اور شعور ہی سے ان کی قابلیت اور کارکردگی کا پتہ چل جاتا ہے۔ اگر امان اللہ بیگ اور بہادر بیگ شروانی آپ سے دوری اختیار کر سکیں تو وہ اس ذمہ داری کو اٹھا سکیں گے۔

دیانتداری ضروری وصف ہے:

فرزند عالی جاہ ہی سے ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے:

"می خواستیم کہ دیانت خان عبدالقادر را دیوان سرکار فرزندادہ بحال بکنیم اما اسم بے مسمی بر آمد توقعات از و غیر متوقع"

اتنا کام لو جتنا ملازم کر سکے :۔

فرزند عالی جاہ کے ایک ملازم نے استعفیٰ دے دیا۔ اس کے متعلق شہزادہ کو بہت کچھ یاد دلانے کے بعد فرماتے ہیں :۔

"این قدر خدمات برا وچرا فرمودند کہ خوب نتوانست کرد آدمی اگر از عہدہ یک خدمت بر آید غنیمت است"

یعنی ملازم پر کام لادے نہیں جانا چاہیئے اتنا ہی کام لو جتنا کوئی شخص بسہولت انجام دے سکے۔

سفارش اور بے ضابطگی :۔

حکومتوں کی تباہی و بربادی رشوت کے بعد سفارشوں کی بنا پر عمل میں آنے والی بے ضابطگیوں سے ظہور میں آتی ہے

مدہم خوردن یک ضابطہ خلل ہمہ ضوابط می شود۔ باوجودیکہ ہیچ ضابطہ ابرہم نزدہ اہم مردم این قدر جرأت پیدا کردہ اندکہ التماس برہم خوردن ضابطہ می کنند۔ ہرگاہ این جاری شود بار مشکل خواہد شد"

ایک رقعہ میں ایک بیٹے کو لکھتے ہیں ترقی تو حسن کارگذاری پر موقوف ہے آپ کے سر میں لوگوں کو سفارش سے ترقی دلانے کا سودا کب سے سما گیا ہے۔

ملازموں کی کارگذاری اور غفلت کی نگرانی :۔

ایک رقعہ میں ملازمین کی نگرانی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :۔

"کلیہ این است ہر کرا خدمتے باید فرمود تحقیق متفحص احوالش باید بود کہ ابناے دنیا در ابتدا بہ تقدیم حسن خدمت فریفتہ می نمایند و باز اغراض نفسانی را کار می فرمایند"

یعنی قاعدہ یہ ہے کہ جس کسی کو کسی خدمت پر مامور فرمایا جائے اس کے احوال کی خفیہ نگرانی اور جستجو کرنی چاہیے کیونکہ دنیا کے بندے پہلے پہل تو اپنی عمدہ خدمت سے فریفتہ کر لیتے ہیں اور بعد میں اپنے اغراض نفسانی کی پیروی میں مگن ہو جاتے ہیں۔

قصوروں سے چشم پوشی اور درگذر اور نالائقی کی سزا :۔

حضرت عالمگیر کا طریقہ یہ تھا کہ ملازم نے کوئی چھوٹا بڑا قصور کیا اور اسے ٹانک دیا۔ قصور کی نوعیت کے مطابق سزا دی جاتی تھی اور گذشتہ حسن خدمات اور اصلاح آئندہ کے پیش نظر معاف کر دیا جاتا تھا اور جس کے متعلق نالائقی بددیانتی یا ظلم کا پورا پورا یقین ہو جائے اس کے لئے جگہ نہ تھی۔

ایک نالائق اور ظالم افسر کے متعلق ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے :۔

کہ اس کی نااہلیت اور ظلم کا یہ حال ہے "پرگنہ از جمع می افتد و رعایا ویران می گردند و نہیب او بہ ایں درجہ
بگوش می خورد کہ اگر بجائے یک روپیہ لک روپیہ بیارد منظور نیست۔ تغیر اقتضیت یا تغییر"
یعنی یہ شخص جس کا نام تجویز ہو رہا ہے بے تدبیر اور ظالم ہے۔ یہ حکومت کو ایک روپیہ کی بجائے ایک لاکھ
بھی جمع کر دے تو منظور نہیں۔

لہراسپ شمشیر خان نے استعفیٰ دے دیا ہے فرزند عالی جاہ کو لکھتے ہیں۔

"استعفائے آنہا بسبب تنخواہ بود۔ تو ما را بہ اندک عزت بر انداختن و از حدیہ آں توقع کار داشتن
محض بے معنی۔"

قدیم ملازموں کا ذرا ذرا سی بات پر برطرف کر دینا اور نئے ملازمین سے کارگذاری کی توقع رکھنا عبث ہے۔
ملازمین کے لئے معقول تنخواہیں اور کارگذاری کی تحسین،

سلطنت کی ترقی قابل اور دیانتدار افسروں اور ملازموں پر موقوف ہے۔ اچھے اور دیانتدار ملازم کی حوصلہ افزائی
اور ستائش اس کی مستعدی بڑھاتی اور دوسروں کے لئے مثال بنتی ہے۔

دیانت ایک فطری جوہر ہے لیکن مالک کو چاہیئے کہ ملازم کو تنخواہ اس قدر دے کہ وہ رشوت خوری کی طرف محض
قلت وسائل کی وجہ سے متوجہ ہونے پر مجبور نہ ہو۔ ان خیالات کو رقعات میں ملاحظہ فرمائیے۔

"ہرچند جوہر دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلی است ہر کرا حق تعالیٰ کرامت باشد۔ اما ہمت و انصاف
آقا را نیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال و از وجہ معاش مقدار احوال فارغ البال دارد تا ضروریات عالم
تعلق خلل انداز اعتماد او نشود۔"

محمد اعظم کے ایک ہندو ملازم تلوک چند نے ایک باغی پہاڑا سنگھ کو جنگ میں مار ڈالا تو شہزادہ کو انعام دینے
کے علاوہ تلوک چند کو بھی

"بہ منصب پانصدی ذات و دو صد سوار و خطاب رائے و عطائے خلعت و شمشیر و اسپ سربلندی بخشیدیم۔
آں فرزند ہم رعایتے در خور کہ موجب امتیاز او در اقران و امثال تواند بود۔ البتہ مع نشان تحسین و آفرین و
استقلال نیابت صوبہ بفرستند تا نوکران دیگر را ہوس حسن خدمت و امید نتیجہ افزاید۔"

امان اللہ بیگ داروغہ توپ خانہ عالی جاہ نے سنتا کو شکست دی ہے فرماتے ہیں۔

"فی الواقع تلاش و جانفشانی او در رفیقانش سزاوار تحسین و آفرین است۔ رعایتے کہ مناسب باشد نمایند

بحضور ہم عرض دارند۔

دیانت و بے دیانتی:

عالی جاہ کو لکھتے ہیں کہ انھوں نے بے دیانتی کی خوب تشریح کی ہے۔

"بے دیانتی مخصوص بہ خدمت ہائے مال نیست۔ راستی را بخلاف و خلاف را براست وانمودن عین خیانت است۔ خیلے خوش کردہ باشیم و ہیچ مقرباں و اہل خدمات حضور کہ عرض فرمودیم احوال ہر کس را بے کم و کاست عرض می کردہ باشند و پاس مراتب خویشی و آشنائی و بیگانگی منظور ندارند۔"

ملازمین شاہی میں عدم امتیاز:

1 شاہی لشکر نے شکرود جلوس میں بلیچی کے مقام پہ پڑاؤ کیا تو عنایت اللہ خاں ناظم خالصہ کا خیمہ ایک اونچے مقام پر نصب ہوا۔ امیر الامراء اسد خاں کے خواجہ سرا نے عنایت اللہ خاں کے آدمیوں کو خیمہ اکھاڑ لے جانے پر اس لئے مجبور کیا کہ امیر الامراء کا خیمہ وہاں نصب ہوگا۔ خاں سے مہلت طلب کی جو نہ دی گئی بلکہ خواجہ سرا ان سے کچھ بدتمیزی سے پیش آیا۔ عالمگیر کو اطلاع ملی تو حمید الدین خاں کو حکم ہوا کہ باز پرس کریں۔ معاملہ دفع کر دینے کے لئے دستور معظم اسد اللہ خاں کو عنایت اللہ خاں کے ہاں جا کر معافی مانگنی پڑی لیکن عالمگیر نے اس تصور پر اس شخص کو بھی نہ بخشا جس کی سیادت سے مہموں کی کامیابی کے لئے دعا کروایا کرتا تھا۔ فرماتے ہیں:

"فدوی قدیم الخدمت۔ باآنکہ عمرے در حضور تربیت یافتہ و خدمت کردہ و گمان ضابطہ دانی و قدردانیت انسانی و رحق او بیشتر است۔ باوجود ایں ہمہ اہانت منصبداران بادشاہی روا می دارد و قول سعدی یاد نمی آرد۔

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم
بندہ بارگاہ سلطانیم

بعد ازیں احتیاط لازم دانند و با اعتقاد خود لوکر درگاہ والا را نیز ہم چشم خود تصور دانیانے کہ می باید مراعات آں را نامرعی ندارد۔"

انصاف کی تلقین اور ظلم سے خوف:

رقعات اور احکام کے مختصر مجموعے اپنی اولاد اور اعلیٰ عہدہ داران سلطنت کو ہر حالت میں انصاف پر مائل کرنے اور ظلم و بددیانتی سے ڈرانے کی ترغیب دلانے سے بھرے پڑے ہیں اور اس معاملہ میں وہ خود میر کارداں تھا۔

جو کچھ دوسروں سے کہتا تھا پہلے خود اپنے عمل سے اس کی مثال قائم کرتا تھا۔ وجہ دنیاداری یا خواہش استحکام سلطنت نہ تھی۔ ایک مسلمان کا خوف روز آخرت تھا کہ یہی خوف مسلمان کے لئے انصاف و نیکی کا سرچشمہ اور برائی کے ارتکاب سے بچنے کا وسیلہ ہے۔ ذرا عالمگیر کے دل کی وسعتیں اس باب میں سن لیجئے:-

بعضی عاصی ہم بخواہ ناخواہ مرتکب ہیچ گناہ و معصیتے نباید شد ظلمے نشود۔ اما از نگاہ ملک بے سیاست
نمی ماند و ریاست و بے سیاست راست نمی آید۔ بعضے جا احکام موافق آں وقت بغلبہ نفس
بے اختیار صادر می شود از علماء بپرسید۔ الحمد للہ کہ نیت خود بخیر است شاید درگذرد۔ انما الاعمال
بالنیات۔ حدیث صحیح است و بہ حد تواتر رسیدہ۔

یعنی میں گناہ اور برائی سے خصوصاً ظلم سے بچنا چاہتا ہوں۔ لیکن چونکہ ملکی سیاست اور سلطنت کی ضرورتوں کی خاطر بعض وقت غلبہ نفس سے ماتحت مطابق ضرورت احکام صادر ہو جاتے ہیں۔ علماء سے مسئلہ پوچھئے، چونکہ ہماری نیت بفضل الٰہی بخیر ہے شاید ہم خدا کا عذاب آخرت سے بچ جائیں کیونکہ اعمال کی جزا و سزا نیتوں پر موقوف ہے یہ ایک حدیث صحیح ہے جو حد تواتر تک پہنچی ہے۔

رعیت پروری اور لاہور کا ظالم افسر:

حضرت عالمگیر رعیت پروری کو بادشاہ کی سب سے بڑی خوبی اور وجہ نجات سمجھتے تھے۔ ایک بیٹے کو لکھتے ہیں:-

رعیت پروری را سرمایۂ دولت دنیوی و اخروی دانند۔ اور خود اس پر ایسا عمل تھا کہ جہاں کہیں رعایا کو تکلیف پہنچی اس کے ازالہ کے لئے ساتھ ہی حکم پہنچا۔ ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے:-

ابو نصر خاں در لاہور ہنگامہ برپا کردہ است و مردم آں شہر را بجان آوردہ۔ مگر سر عافیت او می خارد
یا ملک را بے مالک دیدہ۔ مراتب او از بخشی نویسانیدہ بہ طلبد و آخر روز یا فردا بعرض رساند تا بہ کمی منصب
ہوش آں بے ہوش افزودہ آید۔

یعنی ابو نصر خاں نے لاہور میں ایک ہنگامہ برپا کر رکھا ہے شاید اس کی عافیت کی چندیا کھجا رہی ہے۔ یا اس نے ملک کو بلا مالک کے سمجھ رکھا ہے۔ اس کے مراتب بخشی سے لکھوا کر لیجئے اور آج شام یا کل پیش کیجئے کہ اس بے ہوش کو ہوش میں لانے کے لئے کمی منصب کا دارو پلایا جائے۔

رعیت کے قتلِ ناحق کے خلاف وصیت اور سرحد و ناقہ کا احترام:۔

ہندوستان کے کسی مسلمان بادشاہ کو رعیت سے اس قدر دلی تعلق نہ تھا کہ وصیت میں اُس کا ذکر کرتا۔ عالمگیر کی وصیتیں پڑھیئے جو کسی دوسری جگہ درج ہیں تو اندازہ ہوگا کہ اس نے بچوں کو تاج و تخت کے لئے لڑائی سے اس لئے بھی باز رہنے کی وصیتیں کی تھیں کہ خلقِ خدا کا خون ناحق نہ بہے۔ ان وصیتوں کو پڑھیئے خلقِ خدا کو خدا کی امانت قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کا نام بھی بالخصوص ضرور لیا گیا ہے کہ جنگ کی صورت میں نقصان بہرحال ان ہی کو زیادہ پہنچتا تھا۔ کیونکہ ایک دوسرے کو بھی وہی مارتے اور غیر مسلم بھی انہیں ہی کاٹتے۔ اس پر خدا ناترس لوگ یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ عالمگیر صرف مسلمانوں کی جانیں بچانے کے لئے یہ وصیتیں کرتا رہا۔ افسوس دنیا جسے غلطی سے بھی دشمن سمجھ لیتی ہے اس کے ساتھ انصاف پر قطعاً آمادہ نہیں ہوتی۔

ظلم و رشوت کے خلاف رعایا کی داد رسی:

حضرت عالمگیر کو جزائے روزِ آخرت کی ایک نیک مسلمان کی طرح ہر وقت فکر رہتی تھی اور چاہتے تھے کہ تمام لوگ روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہوئے نیکی اور انصاف پر کاربند ہوں۔

محمد اعظم کو لکھتے ہیں:۔

"تم نے حسن بیگ کو جو چکلہ کوڑا کی بربادی کا سبب ہوا ہے افضل کی پاسداری کی وجہ سے برطرف نہیں کیا۔ وہاں کی رعایا پتھروں سے سر پھوڑ رہی ہے فریاد کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے اگر تم انصاف نہیں کرو گے تو ایک روز خدا تو انصاف کرے گا۔"

بیٹے سے فرماتے ہیں:۔

"عاملِ محل کے ظلم و گناہ ہمارے تمہارے نام ہی لکھے جاتے ہیں۔ خدا سے ڈرو۔ ان کے ساتھ انصاف کرو۔ ورنہ تمہاری جاگیر چھن جائے گی۔"

اسی بیٹے کو ایک دوسرے رقعہ میں لکھتے ہیں:۔

"آپ نے اپنے توپ خانہ کے داروغہ کو نواح احمد آباد کا فوجدار مقرر کر دیا ہے۔ اس نے اپنے بد دیانت رشتہ داروں کو تھانوں میں تعینات کر دیا ہے۔ اُس کے اردگرد اوباش اور خلقِ خدا کو ایذا دینے والی ایک جماعت جمع ہو گئی ہے اور اس کی حمایت کی وجہ سے داد خواہ آپ تک نہیں پہنچ پاتے۔ حیران ہوں کہ در وقت جزائے اعمال چہ جواب خواہد داد۔ میں حیران ہوں کہ جزائے اعمال کے

وقت آپ کیا جواب دیں گے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ "ظالم را زور دادن و بداد داد خواہ نہ رسیدن در معنی خود مجوز ظلم بودن است"

ظالم کو اختیار دینا اور مظلوم کے لئے انصاف کو نہ پہنچنا حقیقت میں خود ظلم کا مرتکب ہونا ہے"

گندم از گندم بروید جو از جو
از مکافات عمل غافل مشو

کشمیر میں ایک جاگیردار اور عامل کا مقدمہ شروع ہے اور دیوانی کچہری میں ہم وطنی کی وجہ سے کشمیری سے کچھ رعایت برتی جا رہی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"مگر بہ آواز بلند گفتہ ایم در ما نگوئیم کہ مارا در احقاق حق و رفع بندی مقدمے رو و بدگی ہیچ یکے از فرزندان نیست تا بہ دیگرے چہ رسد۔"

فرزند زادہ کو لکھتے ہیں:۔

"ظلم بر خلق کہ ودیعت خالق است خوب نیست۔ خاصتہً ابنائے ملوک را ارتکاب آن بسیار بد"

اور اس سے بچنے کا نسخہ بھی تجویز فرما رہے ہیں:۔

"موت کو ہمیشہ حاضر و ناظر اور چھپے گناہوں کی سزا کو حق جانو اور موت کو آیا ہی سمجھو"

مدار المہام کو حکم ہوتا ہے۔ خان جہاں بہادر کو لکھتے ہیں:۔

"سوداگراں اصفہان وغیرہ استغاثہ می نمایند و خبر صحیح است۔ الظلم ظلمات یوم القیامۃ۔ از چہ رو منظور نداشت و یاد موت کہ قریب تر از شہ رگ است چرا گذاشت۔ از سخط الٰہی و غضب پادشاہی بترسد و آنہا را رضامند کند۔"

راستوں کی حفاظت:

اتنی بڑی وسیع سلطنت میں جہاں لٹیروں کو زیر کرنا پڑے رہزنی کے واقعات بالخصوص نئے نئے فتح کئے ہوئے علاقوں، پہاڑوں اور جنگلوں میں پیش آتے ہی رہتے ہیں بالخصوص جہاں ڈاکے اور چھاپے نہ صرف ذریعہ معاش ہی بن چکے ہوں بلکہ انہیں قوم اور وطن دوستی کا مظہر بھی سمجھا جاتا ہو لیکن عالمگیر کو یہ کسی حالت میں گوارا نہ تھا۔

عالی جاہ کو لکھتے ہیں:۔

بہادر پور سے خجستہ بنیاد تک شاہراہ پر رہزنی کی وارداتیں عمل میں آرہی ہیں اور مسافر اطمینان سے سفر نہیں کر سکتے ہمارے لشکر (ان) کے قرب میں یہ حالت ہے تو پھر ان راستوں پر جو دور دراز واقع ہیں کیا کچھ نہ ہوتا ہوگا جو وقائع نگار آپ کو یہ اطلاعات نہیں پہنچاتے انہیں برطرف کیجئے۔ ایک مستعد فوج ان رہزنوں کے انسداد کے لئے مقرر کیجئے کہ راستہ رہزنوں سے پاک ہو جائے۔

ایک دوسرے رقعہ میں فرزند عالیجاہ کو لکھتے ہیں :-

ہشتعیا از چہار کونڈہ تا قادر آباد راہ می زنند یعنی اٹھ چہار کونڈا سے قادر آباد تک رہزنی میں مصروف ہیں اور مسافر پریشان حال۔ آخرت میں کیا جواب دوگے ان کا انتظام کرو۔

فرزند عالی جاہ ہی کو ایک تیسرے رقعہ میں لکھتے ہیں :-

پیر گنج اور لشکر کے قریب کولی قبیلہ کے لوگ راہزنی کرتے ہیں اور لوگوں کو پکڑ لے جاتے ہیں۔

"حیف صد حیف وقت چوں سیف می گذرد و شما از خدا نمی ترسید" وقت سے زیادہ خوف ایزد جل وعلا از خاطر نہ برود۔ افسوس صد افسوس، وقت بڑی تیزی سے کٹتا چلا جاتا ہے اور تمہیں دنیا کے طول کا ڈر اور خداوند تعالیٰ کا خوف ہرگز نہیں۔

دیانتداری ضروری وصف ہے۔

فرزند عالی جاہ کو ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے ہم چاہتے تھے کہ دیانت خان عبد القادر کو فرزند بہادر کی سرکار کا دیوان مقرر کریں۔ لیکن وہ اسم بے مسمیٰ نکلا اور دیانت کی توقع اس سے بے معنی ہے۔ لہذا اس منصب پر مامور نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ غلط اور صغائر بیجا بھی بددیانتی ہے۔ بددیانتی صرف رشوت خوری میں ہی نہیں۔

کارگزاری اور غفلت کی نگرانی !

ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے "قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی کو کوئی خدمت سپرد کی جائے تو خفیہ طور پر اس کے احوال کی نگرانی کرنی چاہئے کہ ابنائے دنیا اول اول تو اپنی حسن کارکردگی سے فریفتہ بنا لیتے ہیں لیکن بعد میں اغراض نفسانی کی پیروی میں مگن ہو جاتے ہیں۔"

قصوروں سے چشم پوشی اور نالائقی کی سزا۔

حضرت عالمگیر کا ارشاد ہے کہ کسی ملازم کو چھوٹے سے قصور پر سخت سزا نہ دینی چاہیئے اور گذشتہ حسن خدمت اور اصلاح کی امید پر کچھ دیر کے بعد معاف کر دینا چاہیئے۔ لیکن جس کی نالائقی بد دیانتی یا ظلم کا پورا پورا یقین ہو جائے اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں بنتی۔

ایک نالائق اور ظالم افسر کے متعلق ایک دفعہ ارشاد ہوا اس کی نااہلیت اور ظلم کا یہ حال ہے کہ پرگنہ اند جمع می افتد و رعایا ویران می گردند و جمعیت او بر این درجہ نکوهش می خورد اگر بجائے یک روپیہ یک صد روپیہ بہادر منظور نیست تغیر تغیر تغیر۔ ظالم اور رعایا آزار افسر ایک روپیہ کے بجائے ایک لاکھ بھی وصول کر دے تو منظور نہیں۔

پرانے اور قابلِ اعتماد ملازمین!

فرزند عالی جاہ کو لکھتے ہیں۔ پسران شمشیر خان کا استعفیٰ بے سبب نہ ہوگا۔ فرمارا بہ اندک حرف برانداختن و از جدیدان توقع کار داشتن محض بے معنی است۔ یعنی تجربہ کار اور آزمودہ افسروں کو چھوٹی سی بات پر الگ کر دینا اور نئے لوگوں سے کام کی توقع رکھنا محض بے معنی ہے۔ معقول تنخواہیں دیانتداری کے لیے ضروری ہیں۔

ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے!

ہر چند جوہر دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلی است بہر کہ حق تعالیٰ کرامت باشد۔ اما ہمت و انصاف آقا را نیز دخلے است کہ نوکر را مرفہ الحال ماند وجہ معاش بمقدار حوائج فارغ البال دارد تا ضروریات عالم تعلق خلل انداز اعتقاد او نشود۔ یعنی اگرچہ دیانتداری ایک عطیہ ایزدی ہے لیکن آقا کے انصاف ہمت کو بھی اس میں دخل ہے کہ وہ نوکر کو خوش حال رکھے اور جہاں تک حالات اجازت دیں اسے فارغ البال رکھے تاکہ دنیاوی ضروریات اس کے ایمان کو متزلزل نہ کر دیں۔

کارگذاری کی تحسین!

شہزادہ محمد اعظم کے ایک ملازم تلوک چند نے ایک باغی پہاڑ سنگھ کو مار ڈالا تو شہزادہ کو انعام دینے کے علاوہ تلوک چند کو مناسب منصب و خطاب عطا ہوا۔ اور شہزادہ سے سفارش ہوئی کہ "اپنے طور پر اس کی کارگذاری کا صلہ دیں تاکہ دوسروں کو حسن خدمت کی ترغیب ہو۔"

لاہور کا ظالم حاکم!

حضرت عالمگیر کو اس پر اصرار تھا کہ ظالم حاکم کے اعمال کی سزا بجا طور پر روزِ آخرت اس بادشاہ کو ملے گی جو ایسے حاکم رعایا پر مسلط کرتا ہے۔ مشہور واقعات میں یہ تفصیل اس طرف اشارہ ہے۔ بیٹے کو لکھتے ہیں "رعیت پروری را سرمایہ دولت دنیوی و اخروی دانند" اور خود اس پر ایسا عمل تھا کہ کہیں رعایا کو تکلیف پہنچی تو اس کے ازالہ کے لیے وہیں شاہی حکم پہنچا۔ ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

ابو النصر خان در لاہور ہنگامہ بپا کردہ۔ دست و تیغ برہم آل شیر از بجاں آوردہ گر سر عاقبت، ادمی قادر یا ملک را بے نمک۔

دیدہ ور حکم ہوا کہ اس کے سر اسباب سے آج شام بالکل صبح ہی اطلاع دی جائے یا بہ کمی منصب ہوش ان بے ہوش افسردہ آئیں۔

زیادہ کام نہ لو!

قبر زہرہ عالی جاہ کے ایک ملازم نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس کے متعلق شہزادہ کو بہت کچھ یاد دلانے کے بعد لکھتے ہیں۔
این قدر خدمات بہ او چرا فرمودند کہ نوبت بخواستن رسید۔ آدمی اگر از عہدہ یک خدمت برآید غنیمت است۔ یعنی کسی ملازم کو ایسی خدمت نہ دیجیے کہ وہ انجام نہ دے سکے۔ ملازم ایک ہی کام خوش اسلوبی سے انجام دے تو غنیمت جانیے۔ شہزادہ محمد اعظم کو لکھتے ہیں۔

آپ نے اپنے توپ خانہ کے داروغہ کو نواح احمد آباد کا فوجدار مقرر کر دیا ہے۔ اس نے اپنے بد دیانت رشتہ داروں کو تھانوں میں تعینات کر دیا ہے۔ اس کے ارد گرد اوباش اور خلق خدا کو ایذا دینے والوں کی ایک جماعت جمع ہو گئی ہے اور اس کی حمایت کی وجہ سے داد خواہ آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ در حیرانم کہ در وقت جزائے اعمال چہ جواب خواہید داد۔ ظالم را نہ عدد دادن و بداد داد خواہ نہ رسیدن در معنی خود مجوز ظلم بودن است۔ حیران ہوں کہ قیامت کو آپ کیا جواب دیں گے۔ ظالم کو اختیار دینا اور مظلوم کے ساتھ انصاف نہ کرنا حقیقت میں خود ہی ظالم بننا ہے۔

فرزند مذکور ادا کو لکھتے ہیں ظلم بر خلق کہ ودیعت خالق است خوب نیست۔ خاصہ ابنائے ملوک را ارتکاب آن نبایستی۔ یعنی رعایا پر جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے ظلم ہر شخص کے لیے برا ہے لیکن شاہزادوں کے لیے تو اس کا ارتکاب نہایت ہی برا ہے اور اس سے بچنے کا نسخہ بھی ارشاد ہو رہا ہے۔ موت کو حشر کو۔ صراط کو اور علانیہ اور پوشیدہ گناہوں کی سزا کو سچ جانو اور موت کو پہنچا ہی سمجھو۔ ؎

بے ضابطگی سے کام نہ لو!

حکومت کے تمام کام بعض لوگوں کے بے جا ضابطہ کی خلاف ورزی سے خراب ہوتے ہیں خواہ بے ضابطگی کی ناسفارش ہو یا رشوت۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "وہ برہم خوردن یک ضابطہ خلل ہمہ ضوابط می شود۔ باوجودیکہ ہیچ ضابطہ را برہم نزدہ ایم مردم این قدر جرأت پیدا کردہ اند کہ التماس برہم خوردن ضابطہ می کنند۔ ہرگاہ این راہ جاری شود باز مشکل خواہد شد" یعنی ایک بے ضابطگی تمام ضوابط میں خلل پیدا کر دیتی ہے۔ باوجودیکہ ہم نے کسی ضابطہ کو برہم نہیں کیا لوگوں میں اس قدر جرأت پیدا ہو گئی ہے۔ کہ ضابطوں کو توڑنے کی درخواست کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو پھر حالات پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔

وصایا!

ناخدا ترس لوگوں نے حضرت عالمگیر کے وصایا کو اعتراضات [illegible] بے جا الزام کے طور پر پیش کیا ہے حضرت عالمگیر ہمیشہ خود اپنے آپ کو عاصی پر معاصی سے مخاطب ... کرتے رہے ہیں۔ لیکن ان کی زندگی خلفاء راشدین کے نمونہ پر تھی واقعات سے معلوم ہوتا ہے انہی کی مثال حضرت کے پیش نظر رہتی تھی۔ حضرت عمر نے اپنی وصیت میں مسلمانوں کو ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت کی تاکید کی تھی۔ عالمگیر نے اپنے خاندان کی روایات کے خلاف ایک نئی دو چار وصیتیں کیں اور آن میں علاوہ دوسرے امور کے اپنے بیٹوں کو باہم جنگ سے منع کیا تاکہ خلق خدا ناحق ماری نہ جائے۔

ایک رقعہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

"در حراست بندگان اگرچہ رب العالمین خواہد کرد اما بر مسلمانان و فرزندان ہم اہم است" یعنی بندوں کی نگہبانی تو خود خدا ہی فرمائیگا مگر مسلمانوں میرے بیٹوں پر بھی اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ دیکھئے بیٹوں کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں جن کی صف آرائی اور باہم کشت و خون کا اندیشہ ہے وصیت فرما رہے ہیں۔ اسی مضمون کو اس فرمان میں نزع کے وقت اپنے ہاتھ سے لکھ کر جاری فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "صیانت بندگان اگرچہ پروردگار خواہد کرد لیکن نظر بر عالم ظاہر بر فرزندان ہم ضرور است کہ خلق اللہ و مسلمین ناحق کشتہ نشوند" یعنی اپنے بندوں کی حفاظت تو خود خدا ہی کرے گا لیکن ظاہر حالات کے پیش نظر میرے بیٹوں پر بھی لازم آتا ہے کہ وہ باہمی جھگڑوں سے بچے رہیں۔ تاکہ خلق اللہ اور مسلمان ناحق نہ مارے جائیں۔

سر جدو ناتھ نے اپنی طویل زندگی کا پچاس ساٹھ سال سے زیادہ حصہ عالمگیریات کے مطالعہ پر صرف کر دیا اور ان شہادتوں کی موجودگی میں ان کے نتائج کس قدر درد انگیز اور حیرتناک ہیں۔

سر جادو ناتھ فرماتے ہیں کہ عالمگیر کو فکر مسلمانوں کے مارے جانے کی تھی۔ آپ ہی انصاف کیجئے یہیں حوالہ پیش کر دیا جاتا ہے جہاں پر خلافت کو ارشاد ہوتا ہے۔

فرزندان نامدار کامگار را بایدکہ تخالف دکنند و مجور گشتہ دخون خلق کہ بندگان خدایند نشوند" یعنی میرے بیٹوں کو چاہئے کہ آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ تاکہ ان کا باہمی جنگ و جدل خلق خدا قتل و غارت کا سبب نہ بنے پھر دعا مانگتے ہیں "ایزد منقلب القلوب توفیق محافظت خلق اللہ کہ ودیعت و ودائع خالق اند بہ ارباب راہ مالکان طریق ریاست ملکداری کرامت کناد"

یعنی اللہ تعالیٰ جو دلوں کا پھیرنے والا ہے طریق ریاست و ملکداری پر چلنے والوں کو خلق اللہ کی کہ خدا کی ان کو امانت ہے حفاظت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

خوشنویسی:

اس زمانہ میں خطاطی ایک فن گرانی تھا اور بادشاہزادوں کو بھی اس کی تعلیم دی جاتی تھی حضرت عالمگیر نے بھی علامہ الحسینی جواہر رقم سے اس ہنر کی تعلیم حاصل کی عبدالباقی حداد سے بھی جن کے متعلق لکھا گیا ہے کہ:

"خطِ نسخ را عرش اعلاکہ آقا استرس و زیب بگیر بخشید۔"

کسب فیض کیا۔

حضرت عالمگیر کی خوشنویسی کے کمال کا اعتراف عالمگیرنامہ میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"بہ قدرت کلام بدائع آثار مہ فی استادی وعزنگاری راہیان برکرسی نشاندہ یذکرہ دست اعنادلی قائم سبعہ خط بدل خواندہ بد"

خطِ نسخ کے متعلق لکھا ہے:

"درغایت پختگی ونزہ ومتانت واسلوب است وکمال قدرت در نوشتن دارند۔"

اسی طرح ان کا خط نستعلیق و شکستہ بھی بلند پایہ شمار ہوتا تھا۔

حفظِ کلام اللہ:

عام طور پر مشہور ہے کہ اورنگ زیب نے سات برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا یہ غلط ہے چونکہ قرآن کریم سے اورنگ زیب کو خاص شغف تھا۔ ایک مدت تک ذوقِ علمی و شغفِ روحانی کی بنا پر کچھ آیات اور سورتیں محض مزاولت کی بدولت ان کے حافظہ میں محفوظ ہوتی چلی جاتیں جب ہندوستان کا تخت عالمگیر کے قدموں سے مشرف ہوا اور اس درویش کے سر نے تاج شاہی کو رونق بخشی تو وہ مسلمان جو ہر نعمت پر سجدہ شکرانہ کا عادی تھا، اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے شکرانہ کے طور پر اپنے سینہ کو دولت کلام اللہ کا خزینہ بنانے کا عزم بالجزم لے کر اٹھا اور اس دور پر آشوب کی تمام دنیوی ذمہ داریوں کے باوجود اس عہدہ برآ ہونے کے ساتھ ایک ہی سال میں اس سعادت سے بہرہ ور ہوا۔

عالمگیرنامہ میں اس کے متعلق حسب ذیل صراحت موجود ہے:

"غرض اندک وقتے و مختصر فرصتے مجموع کلام مجید و فرقان حمید با رعایت مراتب قرات و شرائط تجوید و ادراک شانِ نزول آیات و بینات و تفسیر معانی و فہم اسرار و نکات آں بر لوحۂ حافظہ اشرف ..... مرقوم گشت۔"

تاریخِ حفظ:

ابتدائے حفظ قرآن کی تاریخ آیتِ کریمہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ (۱۰۴۱ھ) اور تکمیل حفظ کی تاریخ لوحِ محفوظ (۱۰۴۱ھ) سے نکلتی ہے اور اس قلیل مدت میں اس نعمت کا حصول اگر ایک طرف اس کے کمالِ حافظہ کی دلیل ہے تو دوسری طرف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دین و دنیا کی سعادتیں اور سرفرازیاں اس کے دامن کی پناہ ڈھونڈنے کے لئے بے تاب رہتی تھیں۔

ہاتھی سے لڑائی:

اورنگ زیب ابھی بچہ ہی تھا یعنی عمر میں پندرہ برس تھی کہ شاہجہان نے ایک روز ہاتھیوں کی لڑائی کے اہتمام کا حکم دیا۔ دو دیو پیکر ہاتھی سدھکر اور صورت سندر آمنے سامنے ہوئے خلق خدا تماشا دیکھنے ہزاروں کی تعداد میں موجود تھی اور شہزادے بھی اسلحہ سے آراستہ گھوڑوں پر سوار ہاتھیوں کے قریب تر تماشا دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ حریف کو شکست دے کر سدھکر پیچھے ہٹا اور اورنگ زیب کے گھوڑے پر حملہ آور ہوا۔ باقی شہزادے اور تماشائی بھاگ کھڑے ہوئے لیکن اورنگ زیب نے ہاتھی کے مستک پر اس زور سے نیزہ مارا کہ بہ الفاظ شاعر ہوا دوبارہ ہوا میں واپس ملا دیا۔ ہاتھی تو ہاتھی ہی تھا اس نے گھوڑے کو سونڈ میں لپیٹ لیا تو اورنگ زیب زین سے جست لگا کر زمین پر ڈٹ گئے اور تلوار نکال ہاتھی کی سونڈ پر وار کیا۔ اس معرکہ کی تفصیل منظوم ملاحظہ فرمائیے:

ابو طالب کلیم ملک الشعرائے شاہجہان نے جس نے ایک بیٹے اور ہاتھی کی یہ جنگ اپنی آنکھوں دیکھی تمام واقعہ کو نظم کر دیا ہے۔ صرف چند اشعار پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بہ صہبائے گوش اربابِ ہوش — یکے قصہ دارم بہ من دار گوش
ز مردم من این نقل نشنیدہ ام — من از دل شنیدم، دل از دیدہ ام
چو آرایم این قصہ ہنگامہ را — شمازد افسانہ شاہنامہ را
صباحے شہنشاہ گیتی فروز — شہِ معدلت گستر و ظلم سوز
بہ درشن برآمد چو خور بر سپہر — جہاں از رخش غرقِ انوارِ مہر
خلائق چو بعد از زمیں بوسِ شاہ — گرفتند درخوردِ خود جائے گاہ
بہ فیلانِ جنگی چو نوبت رسید — دراں عرصہ آمد قیامت پدید
فتادند فیلانِ جنگی بہم — پئے جنگ مزموم ہا شد علم
دوید از فضا زاں دو فیلِ مہیب — یکے سوئے شہزادہ اورنگ زیب
بہ مردی زجا یک سرِ مو نہ شد — ز راہِ چنیں سیل یک سو نہ شد

یکے نیزہ برق ساں تافتہ — نظر از رگِ غیرتش یافتہ
ز قوت چناں زد بہ پیشانیش — کہ جست از قضا برق رخشانیش
چناں کہ پیکر نہاں شد سناں — دگر بار در رفت آہن بہ کاں
ز خرطوم انداخت پیچاں کمند — قلادہ اسپ شہزادہ در پیل بست
گرفت اسپ و شہزادۂ پے سوار — ز بیم آب شد زہرۂ روزگار
بیفشرد پا اسپ دنداں کیں — بر آمد خروش از زمان و زمیں
چو در اسپ سامانِ جولاں ندید — چو شہبازے از خانۂ زیں پرید
ہماں دم کہ بر خاک پا را فشرد — رواں دست جرأت بہ شمشیر برد
علم کردہ شمشیر و سے دوید — گرازاں سوئے فیل خصمش رسید
چو نبود پسندیدۂ پردلاں — کہ گیرد یکے را دو تن در میاں
زروئے مروت از و دست داشت — بہ یکبارہ پیل خصمش گذاشت

شاہجہان میں خود بہادری کا جوہر موجود تھا اور اس نے ایک دفعہ تلوار سے شیر مارا تھا۔ بیٹا باپ سے بلند تر ثابت اور چودہ برس کی عمر میں بپھرے ہوئے ہاتھی سے لڑ گیا۔

جب ہاتھی نے اورنگ زیب پر حملہ کیا تو سب لوگ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اگرچہ بعد میں شاہ شجاع اور سرکاری ملازم مدد کو پہنچے۔

ہاتھی کا اور ایک نوخیز لڑکے کا کیا مقابلہ! باپ کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ قدرت کو تو صرف اس قدر دکھانا مقصود تھا کہ اورنگ زیب قضائے مجسم ہے اور بڑی سے بڑی آفت سے پنجہ آزمائی کر سکتا ہے جب شاہی نوکروں اور تماشائیوں کے اوسان بجا ہوئے تو وہ شہزادے کی مدد کو ہر قسم کے ساز و سامان سے پہنچے لیکن جو غیبی ہاتھ یہ تماشا اہل بصیرت کو دکھا رہا تھا اس نے دوسرے ہاتھی کا رخ ادھر پھیر دیا اور وہ آن کر اورنگ زیب پر حملہ کرنے والے غنیم پر یوں پل پڑا اور اسے رگیدتا ہوا میدان سے باہر لے گیا۔ گویا اس ہاتھی کو قدرت نے اس امر پر مامور کر دیا تھا کہ اس بچے کو جس نے ابھی چھتر برس جینا اور پچاس برس تک ہندوستان کے تاج و تخت کی زیب و زینت بننا اور احیائے دین کی خدمت انجام دینا تھی، بچا لے۔

جب میدان صاف ہو گیا تو بادشاہ نے اعتماد خان کو بھیجا کہ شاہزادہ کو جلد لے کر پہنچے۔ اورنگ زیب پورے وقار سے اطمینان خاطر اور آہستگی کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ اعتماد خان نے کہ اورنگزیب کے ننھیال میں سے تھا ذرا جھک کر کہا "شتاب آہستہ می آید"

بادشاہ عجب حال دارند، اورنگ زیب نے سنجیدگی کے ساتھ آہستہ سے جواب دیا: "اگر فیل این جا می بود من جلدی می کردم احوال چہ اضطراب است؟" بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ شہزادہ پر سے نثار کیا اور اسے اشرفیوں سے تولا۔

شاہ جہاں نے فرط محبت اور حالت اضطراب میں فرمایا:

"شکر خدا کہ بخیر گذشت۔ اگر خدانخواستہ نوع دیگر می شد چہ رسوائی بود۔"

(یعنی اگر تم مارے جاتے تو کس قدر رسوائی کی بات تھی)

تسلیم کردہ در جواب عرض کردند: اگر نوع دیگر می شد، رسوائی نہ بود، رسوائی این بود کہ برادران شدہ

پردہ پوش پادشاہاں مرگ است

در این چہ رسوائی است۔

اگر وہ یہ معرکہ پیش آجاتا تو رسوائی نہ تھی، رسوائی تو اس عمل میں تھی جو بھائیوں کی طرف سے ظاہر ہوا یعنی بھاگ نکلنا ایسی نامردی ہے جو بادشاہوں کے شایان شان نہیں، مقابلہ میں مارا جاتا تو یہ رسوائی نہیں، موجب سرخروئی شمار ہونا چاہیئے چودہ برس کے اس بچے کے انداز ملاحظہ فرمایئے۔ اس سے بازو کی مہارت، اس کے ذہن کی رسائی اور اس کے قلب کی قوت۔ اس کے استقلال کس کس بات کی داد نہیں دی جا سکتی۔ اسی خاندان میں بعد میں ایک شخص پیدا ہوا جو چوہے سے اس قدر ڈرا کہ خیمہ چھوڑ کر بے تحاشا بھاگا۔ خیمہ کی ڈوری میں پاؤں الجھا تو گر پڑا۔ اٹھا اور دوڑ کر نکل گیا اور ملازمین شاہی جن کی آنکھوں نے یہ معرکے دیکھے تھے خاندان شاہی کے اس حال پر ہنستے بھی تھے اور روتے بھی۔

والیٔ گولکنڈہ کی کفر دوستی

اور

اسلام دشمنی

اثبات تقصیرات والیٔ گولکنڈہ سے متعلق وہ فرمان جو بہ دستخط النور صادر ہوا

یہ فرمان سعادت نشان کے نام شولاپور سے لکھا گیا تھا اس سے حضرت عالم گیر کی سیاسی پالیسی کے اصول ظاہر ہیں جن پر اسلامی ریاستوں کو آج بھی عمل پیرا ہو کر استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔

ایالت پناہ! حق فراموش۔ دنیا پرست والیٔ گولکنڈہ اگرچہ افعال قبیحہ آں بد عاقبت را از حد افزوں است اما از ہزار یکے و از بسیار اندکے شمردہ می آیند

(۱) اختیار ملک و سلطنت بہ کف اقتدار کافر فاجر ظالم دادن۔

(۲) سادات و مشایخ و فضلا و علماء و صلحا و فقراء را منکوب و مغلوب ساختن و

(۳) در رواج فسق و فجور بہ افراط تمام علانیہ کوشیدن۔ و

(۴) خود از بدمستی و بادہ پرستی در انواع کبائر مستغرق بودن۔ بلکہ

(۵) کفر از اسلام و ظلم از عدل و فسق از صدق و ضلالت از عبادت تمیز نہ نمودن

(۶) در اعانت کافر حربی سنبھاجی جہنمی دقیقہ از دقائق نامرعی فرو نہ گذاشتن و خود را بہ سبب معاونت حربی کہ نص کلام الٰہی در منع آن واقع شدہ پیش خالق و خلق مطعون ساختن

باوجود ارسال فرامین نصیحت آمیز مصحوب مردم ادب دان مزاج شناس حضور

درین بارگی یک لک ہون برائے حربی بدکردار خواجہ دشمن فرستادن۔ و

بر این ہمہ اعمال مغرور و مست بادہ غفلت بودہ از مکافات افعال خود غافل بودن

در ہر دو جہاں داشتن

ش زہے تصور باطل زہے خیال محال

چوں چارہ نماندہ اکنون ما رسیدہ داں کہ آخرالدواء الکی معذوریم۔ من یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ

ترجمہ

ایالت پناہ: حق فراموش اور دنیا پرست دماغ گولکنڈہ۔ اگرچہ اُس بدانجام کی بداعمالیاں احاطۂ تحریر سے باہر ہیں تاہم ہزاروں میں سے ایک اور زیادہ میں سے تھوڑی گنوائی جاتی ہیں۔

(۱) ملک سلطنت کا انتظام ایک ظالم کافر کے ہاتھ میں دے دینا۔ اور

(۲) سادات مشائخ فضلاء علماء صلحاء پر جبر و ستم کرنا اور انھیں ستانا۔ اور

(۳) فسق و فجور کے علانیہ بجالانے میں حد سے زیادہ کوشش کرنا۔ اور

(۴) خود کو تمام رات شراب و زنا میں مشغول رکھنا اور گناہان کبیرہ میں شرکت کرنا۔ اور

(۵) کفر و اسلام ظلم و انصاف گناہ اور نیکی اور فسق و عبادت میں تمیز نہ کرنا۔ اور

(۶) جو بہت بڑی برائی ہے وہ یہ ہے کہ کافر ... سے دلی تعلق رکھنا۔ اور

... کافر حربی کی امداد کے سبب ... جس کی ممانعت میں نص کلام الٰہی موجود ہے۔ خدا و خلق کے ... اپنے آپ کو ملعون بنانا۔ اور

... ان ... ناس لوگوں کی معرفت ... نصیحت آمیز فرمان بھیجے جانے کے کانوں سے غفلت کی روئی نکالنا۔ اور

... مرتبہ ایک ... اطلاع ... دشمن بدکردار حربی کے لیے بھیجا۔ اور

ان تمام اعمال کے ... خود غفلت کی شراب سے غرور و بدمست رہنا اپنے افعال کی پاداش سے غافل رہنا اور ... کو ... دکھانا۔

زہے تصور باطل زہے خیال محال

... باقی نہیں رہ گیا ... کیونکہ آخری علاج داغ دینا ہی ہے۔ ہم مجبور ہیں ... نہیں کر سکتا ... مبتلا کرے اس کی ہدایت کرنے والا کوئی

مسلمانوں کے اصولِ سلطنت اور مُلک داری

حضرت عالمگیرؒ کے اس فرمان سے مسلمانوں کے لیے سلطنت و ملک داری کے حسب ذیل اصول مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) کسی اسلامی ملک و سلطنت کا اقتدار کسی ظالم اور فاجر کافر کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہیے۔ یقیناً اس کا یہ مفہوم نہیں کہ عنان اختیار کسی ظالم اور فاجر مسلمان کے ہاتھوں میں دے دینی چاہیے کیونکہ مسلمان ہونا ہی برائی اور ظلم سے بچنے کی ضمانت ہے۔

(۲) کسی سلطنت میں ارباب علم اور نیک لوگوں سے برا سلوک نہیں ہونا چاہیئے۔ جہاں ایسا ہوا وہاں بدی قوت پکڑے گی اور نیکی ذلیل و خوار ہوگی اور یہ ملک کے لیے پیام موت ہے

(۳) بادشاہ اور افسران سلطنت کے لیے حد درجہ نازیبا ہے کہ وہ فسق و فجور میں خود مبتلا ہوں یا ان کی توجہ سے فسق و فجور کو فروغ حاصل ہو۔

(۴) مسلمان ارباب حکومت کو چاہیے کہ کفر و ظلم، بدکرداری اور ضلالت کا ساتھ نہ دیں۔

(۵) وہ مسلمان حاکم اور حکومت جو کسی کافر حربی کی نص کلام الٰہی کی ممانعت کے باوجود کسی مسلمان حاکم یا سلطنت کے خلاف امداد کرتی ہے خلق و خالق کے نزدیک ملعون و مطعون ہے۔

(۶) کسی مسلمان حاکم یا حکومت کے خلاف کسی کافر کو مالی تقویت پہنچانا حد درجہ ناروا ہے۔ ان دو آخری شقوں پر غور فرمائیے اور دیکھیے کہ آج کتنے اسلامی ملکوں کو ان اصولوں پر عمل پیرائی کی سعادت حاصل ہے بلکہ ان اصولوں کی خلاف ورزی کس قدر عام ہے۔ اور اس بناء پر عالم اسلام میں کس قدر ضعف و انتشار پیدا ہے جو ترقی کے تمام راستے مسدود اور اتحاد و قوت عالم اسلام کی امید میں معدوم و مفقود کیے ہوئے ہے۔

اورنگ زیب کا محاصرہ گولکنڈہ



عجائب گھر لاہور کی ایک دستی تصویر ہے

عالمگیر کے مزار پر

آج سے کوئی چھبیس برس پہلے جب مجھے حضرت عالمگیر کے مزار پر حاضری کا شرف حاصل ہوا تو ایک عجیب انجانی سی ... دولت نصیب ہوئی۔

قبر کے سرہانے ریحان کا ایک چھوٹا سا پودا لہلہا رہا تھا جو عالمگیر کی طرح ہی ایک شان یکتائی رکھتا تھا۔ میں نے چند پتیاں توڑیں اور استاذی شیخ عطار اللہ صاحب کی خدمت میں جو اُن دنوں مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں تھے ان الفاظ کے ساتھ بھیج دیں:۔

برگ سبز است تحفۂ درویش

میرے دل میں اس وقت جو تاثر پیدا ہوا اُس نے ان تین اشعار کی صورت اختیار کی۔

اوج ماضی ہے مخاطب مسلم دل گیر سے
پھر رُخ ہستی بدل دے گردشِ شمشیر سے
صد تحمّل سے مصافِ زندگی میں کام لے
آسماں تجھ پر اگر ٹوٹے سپر پر تھام لے
سوزِ دل سے پھونک دے سرمستیِ پستی کو پھر
اپنے نیزے پر اٹھا لے کُرہ ہستی کو پھر

(پروفیسر محمد شفیع اسلامیہ کالج)
(پشاور)

تخمے الحادے کہ اکبر پرورید
باز اندر فطرتِ دارا دمید

شاہجہاں کا اندازہ اپنے بیٹوں کے متعلق

عالمگیر ایک رقعہ میں فرزند عالی جاہ کو لکھتے ہیں کہ معتبر شخص کی زبانی یہ روایت پہنچی ہے اور اطلاع کے طور پہ لکھی جاتی ہے (مفصل حوالہ کے لیے رقعہ ۴۵ ملاحظہ فرمائیے) شاہجہاں اپنے وزیر اعظم اور امراء سے کہتا ہے :-

دعا کرد کہ میرے بعد میرا جو لڑکا بادشاہ بنے اسے نیک توفیق مرحمت ہو "بعضے اوقات اندیشہ بخاطر راہ می دہد کہ ہمین پور خلافت اگرچہ اسباب شان و شوکت و سامان تجمل و صولت ہمہ دارد لیکن عدو نیکان و دوست بدان واقع شدہ ع بابداں نیک و بد بہ نیکاں است۔ شجاع غیر از سیر چشمی وصفے ندارد و مراد بخش مجمل الکیفیت بہ اکل شرب بلیغہ دائم المزاست۔ مگر فلانے یعنی ایں عاجز خانی ذی عزم و مآل اندیش بنظر می آید۔ اغلب کہ متحمل امر خطیر ریاست تواند شد سعد اللہ خاں ایں مصراع مولوی بر خواند ع مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست۔ آں حضرت فرمودند ع تادوست کرا خواہد و میلش بکہ باشد۔"

یہ عالمگیر کی بیک واسطہ ذاتی شہادت ہے۔ اسی مضمون کو حمید الدین خان نے احکام عالمگیری میں یوں لکھا ہے "ہمین پور عدوئے نیکو کاراں واقع شدہ و مراد بخش بکار تشرب دلبستگی دارد و محمد شجاع جز سیر چشمی صفتے کہ متحمل ایں امر خطیر می تواند شد۔ اما رکاکت سقم عظیم در نوع انسانی اوست۔ تادوست کرا خواہد و میلش بکہ باشد" ان دونوں اقتباسات میں کہا گیا ہے کہ دارا نیکوکاروں کا دشمن واقع ہوا ہے۔ مراد بخش شراب نوشی میں مست رہتا ہے محمد شجاع سیر چشمی کے سوائے کوئی خوبی نہیں رکھتا مگر اورنگ زیب کا عزم و شعور بظاہر اُسے اس مشکل کام کا متحمل بنا دیگا۔

احکام عالمگیری میں یہ اضافہ ہے کہ اورنگ زیب کی طبیعت میں بڑا بھاری نقص اس کا ہلکا پن یا گھٹیا پن ہے

حقیقتِ رکاکت اس گھٹیا پن کی حقیقت اور اس الزام سے متعلق عالمگیر کا عالمانہ۔ مومنانہ اور پرلطف جواب بھی سن لیجئے مگر یہ امر ذہن نشین رکھیے کہ الزام قریباً تین ساڑھے تین سو سال پہلے کا ایک مطلق العنان بادشاہ عاید کر رہا ہے۔ وہ زمین پر خدائی کرتا تھا اور اس کی رائے میں وہ اور اس کے بیٹے بلکہ شاہی خاندان کے تمام افراد آسمان سے نازل ہوئے تھے اور اس تیرہ خاکدان کے بسنے والے اُن سے ہمکلامی و مساوی یا نہ خطاب کے بھی حقدار نہیں تھے۔

دارا کی درشتی دارا شاہ جہاں کا ولی عہد اور ان اوصاف کا مالک تھا جن کا تذکرہ خود باپ نے شکایت کے طور پر کیا ہے امیروں وزیروں سے سخت کلامی اور درشتی سے پیش آتا اور معمولی بات پر ان کی آبرو کے درپے رہتا۔ آج کل کی زبان میں اس کیفیت کو بدتمیزی کا نام دیا جائے گا۔ اسی بدتمیزی کی وجہ سے امرا دارا سے نالاں رہتے تھے شاہجہاں نے اسے سمجھانے بجھانے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر بے سود ادھر اورنگ زیب کا حسن سلوک امراء کو اس کا مداح و گرویدہ بنا رہا تھا۔

شاہ جہاں نے دیکھا کہ دونوں کی اپنی اپنی روش جانشینی کے وقت دارا کے خلاف جائیگی اور جب دارا نے اپنی روش میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی تو اس نے اورنگ زیب ہی کو مرتبہ شہزادگی یاد دلایا اور سمجھایا کہ وہ امیروں وزیروں سے ذرا ڈٹ کر رہا کرے اور اپنے منصب کی اہانت کا مرتکب نہ ہوا کرے۔ چنانچہ لکھا:

بابا سلطان، فرزندان عالیشان را باید عالی ہمت باشند و عالی فطرتی را کار فرمایند۔ شنیدہ شد کہ شما با ہر کدام از نوکران سلوک می کنند کہ نہایت پستی بخود راہ می دہند۔۔۔۔ از ایں پست فطرتی بغیر از مذمت فائدہ حاصل نخواہد شد۔

اورنگ زیب کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

آنچہ از راہ فضل و کرم در باب غلام مستہام مرقوم قلم عنایت رقم بود کالوحی من السماء نازل گردید
پیر و مرشد برحق سلامت! تعز من تشاء و تذل من تشاء۔ محض بہ تقدیر قادر عباد و خالق ارض و سما است بندہ بموجب حدیث صحیح کہ راوی آں انس بن مالک باشد من اذل نفسہ اعزاللہ عمل نماید و انکسار قلوب را از ذنب ذنوب و افحش عیوب می شمارد و آنچہ بہ نشان کرامت ترجمان صادر شدہ انکارے براں نداد لیکن بہ یقین می داند کہ بموجب غرض وسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس مرقوم فرمودہ اند۔

زبان عرض ندارم بجز عذر گناہ
ببخش جرم من روسیاہ و نامہ سیاہ

دیکھئے اس جواب کا لکھنے والا اعتراض کرنے والوں سے کس درجہ مختلف یقین و ایمان اور طریق عمل کا مالک اور اظہار مطالب پر کس درجہ قادر ہے اور اس کا ایمان کس قدر پختہ ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ لوگوں سے حسن سلوک اور شریفانہ برتاؤ سے کوئی پوشیدہ اور دور کی غرض وابستہ نہیں میرا تو یہ ایمان ہے کہ زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہی جسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے چاہِ مذلت میں گرا دیتا ہے۔ میرا عمل تو اس حدیث قدسی پر ہے جس کے راوی انس بن مالک ہیں۔ یعنی جس نے اپنے نفس کو دبایا یعنی فروتنی اختیار کی اللہ اس کو عزت بخشتا ہے۔ میں تو دل شکنی کو بہت بڑا گناہ

اور عیب سمجھتا ہوں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے انکار نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کسی کی وسوسہ اندازی کے ماتحت ہی صادر ہوا ہے۔

دارا کے متعلق حضرت عالمگیر اپنے بیٹے شہزادہ معظم کو ۴ ذی قعدہ سنہ ۱۱۰۲ھ کو اسے زندانِ تادیب سے رہا فرماتے ہوئے نصیحت کرتے اور لکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت معین داراشکوہ بودند ... او به مصاحبت ہنود و جوگیان بے ایمان شدہ بود محض اعانت دین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سبب نصرت باشد۔ چند نصیحت بہ شما کردہ می شود باید کہ در خاطر داشتہ باشید یعنی دارا تو ہندوان اور جوگیوں کی صحبت میں رہ کر بے ایمان ہو چکا تھا۔ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی اعانت ہی نصرت کا سبب ہو سکتی ہے۔

اورنگ زیب نے اپنے ایک خط میں جو جنگ تخت نشینی کے ابتدائی دور میں مراد بخش کو لکھا داراشکوہ کو مدعی کے لقب سے یاد کیا۔ ایک دوسرے خط میں سے مخالف کیے دین اور قدوۃ الملاحدہ کے خطابات سے یاد فرمایا۔

خافی خان لکھتا ہے "دارا ... تقلید ملحدان صوفی مشرب تصوف را باہم ساختہ کفر و اسلام را برادر توام خواندہ بیان میں باب بآب و تاب تالیف نمودہ با برہمنان و گسائیاں دم موافقت و مرافقت می زد۔

دارا کے متعلق عالمگیر ایک صوفی بزرگ خواجہ عبیداللہ کو لکھتا ہے کہ دارا کے دماغ میں بہت غرور سما گیا ہے اور اس نے ہندوستان کی باگ ڈور ہاتھ میں لے لی ہے۔ دارا کیا کر رہا ہے۔ "بہ ترویج آئین ہنود و کفار و احیائے رسوم ذمیمہ فجار و اشرار پرداختہ در تحریف دین متین و تنزیف شرع رسول امین غایت جہد می داشت" یعنی دارا ہندوؤں اور کافروں کے آئین کے رائج کرنے اور فجار و اشرار کی رسوم کے زندہ کرنے اور دین متین کی تحریف اور شرع رسول امین کی تنزیف میں حد درجہ کوشاں رہتا تھا۔

دارا نے علوم و فنون میں خوب دسترس حاصل کی پچیس برس کی عمر میں سفینۃ الاولیاء لکھی جس میں بزرگان دین کے حالات قلمبند کیے۔ ۲۸ برس کی عمر میں سکینۃ الاولیاء حضرت میاں میر کے حالات میں لکھی جنھیں دارا ہماری تعالیٰ کہا کرتا تھا۔ اسی کتاب کے دیباچہ میں کہتا ہے:

شبے بخواب دیدم ہاتفے آواز داد۔ چہار بار تکرار کرد کہ آنچہ بہ ہیچ یکے از سلاطین روئے زمین دست نداده اللہ تعالیٰ بہ ارزانی داشتہ" یعنی ہاتف نے ایک رات مجھے خواب میں چار مرتبہ کہا کہ جو کچھ دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے عنایت کیا ہے۔

اس کے بعد دارا نے لوگوں کو باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ کفر و ایمان اور ایمان و الحاد کے درجوں سے نہایت بلند تر ہو چکا ہے ۱۰۶۵ھ میں اس نے مجمع البحرین لکھی اور ثابت کرنا چاہا کہ تصوف اور ویدانت ایک ہی ہیں اور ان میں سے جس راستے سے چاہے انسان منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

اس نے بنارس میں بیٹھ کر پنڈتوں، جوگیوں اور گوسائیوں کی صحبت میں ویدانت کا علم حاصل کیا۔

جوگ بشسٹ کا ترجمہ

۱۰۶۶ھ میں دارا نے جوگ بشسٹ کا ترجمہ شائع کیا۔ وجہ ترجمہ دارا کے الفاظ میں سنئے :

"اس کتاب کے ترجمہ کا جو شیخ صوفی کے ساتھ منسوب ہے ہم نے مطالعہ کیا تو رات کو خواب میں دیکھا دو بزرگ قبول صورت ایک بلند جگہ پر اور دوسرے اس سے نیچے کھڑے دکھائی دیے۔ جو نیچے پر کھڑے تھے بشسٹ تھے اور دوسرے رام چندر ... بشسٹ ... حاضر ہوا۔ بشسٹ نے نہایت مہربانی سے ہاتھ میری پیٹھ پر رکھا ... رام چندر ... طلب میں سچا بھائی ہے اس سے بغلگیر ہو۔ رام چندر کمال محبت کے ساتھ مجھ سے ملے۔ ... رام چندر کے ہاتھ میں مٹھائی دی تاکہ مجھے کھلا دے میں نے وہ شیرینی کھا لی"

اسلامی عقائد سے بیزاری

مندرجہ بالا خیالات کا لازمی نتیجہ دارا کا اسلامی قیود سے آزاد ہوجانا تھا اور اس کے عقائد و اعمال نے حسب ذیل صورتیں اختیار کیں۔ صاحب عالمگیر نامہ نے لکھا ہے کہ ... الحاد کے مراتب کے اظہار میں جسے وہ تصوف کہتا تھا اکتفا نہ کرتے ہوئے ہندوؤں کے دین و آئین کی طرف مائل ہوا اور ہمیشہ برہمنوں، جوگیوں اور سنیاسیوں کی صحبت میں رہنے لگا۔ اور انھیں مرشدان کامل اور عارفان حق واصل سمجھتا تھا اور ان کی کتاب وید کو کلام الٰہی جانتا تھا اور اسے مصحف قدیم و کتاب کریم کہتا تھا۔ اس نے اپنی انگشتریوں کے نگینوں پر اسمائے الٰہی کے بجائے لفظ "پربھو" لکھوایا۔ اپنے آپ کو عارف کامل سمجھتے ہوئے نماز، روزہ اور دیگر لوازمات شرعی سے آزاد کرلیا۔

قدر کفر حقیقی

شاہ دلبر کے نام اپنے ایک خط میں لکھتا ہے :۔

"الحمد للہ کہ از برکت صحبت ایں طائفہ شریفہ کرمہ معظمہ از دل ایں فقیر اسلام مجازی برخاست و کفر حقیقی روئے نمود..... اکنوں کہ قدر کفر حقیقی دانستم زنار پوش و بت پرست بلکہ خود پرست و دیر نشین گشتم"

یعنی اس واجب التعظیم گرو کی برکت سے میرے دل سے اسلام مجازی نکل گیا۔ اور کفر حقیقی ظاہر ہوا۔ اب کہ مجھے کفر حقیقی کی قدر معلوم ہوئی میں نے زنار پہنا۔ میں بت پرست بلکہ خود پرست بنا اور دیر نشین ہو گیا۔

سرمد کو لکھتا ہے۔

قتل امام حسین اگرچہ مشیت ایزدیست پس یزید درمیان کیست واگر غیر مشیت است پس معنی لیفعل ما یشاء ویحکم ما یرید چیست نبی مختار بہ جنگ کفار می رفت شکست در اسلام می افتاد۔ علمائے ظاہری گویند کہ تعلیم عبرت است منتہی را تعلیم چہ درکار است۔

خافی خان

خافی خان کی شہادت دارا کے تصوف و اشغال سے متعلق ملاحظہ فرمائیے۔

"بہ تقلید ملحدان صوفی مشرب تصوف را بدنام ساختہ کفر و اسلام را برادر توام خواندہ سالہا در این باب کتاب تالیف نمودہ با برہمنان وگسائیاں دم موافقت در رفعت می زد"

دارا اپنے ایک پیر کو عین الرحمن کے خطاب سے یاد کرتا ہے اور حضرت میاں میر کے متعلق کہتا ہے۔ "آں ذات مقدس معلے را ہمہ جا و ہمہ وقت حاضر و ناظر می داند و می بیند"

جس زمانہ میں جہاں آرا بیگم کی کوشش سے اورنگ زیب کے خلاف شاہجہاں کے دل سے کدورت دور ہو رہی تھی اور شاہجہاں عالمگیر کو صلاح و مشورہ سے نوازنے لگا تھا۔ عالمگیر نے شاہجہاں کو دارا کے متعلق ایک خط میں لکھا:

"از مظنہ ہائے فاسد بادشاہزادہ کلاں آنچہ بیگم صاحبہ ظاہر ساختہ اند ہنوز گل اول است بعد ازاں نہ خبث طینت و اعتقاد باطلش مفصلاً بعرض برسد معلوم خواہد شد کہ از چہ قماش آدمی بودہ و دفع او از چہ قسم عطایہ الٰہی است"

عیسائیوں سے راہ و رسم

دارا اسلام سے کٹ کر ہندو مت کا ہی فدائی نہ بنا عیسائیوں سے بھی اس کے مراسم اتنے گہرے اور ایسے مخلصانہ تھے کہ یورپین سیاحوں نے بھی لکھا ہے کہ وہ عیسائی ہو گیا تھا اور عیسائی ہی مرا اور جس وقت وہ فوت ہوا اس وقت اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے "محمد مرا می کشد و ابن اللہ مریم مرا می بخشد"

مراد کی رائے

مراد نے شاہ شجاع اور اورنگ زیب کو جو خطوط لکھے ہیں۔ ان میں دارا کا جہاں کہیں ذکر آتا ہے وہ اسے ملحد ہی کے خطاب سے یاد کرتا ہے۔ مثلاً (۱) بموجب عہد و پیمان فی ما بین بعزم قلع و قمع ملحد بے دین... (۲) بموجب قرار داد اول کسے کہ با ملحد برہم زد۔ (۳) فتح یافتن بر ملحد و شکست خوردن آں مردود (۴) در حویلی ملحد فرود آمدند ..... اسی طرح کتب تواریخ میں کافی شہادت موجود ہے کہ بھائیوں میں سے ہر

ایک خواہ اس کی صلاحیت و ذہنی کیفیت کیا تھا۔ دارا کو ملحد و بے دین ہی جانا جاتا تھا۔

تخت سلطنت کے لیے اہلیت

دارا کے مذہبی عقائد کا حال آپ ملاحظہ فرما چکے پہلے چند پیروں کو خدا تک پہنچا دیا۔ پھر ہندو دھرم کا ایسا عاشق ہوا کہ خواب میں رام چندر کے ہاتھ سے مٹھائی کھانے لگا۔ ان تمام منازل عرفان کے طے کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ وہ ہندو ہو چکا ہے اور دشمن اسلام ہے اگر عنان حکومت اس کے ہاتھ آ گئی تو نہ مسلمانوں کے ہاتھ میں کوئی طاقت رہے گی نہ اسلام کا کوئی پرسان حال ہوگا بلکہ اکبری الحاد زیادہ قوت اور ہمہ گیری سے پھیلے گا۔ مسلمان امرا خاموش تھے لیکن ان کے ذہن دارا کی وراثی کے نتائج بھانپ رہے تھے چنانچہ وقت آنے پر انھوں نے دیر سویر پرچم عالمگیری کے تلے کہ لوائے اسلام اور اسلامی سلطنت کا مظہر تھا، جمع ہونا شروع کر دیا اور دارا کو جنگ تخت نشینی کے لیے آزمودہ کار مسلمان جرنیلوں میں سے کسی کی خدمات میسر نہ آ سکیں اور اورنگ زیب سے مقابلہ کے لیے صرف جسونت سنگھ مل سکا۔

میدان عمل میں

سلطنت ایک بصیرت و ہمت چاہتی ہے۔ انسانوں کو سمجھنا اور حالات کا رخ پہچاننا بادشاہت کے لیے ضروری ہے۔ دارا اپنے آپ کو ایک عارف کامل جانتا تھا۔ قندھار کے محاصرہ میں وہ ایک شخص کو پسندیدہ شراب اور خوبرو نوجوان عورت مہیا کر کے اس کے عمل کی بدولت جنوں کی امداد کا منتظر رہا۔

ہندوؤں کی تائید

اورنگ زیب کو اپنی سیرت اور اپنے میلانات مقاصد اور اہلیت کی بنا پر مسلمان امیروں کی تائید حاصل تھی۔ دارا کو اس کے عقائد و امیال کی بنا پر ان ہندوؤں کی تائید حاصل تھی۔ جو یہ چاہتے تھے کہ مسلمان ان کے اندر ضم ہو جائیں اور ان کی سیاسی قوت کا از خود خاتمہ ہو جائے اور پھر سے ہندو راجے مہاراجے آزاد ہو جائیں اور غیر ملکیوں اور غیر مذہبوں سے انھیں نجات حاصل ہو۔ مستقبل کے یہی خوش آیند خواب انھیں دارا کی مدد پر ابھارتے تھے۔ اسی لیے ایک راجپوت نے دارا کی حمایت میں اورنگ زیب کے ایک بھائی سے لڑائی کے دوران میں ہاتھی کے پہلو پر گھوڑے کے اگلے پاؤں ٹکوا کر اس کے نیزہ مارا اور کہا تم دارا سے تخت چھیننے آئے ہو، ہندوؤں کے رشتہ دار تو یہ سب بھائی برابر کے تھے آخر دارا میں انھیں کیا خصوصیت نظر آتی تھی۔

دارا کا قتل

دارا کے قتل پر نیک دل لوگوں نے بڑے بڑے اعتراضات کیے ہیں اورنگ زیب نے اپنی تعبیر یہ فرمایا ہے کہ تخت کا کوئی رشتہ دار نہیں ہوتا۔ اور حقیقت یہی ہے کیا آج پانچ سات ایکڑ زمین کی ملکیت پر قتل نہیں ہوتے اور عروس ہند کی زیبائی تو لاجواب تھی۔ بہر حال دارا قتل ہوئے اور بیجا یہ خود ایک طویل بحث ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ دارا کو نظر بند کر دیتے لیکن جنگ تخت نشینی کے دوران کا رخ جدھر تھا وہ اس امر کا متقاضی تھا کہ تاج و تخت نہیں تو

اُس مقصدِ عظیم کی خاطر جس کے لیے تاج و تخت کا حصول ضروری سمجھا گیا اس مخالفت کو جو کسی وقت ایک فتنہ کی صورت اختیار کر سکتی تھی بیچ میں سے ہٹا دیا جائے دارا کی لاش کی تشہیر کو بھی لوگ ناپسند کرتے ہیں اس زمانہ میں یہ بھی ضروری تھا تاکہ اس کے مددگار دیکھ لیں اور یقین کر لیں کہ دارا کی دارائی ختم ہو چکی اور سلطنت کے خلاف فتنوں کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اتنے پر بھی مدتوں کے بعد صوبہ گجرات میں ایک شخص نے دارا ہونے کا دعوے کیا اور سرکشی اختیار کی اور اُس کی سرکوبی کے لیے اہتمام کرنا پڑا۔ تمام حالات پر نظر رکھیے۔ اور فرمایئے کیا دارا نے اورنگ زیب کا قصہ ختم کر دینے میں کوئی کسر اٹھا رکھی اور اگر وہ اس کے ہاتھ لگ جاتا تو کیا اورنگ زیب زندہ رہ جاتا۔ یہ فیصلہ قدرت کر رہی تھی کہ اُس وقت کس کی ضرورت ہے۔ کارکنان قضا و قدر کے قلم جنبش میں تھے اورنگ زیب کی تلوار کا رُخ یہی تسلیم ایک مقصد کے باعث متعین کرتے جاتے تھے۔

دوسرے بھائی اورنگ زیب کے دوسرے بھائیوں کے متعلق کسی بحث و تفصیل کی گنجائش نہیں اورنگ زیب ان سب سے ہر معیار معقول و معلوم کے مطابق بلندیوں اونچا تھا۔ ملک کو ہر لحاظ سے اُسی کی ضرورت تھی اور قدرت نے اس کے اندر اس منصب کے لیے ضروری صفات جمع کر رکھی تھیں اور اس کی کامرانی کے اسباب پیدا ہوتے جاتے تھے جہاں دیر ہوتی تھی اس کی فراست تدبیر اور شمشیر دیر کو سویر کر لیتی تھیں۔ جہاں تک تخت نشینی کی صلاحیت کا تعلق ہر صاحب فہم و شعور کو اس کا خواہی نخواہی اعتراف ہی کرنا پڑتا ہے کہ شاہجہاں کے بیٹوں میں کوئی دوسرا اس کا اہل نہ تھا۔ اگر تاج و تخت دارا کے ہاتھ آ جاتا تو سبھی مسلمان رام چندر کے ہاتھ سے مٹھائی کھاتے نظر آتے اور اب تک اس مسلمانوں کے ملک کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔

فتاویٰ ہندیہ اور ضابطہ تعزیرات عالمگیری

ہر سلطنت کے لئے ایک نظام عدالت ضروری ہے اور ہر نظام عدالت کے لئے جج، منصف یا قاضی کے ساتھ ساتھ ایک ضابطہ، قانون لازم ہے۔ یوں بھی مسلمانوں کے لئے ایسے امور میں بھی جن کا تعلق عام مقدمات یا تنازعات کے علاوہ ان کے معتقدات سے ہو، قرآن و سنت پر مبنی ایک ضابطہ حیات کی ضرورت ہے۔

حضرت عالمگیر کی خواہش تھی کہ ہندوستان میں اسلامی ضابطہ قانون کا اجرا عمل میں آئے اور تمام اہل اسلام مفتی بہا مسائل پر عمل پیرا ہوں۔ حنفی مذہب کے ممتاز مذہب کا یہاں رواج ہو۔ کتابیں تو موجود تھیں جن کی طرف حوالہ کے لئے رجوع کیا جا سکتا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ مسائل فقہ ان بہت سی کتابوں میں ضعیف، مختلف، بلکہ متضاد اقوال و آراء کے ساتھ مخلوط تھے اور نہ ہی حسب ضرورت ان سے متعلق تمام مسائل بیک وقت کسی ایک مقام پر دستیاب ہو سکتے تھے جب تک ناظر کا مطالعہ نہایت وسیع نہ ہو اور اسے بیک وقت تمام موجودہ کتب فقہ کے استدلال و فیصلہ جات کا علم نہ ہو کسی مسئلہ میں فیصلہ دینا اس کے لئے حد درجہ مشکل تھا اس لئے کسی ایسی کتاب کی تدوین و ترتیب کی ضرورت محسوس ہوئی جس میں ہر مسئلہ پر ہر قسم کی آراء اور ان کا استدلال یکجا جمع کر دیا جائے تاکہ کسی مسئلہ پر فیصلہ کے لئے تمام قسم کی آراء پیش نظر رہیں اور فیصلہ کے لئے استنباط میں کوئی دقت پیش نہ آئے اور ایک عام تعلیم یافتہ آدمی ان مسائل کو پڑھ کر سمجھ سکے اور ایسے امور میں جن کا تعلق لازماً تعزیرات اور جرائم سے نہیں اپنی زندگی کے لئے قرآن و سنت کے مطابق ایک عام فہم ضابطہ مہیا پائے۔

ترتیب و تدوین:

ان ضروریات کے پیش نظر حضرت عالمگیر نے ہندوستان بھر کے مشاہیر علماء کے ایک گروہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا کہ فقہ کی تمام موجودہ کتابوں سے مفتی بہا مسائل کا انتخاب اور ایک کتاب مرتب کریں۔ شاہی کتب خانہ کی تمام اور بیش بہا کتابیں اس گروہ علماء کے استعمال کے لئے وقف کر دی گئیں۔

اس گروہ علماء کے صدر شیخ نظام تھے۔ شیخ رضی الدین بھاگلپوری جو شرفا بہار سے تھے گروہ مؤلفین میں شامل تھے۔ یہ صاحب ایک عالم متبحر ہونے کے علاوہ فنون سپاہگری میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ ان کا یومیہ تین روپے مقرر ہوا۔ اس کتاب کی تیاری کے لئے بادشاہ دین پناہ نے علماء کے وظائف کے علاوہ دوسرے مصارف کی منظوری دی اور دو لاکھ روپیہ کی لاگت سے یہ کتاب فتاویٰ "ہندیہ" کے نام سے عربی میں شائع ہوئی۔ اس کا فارسی ترجمہ فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے اور نول کشور پریس نے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا ہے۔ حضرت عالمگیر خود بھی مسودہ ملاحظہ فرماتے جاتے تھے۔ اپنے زمانہ تالیف میں اس کتاب کو دنیائے اسلام میں خاص مرتبہ حاصل تھا اور آج بھی فقہ اسلامی کا ہر طالب علم اس کتاب سے بہت کچھ فیض حاصل کر سکتا ہے۔

ضابطہ تعزیرات عالمگیری

فرمان بنام دیوان گجرات :

فتاوئے عالمگیری کے علاوہ تعزیرات کے سلسلہ میں حضرت عالمگیر کا حسب ذیل فرمان مورخہ ۱۶ جون ۱۶۷۲ء کو دیوان گجرات کے نام صادر ہوا۔ ایک ضابطہ تعزیرات کا حکم رکھتا تھا۔ دیکھئے اس زمانہ میں بھی آج کل کے سے جرائم کا ارتکاب ہوتا تھا اور ان کے لئے کیا کیا سزائیں مقرر تھیں اور کس حد تک آج سے قریباً تین سو سال پہلے مجرم کی اصلاح کا جذبہ جسے زمانہ حال کی پیداوار سمجھا جاتا ہے، کار فرما تھا۔

اس فرمان کی شان نزول یہ ہے کہ بادشاہ کو اطلاع ملی کہ مقامی حکام مقدمات کے فیصلہ میں دیر کرتے ہیں اور ملزمان تا فیصلہ ایک طویل مدت کے لئے حوالاتوں میں پڑے سڑتے ہیں۔ نامناسب تاخیر کے بغیر فیصلہ صادر کرانے کی غرض سے حسب ذیل فرمان جاری کیا گیا جس میں مختلف جرائم کی سزائیں مقرر معین کی گئیں اور تاکید فرمائی گئی کہ مقدمات کے فیصلوں میں کسی صورت میں کوئی تاخیر عمل میں نہ آئے تاکہ تقاضائے انصاف جلد از جلد پورا ہو۔

چوری :

(۱) جب کسی مجرم کے خلاف شرعی شہادت کی بنا پر قاضی کے روبرو چوری کا جرم ثابت ہو جائے یا ملزم زبانی جرم سے خود حد جاری کرنے کے شرائط پورے کر دے تو قاضی کو چاہئے کہ اسے اپنے سامنے سزا دلوائے اور اسے اس وقت تک قید رکھے جب تک اپنے جرم سے تائب ہونے کے آثار اس میں پیدا نہ ہوں۔

(۲) شہر میں چوری کی وارداتوں کے عام ہو جانے کے زمانہ میں جو چور گرفتار ہو جائے، چوری کے ثبوت کے بعد اسے قتل کیا جائے

نہ پھانسی دیا جائے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ اس کا پہلا ہی جرم ہو۔

(۳) اگر کسی شخص نے پہلی مرتبہ ایسی چوری کی ہے جس کی مالیت نصاب سے کم ہے یا نصاب کی حد تک پہنچتی ہے لیکن اس پر حد شرعی لازم نہیں آتی تو اس کی تعزیر کی جائے۔ وہ دوسری دفعہ اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو تعزیر کے بعد اسے قید رکھا جائے تاآنکہ وہ اپنے فعل سے توبہ کرے۔ اگر وہ تعزیر اور قید کے بعد بھی اس برائی کو نہیں چھوڑتا اور چوری کرتا ہے تو اسے حبس دوام میں رکھا جائے۔ اسے سیاست کی جائے یا قتل کر دیا جائے۔

مالِ مسروقہ شرعی ثبوت مہیا آنے پر مالک کو اگر وہ موجود ہو واپس دلایا جائے ورنہ بیت المال میں امانتاً رکھوا دیا جائے۔

(۴) اگر کوئی شخص دو مرتبہ چوری کرنے اور دونوں مرتبہ اس پر حد جاری ہونے کے بعد پھر چوری کرے اور وہ چوری شرعی طور پر ثابت ہو جائے اور وہ عادتاً اس عمل کا مرتکب ہوتا ہو یا وہ عادی جیب تراش ہو گیا ہو تو تعزیر کے بعد اسے قید میں رکھا جائے۔ تاآنکہ اس میں توبہ کے آثار پیدا ہوں اور اگر اس پر بھی وہ منزجر نہیں ہوتا اور پھر اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے حبس دوام کی سزا دی جائے۔

(۵) مُردہ چور:

اگر کوئی شخص قبر سے مردہ نکالتا اور پکڑا جاتا ہے تو اسے لعنت ملامت اور سرزنش کے بعد چھوڑ دیا جائے لیکن اگر وہ مردہ چوری اپنا پیشہ ہی بنا لیتا ہے تو اسے دیس نکالا دیا جائے یا سیاست کے طور پر اس کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں جو کچھ گورنر صوبہ کی رائے میں مناسب سمجھا جائے اس پر افسرانِ عدالت کے ساتھ عمل کیا جائے۔

(۶) رہزنی:

اگر کسی شخص کے خلاف رہزنی کے جرم کا ثبوت شرعی مہیا ہو جاتا ہے یا وہ اپنے جرم کا ان تفاصیل کے ساتھ خود اقبال کر لیتا ہے جو سزا کے لئے لازم ہیں تو قاضی اپنے فتویٰ کے بعد اس پر وہ حد جاری کرائے جس کا وہ اپنے جرم کی بنا پر سزاوار قرار پاتا ہے۔ اگر اس کا جرم قتل نہیں بلکہ کسی دوسری حد کا سزاوار ہے اور ناظم صوبہ اور متصدیانِ عدالت کی رائے اس کے قتل کا تقاضا نہیں کرتی تو اس پر سیاست کرنی چاہیئے۔

(۷) شریکِ جرم:

اگر کوئی زیرِ حراست چور یہ بیان کرے کہ مالِ مسروقہ کسی دوسرے شخص کے پاس پڑا ہے اور مال برآمد ہو کر قاضی کے روبرو پیش ہوتا ہے اور بعد تحقیق یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شخص مذکور چور کا شریک جرم ہے، اسے تعزیر کی جائے اور اگر عادی شریکِ جرم ہے تو اسے تعزیر کے بعد قید میں رکھا جائے۔ یہاں تک کہ اس میں توبہ کے آثار پیدا ہوں اگر تعزیر اور قید کے

باوجود وہ باز نہ آئے اور پھر اس جرم کا مرتکب ہو تو اسے حبس دوام کی سزا دی جائے۔ مال کے متعلق شرعی ثبوت مہیا آجانے پر مال کا مالک موجود ہو تو اسے واپس کر دیا جائے ورنہ بیت المال میں امانتاً رکھا جائے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ چور کی نشان دہی پر جس شخص کے ہاں سے مال برآمد ہوا ہے وہ چور کا شریک کار نہ تھا بلکہ اس نے چور سے مال خرید لیا تھا تو اسے رہا کر دیا جائے۔ مال ثبوت بہم پہنچنے پر مالک کو واپس کیا جائے ورنہ بیت المال میں امانت کے طور پر رکھا جائے۔

(۸) عادی بدکاروں پر جو دوسروں کے گھروں پر ڈاکہ ڈالتے اور انہیں جانی و مالی نقصانات پہنچاتے ہیں بعد ثبوت سیاست کرنی چاہیئے

(۹) زمینداروں اور کسانوں پر جو عادی چور اور غاصب ہیں اور جن کا مفاد و عام میں مارا جانا ضروری ہے جرم ثابت ہونے پر سیاست کی جائے

(۱۰) ٹھگی:

ایک شخص جس پر کسی کو گلا گھونٹ کر مار ڈالنے کا شبہ ہے اور اس کا جرم قانوناً ثابت نہیں ہو سکا تعزیر دی جائے اور حبس میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ تائب ہو لیکن اگر وہ عادی ٹھگ ہے اور قانونی شہادت سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ گیا ہے یا گورنر صوبہ اور عوام میں وہ ایسے جرائم کے ارتکاب کے لئے شہرت پا چکا ہے یا گلا گھونٹ کر مارنے کے کچھ ساز و سامان و مقتول کا مال اس کے پاس سے ملتا ہے اور ناظم صوبہ اور متصدیوں کو یقین ہو جائے کہ وہ ایسے افعال کا مرتکب ہوا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

(۱۱) جب کوئی شخص جیب بری، چوری، رہزنی، گلا گھونٹ کر مار ڈالنے قتل یا لوگوں کو نقصان پہنچانے کا شبہ ہو اور آثار و علامات سے ناظم صوبہ اور متصدیان کو یقین ہو جائے کہ وہ اکثر اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے اس وقت تک حبس میں رکھا جائے جب تک وہ تائب نہ ہو اور اگر کسی نے اس پر سرقہ یا کسی اور قسم کا دعویٰ کیا ہو تو قاضی کی طرف رجوع کریں

(۱۲) گھروں کو آگ لگا کر مال لوٹنے والے:

ایسے مفسد جو لوگوں کے گھروں کو آگ لگا کر اور بھیڑ کے جمع ہو جانے پر موقع پا کر مال اڑا لے جاتے ہیں یا لوگوں کو دھتورہ بھنگ جو زہر یا کچلہ کھلا کر بے ہوش کر کے ان کا مال اٹھا لے جاتے ہیں بعد ثبوت انہیں تعزیر کے بعد قید کریں یہاں تک کہ ان میں توبہ کا اثر پیدا ہو۔ اگر ایسے لوگ دو تین مرتبہ ایسے افعال کے ارتکاب پر گرفتار ہوں اور قید میں توبہ کے بعد رہائی پا کر پھر ان افعال کے مرتکب ہوں تو ان کی سیاست کی جائے اور اس سلسلہ میں اگر کسی کا مال برآمد ہو تو قاضی کی طرف رجوع کیا جائے وہ شرعی ثبوت کے بعد مال قانونی مالک کو واپس اور اس مال کا معاوضہ جو تلف ہو چکا ہے ایسے مفسدوں کی جائداد سے ادا کرائیگا۔

(۱۳) حکومت کے خلاف سازش اور بغاوت:

اگر کوئی گروہ باغی ہو کر جنگ کا ساز و سامان مہیا کرنے کی فکر میں ہو اور جنگی تیاری میں مصروف ہو لیکن اپنے لئے کوئی مقام انتیاز

کرکے ابھی جنگ کے لیے مستعد نہ ہو چکا ہو تو اسے گرفتار کرکے آثارِ توبہ کے ظاہر ہونے تک حبس میں رکھا جائے اور اگر وہ گروہ اپنا کوئی مقام مقاومت اختیار کرکے جنگ کے لیے تیار ہو چکا ہے تو مقابلہ کرکے اس کا استیصال کیا جائے۔ ان کے شکست کھائے ہوؤں کو اگر وہ منتشر نہ ہوں مار ڈالا جائے لیکن اگر وہ منتشر ہو جائیں تو نہ ان کا تعاقب کیا جائے اور نہ ہی انہیں قتل کیا جائے۔ جب تک ان کی جماعتی تنظیم کا خاتمہ نہ ہو جائے ان میں سے گرفتار ہو کر آنے والوں کو مار ڈالا جائے یا قید رکھا جائے۔ ایسی جماعت کا جو مال ہاتھ آئے ان کی اصلاح پذیری کے بعد مستقبل میں ان کی طرف سے اطمینانِ خاطر حاصل کر لینے کے بعد انہیں واپس دے دیا جائے۔

(۱۴) کھوٹے سکے بنانے والا گروہ:

جعلی سکے بنانے والے کو بعد ثبوت پہلے قصور پر تعزیر و تہدید کے بعد چھوڑ دیں اور اگر کسی شخص نے جعلی سکے بنانے کا پیشہ ہی اختیار کر لیا ہے تو شرعی ثبوت کے مہیا ہونے پر اسے مالی تعزیر کی جائے اور اسے قید رکھا جائے تا آنکہ اس سے توبہ کے آثار ظاہر ہوں اور اگر پھر بھی وہ اس سے باز نہ آئے اور اس جرم کا مرتکب ہو تو اسے حبس دوام یعنی تاحیات قید میں رکھا جائے

(۱۵) جعلی سکے چلانے والا:

اگر کوئی شخص جعلی سکے بنانے والوں سے ایسے سکے خرید کر انہیں کھرے سکوں کی طرح چلاتا ہے تو اسے تعزیر کی جائے۔ اگر تعزیر سے باز نہ آئے تو قید رکھا جائے تا آنکہ اس سے آثارِ توبہ ظاہر ہوں۔

(۱۶) جعلی سکے رکھنے والا:

اگر کسی شخص کے پاس سے جعلی سکے برآمد ہوں لیکن بعد تفتیش یہ معلوم ہو کہ وہ نہ تو جعلی سکے بنانے والا ہے اور نہ جعلی سکوں کا کاروبار کرنے والا ہے تو جعلی سکے تلف کر دیئے جائیں اور اسے رہا کر دیا جائے۔

(۱۷) کیمیاگری کا فریب:

جو شخص کیمیاگری کے دھوکہ میں دوسروں کے مال پر ہاتھ صاف کرتا ہے اسے تعزیر کی جائے اور قید میں رکھا جائے اور مال مالکوں کو — اگر موجود ہوں تو — واپس کیا جائے ورنہ امانتاً بیت المال میں رہے۔

(۱۸) زہر خورانی:

اگر کوئی شخص کسی کو دھوکہ سے زہر دے دیتا ہے اور اس کا اثر مہلک ہوتا ہے تو اسے تعزیر کی جائے اور قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ اس میں توبہ کے آثار پیدا ہوں۔

(۱۹) اغوا:

اگر کوئی شخص کسی کی عورت لڑکے یا لڑکی کو دھوکے سے بھگا یا اٹھا لے جاتا ہے۔ اسے حبس میں رکھا جائے جب تک کہ وہ عورت کو شوہر اور بچے کو ولی کے پاس واپس نہ پہنچائے یا خود قید میں نہ مر جائے اگر اس اثنا میں عورت لڑکا یا لڑکی مر جائے تو اسے تشہیر کے بعد قتل کیا جائے یا اس کی تشہیر اور جلاوطنی عمل میں آئے۔ عورتوں اور بچوں کے اغوا میں مدد دینے والی دلالہ اور مردوں کی تشہیر کے بعد پیٹھ پر تعزیر کریں اور قید میں رکھیں۔

(۲۰) جوا بازی:

بعد تحقیق پانسہ پھینک کر جوا کھیلنے والے کی تعزیر کریں اور عادی جواری کی تعزیر بھی کریں اور اسے قید میں بھی رکھیں تا آنکہ اس میں توبہ کا اثر نظر آئے اور اگر اس کے بعد بھی جوا بازی نہ چھوڑے تو اسے ہمیشہ محبوس رکھا جائے اور وہ مال جو اس نے جوا بازی میں جیتا ہو۔ مالک موجود ہو تو اسے لوٹا دیا جائے ورنہ بیت المال میں امانتاً رکھا جائے۔

(۲۱) مسکرات:

اسلام نے کسی شہر یا گاؤں میں شراب بیچنے والے کی شدید تعزیر کی جائے اور اگر شراب فروشی کا بار بار بھی مرتکب ہو، بعد تعزیر اسے قید رکھا جائے یہاں تک کہ اس سے توبہ کے آثار ظاہر ہوں۔

(۲۲) اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو شراب کشید کرنے کے لئے ملازم رکھتا اور اس طرح کشید کرائی ہوئی شراب پیتا ہے تو ثابت ہونے پر اگر وہ روشناس نہیں یعنی حاضری دربار کا شرف نہیں رکھتا تو اس کی ضرب سے تعزیر کی جائے۔ اگر روشناس ہو تو مفصل رپورٹ بادشاہ کی خدمت میں بھیجی جائے اور کشید کرنے والے کی خوب تنبیہ و تادیب کی جائے۔

(۲۳) بھنگ:

بھنگ، جوز، بوزہ اور اس قسم کی دوسری چیزوں کے خرید کرنے والوں کو بعد ثبوت تعزیر کریں اور اگر وہ عادی مجرم ہو چکے ہیں تو بعد تعزیر محبوس رکھیں یہاں تک کہ ان میں توبہ کے آثار پیدا ہوں۔

(۲۴) اگر کوئی شخص کسی آدمی کو پانی میں ڈبو کر، کنوئیں میں پھینک کر یا چھت پر سے گرا کر مار ڈالے تو اسے تعزیر کر کے محبوس کریں۔ اور اس سے عام دیت جو شرعاً لازم آئے دلوائیں اور اگر اس سے یہ فعل ایک سے زیادہ مرتبہ وقوع میں آئے تو اس کی سیاست کریں۔

(۲۵) حرامکاری کی نیت:

اگر کوئی زانی کسی شخص کے گھر میں فساد کی نیت سے داخل ہو تو اسے ثبوت مہیا آنے پر بعد تعزیر محبوس کریں۔

یہاں تک کہ اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ وہ آئندہ اس کا مرتکب نہیں ہوگا۔

(۲۶) اگر کوئی شخص حاکم کے روبرو لوگوں کے خلاف جھوٹے الزام تراش کر اہل کے نقصان کا موجب بنتا ہے تو ثابت ہونے پر
اور وہ اس کا عادی ہو چکا ہے اس کی [illegible] کریں مگر تعزیر سے اسے حبس میں رکھیں یہاں تک کہ توبہ کا اثر اس میں ظاہر
ہو اور جس شخص کا مال اس نے تلف کرایا ہے اسے تاوان دلوایا جائے۔

(۲۷) اگر کوئی ذمی کسی مسلمان مرد کو غلام بناتا ہے یا کوئی ذمی کسی عورت کو لونڈی بناتا ہے یا کوئی ذمی کسی مسلمان عورت سے یا مسلمان
ہو خواہ اہل کتاب نہ ہو عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو قاضی کی طرف رجوع کریں کہ احکام شریعت کے مطابق فیصلہ کرے

(۲۸) زناکاروں، جوئے بازوں، شرابیوں اور دوسرے نشے استعمال کرنے والوں، مرتدوں، حکم سے سرتابی کرنے والوں، مالکوں
سے بچا [illegible] کے غلاموں اور لونڈیوں [illegible] کے خلاف جرائم کے سلسلہ میں شریعت غرا کی طرف رجوع کر کے قاضی
کے حکم کے مطابق عمل کریں۔

(۲۹) پیشہ ور قاتلوں کو جن سے جرم ثابت شرعی طور پر [illegible] یا درندہ [illegible] کے قریب [illegible] کرکے درگاہ معلیٰ میں اطلاع دی جائے۔

(۳۰) اگر ایک شخص کسی کے لڑکے کو خواجہ سرا بناتا ہے زخمی یا نامرد کر دیتا ہے بعد ثبوت اس کی تعزیر کرکے اسے قید کیا
جائے یہاں تک کہ اس کی توبہ اور انابت ظاہر ہو اور اس صورت میں اگر لڑکے کا ولی دعوےٰ کرے تو قاضی کی طرف رجوع
کرایا جائے۔

(۳۱) بدعت پھیلانے والوں کے رئیس کی جو لوگوں کو بدعت کی طرف دعوت دیتا ہے اور اس کی دعوت سے بدعت کے پھیلنے
کا گمان ہوتا ہے ثبوت کے بعد سیاست کی جائے۔

(۳۲) وہ قیدی جو فوجدار وغیرہ صوبہ دار کے پاس بھیجتے ہیں صوبہ دار ان کو پہنچنے کی رو سے تقید کے ساتھ ان میں سے ہر ایک کے
حالات سے اطلاع حاصل کرے اگر ان کا مقدمہ خالصہ شریفہ کی مالیات سے متعلق ہے انہیں متصدیان ابواب المال کے
سپرد کرے اشد تاکید کرے کہ معاملہ کا جلد فیصلہ کریں ورنہ لکھی گئی دفعات میں سے جس دفعہ کے ماتحت کارروائی ہو سکتی ہو اس
کے مطابق عمل کریں۔

ہر مہینے میں ایک مرتبہ جیل خانوں اور کوتوالی وغیرہ کے قیدیوں کے حالات معلوم کرکے جس کسی کو بے قصور سمجھیں چھوڑ دیں
ولیکن متصدیوں کو تاکید کریں کہ معاملہ کو جلد از جلد اختتام تک پہنچائیں۔

(۳۳) جس شخص کو متصدی کوتوال کے چبوترہ پر بھیجیں یا اسے مدعی یا کوتوال کے آدمی پکڑ کر لائیں، کوتوال خود اس کے قصور
کے متعلق تفتیش کرے اگر بے قصور ہو تو فوراً رہا کرے مگر کسی کو اس کے خلاف کوئی شرعی دعویٰ ہے تو اسے کہے کہ

عدالت کی طرف رجوع کرے اور اگر اس کا تعلق خالصہ شریعہ کے کسی مالی معاملہ سے ہے یا سابقہ دفعات کے ماتحت آتا ہے تو صوبہ وار پر ظاہر کر سکے موقوف الیہ کی تجویز کے مطابق سند لے کر عمل کرے اور اگر قاضی کسی کو بھیجتا ہے تو اپنی دستاویز کے لئے قاضی کے دستخط لے کر حبس میں رکھے اور اگر قاضی نے مدت مقرر کر دی ہو اس کے اختتام پر عدالت کے متصدیوں کے پاس بھیجے کہ اسے چھوڑ دیں ورنہ ہر روز وہاں بھیجے کہ معاملہ کا تیزی سے فیصلہ کریں۔

ایڈیٹر کا نوٹ: یہ پوشیدہ نہ رہے کہ فرمان کا اصل نہیں پایا اور کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے اکثر عبارت نابود ہو گئی ہے اور نقل بہت بے تعلق واقع ہو گئی ہے بہ قدر مقدور تصحیح کے بعد درج کیا گیا ہے

(انگریزی سے ترجمہ کیا گیا)

خطاکار سے درگزر کرنے والا

حضرت عالمگیر پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہیں کسی پر بھروسہ نہ تھا نہ کسی سے دوستی تھی۔ جو زد پر آیا جان سلامت نہ لے گیا۔ اگر وہ عفو و مدارات سے کام لیتے تو ان کی سلطنت دیرپا ہوتی اور وہ کامیاب بادشاہ کہلاتے۔ آیئے صرف اس قدر دیکھیں کہ عالمگیر کا سلوک افسروں سے کیسا تھا۔ افسروں کو چھوڑ مخالفین سے کیسا تھا اور پھر ہندو دشمنوں اور دھوکہ دینے والے دشمنوں سے ان کا طرزِ عمل کیسا تھا۔

مہاراجہ جسونت سنگھ والیٔ جودھ پور شاہجہان کے ماموں زاد بھائی راجہ گج سنگھ کے بیٹے تھے۔ طبیعت بیباک اور لاابالی تھی لیکن ان کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ سلطنت مغلیہ ہی کے اشد دشمن تھے یا پھر کم از کم اورنگ زیب کے خون کے پیاسے تھے اس کی سلطنت کی بربادی کی کوشش میں انہوں نے پوری زندگی بسر کر دی۔ اور عالمگیر کو شاید اس جیسے چھپے دشمن سے پالا نہ پڑا تھا۔ اب دیکھیے عالمگیر نے جسونت سنگھ سے کیا کیا انتقام لیا اور اسے کیا کیا سزائیں دیں :

شاہجہان کے بیٹوں میں جب تاج و تخت ہند کے لئے کش مکش شروع ہوئی تو دارا نے مہاراجہ جسونت سنگھ کی خدمات حاصل کیں ایک لاکھ نقد انعام پیش کیا۔ سپہ سالاری کے منصب اور مالوہ کی صوبیداری سے سرفراز فرمایا۔ ان کا اولین فریضہ دارالسلطنت پر دارا کے بھائیوں کی یلغار کا روکنا تھا۔ ان کا آمنا سامنا اورنگ زیب ہی سے ہوا۔

اس نے معتبر قاصد کی زبانی پیغام بھیجا کہ مہاراجہ سدِّ راہ نہ ہوں کہ وہ والد کی عیادت کو جانا چاہتے ہیں۔ لیکن غرور سپہ سالاری مہاراجگی نے شہزادے کو خاطر میں نہ لانے دیا۔ ۱۰۶۸ھ میں دھرمات پور نواح اوجین میں مقابلہ ہوا۔ مہاراجہ کے پاس ساٹھ ہزار فوج تھی۔ اورنگ زیب کے پاس کہیں کم فوج تھی۔ مقابلہ ہوا اور دونوں طرف سے خوب ہی داد شجاعت دی گئی بالآخر مہاراجہ جسونت سنگھ بھاری نقصان اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اپنے ساتھی راجپوتوں کو خوب ہی کٹوایا۔ عالمگیر کا دل گردہ دیکھئے کہ اپنی فوج کو بچے کھچے راجپوتوں کی بھگوڑی فوج کا تعاقب کرنے سے روک دیا۔

جب سموگڑھ کا میدان بھی اورنگ زیب ہی کے ہاتھ رہا اور وہ لوگ جن کی طرف سے مہاراجہ نے اپنی جان تک کی بازی لگا دی میدان چھوڑ گئے تو ہوش ٹھکانے آئے اور مرزا راجہ رام سنگھ کی وساطت سے عفو تقصیرات چاہی۔ اورنگ زیب کا حوصلہ دیکھئے اس نے اپنے دشمن کو جس نے دوستانہ مشورے رد کر دیئے۔ جس نے اورنگ زیب کو میدان جنگ میں نیچا دکھانے کے لئے تمام

نذر لگا دیا اور جو اگر اورنگ زیب اس کے ہاتھ آجاتا تو دارا کے دربار میں اس کا سر فخر سے پیش کرتا اور جو یہ سمجھ کر اورنگ زیب سے نبرد آزما ہو رہا تھا کہ اورنگ زیب کی شکست اور دارا کی فتح کی صورت میں وہ تاج و تخت ہند میں دارا کا سب سے بڑا شریک ہوگا۔ جسونت سنگھ کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ جو شخص مقابلہ پر آیا تھا اورنگ زیب نے اس کا منصب بحال رکھا اور حریف سفلہ کی سپہ سالاری بھی بدستور قائم رہنے دی گئی۔ نہ نظر بندی نہ جیل نہ جرمانہ نہ جلاوطنی۔

اب اس ایک مرتبہ کی معافی کے بعد کا قصہ سنیئے اور ان مہاراجہ کی اورنگ زیب سے دلی دشمنی کی کیفیت دیکھئے۔ جسونت سنگھ اورنگ زیب کی معیت میں بطور مدد شجاع سے مقابلہ کے لئے کھجوا پہ گئے۔ اس قول کے پکے راجپوت نے اورنگ زیب کی دشمنی میں شجاع سے خفیہ ساز باز کر لی اور آدھی رات کو عالمگیری فوج پر جو غافل سو رہی تھی۔ شبخون مارا سوتے ہوؤں کو دن کھول کر لوٹا اور جودھپور روانہ ہو گئے۔ اورنگ زیب کے دشمن ازلی جدو ناتھ سرکار نے بھی شاید جبر بھر ہاں ایک دفعہ اورنگ زیب کے کسی حریف کو غداری اور نمک حرامی کا مرتکب گردانا ہے اور اسے اس کی سیاسی اور عسکری فراست قرار نہیں دیا۔

اورنگ زیب کا ظرف دیکھئے یہ حرکت میدان جنگ میں گویا بازو کٹ جانے کی سی بے دست و پائی سے کچھ کم نہیں ہوتی لیا تو صرف اس قدر کہا "جسونت سنگھ نامرد گر بخت" کیا یہ دوسرا وار پہلے سے زیادہ کاری نہ تھا۔ کیا جسونت سنگھ کی اورنگ زیب دشمنی اس سے زیادہ خطرناک صورت اختیار کر سکتی تھی۔ وہ تو فرشتے اورنگ زیب کے لئے آسمان سے فتح و نصرت کے سہرے لے کر اترے سمجھو گو یہ بے آئی مر جانے کی صورت پیدا ہو چکی تھی۔ جسونت سنگھ کی لڑائی میں اورنگ زیب سخت جان تھا اس کے لئے آفت بھی شدید ہی چاہئے تھی۔

جسونت سنگھ نے اورنگ زیب کو معاف نہیں کیا۔ دوبارہ دارا شکوہ کو گانٹھنا شروع کیا۔ اسے گجرات سے واپسی کی دعوت دی مقابلہ پر اکسایا اور اپنی پوری قوت سے اس کی ہر ممکن امداد کا اعلان فرمایا۔ قسمت کا مارا دارا اس کے دم جھانسہ میں آگیا۔ لیکن جب اس نے قریب پہنچ کر امداد کے لئے قاصد پہ قاصد دوڑائے تو جسونت سنگھ بھانپ گیا کہ اورنگ زیب کے مقابلہ میں دارا کی دال نہیں گلتی تو پھر مرزا راجہ جے سنگھ کے پاس پہنچا اور معافی چاہی۔ اورنگ زیب نے کوئی شکوہ نہیں کیا۔ شکایت نہیں کی۔ اسے نامردی اور غداری کا طعنہ نہیں دیا۔ دشمنوں سے ساز باز یاد نہیں دلائی سوتے پڑے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے کا قصہ نہیں دہرایا۔ معافی دی اور صوبہ گجرات کی حکومت ان کے سپرد ہوئی۔ دارا بیچارہ جسونت سنگھ کے وعدہ امداد پر دوبارہ قسمت آزما ہوا اور ایسا پٹا کہ پھر نہ اٹھا۔ سنہ ۱۰۷۳ھ میں جسونت سنگھ کو سیواجی کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا۔ اورنگ زیب کا اعتماد دیکھئے اور راجہ بہادر کی رنگینی طبع کی کرشمہ آرائیاں اور مکر و غداریاں۔ جسونت نے سیواجی سے دوستی بڑھائی اور ساز باز کی اور اس ساز باز میں بلاشبہ مغلوں کو خوب نقصان پہنچایا بلکہ دوسروں کو بھی نمک حرامی پر آمادہ کرنا چاہا۔

جسونت سنگھ نے راؤ بھاؤ سنگھ سے جو سہ ہزاری کا منصب رکھتا تھا اور شاہی فوج میں دکن میں موجود تھا کہا کہ وہ سیواجی کا ساتھ دے اور مغلوں کی بربادی کے سامان پیدا ہوں لیکن راؤ بھاؤ سنگھ نے نمک حرامی پر آمادگی ظاہر نہ کی تو جسونت سنگھ نے جو راؤ بھاؤ سنگھ کا بہنوئی تھا اسے دھمکی دی کہ وہ اپنی بیوی کو واپس دکن میں بلا کر چھوڑ دے گا۔ راؤ بھاؤ نے جواب دیا کہ اس کی بہن اب جسونت سنگھ کے خاندان کا ناموس ہے۔ جسونت سنگھ کو عالمگیر نے "نامرد" کا لقب دیا تھا کیونکہ وہ اورنگ زیب کے ساتھ شجاع کے خلاف جنگ میں آدھی رات کو فرار ہو گیا تھا۔ اب دیکھئے بیوی کو چھوڑ دینے کی انتہائی اخلاقی زوال کے مظاہرے سے اپنے آپ کو اس لقب کا مستحق قرار دیا۔ مآثر الامراء میں لکھا ہے:

"چوں ہمشیرہ راؤ بھاؤ سنگھ بدست راجہ جسونت سنگھ بود ... چہ ازاں نو درا ... طلب داشتہ واسطہ شود کہ باو سے ساز موافقت نکند ... راؤ بھاؤ سنگھ ... شد ... نداد"

عالمگیر کو اطلاع پہنچی تو یہ ممکن نہ تھا کہ مہاراجہ کو تہ تیغ کر دیا جائے یا اس غداری اور سازش کی کوئی ہلکی سے ہلکی سزا دی جائے۔ مہاراجہ دہلی طلب کئے گئے اور ۱۰۷۴ھ میں انہیں شاہزادہ معظم کے ساتھ کابل بھیجا گیا ۱۰۷۸ھ میں پھر دکن بھیجے گئے کہ حسن نیت کا ثبوت دے سکیں۔ شائستہ خان سیواجی کی سرکوبی کے بعد پونا گئے۔ کیونکہ سیواجی خوف و ہراس کی وجہ سے دشوار گزار پہاڑوں میں چھپا پھرتا تھا لیکن مہاراجہ جسونت سنگھ اس مرتبہ شائستہ خان کی امداد پر مامور تھا۔ سیواجی سے پھر سازباز کی اور پونا میں عین رمضان میں شائستہ خان کے محل پر مرہٹوں نے چھاپا مارا کچھ لوگ مارے گئے اور شائستہ خان بھی مضروب ہو گئے سیواجی اور اس کے آدمی ایک بارات کے لئے اجازت لے کر شہر میں داخل ہوئے تھے اس میں بھی مہاراجہ کی اورنگ زیب دشمنی یا اسلام دشمنی کارفرما تھی۔ صبح جب جسونت سنگھ جو امیر الامراء شائستہ خان کی امداد پر مامور تھے۔ تیمارداری اور مزاج پرسی کو پہنچے۔ تو شائستہ خان نے ایک طنز لطیف میں فرمایا:

"ہم تو سمجھے تھے کہ مہاراجہ یہاں بادشاہی خدمت پر مامور ہیں"

ایک اور خدمت جو مہاراجہ نے انجام دی وہ دکن میں شاہی سپہ سالاروں کو آپس میں لڑا کر بادشاہ کی نظروں سے گرایا اور کاروبار بادشاہی کو نقصان پہنچایا۔ شہزادہ معظم کے ساتھ ہوئے تو اسے باپ کے خلاف بغاوت پر ابھارا اور اپنی ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ وہ در پردہ بیٹھے ہوئے ست نامیوں کی بغاوت کی سرپرستی کی اور راجپوت زمینداروں کو بغاوت پر اکسایا۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا لیکن عالمگیر صرف اپنا بچاؤ سوچتے رہے اور جسونت سنگھ کی ہر خطا پر درگزر ہوتی رہی تاآنکہ انہیں آخر میں جمرود اور کابل کے علاقہ کی حکومت سپرد کی گئی اور ۱۰۹۰ھ میں اپنے علاقہ حکومت میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ انصاف فرمائیے کہ اورنگ زیب نے سلطنت کے اتنے بڑے دشمن کو اپنی حکمت عملی سے کتنے بڑے مناصب پر سرفراز رکھا اور اس کی خطرناک سے خطرناک غداریوں اور سازشوں کو درگزر سے پردہ پوشی کی۔

ترقی زراعت اور کاشتکاروں کی خوشحالی سے متعلق

عالمگیر کی پالیسی

فرامین بنام محمد ہاشم خاں و راسک داس

حضرت عالم گیر کو ترقی زراعت اور کاشت کاروں کی سود و بہبود کی جس قدر فکر تھی اور اس کے حصول کے لئے جو تدابیر انہوں نے مملکت میں اختیار فرمائیں وہ دو فرامین میں بہ تفصیل مذکور ہیں ایک فرمان تو محمد ہاشم خان دیوان گجرات کے نام ہے۔ فرمان ۱۰۹۰ھ میں صادر ہوا۔ دوسرا فرمان راسک داس کروڑی کے نام ہے۔ ان فرامین میں رعیت پروری اور ملک کے معاشی استحکام کی ہر تدبیر موجود ہے۔ ہندوستان اب تک زرعی ملک ہے۔ اس کی آبادی میں پہلے بھی اور اب بھی اکثریت ہندوؤں ہی کی تھی۔ دیکھئے، عالمگیر کی تدابیر سے ملک کے استحکام، معاشی ترقی اور ہندو پروری کس طرح نمایاں نظر آ رہی ہے۔ آج تک ترقی زراعت کی ان تدابیر اور امدادی اقدامات پر کوئی اضافہ نہیں ہو سکا اور یہ مرد فقیر آج سے تین صدی پہلے تخت نشین ہوا تھا۔

شرعی محصول اور مالگزاری

اس فرمان میں ہندوستان کے اس وقت کے موجودہ اور آیندہ آنے والے عاملوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف وہی محصول اور مال گزاری وصول کریں جو از روئے شریعت جائز اور مشخص ہے۔ وہ شریعت کی مستند روایات کی رہنمائی ہی کو کافی سمجھیں اور نہ ہر سال نئے احکام کے طالب و منتظر رہیں اور نہ ہی احکام شرعی کے خلاف کسی دوسرے حکم کی پابندی لازم سمجھیں۔ اس سلسلہ میں فرمان میں نصیحت فرمائی گئی ہے کہ عاملوں کی سستی اور غفلت ان کے لئے دنیا اور آخرت میں موجب ندامت ہوگی۔

کاشت کاروں سے نرمی

عالم گیر کے اس فرمان میں عمال کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ :

وصیت نامہ حضرت عالمگیرؒ

حضرت عالمگیرؒ کا یہ وصیت نامہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اُن کے انتقال کے بعد اُن کے تکیہ کے نیچے سے برآمد ہوا۔ یہ عکس مخطوطہ کلمات طیبات، انڈیا آفس لائبریری سے حاصل کیا گیا

★ — —

به پسرهای شان و [illegible] بعد از جمع جواهرخانه ابلاغ حکم نامه حاجت است به تقسیم [illegible] از انظار
بلکه فقط اگر چه ضابطه نیست صریح لیکن شخص که از پنج هزاری منصب در رشته بار عنایت شده لا [illegible]
[illegible] او چنین [illegible] مضایقه نداند [illegible] حضرت به پسر صادق خان [illegible] بنده [illegible]
[illegible] تمیز رسید از [illegible] نهر [illegible] وصیت نامه وقت رحلت به دستخط خاص [illegible]
زیر بالین گذاشته [illegible] و [illegible] فرزندان سعادتمند هر که به سلطنت نصیب شود
اگر واقع بر دو صوبه جدید یعنی دار الجهاد حیدرآباد و دار الظفر بیجاپور با کسی مزاحمت نرسانند
نیست و [illegible] بعد [illegible] دیوان دکن [illegible] نوکران بادشاهی با محمد اعظم شاه [illegible]
نمایند تقسیم [illegible] در [illegible] تقسیم ملک [illegible] اگر بعضی بادشاه [illegible] و حاکم [illegible]
و [illegible] برادر [illegible] تخت نشین [illegible] مستقر الخلافت اکبرآباد و دار الخلافه
شاه جهان آباد و [illegible] چهار صوبه ملک قدیم اکبرآباد و مالوا
و [illegible] توابع آن و چهار صوبه دکن خاندیس و برار و [illegible] و بندر [illegible]
[illegible] باشد یازده صوبه ملک قدیم شاهجهان آباد و پنجاب و کابل
و ملتان و کشمیر و بنگاله و اودیسه و بهار و اله آباد [illegible]
بتاریخ شب [illegible] ذیحجه [illegible] سنه ۱۱۱۹ هجری [illegible] اختتام [illegible]

کاشت کاروں اور مزارعین کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں۔ ان کے معاملات میں ضروری تحقیقات کریں اور ان کے [illegible] سے آگاہی بہم پہنچائیں اور ان کی اس طرح دلجوئی اور حوصلہ افزائی کریں کہ وہ پیداوار کے بڑھانے میں دلچسپی لیں اور مسرت محسوس کریں۔

صرف مقررہ لگان کی وصولی

[illegible] کاشت کاروں سے محبت [illegible] توجہ اور عنایت کا اظہار کرو کہ یہی اسباب پیداوار [illegible] محبت اور شفقت [illegible] رعایا سے معینہ اور مقررہ لگان سے زیادہ ایک [illegible] کوڑی بھی وصول نہ کی جائے [illegible] حفاظت کا نگران و محافظ ہونا چاہیئے۔

تنبیہہ اور تقاوی

[illegible] کو حکم دیا جاتا ہے اور [illegible] ضرورت مندوں کے لئے ہر قسم کی امداد کی تجویز ہو [illegible]

[illegible] ہے کہ ہر سال کے آغاز میں اپنی رعایا [illegible] ہر قسم کی معلومات حاصل کرو۔ یہ معلوم کرو کہ ان میں سے کون [illegible] زراعت میں مشغول [illegible] کون لوگ توجہ سے [illegible] نہیں کرتے۔ جو لوگ شفقت اور توجہ یا امداد کے محتاج ہیں [illegible] ان کو مدد دو [illegible] انہیں خوشخبری سناؤ اور اگر دیکھو کہ خاطر خواہ بارش اور دوسری سہولتوں کے [illegible] لوگوں کی غفلت یا عدم [illegible] ویران ہو رہے ہیں تو ان کو تنبیہہ کرو اور انہیں زراعت میں مصروف رکھنے کے [illegible] اختیار کرو۔ اگر دیکھو کہ کاشت کار محنتی بھی ہیں اور کام کرنا بھی چاہتے ہیں۔ لیکن ان کے پاس ضروری سرمایہ نہیں ہے تو [illegible] خزانہ سے تقاوی دو۔

افتادہ زمینیں زیر کاشت لائی جائیں

[illegible] زمین غیر آباد پڑی ہو اور [illegible] کا کوئی مالک یا دعویدار نہ ہو وہاں اپنی صوابدید سے کام لو اور زمین ایسے لوگوں کو دے [illegible] کاشت کر سکیں اور [illegible] لگان [illegible] مقرر کرو جو وہ آسانی اور خوشی سے ادا کر سکیں اور جو قانون شریعت کے مطابق ہو۔

[illegible] میں یہ بھی واضح فرما دیا گیا ہے کہ جن علاقوں میں نقد لگان مقرر ہے اگر وہاں کاشت کار جنس کی صورت میں لگان ادا [illegible] تو انہیں یہ سہولت بہم پہنچائی جائے۔

فصل پر وصولی اور معافی مالیہ

اس فرمان میں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ اگر زمین کا کوئی قطعہ کسی سال کسی وجہ معقول کی بنا پر زیر کاشت نہ لایا جا سکے تو اس کا لگان وصول نہ کیا جائے۔ وصولی مزروعہ زمین اور پیداوار پر ہو اور اس وقت ہو جب کاشت کار فصل تیار ہونے پر غلہ فراہم کرے۔

اوقاف پر مالیہ کی معافی

اسی فرمان میں ارشاد ہوتا ہے :

اگر کوئی شخص اپنی زمین رفاہِ عامہ کے کسی کام، کسی مدرسے، کسی خانقاہ یا کسی عبادت خانہ کے ساتھ مخصوص کر دے تو زمین پر مالگزاری معاف کر دی جائے تاکہ رفاہ عامہ کے کاموں میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ یہ امر ذہن نشین کر لیا جائے کہ اس فرمان کی نوعیت عام ہے اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ مسلمانوں کے اوقاف کے لئے ہی ایسا کرو بلکہ صوبہ گجرات میں تو آج کی طرح اس وقت بھی آبادی کی کثرت غیر مسلموں ہی کی تھی۔

فرمان بنام راسک داس کروڑی

راسک داس کروڑی کے نام جو فرمان صادر ہوا وہ بھی زراعت کی ترقی اور رعایا کی خوش حالی سے متعلق گویا ہاشم خان کے نام فرمان کا تکملہ تھا۔

حدیثِ آرزو

اس فرمان میں افتتاحیہ حضرت عالمگیر کے اظہارِ آرزو سے شروع ہوتا ہے :

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بادشاہ کی سب سے بڑی خواہش اور آرزو یہ ہے کہ زراعت ترقی کرے۔ ملک کی زرعی پیداوار میں اضافہ ہو۔ کاشتکار خوش حال ہوں اور عام رعایا کو جو خدا کی طرف سے ایک قیمتی امانت کے طور پر بادشاہ کو سونپی گئی ہے فراغت نصیب ہو۔

فرمان

"بادشاہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنے ماتحت دیوانوں اور امینوں کے ذریعہ اپنے علاقہ کی زمین کی پوری کیفیت معلوم کرو۔ یہ جانو کہ کتنی زمین مزروعہ ہے اور کتنی غیر مزروعہ۔ کل مالگزاری کتنی ہے"۔

زمین کے غیر مزروعہ پڑے رہنے کے اسباب دریافت کرو۔ جب یہ کام کر لو تو کوشش کرو کہ تمام غیر مزروعہ زمین زیر کاشت آجائے۔ یہ زمین جن لوگوں کو دو ان سے مضبوط قول و اقرار کرو اور بہتر و خوش تر مستقبل کی امیدیں دلاؤ اور انہیں پورا کرو۔ جہاں متروکہ اور غیر مستعملہ کنوئیں پاؤ ان کی سرکاری لاگت سے مرمت کراؤ اور جہاں نئے کنوؤں کی ضرورت ہے وہاں نئے کنوئیں کھدواو اور کچھ ایسا انتظام کرو کہ رعایا یا کاشت کار ان سے پورا فائدہ اٹھا سکیں اور انہیں اتنی پیداوار نصیب ہو کہ اپنا خرچ بھی نکالیں اور حکومت کا لگان بھی آسانی سے ادا کر سکیں۔ یاد رکھو اصل مقصود رعایا کی خوشحالی اور فلاح ہے۔

اس فرمان میں ہر گاؤں میں ہر اعتبار سے آج کل کی اصطلاح میں زمین کے بندوبست سروے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً ہر گاؤں اور ہر پرگنہ میں مزروعہ زمین کتنی ہے۔ غیر مزروعہ زمین کتنی ہے۔ آبی زمین کتنی ہے۔ غیر آباد زمین کتنی ہے۔ کاشت کاروں کے نام لکھے جائیں۔ کھیتوں کی اضافی قوت پیداوار کا جائزہ لیا جائے۔ ایسے کھیتوں اور دیہات کی تفصیل لکھی جائے۔ جو سالہا سال سے ویران پڑے ہیں۔ ایسے دیہات اور کھیتوں کے آباد کئے جانے کی تدابیر بنائی جائیں۔

تشخیص اور آبادکاری

اس فرمان میں بادشاہ اس ضرورت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد کہ غریب آدمی سے براہ راست ہو۔ زمین کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

امینوں کو حکم دو کہ وہ ہر سال شروع کے دنوں میں گاؤں گاؤں جائیں اور وہاں کے ایک ایک کاشتکار اور کسان کی کیفیت اور حالت سے واقف ہوں اور مزروعہ اور غیر مزروعہ کھیتوں کا جائزہ لیں۔ امینوں کو چاہئے کہ وہ کاشت کاروں میں ترقی کاشت کے لئے ولولہ پیدا کریں۔ ان کے حوصلے بڑھائیں۔ جن کھیتوں میں اچھی پیداوار نہیں ہوتی ان کی قوت پیداوار بڑھانے کے لئے دوسرے ذرائع استعمال کریں۔ اگر کہیں کاشت کار بد دل ہو کر کھیت چھوڑ گئے ہوں تو ان کو واپس لائیں۔ ان کے اطمینان کے سامان پیدا کریں ان کے دل بڑھائیں۔ کوشش کرو کہ بنجر علاقے اور ناقابل زراعت زمینیں پھر سے کاشت ہو سکیں۔ اپنے امینوں کو یہ بھی حکم دو کہ وہ گاؤں گاؤں پھر کر ایک ایک کھیت کی پیداوار کا صحیح تخمینہ مرتب کریں اور پھر اتنا مالیہ تشخیص کریں جس سے حکومت کو بھی نقصان نہ پہنچے اور رعایا بھی مطمئن اور خوش حال ہو۔

تم خود جب دورہ پر جاؤ تو گاؤں گاؤں پھرو۔ کھیت کھیت کا محاسبہ کرو۔ ایک ایک کاشت کار سے ملو اور اس کی شکایتیں سنو اور ان کی صحیح حالت کا جائزہ لو اور دیکھو کہ کہیں ان کے ساتھ بے انصافی اور زیادتی تو نہیں ہوئی۔ مالیہ ان کی پیداوار اور استطاعت سے زیادہ تو نہیں :

یانکہ عدل وانصاف اور رعایا کی خوشحالی ہمارا مقصدِ اول ہے۔ اگر کہیں کے کھیت ظالموں اور جابروں نے حق کے بغیر دبا رکھے ہیں تو ان سے یہ کھیت واپس لے کر مستحقین کو دلوا دو۔

آفاتِ ارضی و سماوی میں معافی اور احتیاط

اگر خدانخواستہ کوئی آسمانی یا زمینی بلا کھیتوں پر نازل ہو جائے تو امینوں سے کہو کہ ہر کھیت کا خود معائنہ کریں اور نقصان کی صحیح کیفیت ضبطِ تحریر میں لے آئیں۔ امینوں، مقدموں اور قانون گوؤں کے ایسے بیانات قطعاً قبول نہ کرو جن سے رعایا سے بے انصافی کا احتمال ہو۔

اس بات کی پابندی بھی تم پر لازم ہے کہ کہیں کوئی امین غیر شرعی محصول وصول نہ کرنے پائے۔ ہر امین، ہر چودھری اور ہر قانون گو سے ضمانت لو کہ ممنوع محصول وصول نہیں کریں گے۔ اگر تمہیں کبھی پتہ چلے کہ کسی عامل نے کہیں کوئی ممنوع یا غیر شرعی محصول وصول کیا ہے تو اس سے بادشاہ کو اُس وقت مطلع کرو۔ تاکہ اس فرض ناشناس کو عبرتناک سزا دی جائے۔

ایماندار، مستعد اور نیکوکار عاملوں کی کارگزاری اور ناموں سے ہمیں اطلاع دو تاکہ انہیں نوازا جائے۔ فرض ناشناس اور غیر مستعد کارکنوں سے متعلق بھی ہمیں اطلاع ہونی چاہیئے تاکہ انہیں سزا دی جائے۔

قتلِ سرمد

سرمد ایران کے مردم خیز شہر کاشان میں ایک صاحب علم و ثروت یہودی خاندان میں پیدا ہوا۔ سرمد کے یہودی نام کا تو کچھ پتہ نہیں چلتا جب وہ مشرف بہ اسلام ہوا تو محمد سعید نام پایا۔ تاریخ اسے محمد سعید سرمد یا سعیدا سرمد کے نام سے یاد کرتی ہے۔ لیکن سرمد کچھ ایسا چبھتا ہوا تخلص تھا کہ اس کے مقابلہ میں تمام نسبتیں ماند پڑ گئیں اور سرمد محض سرمد ہی بن کر رہ گیا۔

سرمد یہودی الاصل تھا اور ابتداء میں یہودی استادوں سے اسرائیلی کتب مقدسہ کا مطالعہ اس شغف سے کیا اور ان کی تکمیل یہاں تک بہم پہنچائی کہ اسے ایک مربی کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔ یہودی دینی مکاتب میں تعلیم پانے کے بعد سرمد کو ملا صدرا اور ملا ابوالقاسم فندرسکی کی خدمت میں علوم اسلامیہ کی تحصیل کا شرف حاصل ہوا۔ اور غالباً انہی بزرگوں کے فیض صحبت سے اسے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

سرمد غالباً ۱۶۳۲ء میں اپنا سامان تجارت لے کر سندھ کے دارالسلطنت ٹھٹھہ میں پہنچا۔ تجارت نے خوب خوب فروغ پایا اور سرمد کو اپنی دولت اور اپنے علم اور شعر و شاعری کی بدولت خوب ناموری میسر آئی۔ لیکن اسی دوران میں ٹھٹھہ ہی میں وہ ایک ہندو خوبرو لونڈے ابھے چند پر اس طرح فریفتہ ہو گیا کہ اپنا تمام مال و اسباب لٹوا دیا اور خود لباس کے تکلف کو بالائے طاق رکھ کر مادر زاد برہنگی اختیار کی۔ شاہجہان کے زمانہ میں بھی لاہور میں اس کی برہنگی کی کیفیت بیان ہوئی تو شاہجہان نے فرمایا یک گز کرباس زبان خلق را بند تواں کرد۔

سرمد لاہور سے دکن پہنچا کیونکہ دکن اس وقت ایرانی علماء اور موقع شناس دنیاداروں کا مرکز تھا۔ وہاں سرمد قطب علی شاہ گولکنڈہ کا منظور نظر بن گیا۔ دکن سے معلوم نہیں کتنی دیر بعد سرمد دلی پہنچا۔ شعراء اور ایک خاص مسلک کے علماء نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ دارشکوہ نے کہ اس قسم کے لوگوں کی تلاش میں رہتا تھا سرمد کو اپنے دربار میں بلایا اور اپنا پیر و مرشد بنایا۔ سرمد وحدۃ الوجودیت کے ماننے والا تھا اور علماء عصر اسے الحاد سمجھتے تھے جو کسی نہ کسی صورت میں اکبر کی مزعومہ رواداری کے صدقے میں ہندوستان میں پھیلتا جا رہا تھا۔ سرمد کے اشعار کی ظاہری رنگینی و تابانی اور اس کا علم و فضل تصوف کے رنگ میں اپنا اثر پیدا کر رہا تھا۔ چونکہ اسے دارا شکوہ کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس پشت پناہی نے اس کے ملحدانہ تصوف کو اور بڑھا دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سرمد نے شاہجہان کے بعد دارا کو مسند شاہی پر جلوہ افروزی کی بشارت دی تھی اور یوں بھی بیان کیا جاتا

ہے کہ عالم گیر نے عنانِ سلطنت ہاتھ میں لینے کے بعد سرمد سے پوچھا کہ دارا کی دارائی سے متعلق اس کی پیش گوئی کا جو حشر ہوا اس پر سرمد کے محسوسات کیا ہیں تو سرمد نے کہا: "دارا کو ابدی سلطنت مل گئی ہے جو عالم گیر کے حصہ میں کبھی نہیں آئیگی"

یہ سب یار لوگوں کی گھڑنت ہے۔ کہاں عالم گیر سا محی الدین بادشاہ اور کہاں سرمد برہنہ سے یہ چھیڑ خانی اور سوال وجواب اور پھر ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ایک اسلامی سلطنت میں ہندو سادھوؤں کی طرح ننگا پھرنا بھی تو سرمد کے جرائم میں سے ایک جرم تھا۔

قتلِ سرمد

سرمد عالم گیر کی حکومت کے تیسرے سال یعنی سنہ ۱۰۷۱ھ میں قتل ہوا اس کے قتل کو عالم گیر کی سفاکیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ عالمگیر نے ایک صوفی باصفا کو اپنی سیاسی مصلحتوں پر قربان کر دیا آیئے دیکھیں یہ کیونکر ہوا۔

دلی کا قاضی القضاۃ ملا قوی نہایت عالم وفاضل تھا۔ سرمد کی برہنگی پر اس کا دل کڑھتا تھا لیکن دارا شکوہ کی سرپرستی میں سرمد مست ومحفوظ تھا۔ ایک مرتبہ ملا قوی نے سرمد کی برہنگی پر طعن کرتے ہوئے اس سے پوچھا کہ وہ اس خلاف شرع فعل کا مرتکب کیوں ہوتا ہے۔ تو سرمد دیوانہ ومجذوب نے کیا بھرپور وار کیا "شیطان قوی است"

جب عالم گیر کا دور شروع ہوا تو ملا قوی نے کہ قاضی القضاۃ تھے۔ بادشاہ دین پناہ کی خدمت میں سرمد کی بے راہ روی اور احترام شرع کی خلاف ورزی سے متعلق عرضداشت پیش کی تو عالم گیر نے اس مسئلہ کو مذہبی عدالت میں تحقیقات وفیصلہ کے لئے بھیج دیا بلکہ بقول جدونا تھ سرکار مسلمان علماء کی ایک عدالت تحقیقات مقرر کی گئی جس نے سرمد پر فتوے کفر لگا کر اس کے قتل کا فیصلہ دے دیا۔ مسجد جامع دہلی کے بڑے دروازے کے قریب قتل کر دیا گیا اور آج بھی مسجد کے بڑے دروازے کے پاس سڑک کے پار سرمد کی قبر موجود ہے اور اس کے قریب ہی مولانا شوکت علی لیٹے ہیں اور اسی میدان میں مولانا ابو الکلام محو استراحت ہیں

فردِ جرم

قاضی القضاۃ نے سرمد پر حسب ذیل فرد جرم لگائی:۔

	سرمد کا جواب
(۱) سرمد کلمہ طیبہ کا صرف پہلا حصہ یعنی لا الہ پڑھتا ہے اور الا اللہ نہیں کہتا اور یہ انکار الوہیت اور توہین شریعت ہے۔	(۱) میں جب تک خدا کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لوں۔ پورا کلمہ نہیں پڑھوں گا۔ کیونکہ بلا دیکھے کسی چیز کا یقین کر لینا منافقت ہے۔ میں تو ابھی نفی میں مستغرق ہوں۔ اثبات

تک نہیں پہنچا۔"

(۲) سرمد معراجِ جسدی کا منکر ہے جیسا کہ اس کی رباعی سے معلوم ہوتا ہے۔

آں کو سرِ حقیقتش باور شد ٭ خود پہن تر از سپہر پہناور شد
مُلّا گوید کہ بر شد احمد بفلک ٭ سرمد گوید فلک بہ احمد در شُد

(۲) اس رباعی میں کسی طرح کا ابہام نہیں۔ میرا مفہوم واضح ہے میری نگاہ میں کائنات کا ایک سرا دوسرے سے الگ نہیں اور نہ ہی میری نظر میں خالق اور مخلوق میں کوئی تفاوت ہے۔"

(۳) سرمد بازاروں میں مادر زاد برہنہ پھرتا ہے اور یہ اخلاقاً اور شرعاً ممنوع ہے

(۳) انبیائے اسرائیل میں برہنگی ممنوع نہیں تھی چنانچہ ایک اسرائیلی نبی آخری عمر میں خود برہنہ رہا کرتا تھا اس جواب کے بعد سرمد نے یہ رباعی پڑھی۔

آں کس کہ ترا تاج جہانبانی داد ٭ مارا ہمہ اسباب پریشانی داد
پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید ٭ بے عیباں را لباسِ عریانی داد

سرمد عقیدۂ یومِ آخرت کا منکر بھی تھا وہ کہتا ہے۔ جزا و سزا اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایک سو بیس برس زندہ رہ کر مرتا ہے تو اس کی تمام زندگی گویا ایک دن کے برابر ہوتی ہے۔ اس کی موت پر بیس دن رات میں بدل جاتا ہے اور اس کا جسم معدنیات اور نباتات اور حیوانات میں منقسم ہو جاتا ہے۔ پورے ایک سو بیس سال بعد موت کی رات ختم ہوتی اور زندگی کی سحر نمودار ہو جاتی ہے اگر ایک شخص کی زندگی کا ایک ذرہ مغرب میں ہے اور دوسرا مشرق میں تو بھی تمام ذروں کا اتحاد عمل میں آتا ہے اور زندگی نئے سرے سے شروع ہو جاتی ہے۔ اگر انسان پھر سو سال زندہ رہے تو دن کے بعد پھر رات آتی ہے اور جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ جزا و سزا اسی دنیا میں مل جاتی ہے (دبستان المذاہب)

ندرِ امام مخلص کی رائے بھی یہی ہے کہ سرمد کے اقوال بہ کثرت شرع اسلامی کے خلاف تھے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سرمد کے ایک صوفی دوست شاہ اسد اللہ نے سرمد سے جب قتل کا وقت قریب آ رہا تھا کہا: ابھی وقت ہے۔ کلمہ زبان سے ادا کر دو اور ایک گز کپڑا پہن لو۔ جان بخشی ہو جائے گی۔ اس پر سرمد نے کہا۔

دیر یست کہ آوازہ منصور کہن شد ٭ من از سرِ نو جلوہ دہم دار و رسن را

دار و رسن کی اس جلوہ دہی کی آرزو یوں پوری ہوئی کہ جامع مسجد کے مشرقی دروازے کے قریب میدان میں سرمد کا سرتن سے جدا کر دیا گیا۔ بعض عقیدت مند جو بخیال خویش بزرگی و فضیلت کے مداحین میں سے ہیں سرمد کو شہید قرار دینے سے گریز نہیں کرتے۔ وہ کیوں غور نہیں کرتے کہ جو شخص اللہ اور رسول کا بتایا ہوا راستہ چھوڑ دیتا ہے اور مسلمانوں میں اسلام کے منافی

خیالات کی ایک موثر پیرایہ میں اشاعت کرتا ہے۔ کیونکر اس احترام کا مستحق ہو سکتا ہے چونکہ سرمد کو دارا شکوہ سے نسبت پیری تھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے دارا شکوہ کو سلطنت کی بشارت سنانے کی پاداش میں قتل کرا دیا گیا۔ دارا ختم ہوا اُس کے حواری ختم ہوئے تو ایک ننگے فقیر سے عالم گیر کو کیا ڈر تھا اور بقول ایک مورخ کے۔ دتی میں اور بھی ننگے فقیر پھرتے تھے حقیقت صرف اس قدر ہے کہ راسخ العقیدہ علماء جو اکبر سے لے کر دارا تک کے مذہبی عقاید کو ہندوستان میں اسلام کشی اور کفر نوازی سمجھتے تھے عہد عالم گیری میں محسوس کرنے لگے کہ مدتوں بعد ایک محی الدین اورنگ زیب میسر آیا ہے جس کی بدولت ہندوستان میں صحیح اسلام کی دستگیری و اعانت کا وقت آن پہنچا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اسی فرقہ اور مسلمانوں کے اسی جذبہ نے عالم گیر کی تائید و اعانت سے اسے تاج و تخت دلوایا۔ یہ لوگ سرمد کے خیالات کو خرافات جانتے تھے اور ان کی کھلے بندوں اشاعت کے روادار نہ ہو سکتے تھے۔ ان حالات میں جو کچھ ہوا اس کے لیے عالم گیر کو مطعون کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ یہ تو ایک ردعمل تھا ان قوتوں کے خلاف جنہوں نے ہندوستان میں اسلام اور ہندومت کی آمیزش سے ایک جدید دین پیدا کرنے کی کوشش میں اسلام کی بیخ کنی اور اپنی سیاسی قوت کی بنیادیں مستحکم کرنے کا کام شروع کر رکھا تھا۔

پروفیسر فضل محمود نے کلکتہ میں ایک ایرانی عالم سے اپنی ملاقات کے سلسلہ میں بتایا ہے کہ وہ سرمد کو ابتدا یہودی جانتے تھے اور کہتے تھے کہ سرمد اسلام میں صرف خیالات فاسدہ کی اشاعت کی خاطر یہ ڈھونگ رچائے ہوئے تھا۔ اور اپنے بظاہر دل کش اشعار سے مسلمانوں میں بدعقیدگی پیدا کر رہا تھا۔

نمونۂ رباعیات

سرمد کی رباعیات اہل علم میں نہایت مقبول ہیں۔ اس کی رباعیات جو اس وقت دستیاب ہوتی ہیں تین سو کے قریب ہیں جنہیں رباعیات سرمد کے نام سے پروفیسر فضل محمود (میونسپل کالج پور بوالہ) نے اپنے قیام و ملازمت کلکتہ کے دور ان میں جامعہ ٹیگور شانتی نکیتن سے شائع کیا۔ انہوں نے سرمد کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور "البصیر" کے اس خاص شمارہ کے لئے ایک مبسوط مقالہ بھی سرمد پر عنایت فرمایا تھا۔ لیکن یہ اوراق اس کے "اختصار" کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ اس لئے میں نے اس مقالہ سے ایسے حوالہ جات لے لئے ہیں۔ جن سے میں واقف نہ تھا۔

(۱)

سرمد گلہ اختصار می باید کرد ٭ یک کار ازین دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد ٭ یا جاں بہ رہش نثار می باید کرد

(۲)

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند ٭ سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار ٭ این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

ست نامیوں کی شورش (سنہ ۱۶۷۲ء)

جدو ناتھ سرکار نے اورنگ زیب کی مذمت کی نیت سے پہلے تعلیمات اسلامی کو غلط صورت میں پیش کیا پھر اورنگ زیب کو ان پر عامل بتا کر اورنگ زیب اور اسلام دونوں کو بے جا مطعون کیا۔ پروفیسر سرکار کی تمام عمر کا ماحصل یہ ہے کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا، ستمگر تھا اور سرکار نے اس نظریہ کے ثبوت میں صد ہا غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ انہی غلط بیانیوں میں ست نامی فرقہ کی بغاوت بھی تھی۔ کہا گیا کہ ست نامی بڑے نیک لوگ تھے ان کو بلا وجہ برباد کیا گیا۔ آیئے ذرا ست نامیوں کے کارناموں پر نظر ڈالیں۔

ان کی داستان خود پروفیسر سرکار ہی کی زبانی سن لیجئے "ست نامی جو اورنگ زیب کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اصل میں سادھ تھے جو آپس میں ست نامی کہلاتے تھے۔ وہ ایک مذہبی فرقہ تھا جو ۱۵۴۳ء میں بیر بھان بجسری نے نارنول کے قریب قائم کیا۔ اسے رامانندیوں ہی کی ایک شاخ سمجھنا چاہیئے۔ لوگ انہیں منڈیا بھی کہتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے سر کے بال حتیٰ کہ بھوئیں بھی منڈوا دیتے تھے۔ ستر ھویں صدی میں نارنول جو دہلی سے ۷۵ میل جنوب مغرب کو واقع ہے ان کا گڑھ تھا۔ بقول سرکار خافی خان نے ان کے متعلق اچھی رائے ظاہر کی ہے جو حسب ذیل ہے۔ اگرچہ ان کا لباس فقیرانہ ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر یا کاشتکار ہیں یا تھوڑے سرمایہ سے تجارت کرتے ہیں۔ اپنے عقائد کی پیروی کرتے ہوئے وہ نیک نامی کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور بددیانتی یا خلاف قانون طریقوں سے دولت حاصل نہیں کرنا چاہتے۔

پروفیسر سرکار ہی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی ایک خالص دنیاوی وجہ سے حکومت سے ٹکر ہو گئی: ایک روز ایک ست نامی کسان سے نارنول کے قریب ایک سرکاری پیادے سے تلخ کلامی ہو گئی اور پیادے کے ڈنڈے کی ضرب سے ست نامی کا سر پھٹ گیا۔ اس پر بہت سے ست نامی پیادے پر پل پڑے اور اسے اتنا پیٹا کہ ان کے خیال میں اس کی جان نکل گئی جب یہ خبر شقدار تک پہنچی تو اس نے ان کی گرفتاری کے لئے کچھ پیادے بھیج دیئے۔ لیکن ست نامی بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ پیادوں کو مار پیٹا اور بھگا دیا اور ان کے ہتھیار چھین لئے۔ ان کی تعداد اور ان کی شورش ساعت بہ ساعت بڑھتی جاتی تھی۔

شورش نے مذہبی رنگ اختیار کر لیا

پروفیسر سرکار ہی کا مزید بیان سنیئے!

اس نزاع نے جلد ہی ایک مذہبی رنگ اختیار کر لیا اور خود اورنگ زیب پر حملہ کی صورت میں ہندوؤں کی جنگ آزادی کی صورت اختیار کر لی۔ ان کے درمیان ایک بڑھیا دعوائے پیغمبری کے ساتھ ظاہر ہوئی اور اس نے اعلان کیا کہ اس کے جھنڈے تلے لڑنے والے ست نامیوں پر دشمن کے ہتھیاروں کا کوئی وار کارگر ثابت نہ ہوگا اور اگر ست نامیوں میں سے ایک ہلاک ہوگا تو اس کے بجائے اسی نئے ست نامی پیدا ہوں گے۔ یہ تحریک بجلی کی سی تیزی سے پھیل گئی اور حکومت تصویر حیرت بن کر رہ گئی۔ جلد ہی پانچ ہزار کے قریب مسلح ست نامی اٹھ کھڑے ہوئے۔ مقامی افسروں کو شورش کی وسعت کا صحیح اندازہ نہ ہوا اور وہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں فوجیں بھیجتے اور یکے بعد دیگرے شکست کھاتے رہے۔ ان ابتدائی کامرانیوں نے باغیوں کے حوصلے بلند کر دیئے۔ اور اپنی سحر کارانہ قوتوں پر ان کا اعتقاد زیادہ راسخ ہوتا گیا۔ نارنول کا فوجدار بہت نقصان اٹھا کر پسپا ہوا اور نارنول پر ست نامیوں کا قبضہ ہوگیا۔ فاتح باغیوں نے نارنول کو لوٹا۔ مسجدیں شہید کر دیں اور ضلع میں اپنا نظم و نسق قائم کر لیا۔ چوکیاں قائم کر لیں اور کاشت کاروں سے مالیہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ ان کی شورش کی صدا دہلی تک پہنچی جہاں غلہ کمیاب ہو گیا اور عوام ہراساں ہو گئے۔ شاہی فوج میں ست نامیوں کی مافوق الفطرت سحر کارانہ قوتوں نے ایک توہمانہ ہراس پیدا کر کے ان کے حوصلے پست کر دیئے۔

اورنگ زیب پر اب صورت حالات پوری طرح منکشف ہوئی اور وہ مقابلہ کے لئے کمربستہ ہوا۔ ۱۵ مارچ کو اس نے رعد انداز خاں کی سرکردگی اور بعض دوسرے بلند مرتبہ افسران کی معیت میں دس ہزار فوج بھیجی۔ جن میں توپ خانہ بھی تھا اور بادشاہ کے باڈی گارڈ کا ایک حصہ بھی شامل تھا۔ ست نامیوں کے تعویذوں کے مقابلہ میں بادشاہ نے کہ عالمگیر زندہ پیر مشہور تھا۔ اپنے قلم سے آیات قرآنی اور تعویذات لکھے اور حکم دیا کہ یہ آیات اور تعویذات شاہی جھنڈوں پر ٹانک دیئے جائیں۔ اور انہیں دشمنوں کے سامنے رکھا جائے۔ زبردست مقابلہ ہوا۔ نہایت شدت کی لڑائی کے بعد دو ہزار ست نامی کھیت رہے اور اس سے زیادہ تعداد میں دوران تعاقب میں تہ تیغ ہوئے۔ یہاں پروفیسر سرکار نے اپنے بیان کی تائید میں یہ اقتباس پیش کیا ہے (ان میں سے بہت کم زندہ بچے اور وہ علاقہ کافروں سے پاک ہوگیا) پروفیسر سرکار کا بیان یہاں ختم ہوتا ہے۔

ایشر داس ناگر ہندو مورخ کی رائے ست نامیوں کے متعلق :

" یہ لوگ نہایت گندے اور بدبخت تھے وہ ہندو اور مسلمانوں میں کوئی تمیز نہیں کرتے تھے۔ سؤر اور دوسرے ناپاک جانور کھاتے تھے"۔

عالمگیر کو یقیناً اس سے تو کوئی غرض نہ تھی کہ ہندوؤں کا کوئی فرقہ کیا عقیدہ رکھتا ہے اور کیونکر زندگی بسر کرتا ہے۔ حکومت وقت تو صرف اس قدر دیکھتی ہے کہ کوئی جماعت فرقہ یا گروہ ایسا تو نہیں پیدا ہو رہا جس کے مقاصد سیاسی ہوں اور جو حکومت وقت

کے خلاف سازش کی تیاریاں کر رہا ہو یا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور کسی مناسب وقت پر اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہو جائے۔ بلا ایسی چوکسی کے حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔

یہ لڑائی اتفاقیہ شروع ہو گئی۔ کسی ست نامی کا سرکاری پیادے سے جو کھیت کی رکھوالی کر رہا تھا تنازعہ ہو گیا۔ اس امر سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ست نامی نے آن کر کھیت سے مال اٹھانا چاہا یا کسی دوسرے طریق سے اس سرکاری ملازم سے لڑائی مول لی جو کھیت کی حفاظت پر مامور تھا۔ بظاہر اگر سرکار بھی کھیت کے رکھوالے ہوتے اور کوئی ہندو کھیت کا مال ہضم کرنا چاہتا اور سرکار کو حق ملکیت و فرض منصبی کا کچھ بھی پاس ہوتا تو وہ یہی کرتے جو پیادے نے کیا۔ ہاں جوں جوں شورش بڑھتی گئی فسادیوں کو معلوم ہوتا ہے۔ یقین ہوتا گیا کہ حکومت کی سپاہ پر وہ غالب آ چکے ہیں۔ اسی لئے اُنہوں نے تھانے قائم کرنے اور ٹیکس وصول کرنے شروع کئے۔ اس کا علاج تو وہی تھا جو عالمگیر نے کیا۔ یہ کوئی مذہبی جنگ نہ تھی۔ ست نامیوں کی عبادت گاہوں پر حملہ کیا گیا نہ ان کے اعتقاد پر کوئی پابندی عاید کی گئی۔ اسی شورش کو سرکار بغاوت کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہندو کش مسلک کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ اچھا یعنی بغاوت ہی سہی تو کیا اورنگ زیب ملک ان لوگوں کے حوالے کر کے یہاں سے چل دیتا۔ اس نے وہی کیا جو ہر سمجھدار انسان کو کرنا چاہیے۔ جادو اور منتر ہندو کا چلے تو ٹھیک اور عالمگیر آیات قرآنی اپنے پرچم پر لکھوا دے تو وہ جادوگر شمار ہو۔

مُعافی محصُولات اور جزیہ کا عائد کرنا

معافی محصُولات

اورنگ زیب نے اپنی مملکت میں غریبوں کی آسائش کی خاطر طرح طرح کے ٹیکس جن کا بوجھ انہیں مارے ڈالتا تھا معاف کر دیئے اور اس معافی میں ہندو مسلمان کی کوئی تخصیص روا نہ رکھی۔ ٹیکسوں کی عام معافی کا فائدہ ملک کی بہت بڑی اکثریت یعنی ہندوؤں ہی کو حاصل ہؤا۔ جس زمانے میں سابق متحدہ پنجاب میں ساہوکاروں کی چیرہ دستیوں کو جو ملک کی معیشت کا گلا گھونٹ دیتی تھیں روکنے کے لئے قانون وضع کئے جاتے تھے تو ہندو انہیں کالے بل کہتے اور ان کے خلاف شورش برپا کرتے تھے۔ اس لئے ان سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچنے کا امکان تھا۔ لیکن یو۔ پی یعنی موجودہ اتر پردیش میں انہی قوانین کو گورے یا کر سنہرے قوانین کہا جاتا ہے کیونکہ ان سے فایدہ ہندوؤں کی اکثریت کو پہنچتا تھا۔ بہرحال کہا جاتا ہے کہ اسّی محصول معاف کئے گئے اور ان میں سے سب نمونہ کے طور پر گنائے جا سکتے ہیں۔

ہندو اور انگریز مورخ جہاں کہیں کار آمد سمجھیں۔ منوچی کا حوالہ دیتے ہیں۔ اسی منوچی نے لکھا ہے کہ اورنگ زیب سے پہلے جب ہندو مقامات مقدسہ کی جاترا کو جاتے تھے تو ان میں سے ہر ایک کو چھ روپے ٹیکس حکومت کو ادا کرنا ہوتا تھا۔ اورنگ زیب نے یہ ٹیکس معاف کر دیا۔ بدھوں کے ہر پگوڈا یعنی بدھ مندر پر ایک ٹیکس مقرر تھا عالمگیر نے یہ ٹیکس معاف کر دیا۔

ہندو پھول (مردوں کی ہڈیاں) گنگا میں بہانے جاتے تھے تو ان سے ٹیکس لیا جاتا تھا یہ ٹیکس بھی اورنگ زیب ہی نے معاف کر دیا۔ خافی خاں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہندو جب جاترا کو جاتے تھے اور میلوں کی صورت میں جمع ہو کر خرید و فروخت کرتے تھے۔ ایسی خرید و فروخت پر لاکھوں روپیہ محصول میں حاصل ہوتا تھا۔ عالمگیر نے وہ بھی معاف کر دیا۔

پھل۔ سبزی۔ دودھ۔ دہی۔ لکڑی ہر قسم کا ایندھن۔ تیل۔ تمباکو۔ چارہ۔ مٹی کے برتن۔ گھر کا ساز و سامان اور استعمال کی دوسری چیزیں۔ شادی بیاہ کا سامان۔ زمین۔ مکان اور جائیداد کی خرید و فروخت۔ دستی کھڈیوں کی پیداوار۔ بازاروں اور میلوں میں زمین پر دوکانیں لگانے والوں سے جو کرایہ وصول کیا جاتا تھا۔

ہر قسم کا جرمانہ۔ نذرانہ اور شکرانہ۔ باڑوں پر مہر لگانے کی فیس۔ دریاؤں پر سے گزرنے کا محصول۔ مردم شماری کا محصول

چنگی بندی پرنذرانہ اور شکرانہ۔ مویشی پر شہر میں درآمدی محصول۔ گاڑیوں، اونٹوں اور چھکڑوں پر درآمدی محصول۔ ہر قسم کا فصلانہ سالیانہ۔ جمعگی۔ روزیانہ اور اس قسم کے دوسرے ٹیکس۔ رسیدوں اور سرکاری سوٹداروں کے استعمال میں آنیوالے کاغذ کی قیمت۔ تجارتی منڈیوں کے وہ محصول جو نئے حاکم کے علاقہ میں تشریف لانے پر لئے جاتے تھے۔ سرکاری عمال کا رخصتانہ مویشی پر جو مویشی منڈیوں میں فروخت کے لئے لائے جاتے تھے۔ محصول غلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانیوالی گاڑیوں پر محصول۔ کیلے اور آم کے چھکڑوں پر محصول جو شہر میں داخل ہونے پر وصول کیا جاتا تھا۔ مذبح سے شہر میں لائے جانیوالے گوشت پر چنگی۔ صنعت کاروں سے پیشہ دارانہ محصول۔ سرکاری سڑکوں پر سے سامان لے کر گزرنے پر محصول جو گاڑیوں اور قلیوں پر عاید کیا جاتا تھا۔

پیشہ کا لائسنس جو لوگوں کو کسی پیشہ کے اختیار کرنے کے وقت عمال کو دینا پڑتا تھا۔ منڈیوں کے چوہدریوں کا کمیشن بند ہوا۔ دلالوں کی آمدنی میں سرکاری حصہ۔ ہر قسم کی بیگار اور چوہدری نذرانہ۔ عیدوں اور دوسرے تہواروں پر روشنی کا خرچ۔ صوبیداروں یا جاگیرداروں کے کسی گاؤں میں جانے پر اپنے مینڈھے، بکرے اور دنبے جو نذرانہ کے طور پر پیش کئے جاتے تھے۔ ان کا لینا دینا بند ہوا۔ عمال کی طرف سے اخراجات سالانہ یادرہ وغیرہ وغیرہ تمام محصولات جو اورنگ زیب سے پہلے عاید تھے۔ عالم گیر نے یک قلم موقوف کر دیئے اور تمام صوبوں میں تاکید کے احکام جاری کر دیے۔ غور کیجئے کہ اس فہرست میں کتنے محصول ہیں جو حکومت۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلکمیٹیاں آج بھی وصول کر رہی ہیں۔ ان تمام معافیوں کا فایدہ عالم گیر کی رعایا ہی کو پہنچا اور اس میں اکثریت ہندوؤں ہی کی تھی۔ ان تمام محصولات کی آمدنی شمار کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم گیر نے سوا کروڑ روپیہ کی آمدنی سے ہاتھ اٹھا لیا۔ تاکہ رعایا بالخصوص غریب طبقہ کو عافیت و آسائش نصیب ہو۔

خافی خان کی شہادت سن لیجئے:

"نظر بر رفاہیت حال خلق اللہ و ترحم بحال رعایائے شکستہ احوال معافی راہ داری بر سر ہر گز رو سرحد و معبر آب ہا می گرفتند و مبلغ خطیر حاصل آں واصل خزانہ می گردد و پاندری کہ ہر ماہ و سال صیغہ کرایہ زمین و مکانے کہ ہمہ اصناف گراں و کاسبان ممالک محروسہ از قصاب و کلال و سبزی فروش گرفتہ تا بزاز و چودہری و صراف کہ بر سر گل زمین و سر رستہ نشستہ دکان ساختہ خرید و فروخت می نمودند در سرکار بدستور معمول چیزے می دادند۔ نہ کلی زیادہ از لکھا بماندبیت خراج می گردید و ابواب مشروع و نامشروع دیگر مثل سر شماری و بر شماری و برگری و چرائی بنجارہ و طوعانہ حاصل ایام بازار عرس و جائزہ کہ در معبد خانہائے ہنود پرگنات دور و نزدیک ہر سال یکبار چندیں لک آدم فراہم آمدہ خرید و فروخت اجناس می نمودند۔"

ہندوؤں اور مسلمانوں پر علیحدہ علیحدہ محصول

عالمگیر پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس نے مسلمانوں سے مال تجارت پر اڑھائی فی صد اور ہندوؤں سے پانچ فی صد کے حساب سے محصول وصول کرنے کا حکم دیا۔ اب مال تجارت پر محصول کی تفصیل سن لیجئے۔ بقول خافی خاں !

حکم معافی محصول مال تجارت مسلمانان یک قلم از قلمرو ہندوستان فرمودند، یعنی عالمگیر نے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوتے ہی مسلمان سوداگروں کے مال تجارت پر محصول معاف کر دیا۔ یہ ایک عجیب سا فیصلہ تھا۔ لیکن ملک کے دیوانوں، فضلاء، علماء اور فقہاء نے اس کے اس فیصلہ کے نقائص شرعی سے اسے آگاہ کیا تو اس نے اپنے ایک غلط فیصلہ کو بخوشی منسوخ کر دیا اور اُس کے بجائے نیا حکم نافذ فرمایا۔

(۱) مسلمان تاجروں کا مال اگر حد نصاب تک نہ پہنچتا ہو تو اس پر محصول معاف ہو گا (۲) اگر مسلمان تاجروں کا مال حد نصاب تک پہنچتا ہو تو اس پر محصول وصول کریں اور مال مضاربت سے محصول کی وجہ سے کوئی مزاحمت نہ کریں۔

(۳) اس کے بعد دیوانیاں ... بعرض رسانندکہ مسلمانان مال تجارت خود را برائے معافی محصول بدفعات آوردہ می فروشند و مال ہنود را بنام خود می نویسانند و زکوٰۃ کہ حق کافر انام موافق شریعت است تلف می شود۔

اب مسلمان تاجروں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنا مال حد نصاب سے کم مقدار اور مالیت میں چنگی کے پار لے جاتے اور کئی کئی مرتبہ اتنا اتنا مال لے جاتے جس پر محصول نہ تھا۔ انہوں نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ محصول سے بچنے کے لئے ہندوؤں کے مال کو اپنا ظاہر کر کے تھوڑا تھوڑا چنگی کے پار لے جاتے اور یقیناً اس دھوکہ بازی کے لئے ہندوؤں سے کچھ نذرانہ وصول کرتے ہوں گے۔ اب خافی خان کہتا ہے کہ وہ اس طرح اس زکوٰۃ کو جو از روئے شریعت عوام کا حق ہے تلف کر دیتے تھے۔ اب حضرت عالمگیر پر شرعی صورت جو واضح ہوئی تو:" فرمودند کہ بدستور سابق و موافق شریعت غرّا فی صد دو و نیم روپیہ از مسلمانان و پنج روپیہ از ہنود می گرفتہ باشد۔

یعنی نصاب سے کمتر مالیت کے مال پر نہ مسلم محصول دیں نہ ہندو۔ نصاب سے مالیت مال تجارت زیادہ ہو تو مسلمان ۲½ فی صد اور ہندو پانچ فی صد کے حساب سے محصول ادا کریں۔ اور ایسا اس لئے کیا گیا کہ مسلمانوں کے لئے حقیقت میں مال تجارت پر محصول از روئے شریعت زکوٰۃ ہی کا حکم رکھتا تھا۔ اس لئے اس پر اڑھائی فی صد مطالبہ مدتوں پہلے سے معین تھا۔ ہندو اکثر دوسرے ایسے محصولات سے جن کا بار صرف ان پر ہی پڑتا تھا۔ آزاد ہو چکے تھے۔ اس لئے ان پر پورا محصول عاید کیا گیا اور کسے معلوم ہے کہ اس زمانے میں ہندوؤں کو تجارت میں کتنا عمل دخل حاصل تھا اور مسلمان کس قدر پیچھے تھے اور شاید حالت وہی ہو جو قیام پاکستان سے پہلے متحدہ ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کی تجارت اور دولت کے اعتبار سے تھی اور اسی حکم سے مراد پس ماندہ

قوم کی حوصلہ افزائی ہو۔ عین اسی طرح جس طرح تعلیم میں پس ماندہ طبقوں کو زیادہ سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔

جزیہ کا مقصد اور اثر

جزیہ کیوں عاید کیا گیا۔ اس کے دو جواب دیے جاتے ہیں ایک تو یہ کہ سلطنت کی مالی حالت کا یہی تقاضا تھا۔ چونکہ عالمگیر نے بہت سے محصولات معاف کر دیئے اس لئے آمدنی کی نئی صورتیں ہونی چاہئیں تھیں۔ دوسری بات مسلمان یہ کہتے ہیں کہ عالمگیر اور اس کے ساتھی ہندوستان کو دارالسلام یا ایک اسلامی سلطنت بنانا چاہتے تھے اور ایک اسلامی سلطنت کا امتیاز یہ ہے کہ مسلمان زکوٰۃ ادا کریں اور ذمی رعایا جزیہ ادا کرے۔ جب زکوٰۃ کا نظام ملک میں استوار کر دیا گیا۔ تو جزیہ کا نظام بھی جاری کر دینا چاہئے تھا۔ لیکن بعض لال بجھکڑوں نے یہ مشہور کرنے کی کوشش کی ہے کہ جزیہ ہندوؤں پر دباؤ ڈالنے کے لئے عائد کیا گیا تھا کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ جزیہ ایک ٹیکس کا نام ہے۔ کم سے کم ۵۲ روپے سالانہ کی بچت پر سوا تین یا ساڑھے تین روپے ٹیکس تھا۔ اب آج سے تین سو سوا تین سو سال پہلے کھانے پینے کا سامان اور دوسری ضروریات اس قدر سستی تھیں کہ ہمارے وہم میں بھی نہیں آ سکتا۔ جو شخص اس زمانے میں اپنی ضروریات کے بعد ۵۲ روپے سال میں بچا سکتا تھا۔ اس کا شمار آج کل کے حساب سے تو بڑے رئیسوں ہی میں ہونا چاہئے کیونکہ اگر قیمتیں آج سے دس گنا سستی سمجھ لی جائیں تو یہ باون روپے ایک ہزار سے زیادہ کے برابر بنتے ہیں۔

جزیہ مسلمانوں کے نزدیک جس قدر منصفانہ ہے۔ غیروں کے نزدیک اسی قدر ظالمانہ ہے۔ یہ ٹیکس اسلامی ممالک میں غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کے عوض وصول کیا جاتا ہے۔ اگر غیر مسلم ملک کی حفاظت کے لئے فوجی اور دوسری ضروری خدمات میں برابر کے شریک ہوں تو جزیہ کے عائد کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

عالمگیر ایک اسلامی سلطنت استوار کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے احکام شریعت کی ترویج ان کے ذمہ تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کے لئے نظام زکوٰۃ دوبارہ اس ملک میں قائم کیا۔ جزیہ بھی غیر مسلم رعایا سے لیا جانا چاہئے اس لئے اس کا اہتمام بھی ہوا۔

علماء کا تقاضا

ایشرداس ہندو مورخ نے جو قاضی القضاۃ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ لکھا ہے:

علماء جو بادشاہ کے تقویٰ سے خوب واقف تھے۔ جزیہ کے جو از روئے شریعت لازم ہے عائد کرنے کی طرف بادشاہ کو توجہ دلائی۔ بادشاہ نے جزیہ کا عائد کرنا از روئے شریعت لازم سمجھتے ہوئے عنایت اللہ خاں کو اس کے اہتمام پر مامور فرمایا۔

تاریخی شہادتوں میں تطابق پیدا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ ۱۶۷۹ء میں لگایا گیا۔

مرأت کی شہادت

"چوں ہمگی ہمت والا نہمت حضرت اقدس اعلیٰ بر تقویت دین مبین و رواج شرع متین مصروف و جمیع امور سلطنت و معاملات مالی و ملکی را در قالب شرعیہ در آوردہ رائج می گردانیدند و دریں آوان علماء و فضلاء و فقہا نظر بر دین پروری آنحضرت داشتہ درباب اخذ جزیہ بعرض رسانیدند۔"

یعنی چونکہ بادشاہ کی تمام تر توجہ تقویت دین اور شرع متین کے رواج دینے پر لگی ہوئی ہے اور سلطنت کے تمام معاملات مالی اور ملکی کو قالب شرعیہ میں ڈھال کر رائج کیا گیا ہے۔ اس وقت علماء فضلاء اور فقہاء نے بادشاہ کی دین پروری کو ملحوظ رکھتے ہوئے جزیہ وصول کرنے کی درخواست کی۔ ان لوگوں نے معتبر کتب فقہ سے جزیہ کی شرح اور طریق تحصیل سے متعلق ایک کیفیت بھی پیش کی

مالی ضرورت

ایک طرف تو علماء و فقہا کا تقاضا تھا کہ محی الدین کی سربراہی میں ہندوستان ایک اسلامی سلطنت بن جائے اور جزیہ کی تحصیل ان کے خیال میں ضروری تھی اور اورنگ زیب خود پہلے حکومتوں کے اقدامات اور حالات کے مقابلہ کے لئے سلطنت کو اسلامی رنگ دینا چاہتا تھا۔ دوسری طرف اس نے اسی نہایت تکلیف دہ محصولات معاف کردئے تھے اور ملک میں شورشیں برپا رہتی تھیں۔ روپیہ کی ضرورت پڑتی تھی۔ اس نے مسلمانوں پر ادائے زکوٰۃ کو لازم کردیا تو ہندوؤں پر بھی جن پر سے بہت سے ناروا محصولات معاف کردئے گئے تھے جزیہ لگانا ضروری سمجھا اور اس میں ہندوؤں کو ہر طرح کی سہولتیں مہیا کی گئیں۔ جہاں تک شرعی تقاضوں کی تکمیل کا تعلق ہے اورنگ کسی مصلحت کی بنا پر ان سے گریز نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ۲۵ ویں سال جلوس میں علماء و فضلاء نے بادشاہ کو سمجھایا کہ تعین نرخ خلاف شرع اور مالک مجاز ہے۔ جس قیمت پر چاہے اپنا سامان فروخت کرے۔ تو ملک میں جہاں جہاں نرخی موجود تھے موقوف کردئے گئے۔

شرائط و شرح جزیہ

ایشور داس لکھتا ہے کہ "بادشاہ نے حکم دیا کہ سرکاری ملازمین کو چھوڑ کر باقی تمام ہندو اس شرح پر جزیہ ادا کریں۔ امیر جن کی آمدنی دو ہزار پانچ سو ہو ۱۳ روپے۔ متوسط درجے کے لوگ جن کی آمدنی دو سو پچاس روپے ہو تیرہ روپے دیں اور غریب لوگ جن کی آمدنی ۵۲ روپے ہو۔ تین روپے چار آنہ ادا کریں۔ اور جب یہ رقم ان کے خاندان کے مصارف سے بچ رہے۔" جو لوگ یعنی غریب ترین طبقہ کے لوگ جن پر جزیہ لگایا گیا تھا۔ ساڑھے تین روپیہ سالانہ بھی یکمشت ادا نہ کرسکتے تھے۔ انہیں یہ سہولت میسر تھی کہ سال

ان پر جزیہ کی بارہ بارہ آنے ادا کرنا پڑے۔ یہی نہیں اگر کسی شخص کی آمدنی کم ہوگئی۔ مثلاً وہ چھ ماہ تک بیمار رہا اور کچھ کما نہ سکا تو اسے جزیہ معاف کر دیا گیا۔

جزیہ سے معافی

تمام سرکاری ملازم خواہ فوج میں ہوں خواہ پولیس میں خواہ دیوانی میں خواہ عدالتوں اور دفتروں سے متعلق ہوں جزیہ ان پر عائد نہیں کیا گیا تھا۔

جزیہ کی معافی پر اظہارِ مسرت

جزیہ کی وصولی اور معافی میں بڑی فراخ دلی سے کام لیا جاتا تھا۔ ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔ اور یہ مثال خافی خان ہی نے دی ہے جو عالم گیر کا مداح نہ تھا۔ امانت خاں دیوان دکن تھے۔ انہوں نے دکن کے ہندوؤں کو بقدر بارہ لاکھ روپیہ کے جزیہ کو معاف کر دیا۔ جب عالم گیر دکن پہنچے تو امانت خاں نے جزیہ کا حساب پیش کیا اور عذر گناہ کے طور پر کہا:

"مثل من خائن دیگرے نخواہد بود کہ ہر سال چندیں لک روپیہ دولت نعمت برعایا و عمال باقی دارند معاف می نمایم۔ وامید عفو از بادشاہ خطا بخش جرم پوش دارم۔ فرمودند ما معاف نمودیم وے دانم کرشما خزانہ دنیا و آخرت مارا معمور می سازند"۔

اللہ اللہ!! امانت خاں کی امانت داری اور نیازمندی دیکھیئے۔ بادشاہ کی اجازت بغیر جزیہ کی معافی دیکھیئے اور اس متعصب مسلمان بادشاہ کا جواب سنیئے۔ امانت خان سے فرمایا جا رہا ہے۔ بھائی معافی کا کیا سوال ہے۔ بارہ لاکھ اگر تم نے غریب ہندوؤں سے وصول نہیں کیا تو کیا بات ہے۔ اس معافی سے تو تم نے میرے لئے دنیا و آخرت کے ان گنت خزانے معمور کر دیئے ہیں۔

اہل ہیش اور ارباب بصیرت کے لئے اسی جواب میں کیسی کیسی مسرتیں اور کیا کیا عبرتیں پوشیدہ ہیں اور ہندوؤں پر ظلم کرنے والے اورنگ زیب کے اس دلی جواب کی مسرت وصداقت ہی دنیا اور آخرت میں اس کی سرخروئی کے لئے کافی ہے۔

یہی نہیں جب ایک سال بادشاہ دین پناہ سے کہا گیا کہ حیدرآباد میں عوام کی مالی حالت اچھی نہیں تو اس نے سال بھر کے لئے نہ صرف جزیہ ہی معاف کر دیا بلکہ حکم دیا کہ سال بھر کوئی محصول ان سے وصول نہ کیا جائے۔

بیت المال کا مستحقین پر خرچ

آپ نے دیکھ لیا جزیہ کی معافی پر عالم گیر کیونکر خوش ہوا۔ اب دیکھیئے کہ ایسی ہی حالت میں بیت المال کا روپیہ میر حبیب اللہ مستحقین

میں خرچ کر دیتا ہے۔ عنایت اللہ خاں نے اس پر سختی شروع کی۔ حبیب اللہ خاں کہتا ہے۔ مال و متاع تو کچھ نہیں جان حاضر ہے عالمگیر کو اطلاع ملتی ہے تو ارشاد ہوتا ہے۔

زر وصول شدہ را بازستی چرا باید کرد۔ قبل ازیں از سوانح برہان پور مکرر بعرض رسیدہ بود کہ سید مسطور ہر چہ بہم می رساند بہ ارباب استحقاق و مصارف خیر صرف می کند ہرگاہ از مال ایں عاصی غرق معاصی ہم بہ نیابت بمصرف خیر رسیدہ باشد۔ اعادہ بیفائدہ است[؟]

یعنی مجھے پہلے اطلاع مل چکی ہے کہ سید صاحب جو کچھ مل جاتا ہے۔ اسے مستحقین میں تقسیم اور نیکی کے کاموں میں صرف کر دیتے ہیں۔ جب اس گنہگار کا مال نیابت میں بھی نیکی کے کاموں پر صرف ہو چکا ہو تو پھر اس مال کا دوبارہ طلب کرنا بے سود ہے۔

ہندوؤں نے کچھ دیر ناراضی کا اظہار کیا لیکن پھر برابر جزیہ ادا کرتے رہے۔

سلطنتِ مُغلیہ کے اسبابِ زوال

سلطنت مغلیہ کا سال آغاز ۱۵۲۶ء اور سال اختتام ۱۸۵۷ء سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے سلطنت مغلیہ کا چراغ ۱۷۰۷ء میں عالمگیر کی وفات کے ساتھ ہی گل ہو گیا اگرچہ سلطنت برائے نام ۱۸۵۷ء تک قائم رہی اور وہ بھی انگریز کے تدبر اور مصلحت کی بنا پر جس نے بہادر شاہ ظفر کو آنریری مجسٹریٹ مقرر کر رکھا تھا اور اس کی حدود سماعت و عدالت قلعہ شاہی تک محدود تھے۔ بہر حال اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو بھی مٹھی بھر مغلوں نے ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک کو سوا تین سو سال تک اپنے قبضہ و تسلط میں رکھا جب ذرائع آمد و رفت کی آسانیاں مفقود تھیں خبر رسانی کے وسائل آج کے مقابلہ میں گویا معدوم تھے۔ اور مخالفت ملک میں ایسی ہی موجود تھی۔ جس کی ٹکر انگریز باوجود اپنے ساز و سامان اور سلطنت و حشمت اور سامان جنگ و حرکت ایک چالیس سال بھی برداشت نہ کر سکا۔

مورخین کوتاہ بین سلطنت مغلیہ کے زوال کا ایک بنیادی سبب اورنگ زیب ہی کو قرار دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اسی نے ہندوؤں کو سلطنت کی مخالفت پر اکسایا۔ سکھوں کو سلطنت اور مسلمانوں کے خلاف صف آرا کیا۔ بچوں کی تربیت نہ کی۔ خزانہ خالی کر دیا۔ مرہٹوں سے جنگ آزمائی میں عمر گنوا دی اور ان کی آتش رقابت و مخاصمت کو تیز تر کر دیا اور کتنے ہی ان گنت اسباب ہیں جنہیں عالمگیر کی ذات سے منسوب کر کے سلطنت کے زوال کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔

قدرت کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ سلطنت دیر تک کسی ایک خاندان میں قائم نہیں رہتی۔ آہستہ آہستہ خود بخود ایسے اسباب پیدا ہوتے رہتے ہیں جو ملکوں اور قوموں کو اچھے بادشاہوں کو نا اہل اولاد سے نجات دلا دیتے ہیں۔ عالم گیر کو خود اس کا اعتراف و احساس تھا۔ ایک مرتبہ غالباً اس کے کسی بیٹے نے ایک خط میں ان کی سلطنت کو ابد بنیاد، یعنی ہمیشہ رہنے والی لکھا تو عالمگیر خوش نہیں ہوئے۔ بیٹے کو لکھا سلطنت کو ابد بنیاد، کیوں لکھتے ہو اس کا تو قرنوں تک بھی قائم اور بحال رہنا محالات سے ہے بہر حال مغلوں کی سلطنت ایک خاندان کی سلطنت تھی۔ اس کا خاتمہ قدرتی امر تھا اور شخصی اور خاندانی بادشاہتیں بالعموم قوموں کی ترقی کے لئے سنگ راہ ثابت ہوتی ہیں۔

سلطنت کو ہر دور میں نئے عناصر سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے اگر اہل سلطنت میں اس کی صلاحیت ہے تو سلطنت ان لوگوں کے ہاتھ میں رہتی ہے ورنہ نکل جاتی ہے اور سلطنت کے قائم رکھنے کے لئے جسمانی اخلاقی اور دماغی صلاحیتوں کی ضرورت

ہوتی ہے۔ دشمن کے پاس یہ وسائل بڑھ گئے تو سلطنت یا بادشاہت کا خاتمہ اور اگر اہل سلطنت کے پاس یہ وسائل وافر ہیں تو دشمن کو منہ کی کھانی پڑتی ہے۔ مغلوں کے اسباب زوال ہیں سے اب مدتوں گزرنے پر حسب ذیل پیش کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) عالم گیر کے بعد اس خاندان میں کوئی دوسرا جامع کمالات کیا معمولی صفات شاہی کا حامل پیدا نہ ہوا۔ قدرت کا یہی طریقہ ہے اور مغلیہ خاندان کو اس اعتبار سے کافی مدت میسر آئی۔ عالم گیر کے بعد آنے والوں میں نہ حوصلہ تھا نہ دماغی قابلیت، نہ عاقبت بینی۔

(۲) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق تھا۔ شیعہ اور سنی کا تفرقہ ہر تخت نشینی پر مسلمانوں کو دو فریقوں میں تقسیم کردیتا اور ان کی باہم خفیہ اور علانیہ آویزشیں اور سازشیں سلطنت کی بنیادوں کو کھوکھلا کرتی رہتی تھیں۔

(۳) تخت نشینی کے لئے سازش اور جنگ عام امیروں اور رئیسوں کو پریشان رکھتی تھیں اور سلطنت کے انحطاط کے زمانہ میں ذرا با اختیار امیروں نے اپنے لئے چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنائیں۔ بادشاہ میں ہمت نہ ہوتی تھی کہ دور دست علاقوں کو زیر تسلط رکھ سکے۔

(۴) آخر زمانہ میں امراء کو خیر عامہ کی طرف توجہ نہ رہی۔ ان کی خود غرضی پر کوتاہ بینی کا اضافہ ہوا۔ وہ ایک دوسرے پر بڑھ کھانے لگے۔ ان میں سلطنت کے مفاد کی خاطر باہمی اشتراک مفقود ہو گیا۔

(۵) امراء بجائے خود رئیس بن بیٹھے وہ ایک دوسرے سے آرٹ اور کلچر کی سرپرستی میں اور اپنے اپنے دربار کی شان و شوکت اور شہرت کو سلطنت کی قوت، وحدت اور استحکام سے مقدم سمجھنے لگے اور باہمی رقابت میں وقت و قوت برباد کرنے لگے۔

(۶) رشوت اور باہمی رقابت کی وجہ سے وہ بادشاہ کی نگرانی کے بغیر کوئی کام نہ کر سکتے تھے، ایک بادشاہ کس کس کی اور کہاں کہاں نگرانی کر سکتا تھا۔

(۷) عالم گیر کے بعد امراء نے اپنے لئے بہت بہت سے محکمے اور کام اپنے ذمہ لے لئے تھے۔ نتیجہ لاپرواہی اور نظم و نسق کی بربادی تھی اس طرح کارگزاری کا جنازہ نکل گیا۔

(۸) مرہٹہ سلطنت کو تو عالم گیر نے اپنی زندگی میں نقش غلط کی طرح مٹا دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد سلطنت کو پالا اور ایک پوری قوم سے پڑا جو ملک کی جغرافیائی کیفیت کی وجہ سے گوریلا جنگیں لڑتی رہی اور جس کا پیشہ لوٹ اور غارت گری بن گیا۔ ادھر عالم گیر کے جانشین تخت سلطنت پر قبضہ کی ہوس میں مرے اور مٹے جا رہے تھے۔ اگر عالم گیر کے بیٹے باپ کی وصیت کے مطابق عمل کرتے اور ملک آپس میں بانٹ لیتے تو ان کی قوت قائم رہتی۔

(۹) شمال مغربی قبائلی علاقوں نے بھی شورشیں برپا رکھیں۔

(10) شاہی کیمپ ایک پورا شہر ہوتا تھا جس میں شاہی بیگمات اور امراء کی بیگمات اور سینکڑوں نوکر چاکر۔ دوکانیں ساتھ ہوتی تھیں۔ یہ چیز میدان جنگ میں ساز گار نہ ثابت ہوتی تھیں۔ لیکن روایات کے ختم کر دینے کی ہمت کسی میں پیدا نہ ہوئی۔

(11) یورپ والے ہندوستان کا رخ کیا اور ملک و سلطنت کے لئے ایک سمندری خطرہ پیدا ہو گیا۔ اورنگ زیب نے تو بحری قوت بڑھانے کی طرف تھوڑی بہت توجہ ضرور کی لیکن دکن کی مہم نے اسے پوری توجہ کی فرصت نہ دی دوسرے کسی بادشاہ نے نہ اسے خطرہ سمجھا نہ اس نے انسداد کی کوشش کی۔

(12) جب یورپ والوں نے یہاں پاؤں جمانے اور چھوٹے چھوٹے مقابلے شروع ہوئے تو ان کا سا موثر اور دور مار سامان جنگ ہندوستانیوں کے پاس نہ تھا۔ یورپ والوں بالخصوص انگریزوں کی حکمت عملی نے چھوٹی ریاستوں کے باہمی نفاق کا فائدہ اٹھایا اور یہ ایک دوسرے کی پیٹھ ٹھونک کر انہیں فائدے کے لالچ میں لڑاتے رہے۔

(13) یہ مانا جاتا ہے کہ عالمگیر کی مہمات دکن نے سلطنت کو ختم کر ڈالا۔ دار السلطنت سے چوتھائی صدی کی غیر حاضری اس زمانہ میں جب ایسے ہی مرکزی انتظام ہوا کرتا تھا یقیناً نظم و نسق پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ دکن کی مہمات پر اگرچہ بہت سے دوراندیش معترض ہیں۔ لیکن عالمگیر مجبور تھا۔ مرہٹے دکن کی اسلامی سلطنتوں پر قابض ہوتے جا رہے تھے اس طرح ختم ہوتی جنگ کے معنے ایک دشمن کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوتے دیکھنا اور اس کا منتظر رہنا تھا کہ مرہٹے کب قوت حاصل کر لیں اور سلطنت مغلیہ پر براہ راست حملہ شروع کر دیں۔ عالمگیر اپنے عہد میں کامران و بامراد رہا۔

(14) ہندوؤں نے بحیثیت مجموعی محسوس کر لیا تھا کہ مسلمان غیر مذہب اور غیر ملکی حکمران ہیں جنہیں ہندو دھرم اپنے میں جذب نہیں کر سکے گا اسلام کی سادگی اور راستی روز بروز ہندوؤں کو اسلام کی طرف راغب کر رہی ہے۔
اس طرح ہندو دھرم کو نقصان پہنچے گا۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ کوئی قوم من حیث القوم کسی دوسری قوم کی غلامی یا حکمرانی کا جوا خوشی سے اپنی گردن میں نہیں ڈال لیتی۔ اور جب اس کی خودی بیدار ہوتی ہے تو وہ اس حکمرانی سے خواہ وہ کتنی ہی منفعت بخش کیوں نہ ہو۔ بیزار ہو جاتی ہے۔ خود ہماری آنکھوں کے سامنے ملک نے انگریزی فرمانروائی سے بیزاری کا وہ مظاہرہ کیا کہ انگریز اپنے پورے سامان جاہ و حشمت کے باوجود اتنا بڑا ملک خود چھوڑ کر چلا گیا۔

جانشینی کے قواعد کا فقدان

سلطنت مغلیہ کی سب سے بڑی کمزوری جانشینی کے قواعد کا فقدان تھا اور اس وجہ سے ہر بادشاہ کی وفات پر بلکہ اس سے پہلے شہزادوں میں شدید عداوتیں اور مخالفانہ صف آرائیاں شروع ہو جاتی تھیں۔ بڑا شہزادہ اپنے آپ کو

تخت وتاج کا جائز وارث سمجھتا تھا۔ چھوٹے اپنے آپ کو اس سے زیادہ اہل سمجھتے تھے۔ اور ہر ایک کے درباری سے ہی تاج وتخت کا اہل قرار دیتے تھے تاکہ وہ خوش رہے اور اگر کسی طرح وہ بادشاہت حاصل کرلے تو ان کے وارے نیارے ہوجائیں۔ اکبر سے لے کر سلطنت پر انگریزوں کے تسلط کا مطلب دوسو سال میں کوئی بھی تخت نشینی شورش، بغاوت فسادات۔ ماردھاڑ اور جنگ وخون ریزی سے خالی نہ رہی اور اورنگ زیب کے بعد تو بارہ برس میں جانشینی کے لئے سات جنگیں لڑی گئیں۔ ہر کامیاب شخص فوج اور امراء کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے ان خزانوں کو جو کئی صدیوں سے خالی ہو رہے تھے۔ بے دریغ لٹاتا چلا جاتا تھا اور اس طرح بادشاہ کا دامن دولت سے خالی ہوتا جاتا تھا اور ملک اس کے ہاتھ سے نکلتا جاتا تھا۔

سید برادران

ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے زوال کا ایک بہت بڑا سبب سید برادران یعنی [illegible] کا جنہوں نے جانشینی کی لڑائی میں برسرِ اقتدار آجانا اور اپنے اقتدار کا ذاتی جاہ ومنفعت کے لئے بے محابا استعمال تھا۔ انہوں نے اچھے اچھے [illegible] اور ملازمین سرکار کو برطرف کیا انہیں سزائیں دیں اور اس طرح نظم ونسق سلطنت کو برباد کر دیا اور [illegible] تمام امیدیں خاک میں ملا دیں۔ بلاشبہ ان کا اقتدار خود غرضی کے لئے جنگوں [illegible] بادشاہوں کی نالائقی [illegible] اورنگ زیب کی بصیرت نے سید برادران کے خلاف اپنی اولاد کو خبردار کر دیا تھا مگر آنے والوں میں [illegible] تھی نہ معاملہ فہمی نہ دور اندیشی۔

سفرِ آخرت

حضرت عالمگیر کو کرمان قضا وقدر نے ایک خاص مقصد کی تکمیل کے لئے مامور کیا اور اس مقصد کے حصول کے تمام لوازم ان کی ذات اقدس میں ودیعت فرمائے تھے۔ وہ اعمال جو ہاتھیوں کے مقابل ڈٹ جائے بے پناہ بصیرت جسے مومن کی فراست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ارادہ پہاڑوں سے زیادہ مستحکم اور مصیبت میں اور جان لیوا دشمنوں میں گھر کر بھی وہ استقلال کہ کسی ثانی کو کیا ملا ہوگا۔ اپنے مقصد کی صداقت و کامرانی پر پیغمبرانہ اعتماد۔ بدن ایسے فولاد کا بنا تھا۔ کہ آج تک بیمار نہیں ہوئے ساری عمر دشمنوں سے وطن میں اور وطن سے دور گزری بڑھاپے میں جب قوائے جواب دے جاتے ہیں اور انسان اپنے لئے اور دوسروں کے لئے ایک وبالِ جان بن جاتا ہے خدا کا یہ بندہ قلعہ پہ قلعہ فتح کر رہا ہے عمر بھر کی خستگی اور ماندگی کے آثار نمایاں نہیں۔ اس کا بڑھاپا سرداروں اور سواروں کی جوانیوں کو شرماتا ہے۔ لیکن جب وقت رحلت آن پہنچا تو اس کے اسباب جمع ہونے شروع ہوئے۔

دکن کی بڑی مہم کے بعد حضرت نے وہاں سے آٹھ کوس کے فاصلہ پہ دیوا پور میں ڈیرہ ڈال دیا۔ دفعتہً مزاج ناساز ہوا لیکن باوجود شدت مرض یہ پیر کہن سال کاروبار سلطنت میں مصروف رہا۔ بالآخر شدت مرض نے یہ صورت اختیار کی کہ غشی طاری ہونے لگی اور ضعف روز بروز بڑھتا گیا۔ امیر خان نے لکھا ہے کہ انتہائے ضعف میں ایک دفعہ یہ لب پہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ جس سے محسوس ہوتا ہے دنیا جاتی اور آخرت آتی ہوئی نظر آ رہی گویا ایک عظمت بے پناہ موت کے دروازے پہ کھڑی اپنے کارناموں پہ نظر واپسیں ڈال رہی تھی۔

بہ ہشتاد و نود چوں در رسیدی
بسا سختی کہ از دوراں کشیدی
وز آنجا چوں بصد منزل رسانی
بود مرگے بہ صورت زندگانی

امیر خاں نے عرض کیا کہ شیخ گنجو رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک شعر کے لئے یہ تمام نظم مرصع لکھی تھی اور وہ یہ ہے۔

پس آں بہتر کہ خود را شاد داری
دراں شادی خدا را یاد داری

یہ شعر اس قدر پسند آیا کہ اسے بہ تکرار کئی مرتبہ سنا اور پھر لکھ کر خود اس کا گویا ورد شروع کر دیا۔ [illegible] دیوان عام تشریف لے جا سکے اور امیر خاں سے فرمایا کہ تمہارے شعر نے مجھے صحت کامل عطا کی۔ اس شعر نے حضرت عالمگیرؒ کے قلب پر ایسا اثر کیا کہ وہ [illegible] ہو گیا اور حضرت نے بیماری پر ایک گونہ فتح پائی

احمد نگر اور اختتام سفر

حضرت عالمگیر سولہ ویں شوال سنہ [illegible] جلوس عالم گیری کو شہر احمد نگر میں تشریف فرما ہوئے۔ آخر شوال میں ناسازی طبع کے آثار ظاہر ہوئے۔ مرض نے شدت کے بعد خفت اختیار کی لیکن چار پانچ روز بعد نہایت شدید تپ لاحق ہو گیا اور حضرت نے تین چار یوم تو حسب عادت ہمت اور قوت نفس کی وجہ سے مرض پر غلبہ پائے رکھا [illegible] باوجود شدید ناسازی طبع ادائے نماز باجماعت اور اوراد و وظائف کے لئے مسجد و دیوان عدالت گاہ میں تشریف لاتے رہے۔

اس زمانہ میں جس کی شدت کا حال خود ایک رقعہ میں لکھا ہے کہ تپ اس بار دس روز [illegible] تاب نہ لا کر مفارقت اختیار کر گیا اور ہڈیوں اور پوست کا ایک ڈھانچہ چھوڑ گیا۔ اسی زمانہ میں کہ دنیا سے رخصت ہونے اور اس تزک عظیم الشان کی جو چھوڑے جا رہے تھے کیفیت امید افزا نظر نہ آتی تھی اکثر یہ شعر ورد زبان رہتا تھا۔

بیک لحظہ بیک ساعت بیک دم
دگرگوں می شود احوالِ عالم

اور یقیناً سلطنت مغلیہ کے احوالِ عالم ضرور دگرگوں ہو گیا۔

پنجشنبہ کو مبلغ چار ہزار روپیہ قاضی القضات کی معرفت محتاجوں میں تقسیم ہوا۔ اس حالت میں بھی بادشاہ نے ایک ہاتھی اور ایک دانہ الماس کے صدقہ کئے جانے کی تجویز سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ طریقے ہندوؤں اور ستارہ پرستوں کے ہیں، مسلمانوں کے نہیں۔

حضرت عالمگیر نے اس حالت مرض میں جو نزع سے تعبیر کیا جا سکتی ہے فرمایا "اس خاکسار کو منزل اول تک جلد پہنچائیں"۔ آرزو تھی اس دنیا سے کوچ جمعہ کے روز ہو تو بہتر ہے چنانچہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ جمعہ کی صبح کو نماز باجماعت

واقعات ایک پہر دن گذرنے کے بعد جب حضرت عالمگیر سکرات موت میں بھی ادائے وظائف میں مشغول تھے تو فرشتہ [illegible] شہریار کی روح کو حکم خداوندی کے ماتحت جسد عنصری سے رہائی دلاکر عالم بالا کو لے گیا۔

[illegible] وتکفین او تدفین

[illegible] حضرت عالمگیر نے ایک [illegible] اس طرح موت کو ہمیشہ یاد رکھا اور اس کے لیے تیار رہے [illegible] کے وصیت نامے اور ہدایات [illegible] سطور میں ملاحظہ فرمائیے اور اس مرد مومن کے حوصلہ [illegible] اپنے [illegible] میں جو وصیتیں لکھی ہیں [illegible] دیکھئے اور اس مرد مجاہد کی طبیعت بھی عین اس وقت بھی [illegible] سلامت موجود تھی اور اس کے دل و دماغ کیا سو [illegible]

خلد آباد

وصیت کے مطابق عالمگیر حضرت شیخ زین الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مقبرے میں اسی قبر کے اندر دفنایا گیا جو حضرت نے اپنی زندگی میں یادگار تیار کرائی تھی حضرت عالمگیر کا مزار مقدس خلد آباد میں واقع ہے جو اورنگ آباد سے آٹھ اور دولت آباد سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے اس مزار پر حاضری کے وقت اقبال کے دل میں حضرت عالمگیر پر اپنی شعر آفاق نظم لکھنے کا خیال پیدا ہوا جو ایک مدت میں جا کر صورت پذیر ہوئی اور جسے خود اقبال اپنا شاہکار سمجھتے تھے۔ مکاتیب اقبال سے اقبال کے بھائی شیخ عطا محمد صاحب کی قلبی اور ذہنی کیفیت کا جو ان پر اس وقت طاری ہوئی اندازہ ہو سکتا ہے انہوں نے تربت کے اندر جانے کی جرأت نہیں کی اور فرمایا میں اس شخص کی قبر پر اس ہیئت نامشروع میں جانے کی جرات نہیں کر سکتا (ان کی ڈاڑھی منڈی تھی)

قبر ایک سنگ سرخ کے چبوترے پر واقع ہے۔ چبوترہ تین گز لمبا اور اڑھائی گز چوڑا ہے قبر مبارک چند انگشت بلند ہے اور تعویذ مبارک مجوف ہے جس میں مٹی بھر کر ریحان بو دیا گیا

مدت عمر اور تاریخہائے وفات

آں شاہ کہ دائم علم فتح افراشت
چوں گشت نود سالہ جہاں را بگذاشت
در ہر کاغذ چو صاد می کرد
بر نسخہ عمر او خدا صاد نگاشت

(۱) چوں پرسیدم از عقل سال وفاتش
گفتا کہ عالمگیر از جہاں رفت

(۲) آفتاب عالم تاب من

(۳) روح وریحان وجنت نعیم

(۴) دخل الجنت

(۵) از خرد کردم چوں سال نقل آں ولی
گفت عالمگیر اورنگ ارم را داد زیب

مرزا محمد شیراز مخلص عالی
عالم گیر آں خدیو صاحب تدبیر
برداشت دل ز جہاں زجہاں شد ہم سیر
او رفت ز ملک و ملک زو رفت کو
شد بادشہ ملک فنا عالم گیر ۱۱۱۸ھ

خط جو حالت نزع میں شہزادہ محمد اعظم کے نام لکھا گیا۔

(من عاترجمہ رقعات میں موجود ہے)

سلام علیکم و علیٰ من لدیکم ۔

پیری رسید و ضعف قوی شد۔ قوت از اعضا رفت بیگانہ آمدم و بیگانہ می روم۔ خبر از خود ندارم کہ کیستم؟ و چہ کارہ ام؟ نفسے کہ بے ریاضت رفت افسوس آں باقی ماند۔ ملک داری و رعیت پروری ہیچ از من نیامد۔ عمر عزیز مفت رفت خداوند در خانہ دارم در روشنائی آں در چشم تاریک خود نمی بینم۔ حیات پائدار نیست و از نقش رفتہ نشانے پدیدار نے۔ و از استقبال توقع مفقود۔ تپ مفارقت کرد و چرم و پوست تنہا گذاشت۔ فرزند کام بخش اگرچہ بہ بیجاپور رفت اما نزدیک است و آں عالی جاہ از آں ہم نزدیک تر عزیز القدر شاہ عالم از ہمہ دور تر۔ فرزند زادہ محمد عظیم بحکم اللہ العظیم نزدیک ہندوستان رسیدہ۔ لشکریاں ہمہ بے دست و پا و سراسیمہ۔ ہمچو من مضطرب کہ از خدا دور خود تنہائی گزیدہ در حالتِ اضطراب است و چوں سیماب بے قرار۔ نمی فہمند کہ صاحب نعمتے داریم ہیچ ہا خود نیاوردم و ثمرہ گناہاں ہمراہ می برم۔ نمی دانم کہ در چہ عقوبت گرفتار خواہم شد! ہر چند نظر بہ الطاف و رحمت امید

قوی است اما نظر بر اعمال و افعال تفکر نمی گذارد۔ چون از خود گذشتم دیگرے کجا ماند۔

هرچه بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

صیانت بندگان اگرچه پروردگار خواهد کرد۔ لیکن نظر به عالم ظاهر بر فرزندان هم مفروض است که خلق و مسلمین ناحق کشته نشوند۔ فرزند زاده بهادر را دعائے آخرین بگویید۔ وقت رخصت ندیدم۔ اشتیاق باقی ماند۔ بیگم اگرچه بظاهر ملول است لیکن مالک دلها خدا است۔ کوتاه اندیشی جز ناکامی ثمره ندارد۔ الوداع - الوداع - الوداع

فرمان بنام شهزاده کام بخش

که در وقت آخرین صادر شد

فرزند من جگر بند من :-

در عالم اختیار هرچند به رضائے الهی نصیحت کردم و زیاده از امکان وصایا نمودم چون تقدیر الهی نبود بگوش رضا کسے نشنید۔ حالا که از همه بیگانه می روم بر بے بضاعتی شما ترحم دارم اما چه فائده؟ عذاب و گناه هرچه کردم ثمره آن با خود می برم۔ عجب تدبیر است که آمدم تنها و می روم با این قافله۔ تپ اگرچه از دوازده روز مرافقت داشت لیکن تاب نیاورده و گذاشت هر جا نظر می کنم جز خدا به نظر نمی آید۔ اندیشه لشکریان و لشکر نظر بر وبال آخرت موجب ملامت خاطر شد۔ از خود خبر نیست۔ گناه بسیار کردم نمی دانم به چه عذاب گرفتار خواهم شد؟ حراست بندگان اگرچه رب العلمین خواهد کرد اما بر مسلمانان و فرزندان هم لازم است۔ حفظ و احتیاط باید۔ بحسب ظاهر عزوز عالی جاه هم نزدیک است۔ آنچه لازم بود در حق شما گفته ام۔ او هم بجان و دل قبول داشته نشود که مسلمانان کشته شوند و وبال بر گردن این ناکار بماند۔ شما را و فرزندان شما را به خدا می سپارم و خود رخصت می خواهم۔ حالت اضطراب است بهادر شاه در جائے که بود هست و فرزند زاده عظیم الشان نزدیک به هندوستان آمده و فرزند زاده بهادر در نواحی گجرات۔ حیات النساء چیزے از روزگار ندیده ملول است و احوال بیگم بیگم داند۔ اودے پوری والده شما در بیماری با من بوده اراده رفاقت دارد و خانه زادان و مردمان حضور هرچند گندم نمائے جو فروش اند۔ باید بر رفق و مدارا و بے پروائی کار گرفت۔ و پا به اندازه ردائے دراز کشید۔

والسلام

وصایا در وقت آخر

الحمد لله والصلوة علی عباده الذین اصطفیٰ و بعد

اول آنکه : ایں عاصی غرق معاصی را تلحیف و تغریش تربت مطهره مقدسه حسینیه علیه السلام نمائید

مغرقاں بحار عصیاں را بغیر از التجا بآں درگاہ مرحمت و غفران پناہ نیست و مصالح ایں سعادت عظمیٰ نزد فرزند ارجمند با شہزادہ عالی جاہ است بگیرند۔

دوم آنکہ :۔ چہار روپیہ و دو آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد آید بیگ محلدار است بگیرند و صرف کفن ایں بیچارہ نمایند۔ و سہ صد و پنج روپیہ از وجہ کتابت قرآن در صرف خاص است روز وفات بہ فقرا بدہند۔ از راہ کہ زر کتابت قرآن نزد فرقہ شیعہ حرمت دارد۔ بہ کفن و مایحتاج آں صرف کنند۔

سوم آنکہ :۔ باقی مایحتاج از وکیل بادشاہزادہ عالی جاہ بگیرند کہ وارث قریب در اولاد ایشانند و علت و حرمت بر ذمہ ایشاں است۔ بریں بیچارہ باز پرس نیست کہ مردہ بدست زندہ۔

چہارم آنکہ :۔ ایں سرگشتہ وادی گمراہی را سر برہنہ دفن کنند کہ ہر گنہگار تبہ روزگار کہ سر برہنہ نزد بادشاہ عظیم الشان بیرند البتہ محل ترحم خواہد گردید۔

پنجم آنکہ :۔ بر بالائے صندوق تابوت پارچہ سفید گذہ کہ گزی گویند پوششش نمایند و از شامیانہ و بدعت مغنیاں و مولودیاں احتراز کنند۔

ششم آنکہ :۔ بر والی ملک واجب باد کہ با خانہ زادن بے سرو پا کہ ہمراہ ایں عاصی دود داند در دشت و صحرا گشتہ اند مدارات نمایند و اگر بر تصریحے تقصیرے از ینہا واقع شود بہ عفو جمیل رفع جزیل مکافات نمایند۔

ہفتم آنکہ :۔ بہتر از ایرانی برائے متصدی گری دیگرے نیست و در جنگ ہم از عہد حضرت جنت آشیانی تا حال احدے ازیں فرقہ از معرکہ رو گرداں نشدہ و پائے استقامت اینہا نلغزیدہ۔ معہذا گاہے خود سری و حرام نمکی نکردہ اند لیکن چوں بسیار عزت طلب اند بہ اینہا ساختن بسیار مشکل۔ بہر حال باید ساخت و تجدا مرینہ باید کرد۔

ہشتم آنکہ :۔ فرقہ تورانیاں سپاہی مقرر اند۔ برائے تاخت و تاراج و شبخون و بندی کردن خوب اند از برگشتن در میان جنگ کہ ترجمہ تیر کشی است وسواس و ہراس و خجالت ندارند و از جہل مرکب ہندوستان زیاں کہ سر برود بکن جانہ رود بصد مرحلہ باید داشت کہ اکثر جا ہا ایں مردم بکار نی آیند کہ دیگرے بکار نمی آید۔

نہم آنکہ :۔ با سادات لازم السعادات بار ہم بموجب آیہ و آتِ ذالقربیٰ حقہ متصدحق باید نمود در احترام و رعایت فروگذاشت نباید کرد ازیں راہ کہ بموجب آیہ کریمہ قل لا اسالکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ محبت ایں جماعت اجر نبوت است ہرگز مقصر نباید بود کہ ثمرہ خیر دنیا و آخرت است۔ لیکن با سادات

بارہبہ کمال احتیاط باید نمود۔ در محبت باطنی تصور نباید کرد و بجست ظاہر مرتبہ اینہا نباید افزود کہ شریک غالب بلکہ طالب ملک اند۔ اگر اندک استر خائے عناں شود ندامت خواہد شد۔

دہم آنکہ :۔ تا مقدور والی ملک خود را از حرکت معاف ندارد و از نشستن در یک مکان کہ در ظاہر صورت آرام و در واقع منجر بہ ہزار مصیبت و آلام ست محترز باشند۔

یازدہم آنکہ :۔ بر پسران ہرگز اعتماد نکند و طور مصاحبت در زندگی نہ نمایند کہ اگر اعلیٰ حضرت با دارا شکوہ چنیں سلوک نمی کردند کار بہ اینجا نمی رسید و کلمہ الملک عقیمۃ ہمیشہ مد نظر باید داشت۔

دوازدہم آنکہ :۔ عمدہ رکن سلطنت اطلاع اخبار ملکی ست و غفلت یک لحظہ باعث ندامت سالہائے دراز می گردد کہ مقدور گریختن سیواء مقہور از غفلت شد تا آخر عمر ہماں سرگردانی باقی بود۔ تبارک اثنا عشریہ اختتام بر دروازہ وصیت کردہ شد۔

اگر دریافتی بر دانشت بوس
وگر غافل شدی افسوس افسوس

سب سے آخری وصیت :

"یہ وصیت حضرت عالمگیر کی وفات پر بستر مرگ کے تکیے کے نیچے سے برآمد ہوئی اور خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کا ترجمہ انگریزی سے کیا جا رہا ہے کوشش جاری ہے کہ اس کی نقل یا عکس حاصل ہو جائے تو اسے شائع کیا جائے"۔

میں زندگی میں بیچارہ تھا اور بیچارہ ہی جا رہا ہوں۔ میرے جس کسی بیٹے کو بادشاہت حاصل کر لینے کی خوش نصیبی میسر آئے اسے چاہیے کہ کام بخش کو اگر وہ بیجاپور اور حیدر آباد کے دو صوبوں پر قناعت کرے کوئی تکلیف نہ دے۔ اسد خاں سے بہتر کوئی وزیر ہے نہ ہوگا۔ دیانت خاں دیوان دکن دوسرے شاہی ملازمین سے بہتر ہے۔ محمد اعظم شاہ سے درخواست ہے کہ اگر وہ سلطنت کی اس تقسیم پر جو میری زندگی میں تجویز ہوئی رضامند ہو جائے تو فوجوں میں کوئی جنگ نہ ہوگی اور نہ ہی انسانوں کا کشت و خون عمل میں آئے گا۔ میرے موروثی ملازموں کو نہ برطرف کیا جائے نہ انہیں ہراساں کیا جائے۔

جو بادشاہ بنے اسے آگرہ اور دہلی کے صوبجات میں ایک لینا چاہیے اور جو کوئی ان میں سے پہلا صوبہ لینے پر رضامند ہو اسے پہلی سلطنت کے چار صوبجات ملیں گے۔ آگرہ۔ مالوہ۔ گجرات اور اجمیر اور چکلات

جو ان سے متعلق ہیں اور خاندیش۔ برار۔ اورنگ آباد۔ یعنی دکن کے چار صوبے اور ان کے بنادر تلیں گے۔ اور جو کوئی موخر الذکر یعنی دہلی لینے پر رضامند ہو اسے پہلی سلطنت کے گیارہ صوبے یعنی دہلی۔ پنجاب۔ کابل۔ ملتان۔ ٹھٹھہ۔ کشمیر۔ بنگال۔ اڑیسہ۔ بہار۔ الہ آباد اور اودھ۔

مرثیہ عالمگیر

میر محمد جعفر زٹلی

بنال اے عندلیب گلشن ہوش
بکن الحان خود از غم فراموش
سیہ کن چہرۂ طیب و طرب را
زبان کوتہ بکن بر بند لب را
خراش از ناخن غم روئے خود را
تراش از درد ماتم موئے خود را
گلستان را بسوز از شعلۂ غم
مہیا کن بصحرا سازِ ماتم
کہ اورنگ زیب عالمگیر دین دار
گسستہ رشتۂ ہستی بناچار
بہ تقوے و ریاضت بر کمالے
بہ تدبیر و شجاعت بے مثالے
خداداں و خدا ترس و خدا رس
معیشت مور دما ہی بے کس و کس
بہ صورت خسرو و در سیرت ملک بود
بہ عظمت خاک پائش بر فلک بود
بہ علم و با عمل چوں بو حنیفہ
ابا آدم صفی بود ایں خلیفہ

گرم گستر جہاں پرور جہانباں
تنش در تب شد چوں در بدن جاں
جہاں تاریک شد بے نور ذاتش
نفس تاریک شد چوں دود آتش
فلک از ایمنی بر خلق در بست
کمرہائے جبال الارض بشکست
دریغا عدل و دین بے او دو نیم است
عروس سلطنت بے او سقیم است
دریغا رونق باغ جہاں رفت
دریغا آبرو میر و نہال رفت

ملازمتوں سے ہندوؤں کی برطرفی

کہا جاتا ہے اور بڑی شد و مد سے کہا جاتا ہے کہ عالمگیرؒ نے ہندوؤں کو ملازمت سے یک قلم موقوف فرما دیا۔ ایسا کیا تو بُرا کیا۔ لیکن یہ بھی تو روزانہ سوا من جنیو جلانے والا قصہ ہی نظر آتا ہے تاریخی حالات و واقعات کو ذرا بھول جائیے صرف سلطنت کی وسعت پر نظر ڈالئے جو موجودہ برصغیر پاک ہند سے زیادہ تھی پھر سوچئے کہ مسلمانوں کی تھوڑی سی آبادی جس کا غالب ترین حصہ یا سپاہی تھا یا منصبدار کیونکر اس عظیم سلطنت کی گوناگوں ملازمتوں کا متحمل ہوسکتا تھا

پروفیسر آرنلڈ نے تبلیغ اسلام میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے پاس عالمگیر کے رقعات و فرامین کا ایک غیر مطبوعہ مجموعہ دیکھا جس میں ایک فرمان اس مذہبی آزادی و رواداری سے متعلق تھا جو ہر بادشاہ کے لئے اپنی غیر مذہب رعایا کے حق میں دینا لازم ہوتا ہے۔ یہ واقعہ رقعات میں بھی مذکور ہے۔ بات یوں ہوئی کہ میر بہاؤالدین نے بلخ و بخارا کی مہم میں ایام شہزادگی میں حضرت عالمگیر کی قابل قدر خدمات انجام دی تھیں۔ ان میر بہاؤالدین کے بیٹے محمد امین سالہ جلوس عالمگیری میں ہندوستان وارد ہوئے۔ ان کی خوب آؤ بھگت ہوئی، مناصب عطا ہوئے ترقیاں عمل میں آئیں، مگر شاید وہ شریک سلطنت ہونا چاہتے تھے کہ ایک مرتبہ جب انہیں عطائے خلعت گراں بہا۔ خنجر اور اسپ سے نوازا گیا تو انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض گزرانی جس میں اپنے آبا و اجداد کی عظیم الشان خدمات کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا۔

"بخشی گری کے دونوں عہدے ایرانیوں کو دیئے گئے ہیں جو بد مذہب اور بد سیرت ہیں۔ نہایت مناسب ہوگا کہ ان میں سے ایک اس قدیم الخدمت خانہ زاد کو مرحمت ہو۔"

اس پر ہندوؤں کے دشمن اور انہیں ملازمتوں سے علیحدہ کر دینے والے متعصب بادشاہ نے جو جواب دیا وہ یقیناً اس کی مخلصانہ اور دیانت دارانہ رائے تھی، وہ تین سو سال بعد میں پیدا ہونے والے انگریز حاکموں اور ہندو مورخوں کے خوف سے اور ان کے ظالمانہ اعتراضات کے جواب میں نہیں لکھی گئی تھی جواب ملاحظہ فرمائیے۔

"آنچہ از قدم خدمت خود نوشتہ، بیان واقع است۔ بقدر مقدور قدردانی بعمل می آید و آنچہ از بد مذہب ایرانیاں نوشتہ، امور دنیا را با مذہب چہ نسبت و کارہائے مذہب را بہ تعصب چہ دخل؟ لکم دینکم ولی دین۔"

"اگر ہمیں قاعدہ مقرری بودے بائیست کہ جمیع راجہائے بعہ آنہارا استاصل می کردیم۔ اختیار تغیر قابلان نزد عاقلان مذموم است۔ استدعائے یک بخشی گری کہ نمودہ اند التماس آں فدوی موقع بود کہ منصب لائق این خدمت دارند۔

ترجمہ:۔ آپ نے اپنی قدیم الخدمتی کے متعلق جو کچھ لکھا وہ سچ ہے۔ جہاں تک ممکن ہے قدردانی کی جارہی ہے اور آپ نے بد مذہب ایرانیوں سے متعلق جو لکھا ہے تو دنیا کے کاموں کا مذہب سے کیا واسطہ۔ اور مذہب میں تعصب کو کیا دخل۔ تمہارے لئے تمہاری راہ، میرے لئے میری راہ۔ لا

اگر یہی قاعدہ اختیار کیا جاتا تو چاہیئے تھا کہ تمام راجگان ہند اور ان کی رعیت کو غارت کردیا جاتا۔ قابل افسوس کا مٹا دینا عقلمندوں کے نزدیک نہایت بُرا ہے۔

احکام عالمگیری سے اس روایت کا اخراج

مجھے تو ہزاروں مشکلوں کے بعد کلکتہ سے احکام عالمگیری کا ۱۹۵۰ء میں ایک نسخہ مطبوعہ مل سکا اس سلسلہ میں رشید اختر ندوی صاحب مصنف اورنگ زیب کا انکشاف بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ فرماتے ہیں۔

"سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ روایت احکام عالمگیری کے پہلے ایڈیشن میں تو موجود ملتی ہے مگر دوسرے ایڈیشن میں سے سرجدو ناتھ سرکار نے اسے کاٹ دیا ہے۔"

نظم ونسق اور مالیات پر ہندوؤں کا قبضہ

پاکستان کی صداقت الحقیقت ایک سیاسی، کم مذہبی، ثقافتی اور معاشی تقاضا زیادہ تھا۔ ہندوؤں کی اس ملک میں اکثریت تھی انہوں نے مسلمانوں پر حصول تعلیم میں سبقت حاصل کی اور ایک مدت تک انگریز مسلمان کو ہندوستان میں دباتا اور ہندو کو ابھارتا رہا۔ تاآنکہ یہ صورت مستقلاً پیدا ہوگئی کہ ہندوستان میں ہر جگہ قبضہ واقتدار اور حکومت کی نیابت ہندو ہی کو حاصل تھی نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان کے لئے انصاف محال تھا۔ معزز ملازمتوں میں تو انہیں بار حاصل نہ تھا اور غریا نا ترس غیر مسلم مسلمانوں کو اپنی حکومت ہی نہیں "ظلم وستم کا بھی تختہ مشق بناتے تھے اور آج بھی جہاں چلے جایئے۔ دفتر کا چپڑاسی، منشی، اہلکار، افسر سب عام آدمی کو جس کے وہ نوکر سمجھے جانے چاہئیں اور جس کی خدمت پر وہ مامور ہیں ہراساں کرتے ہیں۔ عہد مغلیہ میں مسلمان تو امیر وزیر یا منصبدار یا فوجی افسر یا سپاہی تھے حساب کتاب کے کاموں سے انہیں دلچسپی نہ تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ پورا ملک اکبر کے زمانہ سے ہندو اہل کاروں کی گرفت میں چلا آتا تھا۔ وہ مسلمان سپاہیوں کو طرح طرح سے ہراساں کرتے تھے اور ان سے مختلف طریقوں سے رشوت طلب کرتے تھے۔

عالمگیر نے کیا کیا

۱۶۷۱ء میں عالمگیر نے اپنے گورنروں کے نام ایک فرمان بھیجا کہ ہندو پیشکار اور

دیوان کے مناصب پر مامور نہ کئے جائیں۔ یہ حکم جلد منسوخ کر دیا گیا اور طے پایا کہ نصف پیش کار ہندو ہوں اور نصف مسلمان۔ خافی خان کہتا ہے۔ "وبرطرف نمودن ہنود از پیش کاری حکام نیز بسبب عدم سیاست پیش نہ رفت۔ مگر از بعض بلاد چند گاہ کروڑی ہنود برطرف شدند و بجائے آں مسلمانان مقرر گشتند۔ بعدہ چناں قرار یافت کہ از جملہ پیش کاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار یک پیش کار مسلمان و یک ہندو مقرر نمودہ باشند"

یعنی پیشکاران دفتر دیوانی اور بخشیان سرکار کے عہدوں پر ایک ایک ہندو اور ایک مسلمان مقرر کیا جائے۔

کیوں کیا

شہاب الدین طالش نے یہ تفصیل مہیا کرنے کے بعد کہ عالمگیر نے رعایا کو بہت سے ٹیکسوں اور ٹیکس لینے والوں کے مظالم سے بچانے کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ لکھا ہے!

"میں امید کرتا ہوں کہ جس طرح کاشت کاروں اور سوداگروں کو ظلم و زیادتی سے نجات دلائی گئی ہے اسی طرح کوئی شخص بادشاہ کو مفصل اطلاع دے گا کہ سپاہی حرام خور منشیوں کے ہاتھوں کس قدر مبتلائے ظلم و آلام ہیں تاکہ بادشاہ انہیں ان منکر خدا ظالموں کے پنجہ سے نجات دلائے"

سٹڈیز ان مغل انڈیا کے مصنف نے بظاہر کسی فارسی تواریخ سے ترجمہ کر کے ہندو منشیوں کے مظالم اس طرح گنوائے ہیں۔

"ہندو منشی اور اہل کار فوجیوں کو آتش پرست غلاموں سے بھی کم مرتبہ اور ایک یہودی کے کتے سے بھی زیادہ نجس سمجھتے ہیں جب کبھی ان کے قلم کا دو شاخی زبان والا کالا ناگ دوات کی بانبی سے اپنا سر نکالتا ہے تو وہ ان کے سیاہ دلوں کے دفتر میں، سپاہیوں کی تنخواہوں کی ضبطی کے سوائے کچھ نہیں لکھتا۔ جب ان کی زبان ان کے منہ کے بل میں ہلتی ہے تو اس سے سپاہی کی رزق ماری کے سوائے کوئی حکم برآمد نہیں ہوتا۔

یہ تو وہ تھوڑے سے حالات و اسباب ہیں جو مل سکے ہیں ممکن ہے تلاش و جستجو سے دو چار حوالہ جات اور مل جائیں۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ملک میں نظم و نسق حکومت کی کارگزاری بڑھانے اور سلطنت کے بقاو استحکام اور رعایا کی آسائش و آسودگی کے لئے ضروری ہے کہ بڑے بڑے مناصب پر قابل اعتماد لوگ متعین کئے جائیں۔ بعض لوگوں نے یوں بھی لکھا ہے کہ ان آسامیوں پر جو لوگ مامور تھے رشوت خور تھے اور سلطنت کی بنیادیں متزلزل کر رہے تھے اور مسلمانوں کو خوب دق کرتے تھے۔ اگر عالمگیر نے اصلاح حال کی کوشش کی تو کیا برا کیا۔

ہندو یک قلم تمام ملازمتوں سے برخاست نہیں کئے جا سکتے تھے کیونکہ ان کی جگہ لینے کے لئے مناسب تعلیم و تربیت کے مسلمان مہیا نہیں آ سکتے تھے۔ "اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا"

ان ہندو کلرکوں اور دفتر کے اہل کاروں کا جو سلوک بیچارے سادہ لوح سپاہیوں سے ہؤا کرتا تھا اس کا نمونہ کسی بے خبری اور حافظہ نباشد کے دوسرے میں مید ناتھ سرکار نے خود تاریخی شہادت کی بنا پر مہیا کر دیا ہے اگر یہ واقعہ ضبط تحریر میں نہ آچکا ہوتا جس کے بغیر اہل کاروں کے ظلم و ستم کا اندازہ قطعاً ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اب یقیناً قیاس کن ز گلستان من بہارِ مرا۔ کی راہیں کھلی باقی ہیں۔

بات یوں ہوئی کہ ایک سپاہی تنخواہ وصول کرنے کے لئے دفتر میں پہنچا کھڑے کھڑے اور یاد دہانی کرتے ایک مدت گزر گئی اور سپاہی کے صبر کا پیمانہ اپنی کس مپرسی پر لبریز ہو گیا تو وہ چمک کر بولا۔ تنخواہ میں اب دیر ہو تو ایک ہی بھرپور وار اب تمہارے۔ اپنے سے دو دانت نکال دوں گا۔ منشی جی نے ملائمت اختیار کی کہا بھائی خفا مت ہو ابھی تنخواہ دے دیتا ہوں تنخواہ تم خود اور ردی ایک جسٹر میں اس کے بانے کے بعد دو لفظ بڑھا دیئے اگلی مرتبہ جو سپاہی تنخواہ لینے پہنچا تو افسروں سے کہا جناب یہ کوئی دوسرا شخص ہے وہ نہیں اور سپاہی کی شناخت کے خانہ میں لکھا ہے کہ اس کے اگلے دو دانت ٹوٹے ہوئے ہیں اور اس شخص کے دانت موجود ہیں۔ معاملہ تحریر اور شناخت کا تھا۔ اس کے بھائی بندوں کو ایک بڑی وجہ تحقیقات کی زحمت اٹھاتے بیچارے سادہ لوح سپاہی کو جو منشی کے دانت توڑنے بغیر چلا گیا اپنے دو دانت خود تڑوائے بغیر تنخواہ نہ وصول کر سکا۔ فرمایئے اب کچھ کہنے کی ضرورت رہ جاتی ہے۔

تاریخ کے صفحات پر جا بجا ہندو ملازمین عہد عالمگیر کے نام نظر آتے ہیں اور عالمگیر کی طرف سے ان کے حسن کارگزاری کے صدرو ستائش کی داستانیں بھی نظر آرہی ہیں۔ آج بھی حکومتیں بعض اہم آسامیوں اور ماتحت آسامیوں پر دو مختلف مذاہب۔ ملانات یا پارٹیوں کے آدمیوں کو مقرر کرتی ہیں کہ ایک دوسرے پر نگرانی رہے اور نظم و نسق میں آسودگی پیدا ہو۔ آج اسی ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت پر غور فرمایئے جب سے ہندو لادینی حکومت قائم ہوئی طرح طرح سے مسلمان پر رزق کے دروازے بند کئے جا رہے ہیں اور ملازمتوں میں خاص کر اعلیٰ ملازمتوں میں دنیا ضرور کہیگی۔ بالقصد ان کا خاتمہ کیا جا رہا ہے عالمگیر چاہتا بھی تو ایسا نہ کر سکتا تھا۔ دنیا خواب غفلت میں ہے اور ہندوستان میں مسلمانوں کے ہر لحاظ سے خاتمہ کی مہم کا آغاز ہو چکا ہے۔

روٹھے ہوئے ہندو دیوان کی نازبرداری

دلی رام ٹھٹھا گر دارا شکوہ کے درویش منش دیوان اور اعلیٰ درجہ کے انشا پرداز تھے دارا شکوہ کی طرف سے اپنشد کا جو ترجمہ شائع ہؤا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ انہی دیوان صاحب کی کاوش کا نتیجہ تھا۔ دارا شکوہ کے بعد دلی رام بھی عالمگیر کے دربار سے منسلک ہو گئے ایک روز دلی رام دیرینہ مسلوں کا پورا بستہ بغل میں دابے عالمگیر کے حضور میں کھڑے

سے۔ عالمگیر کسی دوسرے کام میں اس قدر منہمک تھے کہ نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ ولی رام اس عدم توجہ سے بہت دل برداشتہ ہوئے چپکے سے بستہ وہیں چھوڑ گھر پہنچے اور گھر بار کا سامان لٹا کر اور مکان ڈھا کر کے لنگوٹی باندھ دنیا پر لات مار جمنا کے کنارے پاؤں پھیلا کر بیٹھ رہے۔ جب عالم گیر کو انہماک سے فرصت ہوئی دیکھا کہ بستہ موجود اور دیوان صاحب ندارد۔ جب دریافت حقیقت حال کا علم ہوا تو اقلیم ہند کا یہ درویش تاجدار اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ اٹھا کچھ درباری بھی ساتھ ہو لئے۔ ولی رام سے پوچھا "یہ پاؤں کب سے پھیلائے" ولی رام ایک با مذاق منشی تھے جواب دیا "جب سے آپ نے ہاتھ سمیٹا" بادشاہ نے جس کی تشریف آوری سراپا نوازش و ستائش اور ایک بلیغ معذرت تھی دیوان صاحب سے کچھ دیر بات چیت کی لیکن جس کی خودداری نے اسے دنیا سے بے نیاز کر دیا تھا لوگوں کی ترغیب و تحریص سے قطعاً متاثر نہ ہوا اور کہا۔

"چوں بندۂ بندہ بودم بہ نظرم نواختی۔ اکنوں کہ قدم در راہ آں بندہ پرور نہادم بر بیدارم تاختی"

ولی رام اب کہاں لوٹنے والے تھے۔ عالمگیر لوٹ آیا۔ اب سوچئے ولی رام کی ولایت اور عالمگیر کی درویشی دونوں میں سے کس کی عظمت زیادہ ہے۔

اوصاف و اصلاحات

ہمیشہ باوضو رہتے

وضو، جسمانی طہارت اور قلبی، ذہنی اور روحانی پاکیزگی کا ضامن ہے کسی لین دین اور جدوجہد کے وہم و گمان میں بھی سیرت کی وہ بلندی نہیں آسکتی جو ایک مومن کو ہمیشہ باوضو رہنے پر مجبور کرتی ہے حضرت عالمگیر باوضو رہتے تھے۔ جب کوئی خاص مہم پیش آجاتی تو وضو فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے۔ محاصرہ گولکنڈہ نے طول کھینچا اور آخر قرار پایا کہ خندق پاٹ دی جائے تو اس سپہدار و شہنشاہ و فقیر نے وضو کیا اور اپنے دست مبارک سے کرپاس کا تھیلا سیا اور مٹی سے پر کیا۔ کیا بادشاہ تھا کہ مسجد کے لئے مزدوروں کے ساتھ پتھر بھی ڈھوتا اور خندق پر کرنے کے لئے مٹی سے بوریاں بھی بھرتا تھا لیکن ہر حال میں باوضو رہتا اور اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرتا اس نے خدائی تائید و نصرت پر عمر بھر ایسا بھروسہ رکھا کہ عقل ششدر رہ جاتی ہے۔

نماز

نماز کی پوری سختی سے پابندی فرماتے۔ کوشش یہی ہوتی تھی اور اس کا خاص اہتمام تھا کہ نماز باجماعت ادا کی جائے۔ شہزادگی میں بھی ادائے فرض نماز کا یہ عالم تھا کہ عبدالعزیز خان والئے بخارا سے جنگ ہو رہی تھی کہ ساتھیوں کی ممانعت کے باوجود عین معرکہ کارزار میں گھوڑے سے اترے اور اطمینان خاطر سے نماز ادا فرمائی۔ عبدالعزیز خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے جنگ بند کر دی اور کہا ایسے شخص سے لڑنا قضا سے لڑنا ہے۔ یہی نہیں نماز باجماعت ادا ہوتی تھی۔ سیر و شکار میں ہوں تو بھی جمعہ شہر میں آن کر پڑھتے تھے اور تراویح خسوف و کسوف کی نمازیں بھی یہ بندہ خدا ادا کرتا رہا اور خدا اسے کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے کبھی نماز تہجد ناغہ نہ کی۔ قلعہ کی مسجد میں ایک عرب امام مقرر تھا۔

روزہ

حضرت عالمگیر کے تقوے اور تزکیہ نفس کی یہ کیفیت تھی کہ ہفتہ میں تین دن دوشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھتے تھے۔ ماہ رمضان کے روزے گرمی، سردی، جوانی اور بڑھاپے میں ہمیشہ رکھے۔ یہاں تک کہ زندگی کے آخری سال ہیں کہ عمر نوتے تک پہنچ چکی تھی۔ مصاحبوں نے روزے چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تو فرمایا کیا معلوم آئندہ سال یہ بابرکت مہینہ ملے نہ ملے" روزے رکھے وہ ایک مرتبہ تو لو کے زور شور اور گرمی کی

اہل اللہ سے عقیدت

انہیں اہل اللہ سے خاص عقیدت تھی بزرگوں سے حصول برکت کے لئے دعائیں منگواتے تھے۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دینے خیرات کرنے اور چادر چڑھانے کے متعدد واقعات تاریخ میں درج ہیں۔ حضرت بندہ گیسو دراز کی درگاہ سے خاص عقیدت تھی [illegible]
ایک بیٹے کو ایک دفعہ لکھا کہ میرے جو [illegible] درویش کے پاس جاکر اس شرمندہ [illegible] کے لئے دعائی [illegible]
عبدالطیف صاحب سے جن کا ذکر نفحات میں متعدد مقامات پر آتا ہے خاص عقیدت تھی انہوں نے ایک
کلاہ عالمگیر کو عنایت فرمائی تھی جسے عمر بھر قدر و منزلت کے ساتھ اپنے پاس رکھا اور [illegible]
ایک نہایت ہی قریبی اور قابل اعتماد مصاحب حمید الدین کے سپرد کردی۔

لباس

حضرت عالمگیر نہایت سادہ لباس پہنتے البتہ دن میں تین دفعہ لباس تبدیل فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ وہ ایسا والدہ کے حکم کی اطاعت میں کرتے ہیں کبھی تمام عمر غیر مشروع لباس [illegible]
نہیں فرمایا۔

سونے چاندی کے برتن

سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال شرعاً جائز نہیں اس لئے عالمگیر نے سونے چاندی کے برتنوں میں کبھی کھانا نہ کھایا۔ بلکہ جو [illegible] موجود تھے
انہیں ٹکسال داخل کردیا کہ ان سے سکے ڈھال لئے جائیں۔ یہاں تک کیا کہ شاہی عمارات میں سے سونے چاندی
کی جو بیلیں بنی ہوئی تھیں وہ نکلوا دیں اور ان کی جگہ پتھر کی بیلیں تیار کرائیں۔ نذریں سونے چاندی کی کشتیوں میں
پیش ہوا کرتی تھیں حکم دیا گیا کہ نذریں سپر میں پیش کی جائیں۔ اس تبدیلی کا لطف کچھ اہل ذوق ہی جانتے ہیں۔

اسلامی اصول زندگی کی پیروی

سادات بارہہ کے ایک سید منصبدار سرکار والا کے ملازم تھے اس کے ایک دوست امان اللہ ہیں کہ شاہ عالی جاہ کا معتبر خادم
تھا کسی بات پر باتوں باتوں میں ایسا جھگڑا ہوا کہ امان اللہ نے سید پیر محمد بصر کا ایک ہاتھ مارا۔ ضرب کاری لگی اور
سید بے دم ہوگیا۔ سادات نے ایک ہجوم کی صورت میں شاہ عالی شاہ کے فرودگاہ میں امان اللہ کے ڈیرہ پر چڑھائی
کردی اس طرف سے بھی بہت لوگ جمع ہوگئے اور ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ حضرت عالمگیر کو اس واقعہ کی اطلاع
ہوئی تو مختار خاں میر آتش کو حکم ہوا کہ موقع پر پہنچ کر جہاں تک ممکن ہو مصالحت کی کوشش کرے۔ خان مذکور نے
ارشاد عالی کے مطابق لڑائی رکوا دینے کی کوشش کی لیکن سادات جنگ سے باز نہ آئے۔ خاں مذکور نے حقیقت حال
کا معروضہ پیش کیا اور حضرت نے عرضی پر دستخط مبارک سے یہ آیت کریمہ ثبت فرمائی۔ وان طائفتان من المؤمنین

شدت نے نڈھال کر دیا اور ایک مرتبہ تو موت کے منہ سے نکلے۔ لیکن اس بندہ خدا نے کبھی روزہ نہ چھوڑا۔ دارا شکوہ سے پہلی جنگ بھی ماہ رمضان میں اس وقت پیش آئی جب گرمی عین شباب پر تھی اور فوجیں لوہے سے جڑی پڑی تھیں یہاں تک کہ تمازت آفتاب سے سینکڑوں گھوڑے اور ہاتھی مر گئے۔ اس میدان میں ایک طرف عزم آہنی کا مالک روزہ دار اورنگ زیب تھا اور دوسری طرف دارا شکوہ جو بخیال خویش ارکان اسلام کی تعمیل کی زحمت کے درجے سے بلند ہو چکا تھا۔

رمضان المبارک کا پورا مہینہ اور اسکے علاوہ [illegible] عبادات اور تراویح میں صرف ہوتا تھا۔ اس ماہ مبارک کا [illegible] احترام منظور تھا اور اس کی برکتوں کا [illegible] اعتراف کہ اپنے سن جلوس کا آغاز و شمار اسی ماہ مبارک سے مقرر [illegible] رات کا بیشتر حصہ عبادات الٰہی اور علماء و صلحاء کی محفل میں صرف ہوتا۔ مہینہ کے تصرف میں چار گھنٹے مشکل [illegible] رمضان میں ساٹھ ہزار روپیہ اور سحری و افطار اور شام کا کھانا محتاجوں میں تقسیم کرنا۔

اعتکاف

[illegible] اس درویش [illegible] سے دین و دنیا [illegible] علاوہ مقدر ہو چکی تھیں۔ وہ نمازیں روزے رکھنا پڑھنا تراویح میں شامل ہوتا اور درود وظائف کا شغل کرتا۔ علماء و صلحاء کی صحبتوں سے [illegible] ہوتا اور ایک [illegible] سلطنت کے انتظام و انصرام کی مصروفیتوں کے باوجود آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف بیٹھتا۔ شاید ہی کوئی دوسرا سلطان [illegible] شعائر اسلام کی پابندی میں اس سے درجہ بڑھا ہوا ہو۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ شرعی ادائیگی کا اہتمام [illegible] کے خاص اہتمام تھا اپنے عہد حکومت میں [illegible] ذاتی کیلئے جو چند مواضع مخصوص فرمائے تھے ان کی آمدنی سے بھی زکوٰۃ دیتے تھے اور علاوہ زکوٰۃ بھی علماء اور محققین کی امداد [illegible] اور اپنے آپ کو اس دولت کا محض امین تصور فرماتے۔ رقعات میں اس خیال کی تصریح موجود ہے اپنے بیٹوں سے بھی ادائے زکوٰۃ کی تاکید شدید فرمایا کرتے اور ہندوستان میں احیائے نظام زکوٰۃ کا پورا پورا اہتمام فرما کر انہوں نے سلطنت مغلیہ کو اسلامی مملکت بنا دیا اور ملت کو ایک حیات تازہ بخشی۔ نظام زکوٰۃ سے متعلق فرمان اور تصریحات انہیں اوراق میں کسی دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے۔

حج

باوجود انتہائے تمنا و گرویدگی ہندوستان کے دوسرے مسلمان بادشاہوں کی طرح سعادت حج میسر نہ ہو سکی لیکن حجاج کے ساتھ خاص الخاص مراعات ملحوظ رکھی جاتی تھیں۔ اپنے عہد حکومت میں ہر سال یا دوسرے تیسرے سال حرمین الشریفین کے مجاورین، زائرین اور مستحقین کے لئے رقم کثیر ارسال فرمایا کرتے تھے۔ ان کی حب رسول سے متعلق چند سطور دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے۔

اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدٰہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ" اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرا دو اور اگر ان میں سے کوئی دوسرے پر زیادتی کرے تو اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کا حکم مان لے"

دوسرے روز سادات کی ایک جماعت دیوانِ عدالت میں باہر کی جانب آن کر کھڑی ہو گئی۔ حکم ہوا کہ قاضی القضاۃ سے رجوع کریں تاکہ شریعت کا جو حکم ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ سادات نے کہا ہمیں قاضی سے کیا سروکار ہم خود اپنے حریف سے سمجھ لیں گے" عالمگیر شریعت اور نظامِ عدالت کی اس اہانت پر برافروختہ ہوئے اور آستینیں الٹ کر فرمایا۔ جس گروہ نے ہمیشہ میرے ہاتھ سے ضرب کھائی اور زک اٹھائی ہے وہ معاملات شرعی میں اس قسم کی گستاخی سے کام لیتا ہے یہ تمام افراد جمع ہوں" پھر حکم ہوا کہ سادات جو اشخاص خاص چوکی اور جلو قدیم کے ملازم ہیں سب برطرف کئے جائیں اور دروازہ غسل خانہ کے سامنے والے خیمہ پر جو افراد مقرر تھے وہ بھی علیحدہ ہو جائیں" قرآن کریم پر یہ عہد اور آئین محمدؐ کی پابندی کا یہ ولولہ اور اس پر پامردی اور بے تکلفی سے عمل کرنے کی نیت و ہمت کس دوسرے بادشاہ کے حصہ میں آئی ہے؟

نوروز کے بجائے جشن نشاط افروز

اورنگ زیب سے پہلے جمشید و کسریٰ کی تقلید میں یومِ نوروز کو یوم عید سمجھا جاتا تھا اور ایک شاہانہ بزم نشاط آراستہ کی جاتی تھی۔ بادشاہ دین پناہ نے اس غیر اسلامی رسم کو موقوف فرمایا اور حکم دیا کہ اس کے بجائے جشن نشاط ماہ رمضان میں منایا جائے اور اسے عید سے متصل کر دیا جائے۔ جشن نشاط افروز کا نام دیا گیا ہے اس کی وجہ خود عالمگیر کی زبان قلم سے سن لیجئے۔ اپنے بیٹے محمد معظم کو لکھتے ہیں "از عرض بے غرضے ظاہر شد کہ امسال جشن نوروز بطرز اہل ایران بہ تکلف کردہ اند۔ بفضل الٰہی عقاید خود راست دارند ایں بدعت تازہ از کہ آموختند۔ ظاہرا آں عرب کہ خود را سیدمی گویاند ج بدنام کنندہ نکو نام چند۔ تعلیم کردہ باشد بہر حال چوں ایں روز از اعیادِ مجوس است بہ اعتقاد کفار ہند روز جلوس بکرماجیت لعین و مبداء تاریخ ہند من بعد بعمل نیاید و چنیں جہالت بفعل نگراید۔

سکوں پر نقشِ کلمہ کی ممانعت

عالمگیر سے پہلے روپیہ اور اشرفی پر ایک رخ کلمہ طیبہ نقش کیا جاتا تھا اور اس طرح کلمہ پاک کی طرح طرح سے بے حرمتی ہوتی تھی اور یہ موجب گناہ سمجھا گیا تو بادشاہ دین پناہ کے لئے کلمہ طیبہ کی یہ بے ادبی ناگوار تھی حکم دیا کہ سکوں پر کلمہ طیبہ کے بجائے کوئی اور عبارت رقم کی جائے۔ چنانچہ میر عبد الباقی صہبائیؒ کا شعر ہے




سکہ زد در جہاں چوں بدر منیر
شاہ اورنگ زیب عالمگیر

ایک سرخ نقش کرنے کے لیے پسند فرمایا گیا دوسری طرف ضرب بلدہ اور سنہ جلوس کندہ کرنا طے پایا۔ یہ ایک سیدھی سادھی بات تھی جس پر اگر کوئی برافروختگی کا اظہار ہو سکتا تھا تو مسلمانوں سے ہو سکتا تھا جن کے دین کی سب سے بڑی علامت اور شعار ان کو سکوں پر سے ہٹایا جا رہا تھا انھوں نے تو عالمگیر کی نیت کو سمجھا اور گوارا کر لیا۔ آج نئے نئے ... مورخ اس سے بھی ہندوؤں سے ناانصافی اور ان پر ظلم قرار دیتے اور کہتے ہیں کہ عالمگیر نے سکوں پر کلمہ کا نقش اس لیے موقوف کر دیا کہ ہندو اس کے بجائے ان کے ناپاک ہاتھوں سے کلمہ کی توہین نہ ہوتی رہے۔ سبحان اللہ کیا اچھوتا استدلال ہے۔

خواجہ سرا بنانے کی ممانعت

۱۰۷۹ھ میں ایک دفعہ چند اشرار نے ایک نوجوان کو شہر سے پکڑ کر جاکر زبردستی اس کے اعضاء مردمی کاٹ کر اسے خواجہ سرا بنا دیا۔ یہ ایک ملکی ظلم ہے اور آج سے تین سو سال پہلے اس کا خوب رواج تھا اور خواجہ سراؤں کی ایک معتمد جماعت موجود تھی ان سے ... لیے جاتے تھے اور غالباً ان کی خرید و فروخت بھی ہوتی ہوگی اس لیے اس زمانہ میں اشقیا اور ظالموں کا ایک گروہ بچوں کو اغوا کر کے آج کل یتیم خانے قائم کرنا اور روزی کمانا ہے اس زمانے میں انہیں خواجہ سرا بنا کر اپنا کاروبار چلاتا تھا گیارہ سنہ جلوس میں حضرت عالمگیر کی طرف سے الہ آباد اور اودھ کے صوبہ داروں کے نام کہ بظاہر انہیں صوبوں میں یہ مرض پھیلا ہوا ہوگا۔ فرمان شاہی صادر ہوا کہ بدکرداروں کے گروہ کو جو مظلوم اطفال کو خواجہ سرا بنا کر ان کی زندگی تباہ کرتا ہے۔ تلاش و تجسس کے بعد پابزنجیر حضور شاہی میں روانہ کیا جائے اور اس امر کی تاکید بلیغ کر دی جائے کہ آئندہ سے کوئی بھی اس فعل شنیع کا مرتکب نہ ہو۔

درشن کی موقوفی

اکبر کے زمانہ سے یہ قاعدہ سا بن گیا تھا کہ بادشاہ صبح سویرے قلعہ کے ایک جھروکے میں بیٹھ کر رعایا کو درشن سے شاد کام فرمایا کرتے تھے یہ حقیقت میں ہندو مذہب کی جو بادشاہ کو اوتار کا درجہ دیتا ہے ایک رعایت تھی جسے اکبر نے اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنا پر استوار کر دیا تھا درشن کرنے والوں میں ہندو مسلمان سبھی ہوتے تھے اور ہندو تو بادشاہ کو اوتار سمجھ کر درشن کے وقت سجدہ کیا کرتے تھے۔ اس طرح ایک فرقہ درشنیوں کا وجود میں آگیا جو بادشاہ کے درشن کیے بغیر کھانا نہیں کھاتا تھا۔ عالمگیر کے اسلامی طریقہ کے بالکل خلاف تھا اس لیے کچھ دیر ملاحظہ کرتا اس پر عمل پیرا ہونے کے بعد عالمگیر نے اس رسم کی موقوفی کا اعلان کر دیا۔

نجومیوں کی برطرفی اور جنم پتریوں کی ممانعت

ہندو کے دماغ اور روح پر ہمیشہ برہمن کا قبضہ رہا ہے اور آج بھی برہمن کی [illegible] سیاسی گرفت ڈھیلی نہیں پڑی ہے۔ بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کی جنم پتری تیار کی جاتی ہے اس کے مونڈن شادی بیاہ غرض ہر کام بلکہ خاندان کی تکمیل برہمن اور جوتشی یا ستارہ شناس کے ہاتھ میں ہوتی ہے خاندان سے نکل کر پورے ملک و قوم کے لئے سعادت و نحوست اور فتح و شکست کی پیش گوئی کرتا ہے راجہ اس کے سپاہی اور پوری قوم نجومی کے اشاروں پر ناچتی ہے۔

مسلمانوں کو ابتدا ہی سے ہندوستان میں ان نجومیوں کی پیش گوئیوں کے خلاف [illegible] پڑا لیکن سلطنت مغلیہ کے قیام کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کی یہ ذہنیت مسلمانوں میں سرایت کر گئی [illegible] تو شاہی نجومیوں کی ایک جماعت گویا امرا و ساہروں پر ملازم اور گویا ہر و سلطنت کا جزو لاینفک تھی بادشاہوں کی تخت نشینی کے دن اور گھڑی یہی لوگ مقرر اور اس کے سفر و سیاحت اور لشکر کشی کی تاریخیں متعین کرتے تھے [illegible] امیرزادوں کی پیدائش پر وہ جنم پتریاں تیار کرتے تھے جو ان کی پوری زندگی کی پیش گوئیوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ مسلمانوں نے بھی یہ فن سیکھ لیا تھا [illegible] خوب استوار ہوتا چلا گیا تھا۔ عالمگیر حالات سے [illegible]
اٹھارویں سال جلوس میں بختاور خان نے بادشاہ دین پناہ کے حکم سے بادشاہی نجومیوں [illegible]
مرآة سے اسی مضمون کے چھکے تھے کہ سال نو کے آغاز پر جنم پتریاں [illegible] کے احکام دوسرے [illegible]
میں بھی روانہ کئے گئے نجومی برطرف کر دیئے گئے لیکن انہیں جاگیریں دے دی گئیں کہ ان کے گزر اوقات میں خلل نہ آئے۔

قشقہ لگانے سے انکار

عالمگیر سے پہلے تک رواج چلا آتا تھا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے راجوں کی تخت نشینی پر بادشاہ اپنے ہاتھ سے ان کے ماتھے پر قشقہ لگایا کرتا تھا۔ عالمگیر نے اس تقریب کے دوسرے لوازم بجا رکھے اور راجوں کو تخت نشینی پر طرح طرح کے انعامات سے نوازا لیکن جب راجہ رام سنگھ کی پیشانی پر قشقہ لگانے کی تقریب پیش آئی تو یہ خدمت اسد خان کے سپرد ہوئی اور آیندہ کسی مسلمان کو کسی راجہ کی پیشانی پر قشقہ لگانے کی زحمت نہ دی۔

اس انکار کی نوعیت صرف اسی قدر ہے کہ یہ فعل عالمگیر کی رائے میں تعلیمات اسلامی کے منافی تھا اور عالمگیر اس کا متحمل نہ ہو سکتا تھا۔ ایک اکبر تھا کہ خود اپنی پیشانی پر قشقہ کھنچواتا اور مالا جپتا تھا۔ ایک اورنگ زیب تھا کہ

کسی ہندو کی پیشانی پر اپنے ہاتھ سے قشقہ لگانے کا روادار نہ ہوا۔ دو چار سال ہی کی بات ہے کہ شاہ سعود والئی سعودی عرب ہندوستان تشریف لائے تو انہوں نے مہاتما گاندھی کی سمادھ پر پھول چڑھانے سے یہ کہہ انکار کر دیا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

دسہرہ پر خلعت

اس کے معنے یہ نہیں کہ عالمگیر کو ہندو مذہب یا ہندوؤں سے کوئی عناد تھا۔ تاریخ چھوٹے چھوٹے واقعات کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ ورنہ بہت سی باتوں کا پتہ چل جاتا جن کا صدیوں بعد سراغ لگانا ناممکن ہو جاتا ہے ایک سال دسہرے کے موقع پر چند راجاؤں کو خلعت سے نوازا گیا کہ ان کی خوشی میں ایک اور دنیاوی مسرت کا اضافہ ہو سکے۔

ایک شخص مرید ہونے کی غرض سے حاضر ہوتا ہے

حضرت عالمگیر کے متعلق۔ جدوناتھ سرکار نے لکھا ہے کہ لوگ انہیں ولی سمجھتے تھے اور وہ عالمگیر زندہ پیر کے نام سے مشہور تھے اور سچ یہ ہے کہ بادشاہ نیک چلن اور رعیت پرور ہو تو اس سے بڑا ولی اور صاحب کرامت کون ہو سکتا ہے۔

ایک روز صلابت خان میر توزک نے ایک شخص کو خدمت عالی میں پیش کر کے عرض کیا کہ وہ شخص بنگال سے بادشاہ کا مرید ہونے کے لئے آیا ہے۔ بادشاہ نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور سونے چاندی کے چند سکے اسے دیئے اور فرمایا ہم سے جس فیض کا تصور ہو سکتا ہے وہ یہی ہے اس شخص نے یہ چیزیں لیں اور وہ پھینک پاس ہی دریا میں خودکشی کی غرض سے چھلانگ لگا دی۔ صلابت خاں نے اسے نکلوایا اور پھر خدمت شاہی میں پیش کیا حضرت عالمگیر نے ایک طرف رخ کیا اور نیچی آواز میں فرمایا۔ ایک شخص بنگالہ سے آیا ہے اس کے دل میں یہ خیال باطل سمایا ہے کہ ہمارا مرید ہو اور پھر ہندی کا یہ شعر پڑھا جس کے الفاظ مشکوک ہی چلے آتے ہیں۔

تو پے لیندی باورہ دیندی کرے نخ
چرہا کمندن باولی تو گل باندھے پچھ

بادشاہ کو وضو کرانے کی خدمت

ابوالحسن کی چار لڑکیاں شادی کے قابل تھیں تین کی شادیاں کرا دی گئیں چوتھی یعنی سب سے بڑی لڑکی نے شادی سے انکار کیا اور اپنے لئے بادشاہ کے ہاتھوں پر وضو کے دوران میں پانی ڈالنے کی خدمت کو اپنے لئے باعث سعادت و افتخار جانتے ہوئے اس کی درخواست کی۔ بادشاہ دین پناہ نے اس کے لئے یومیہ مقرر فرما دیا اور

اسے صاحب کے پاس ہی رہنے دیا۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ ایک لڑکی جس کے باپ کو عالمگیر نے نیچا دکھایا جب اس خدمت کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتی ہے تو باپ کے اس دشمن کو کیا سمجھتی ہوگی۔

حدودِ ملک کی نگہداشت

امیر خان صوبہ دار کابل کی عرضداشت پر جس میں تجویز کی گئی تھی کہ تھانہ دار ایران کو ہندوستان کی سرحد کے دو کوس اندر چوکی بنانے کی اجازت مرحمت ہو تو وہ سالانہ سو گھوڑے عربی خدمت والا میں پیش کیا کرے گا کیا خوب حکم صادر فرمایا:

تھانہ دار ایران را بہ آب و رنگ آوردن و صوبہ داری خود را بے آبرو ساختن کار عقلا نیست ...
دو کروہ این طرف رخصت دادن چہ معنی دارد، دو قدم رخصت نیست۔ مسئلہ فقہی در ہمہ مذہب مسلم است کہ اصرار بر صغائر مبین کبائر است۔ عجب است از آں خانہ زاد مزاج داں کہ سنِ ہفت سالگی در حضور تربیت شدہ از تدبیر ایرانیاں غافل است ... ہماں مثل است کہ

سر انگشت گیرد بہ فکر شکست　　　بیک بار جرأت نماید بدست
تو از فکر دشمن بہ غفلت مباش　　　ہمیشہ رخ تیرواش را خراش

یعنی تھانہ دار ایران کے کاروبار کو ترقی اور رونق بخشنا اور اپنی صوبہ داری کی بے آبروئی کے درپے ہونا عقلمندوں کا کام نہیں۔

دو کوس تو بڑی چیز ہے اپنی سرحد کے اندر کسی کو داخلہ کی دو قدم بھی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ تمام مذاہب میں یہ ایک مسلمہ فقہی مسئلہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں پر اصرار بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب کے برابر ہے تعجب کہ آپ نے سات سال کی عمر سے حضور میں تربیت پائی ہے اور پھر ایرانیوں کی تدبیروں کو نہیں سمجھتے ان کی وہی مثال ہے کہ پہلے تو توڑنے کے لئے انگلی کا سرا پکڑتے ہیں اور پھر ایک دم جرأت کرکے پورا ہاتھ ہی قابو کر لیتے ہیں۔ تو دشمن کے خیال سے کبھی غافل مت ہو اور ہمیشہ اس کے کالے منہ کو نوچتا رہ۔

ہندوستان اور ایران کے درمیان آزادانہ آمد و رفت کی مخالفت

سرحد ایران کے تھانہ دار نے صوبہ دار کابل کو لکھا کہ ہندوستان اور ایران میں خدا کے فضل سے دوستی کا دور دورہ ہے اور کسی قسم کی بیگانگی کا شبہ تک نہیں ہو سکتا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ان دونوں ملکوں کے لوگ بلا روک ٹوک ایک دوسرے ملک

ہیں آ جا سکیں کہ اسی طرح دونوں ملکوں کی رونق اور خوش حالی بڑھے گی۔ امیر خان کی طرف سے اس محمد صادق ملک التجار نے ایران کے حالات سے اطلاع دیتے ہوئے لکھا کہ شاہ عباس نے اصفہان سے نکل کر دو فرسخ پر منزل کی ہے اور غیر آباد کی طرف پیش خیمہ روانہ کر دیا ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی حضرت عالم گیر خاصہ کے اسپ تازی پر سوار ہوتے چل پڑے اس وقت کسی کو عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر محمد امین پسر میر جملہ نے خوب بیباک تھا جوں توں ہمت کی اور عرض کیا کہ پیش خیمہ روانہ نہیں ہوا اس کی روانگی تک ہی تامل فرما لیا جائے مناسب ہوگا حضرت عالمگیر نے فرمایا "لاعلمی تو ایک عذر تھا۔ اس صورت حال سے آگاہی پا لینے کے بعد سستی و غفلت زوال اقبال کی علامت ہے۔ پیش خیمہ کا پہنچنا بھلا کس قدر ضروری ہے۔ خانساماں نے عرض کیا کوچ اچانک شروع ہو گیا ہے اس کا سرانجام پانا مشکل ہے فرمایا: وہ سفر جس پر ہر شخص کو روانہ ہونا ہی پڑے گا۔ اچانک ہی پیش آ جائیگا اور کوئی مہلت نہ دیگا۔ اس سفر کو بھی ویسا ہی سمجھئے اور چلتے چلے جائیے اور کسی مقام کی بھی ضرورت نہیں ع رہرو راہ اجل را منزلے درکار نیست۔

کابل سے اطلاع ملتی ہے کہ گیارہ ہزار گھوڑے اور ہر دو گھوڑوں پر ایک سائیس کے حساب سے ساڑھے پانچ سو سائیس (غالباً ایران سے) کابل پہنچے ہیں۔ صوبہ دار کابل کے عقل و ہوش پر اظہار تعجب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے" امیر خان ایسے خانہ زاد مزاج دان سے ایسی افسوس ناک غلطی کیونکر سرزد ہوگی۔ گویا پانچ ہزار سوار برابر ایک غیر ملک سے اس ملک میں داخل ہو گیا۔ آخر یہی لوگ تھے۔ جنہوں نے پٹھانوں کے ہاتھ سے ہند ۱۳ چھین لیا۔ حکم ہوتا ہے" آئندہ ازیں فعل احتراز لازم داند و تدارک ایں قسم کند کہ چوں گلہ اسپاں برسد بر بیست راس اسپ یک سئیس مقرر کنند۔ آں ہم ناکارہ و پیر و مضمحل بیچارہ" یعنی آئندہ یہ انتظام کرو کہ بیس گھوڑوں کے ساتھ ایک سائیس آیا کرے اور وہ بھی بالکل گیا گزرا ہی ہوا کرے۔ اس شخص کی عاقبت بینی اور احتیاط کی کون داد نہ دے گا۔

فرامین و مکتوبات

عرضداشت عالمگیر رح

بنام

حضرت شاهجهان بعد مراجعت دکن

آنکه دریں ایام زمام مهام سلطنت و دارائی و عنان امور ملکی و مالی از قبضهٔ اختیار حضرت بیرون رفته و اعلام تغلب و استیلای
شاهزادهٔ کلاں در قبض و بسط امور سلطنت و فرماندهی بغایتی ارتفاع پذیرفته که اندازهٔ آں از حوصلهٔ تحریر و تقریر بیرون است پایهٔ او بنا
بر قدرت و مکنت خویش همت به استیصال سائر وجود اخوان مقصور گردانیده روز بروز سعی و اجتهادش دریں باب سمت
تزاید می پذیرد. چنانچه سلیمان شکوه را با فوجی بر شجاع که پسر رشید آں حضرت است تعیین کرده ناموس او را
رو به باد فنا در داده و آں جناب سرمایهٔ مذلت و خفت از نواسه پرویز تبدیده پیش اهل جهان جا بجا شهره ساخته همچنیں به
مقتضائے هوائے نفس و خواهش طبع خویش بنائے کار نهاده پیوسته در تفتیش و تضییق احوال و تضییع و تخریب امور ایں نیازمند
بیدل بجد مے نماید و همیشه کارهائے منافی دین و ملت و مانع و مستلزم فساد امور جهان و عباد ازو بظهور مے رسد ابواب و منافذ
مداخل بر روئے روزگار ایں خیرخواه مسدود گردانیده و انواع مشقت و اقسام مضرت رسانیده. در ایامیکه حسب الارشاد
اقدس بر ولایت بیجاپور لشکر کشیده به تسخیر بعضے اقطاع آں ولایت مے پرداخت و امرا و سپاه بر محاصره اشتغال ورزیده داد
جانفشانی می دادند و مخالفاں از اطراف و جوانب هجوم آورده در سد در ممانعت و مدافعت بودند. اخبار موحشه بیماری اقدس
شیوع یافته باعث تحیر و تفکر اولیا و چیرگی و شوخی اعدا شده بود و محصوراں گلبرگه که جانبازاں موکب اقبال بعد از تسخیر قلعه بیدر و کلیانی
بمحاصره بلدهٔ مذکور پرداخته بودند. در مضیق محاصره دل تنگ تر از غنچه شده کار ایشاں قریب گشته بود که صورت افتتاح نماید و مسند
آرائے حکومت بیجاپور از ترکتاز بهادران اقلیم سلیمان بخت بستوه آمده در فکر آں افتاده بود که پیشکش لایق سرانجام
داده ولایت خود را از صدمه سپاه فیروزی دستگاه مصئون گرداند الا هم آں داشت که دلاوران کتیبهٔ اقبال او را عنقریب متاصل
ساخته ولایتش را ضمیمهٔ ممالک محروسه گردانند. در اثنای ایں حال شهزادهٔ کلاں ملازمان خود را بطلب امرائے بادشاهی و تسلی و استمالت
حاکم بیجاپور تعیین نموده آشنا پنهانی پیغام هائے عنایت آمیز و مهربانی بوالی بیجاپور رسانیده او را در وادی لجاج و عناد و نسبت

بجای مرید دلیر تر ساختند و سرداران بادشاهی را به مبالغه و اهتمام تمام از پیرامن بلدهٔ گلبرگه که کار نزدیک به کشایش رسیده بود برداشته
و در روانه کردن آنها بدان جانب مراتب تاکید و اجتهاد بظهور رسانیدند که فرصت رخصت و مجال وداع نیافته راهی خیرخواه
نادیده بر جناح استعجال عازم درگاه جهان پناه شدند و ازین جهت میدان قافیهٔ وقت به این نیازمند تنگ گشته بود در تحیر و تفکر
افتاده و بحکم ضرورت کار صورت یافته به انجام قریب شده را بر هم زده محض به یمن نیروی اقبال بی زوال خود از ان سیه حال خطر
برآورده و به هزاران جبر ثقیل و اصابت تدبیر از میان غنیم برآمده تا به ماتحت رسید عیاذاً بالله اگر چشم زخمی می رسید و در اکناف
اطراف جهان شهرت یافته اگر این بدنامی در حال این خفت و مذلت رسانیده اثر به روی دولت پایدار می ماند و در جریدهٔ
روزگار ثبت می گردید و پیداست که تدارک و تلافی آن بواسطه عدم دوربینی و ناعاقبت اندیشی شاهزاده کلان محض به سعی
کاری خویش ملحوظ داشته اگرچه علاج آن بدعی ندارد و از دایرهٔ امکان و جرأت بنده‌های بادشاهی بیرون بود
مرید از بس ممارست در امر جهانبانی و مهارت و مزاولت در کار نبرد و پیکار و آشنائی با طرز و شیوه ستیزه وران این دیار هجوم و
راه و رسم اعدا حساب نگرفته به چپاق و تهور جلادت فرق مخالفان کوفته به استظهار شعله‌های اقبال بی زوال لشکر را از آن گرداب
شورش و فساد در میدان سلامت بیرون آورد نه غریب نه آنکه بدین بی مددی و خسارت و کارشکنی و خصومت اکتفا نکرده محال
بر این بی سابقه تقصیر و کوتاهی از جاگیر این خیرخواه رضاطلب ارادت و اعتقاد و جانفشانی و اخلاص امرای دیگر بخاطر راه نداده
تغیر کرده به آنجماعت ناخلفی زیاده سری که پا از حد خود بیرون نهاده مرتکب انواع گستاخی و بی ادبی و مصدر تقصیرات عظیمه
گشته و دولت بی اعتدالی افساد در عرصه بغی و عناد برافراشته تنخواه نموده کیفیت حال این داعی خیرخواه را بواسطه غرض
و خواهش نفس خویش بخلاف واقع بعرض اشرف رسانیده به محض بهتان و تهمت افتراء اهانت حال این خیراندیش را غبارآلود
جرایم و لوث آلود آثام وانموده به التماس و الحاح جسونت سنگه را با لشکر گران به سر این داعی گماشت و مطمح نظر آن داشت
که درین ضمن ولایت مختصر که از پیشگاه عاطفت و احسان حضرت به این مرید مرحمت شده به هر بهانه که میسر آید انتزاع نماید
و این فدوی را آواره بیابان بیکسی و غربت سراسیمهٔ صحرای محن و کربت گرداند و پس دمدمهٔ دوستان در مزاج اشرف تصرف
کرده حضرت قول او را تصدیق فرموده سایر فرزندان فدوی اخلاص طینت را دشمن فرا گرفته و در حق این سرگردانان مراتب
گاه حضرت (یعنی ذلت و حرمان) پرچپاد تجویز می نماید حکم می فرمایند و قطعاً تفحص و تفتیش حال این بی گناهان و توجه و غور
در امور ملکی نفرموده زمام رتق و فتق مهام جزوی و کلی بکف اختیار و قبضهٔ اقتدارش بازگذاشته اند و خود بی غائلهٔ شک و ریب
تشنه خون این بی گناهان است. چون کار بدین حد رسید و صورت حال بدین منوال انجامید حفظ جان و پاس ناموس
خود از مهمات عالم عقل و نشاط خرد دانسته عازم سدهٔ سدره منزلت سپهر احتشام گردیده تا صورت حال و حقیقت معامله را

به هیچ وجه این معقوله در خدمت عالی‌مقدار، یا اورنگ جهانداری مکشوف گردانید۔ عدل سلطان اگر نه رسد حال مظلومان عشق گوشه
گیران رانه آسایش شمع باید بر باد چون این خیرخواه قطع مسافت نموده به حوالی اجین فائز گردید جسونت سنگه به اشارهٔ شاهزاده
کلاں به ایذا و آزار این خیرخواه مامور بود بسبب بنای جهل و نادانی سنگ راه گشته به قدم ممانعت پیش آمد هر چند آنکه مردم
هوشمند سخندان فرزانه را به عنوان معقول آں جهول را بر اراده خود آگاهی بخشید و تصریح نمود که محرک [illegible] ارادت حضور فائض
النور و محرم کعبه امانی و آمال به یکان نزدیک و دور راست۔ اصلا بمعقولیت آشنا نه شده به علت جهالت و غرور جبلته در
مراتب منع و ردع افزوده لاجرم پنبه جهل و پندار پوچ از گوش هوش دور کردن [illegible] آن ظلوم جهول را از پیش راه برداشتن و
حکم ضرور به فرموده‌است واجب گردید اگرچه غیر تحصیل سعادت زمین بوسی اشرف امید دیگر به هرگز خاطری بود بر ضمیر خورشید تنویر
روشن و هویداست که اسیر کردن او و رفیقانش که چنین شکست فاحش یافته بحال منکر [illegible] پراسیمه گردیده [illegible] انهزام گشته بود
چندان به عذرے ندانست۔ اکنون شاهزاده کلاں خود با سپاه گران تا مولی پور تشریف آورده معابر [illegible] چنبل و مسالک راه
مسدود ساخته جا بجا مردم را گماشته اند و به اعتقاد خویش راه عبور برین خیراندیش بسته بودند۔ چون این مرید اخیر ادراک
دولت حضور پرنور با هیچکس سر مقابله و پیکار نه بود و نیست از راه بعد از آب چنبل عبور کرده [illegible] زمین بوس [illegible] گشته
چنان شنیده می شود که آں جناب [illegible] این ارادت کیش اخلاص [illegible] سعادت خاک بوسی همایون [illegible] استه
استقبال فائرهٔ قتال پیش نهاد همت دارند چون آنجناب را با چون من مریدی [illegible] به مقابله و قتال پیش آمدن و هنگامه
حرب و مصاف آراستن صرفه نخواهد کرد۔ پسندیدهٔ عالم صواب آں است که بزرگی را کار فرموده بساط [illegible] فرو [illegible]
بالفعل بصوب پنجاب که در جاگیر آں جناب مقرر است شتافته چندی به خدمت حضور همایون رسانید این خیرخواه سراپا اعتقاد
گزاند۔ بعد ازاں هرچه در مرآت الرای جهان نما جلوه فرماید شرف ظهور خواهد یافت۔

(ترجمہ)

یہ کہ ان دنوں حکومت اور سلطنت کے امور کی باگ اور ملکی و مالی امور کی لگام حضرت کے قبضہ اختیار سے نکل گئی
ہے اور حکومت و سلطنت کے امور کے بندوبست میں شہزادہ کلاں کے تغلب اور اقتدار کے جھنڈے اس قدر بلند ہو
ہوئے ہیں کہ ان کا احاطہ اندازہ تحریر و تقدیر سے باہر ہو چکا ہے۔ اور اپنی طاقت و قوت کی بناء پر اس نے
اپنے بھائیوں کے وجود کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا اپنا مقصد قرار دے لیا ہے اور اس بارے میں اس کی کوشش
اور اس کا اجتہاد بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ اس نے سلیمان شکوہ کو شاہ شجاع پر کہ آنحضرت کا فرزند ہے۔ ایک فوج کے ساتھ مسلط

کرکے اس کے تیس سالہ عزت و آبرو کو برباد کر دیا ہے اور آپ اپنے نواسہ پرویز سے ذلت و سبکی اٹھا کر اہل جہاں کے رد
پژمردہ ہوا۔ اور اسی طرح اپنی خواہش طبع اور اپنے نفس کے مطابق کاموں سے بنیاد رکھ کر اس نیاز مند کے کاموں
کے تباہ و خراب کرنے اور میری مہمات کی خرابی اور بربادی میں کوشش کرتا ہے اور اس سے ہمیشہ ایسے کام ظہور میں آتے
ہیں جو دین الٰہی اور ملت کے خلاف ہوتے ہیں اور جن سے ملک اور خدا کے بندوں میں ایک فساد پیدا ہوتا ہے اس
نے اس خیر خواہ پر آمدنیوں اور راستوں کے دروازے بند کئے اور اس نے مجھے قسم قسم کے خسارے اور طرح طرح کی
تکلیفیں پہنچائیں۔

اس زمانہ میں جب میں نے ارشاد اقدس کے ماتحت ولایت بیجاپور پر چڑھائی کی ہوئی تھی اور ولایت کے بعض
علاقوں کی تسخیر میں مشغول تھا اور امراء اور سپاہ سبھی محاصرے میں مشغول اپنی جانیں لڑا رہے تھے اور دشمنوں نے چاروں
طرف سے ہم پر

حضرت اقدس کی بیماری کی وحشت ناک خبریں پھیلیں۔ دوستوں کے لئے حیرت اور پریشانی اور دشمنوں کی شرارت
اور غلبہ کا باعث ہو رہی تھیں اور جب محصورین گلبرگہ فتح مند لشکر کے جانباز بہادروں کے ہاتھوں جو بیدر اور کلیانی کے قلعوں
کی فتح کے بعد اس شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تنگ آکر اور محاصرے کی سختی و شدت سے بے حد خائف تنگدل اور
پریشان خاطر ہو چکے تھے۔ قریب تھا کہ شہر فتح ہو جائے اور سلطنت بیجاپور کا حاکم اسی بلند اقبال سلطنت کے جنگجو
بہادروں سے عاجز آ کر یقیناً اسی فکر میں تھا کہ کوئی مناسب نذر گذران کر اپنی ولایت کو فتح مند سپاہ کے حملے سے محفوظ کر
دے گو یہ اس کو یہ خطرہ لاحق تھا۔ فتح مند لشکر کے بہادر اس کے لشکر کو شکست دے کر اس کے ملک کو ممالک محروسہ میں
شامل کر لیں گے۔ اس اثنا میں شہزادہ کلاں نے اپنے ملازموں کو امرائے بادشاہی کی واپس طلبی اور حاکم بیجاپور کی تسلی
و دلجوئی کے لئے مقرر فرمایا۔ اور ان لوگوں نے خفیہ طور پر محبت بھرے اور مہربانی کے پیغامات والی بیجاپور کو جنگ
اور سرکشی کی گھاٹی میں اس تابع کے مقابلہ پر اور زیادہ دلیر کر دیا۔ اور شاہی سرداروں کو پوری کوشش کے ساتھ بلدہ
گلبرگہ کے اطراف سے جو فتح ہوا ہی چاہتا تھا ہٹا کر آپ کی طرف پوری کوشش اور تاکید عمل میں لائے اور وہ لوگ
رخصت ہونے کی مہلت اور طاقت نہ پا کر مجھ سے ملاقات کئے بغیر پوری تیزی سے آپ کی درگاہ کی طرف روانہ ہو
گئے۔ اس صورتِ حال نے مجھے گویا کہیں کا نہ رکھا اور میری حیرانگی اور پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ مجھے مجبوراً اپنے تمام
کام اور ایک مہم کو جو گویا انجام تک پہنچا ہی چاہتی تھی ادھورا چھوڑ کر ہی محض زوال اقبال کی قوت کی حرکت سے
اپنے آپ کو اس بدحال اور خوف ناک مقام سے نکال لایا۔ اور ہزاروں دشواریوں اور درست تدبیروں سے دشمنوں

کے پنجے سے نکل کر بخیریت اس کے مقام پر پہنچا۔ خدا نخواستہ اگر کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو تمام دنیا میں اس کا شعفند دراپٹے ہوتا اور یہ بدنامی اور خفت اور یہ حارت مدتوں سلطنت کے چہرے پر قائم رہتی اور زمانہ کے دفتر میں ہمیشہ کے لیے ثبت ہو جاتی۔ ظاہر ہے کہ اس کا تدارک اور اس کی تلافی شاہزادہ کلاں کی عدم دور بینی اور ناعاقبت اندیشی کی بنا پر کہ اسے اپنا ہی مطلب پیش نظر تھا اگر دنیا سیراب کی مانند بھی ہو جائے تو اس پر کچھ اثر نہیں، بندہائے بادشاہی کی ہمت و جرأت سے باہر تھا۔ یہ حکم بردار بندہ جنگ میں مشق اور مہارت اور لڑائی اور بہادری کے کاموں میں ہمیشہ مصروف رہنے کے باعث اور اسی ملک کے بہادروں کے جنگ کرنے کے طریقوں کو جاننے کی وجہ سے دشمنوں کی تعداد کی زیادتی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اور جوانمردی و دلیری کے شمشیر پہلو گرز آہنی سے دشمنوں کے سروں کو کوٹ کر اقبال بے زوال کی تائید سے مدد طلب کرتے ہوئے شورش اور فساد کے اس گرداب سے نکل کر سلامتی کے میدان میں لے آیا۔

اور یہ امر اور بھی حیرت انگیز ہے کہ اس عدم امداد، نقصان رسانی، خرابی کار اور دشمنی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے علاقہ برار کو اس خیر خواہ اور طالب رضا کو جس نے سوائے ارادت و عقیدت مندی، جانفشانی اور اخلاص کے کسی دوسری بات کو دل میں آنے نہیں دیا، کسی سابقہ گناہ یا کوتاہی کے بغیر میری جاگیر سے نکال کر اس ناخلف خودسر کی جاگیر میں دے دیا جو اپنی حد سے قدم باہر نکال کر قسم قسم کی گستاخیوں اور بے ادبیوں کا مرتکب ہوا ہے۔ اس سے بڑی بڑی معصیتیں سرزد ہوئی ہیں اور جس نے دشمنی اور بغاوت کے میدان میں بے اعتدالی اور فساد کے جھنڈے بلند کئے ہیں۔ اس نے اس خیر خواہ دعاگو کی حالت اپنی نفسانی خواہشات اور اغراض کی بنا پر حضور میں خلاف واقع بیان کی۔ اس نے اس خیر اندیش کی حالت کے دامن کو جرموں اور گناہوں کے غبار اور دھوئیں سے آلودہ کر دیا ہے۔

اس نے منت و سماجت سے جسونت سنگھ کو ایک جیت لشکر کے ساتھ میرے مقابلہ پر مقرر کیا۔ اس کا منشا یہ تھا کہ وہ مختصر سی جاگیر جو آپ کے رحم و کرم کی بارگاہ سے اس مرید کو عطا فرمائی گئی ہے، جس طرح ممکن ہو ضبط کر لی جائے۔ اور اس فدوی کو بے کسی اور غربت کے جنگلوں اور رنج و محنت کے صحرا میں پریشان پھرائے۔ اس کے دوستوں کی چاپلوسی حضور کے مزاج میں اثر کر گئی اور آپ نے اس کی باتوں پر یقین کر کے اخلاص سرشت تمام بیٹوں کو دشمن سمجھ کر انہیں ذلت و حسرت کے میدان میں پریشان ہونے کے لئے چھوڑ دیا۔

وہ پرچہ پیش کرتا ہے آپ حکم نافذ فرما دیتے ہیں۔ ان بے گناہوں کی حالت کی ہرگز جستجو اور تحقیق نہیں فرماتے امور ملکی و مالی پر غور و توجہ نہ فرماتے ہوئے چھوٹے بڑے کاموں کے بندوبست کی باگ اس (دوار اشکوہ) کے دست قدرت اور قبضہ اقتدار میں دے دی گئی ہے۔ اور آپ خود بلاشبہ ان بے گناہوں کے خون کے پیاسے ہو چکے ہیں۔ جب

معاملہ یہاں تک پہنچا۔ اور حالات نے یہ صورت اختیار کر لی ہے لہذا اپنی جان و عزت کی حفاظت کو عقل و دانش کے قریب سمجھ کر میں آپ کی درگاہ آسماں پائیگاہ کی طرف آیا ہوا تاکہ میں حقیقی حالت اور سچی کیفیت بذاتِ خود بطریق معقول، گوش گذار کر سکوں اور اگر بادشاہ انصاف نہ کرتے تو گوشہ نشینوں کو عشق و محبت کے مظلوموں کی طرح عیش و آرام کی امید کو خیر باد کہنا چاہئے۔ جب یہ خیر خواہ قطع مسافت کرتے اجین کے اطراف میں پہنچا تو جسونت سنگھ دارا شکوہ کے اشارہ پر مجھے تکلیف پہنچانے کے لئے آمادہ ہو کر بے دینی اور جہالت کی سلسلہ جنبانی کرتے ہوئے میرا راستہ روکنے پیش کیا۔ میں نے ہر چند ہوشمند آدمیوں کو اس کے پاس بھیج کر عمدہ طور پر اس جاہل کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور اس امر کی ہدایت کی کہ میں حضور پرنور کی سعادت کا تہیہ لئے والا اور دور و نزدیک کی امید گاہ اور آرزوؤں کے کعبہ کے گرد پھرنے کی حالت میں احرام باندھنے والا ہوں۔ یعنی میرا مقصد صرف بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا ہے لیکن وہ ناعاقبت اندیش غرور و جہالت کی بنا پر میرے خلاف ... مقام کے مراتب میں زیادتی کرنے لگا۔ لہذا جہالت اور غرور کی ... اس ... نکالنے اور اس ظالم و جاہل کو راہ سے ہٹانے کے حکم قطعی کو اپنے اوپر واجب خیال کیا۔ اگر حضور اشرف کی زمین بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے علاوہ کوئی خیال ہمارے دل میں ہوتا تو آفتاب کی طرح ... روشن ہے کہ اس کو اس کے ہمراہیوں میں سے گرفتار کر لینے میں کوئی خاص مشکل درپیش نہ تھی۔ جب کہ وہ ایک شکست فاش کھا کر پریشاں حالی میں شکست کی گھاٹی میں سرگرداں ہو گیا تھا۔

اب خود دارا شکوہ ایک فوج گراں کے ساتھ دھولپور تک آیا ہے اور اس نے چنبل کا پل اور راستے بند کر کے جا بجا فوج مقرر کر دی ہے اور اس نے بخیال خویش اس خیر خواہ دولت پر حضور کا راستہ بند کر دیا ہے۔ چونکہ اس فرمانبردار کو حضور پرنور کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے علاوہ کسی سے جنگ کا مقابلہ کا خیال نہ تھا اور نہ اب ہے لہذا اور کی راہ سے دریائے چنبل کو عبور کر کے حضور کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

ایسا سنا جاتا ہے کہ حضور اس مخلص فرمانبردار کو اپنی مبارک درگاہ کی خاک بوسی کی سعادت سے محروم رکھنے پر تلے بیٹھے ہیں اور جنگ کی آگ بھڑکانا اپنا مقصد بنا لیا ہے۔ چوں کہ آں جناب کو میرے جیسے اراد پرست مرید سے مقابلہ سے شروع کرنا اور آغاز جنگ کرنا بے سود ہوگا۔ لہذا اعلم اسباب میں پسندیدہ امر یہ ہے کہ اپنی بزرگی کے پیش نظر شان و شوکت اور نشاط کے بچھونے کو فوراً پنجاب کی طرف جو حضور کی جاگیر میں داخل ہے تشریف لے جائیے اور کچھ عرصہ کے لئے حضور والا اپنی خدمت اس سراپا اعتقاد اور خیر خواہ دولت (میرے) سپرد کر دیجئے۔ اس کے بعد جو کچھ آپ کی جہاں نما رائے کے آئینہ میں ظاہر ہو وجود میں آنے کی بزرگی حاصل کرے گا۔

[redacted]

عقیدت اور بزرگی کے مراسم بجالانے کے بعد خدمت عالی میں عرض گذار ہوں کہ صحیفہ جو حضور نے نامی
اپنے قلم سے تحریر فرمایا اور جو ایک مدت کے بعد موصول ہوا تھا ... سعادت کا مایہ مجھ
مطالعہ سے سرمایہ سعادت حاصل کیا۔ جو کچھ تحریر فرمایا گیا پورے غور پرداخت ... مائل ...
دریافت فرمایا گیا تھا۔ دریا جیسے قطرے رکھنے والے دل پر پوشیدہ نہ رہے کہ اس غلام نے ...
رونما ہونے کے آغاز ہی میں محض اس خیال سے عرض کیا تھا کہ کیونکہ حضور عقل کل ہیں اور
زمانہ کے اونچ نیچ کے تجربہ میں آئے ہیں ... شاید ان امور کا ظہور میں ... خدمت ...
دوسروں کے بازار کی رونق بڑھانے کہ ارادتِ الٰہی ان کی طرف متوجہ نہ تھی ...
کو موزوں سمجھا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ فتنہ فساد کے ختم ہو جانے پر حضور کی خوشنودی حاصل کرتے ... جان
ہو کر دونوں جہانوں کی سعادت حاصل کروں۔ ہر چند میں سنتا تھا کہ فساد کا رونما ہونا اور بندوں نے ...
ہی کے اشارہ سے ہے اور بھائی حضور کے فرمان کے مطابق ہی تنگ ... دو ہیں ... کے ہوتے ہیں ...
کی بات پر کان نہ دھرا اور اپنی عقیدت کو شاہراہ سے ہٹنے نہ دیا لیکن اس وجہ سے کہ حضور کی بے توجہی ...
پہنچتی رہیں۔ چنانچہ اس خط سے جو شجاع کے نام ہندی میں لکھا گیا ... مجھے یقین ہو گیا ... حضرت
اس مرید کو نہیں چاہتے ہیں۔ اور جو کچھ کے کھویا گیا ہے۔ ابھی تک اس کی تلاش اور آرزو استقلال میں ...
چاہتے ہیں کہ اس فدوی کی تمام کوششیں جو دین ہی کے احکام کے اجرائے اور مہمات سلطنت کے انتظام میں مصروف
ہیں ضائع ہو جائیں۔ حضور کسی طرح اس فکر سے باز نہ آتے ہوئے اس پر مصر ہیں۔ لہٰذا مجبوراً میں نے احتیاط اور ...
کے طریق ان مفسادات کے واقع ہونے کے اندیشہ سے جن کا استدراک بھی مشکل ہے۔ قوت سے فعل میں آئے او...
اس دعوے کی صداقت پر خدا میرا گواہ ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ جب دشمنوں کا کام ان دو طریقوں میں ایک پر ختم ہو جائے گا۔ ان تمام سے بلاوجہ کیوں احتیاط کرے گا۔ آبدار خانہ کے متعلق جو حضور نے لکھا۔ جب آنحضرت ہر وقت محل میں رہتے ہیں۔ غسل خانہ میں پانی کی کیا ضرورت ہے۔ خواجہ معمور منتظم توشہ خانہ کے بادشاہ کے سر پر سے نثار ہو جانے کی وجہ سے لباس کے محکمہ پر مہر لگ گئی ہے۔ اب جب کہ دوسرا شخص اس کام پر مامور ہو گیا ہے۔ پوشاک مبارک بغیر کسی رکاوٹ کے برابر پہنچتی رہے گی (خافی خان)

شہزادہ اکبر کا خط سنبھاجی کے نام:

۱۸ ماجد راجایان سنبھاجی پر ہماری عنایات لامتناہی کے امیدوار رہتے ہوئے واضح ہو کہ

[illegible] عہد حکومت کے آغاز ہی سے عالم گیر عزم بالجزم کرچکا تھا کہ تمام ہندوؤں کو یکسر فنا کردے۔ مہاراجہ جسونت [illegible] سنگھ [illegible] کی وفات کے بعد [illegible] شورش برپا ہو گئی۔ رانا (مہاراجہ) سنگھ اودے پور کے خلاف اس کی جنگ آزمائی [illegible]

[illegible] خداوند تعالیٰ سب ہی کی مخلوق ہیں اور وہی ان سب کا محافظ ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے [illegible] ہیں یعنی اس ملک سے پادشاہوں کے لئے حدود جو مناسب [illegible] ہو گیا مگر ان لوگوں کا بے [illegible] پاک کر دیا گیا۔ تو ہندوستان ہمارے [illegible] نے اپنی جان دی [illegible] حفاظت میں اور راجپوت راجاؤں کی اس نسل [illegible] راٹھور کی درخواست پر [illegible] فیصلہ لیا کہ [illegible] کے لئے جنگ کروں تا کہ اس معاملہ میں خداوند تعالیٰ کی [illegible] چونکہ [illegible] کا انتقال ہو گیا تھا [illegible] یہ مہم کچھ دنوں کے لئے ملتوی کی گئی۔ ایک ماہ بعد [illegible] پادشاہ قلی خاں کی معرفت [illegible] اس علاقہ کو دے دیا گیا تھا جس کی استدعا کی جو اس کے [illegible] اور کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی عزت بحال رہے تو ہم سب آپ کے دامن عاطفت کو تھامنے [illegible] حضور سے اپنی نجات اور فارغ البالی کی امید رکھتے ہیں۔

ان دو نامور قبیلوں کی درخواست پر میں اپنی میراث حاصل کرنے کی خاطر روانہ ہوا جب میں عالم گیر کے لشکر سے دو کوس کے فاصلہ پر پہنچا اور اگلی صبح جنگ کے شروع کر دینے کا فیصلہ ہوا۔ تو غروب آفتاب سے تین گھنٹے بعد بزدل پادشاہ قلی خان کو موت گویا کشاں کشاں عالم گیر کے دربار میں لے پہنچی۔ عالم گیر نے اس کے پہنچتے ہی اسے قتل کروا دیا اگرچہ کسی ایک شخص کے فرار سے میری مہم پر کچھ اثر نہ پڑتا تھا۔ لیکن چونکہ پادشاہ قلی خاں ہی سودیہ اور راٹھور راجپوتوں کو میرے جھنڈے تلے جمع کرنے کا باعث ہوا تھا ان دونوں قبیلوں کے دلوں میں ایک جھوٹا شبہ پیدا ہو گیا کہ یہ تمام معاملہ گویا عالمگیری کی ایک چال تھی اور وہ لوگ مجھے مطلع کئے بغیر اپنے اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ ان کی روانگی سے میری فوج میں بھی بد دلی پھیل گئی اور وہ بھاگ کھڑی ہوئی اور اس طرح جنگ کی نوبت نہ آئی۔

پادشاہ قلی خاں :

(ابھی خط ختم نہیں ہوا ذرا پادشاہ قلی خان کا قصہ سن لیجئے)

(مرحوم) نقشہ سرکار نے ایسے خطوط بہم پہنچانے میں جس کوشش و کاوش سے کام لیا ہے اس کی جس قدر داد دی جائے کم ہے لیکن اسی خط کو لے لیجئے اس کے اندر پادشاہ قلی خان کے قتل کو عالم گیر کے سر تھوپا گیا ہے۔ حالاں کہ اس قصہ

کی پوری تفصیل مآثر عالمگیری میں موجود ہے۔ اور اس سے مختلف اور یقیناً سرجدو ناتھ کی نگاہ سے کسی صورت پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی۔ جیسے مات کو پادشاہ [illegible] خاں اکبر کے لشکر سے فرار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے پہنچے تو بادشاہ عبادت میں مصروف تھے حکم دیا گیا کہ اسے بلا ہتھیار حاضر خدمت کیا جائے۔ اس نے ہتھیار اتارنے سے [illegible] ملازمت [illegible] کر دی اور کسی دلی شبہ کی بنا پر یا اپنی [illegible] کو جانتے ہوئے بے تحاشا بھاگ کھڑا ہوا اور [illegible] سے اس کا پاؤں الجھا اور وہ گر [illegible] شاہی محافظوں نے [illegible] اس [illegible] حملہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس قدر [illegible] کہ [illegible] کر دیا [illegible] نہ کرتی تھی۔ آخر ایک محافظ نے اس کے گلے پر وار کیا اور وہ پار ہو گیا۔ عالمگیر نے اس [illegible] کو اس کے طرز عمل سے شبہ پیدا ہوا اور وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا تھا۔ [illegible] ہوتا ہے۔

اس پر میں نے اپنے حرم کے تھوڑے سے لوگوں کو ساتھ لیا اور بازوات کی طرف چل دیا۔ [illegible] راٹھور اپنے تمام لشکر کے ساتھ میرے پاس آیا اور اس نے میری رفاقت کا فیصلہ [illegible] بار چکر کاٹے۔ چونکہ معظم جسے میرے تعاقب پر متعین کیا گیا تھا میرے [illegible] مجھ تک [illegible] نے اپنی فوج کو مختلف ٹکڑیوں میں تقسیم کر کے [illegible] اس لئے میں رانا جے سنگھ کے علاقہ میں داخل ہو گیا اور اس نے مجھے [illegible] سے اپنی سلطنت میں قیام کرنے کی استدعا کی۔ لیکن چونکہ اس کا ملک شہنشاہ کے مرکز کے قریب تھا۔ میں نے وہاں قیام کرنا دور اندیشی کے خلاف سمجھا۔ لہذا میں نے آپ کی شجاعت اور ہمت کے پیش نظر آپ کے علاقہ میں آنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح کارساز حقیقی کے لطف و کرم سے میں نے [illegible] جمادی الاول ۱۰۹۲ھ میں [illegible] کے مقام پر عبور کیا۔ درگاداس راٹھور میرے ساتھ ہے میرے متعلق مطمئن رہیئے اور امیدوار رہیئے کہ جب انشاء اللہ تاج و تخت میرے قبضہ میں آتا ہے نام تو میرا ہی ہوگا۔ لیکن حقیقت میں سلطنت کے سیاہ و سفید کے مالک آپ ہی ہوں گے۔ اس امر کو خوب اچھی طرح جانتے ہوئے کہ عالمگیر کو آپ سے اور مجھ سے کس قدر دشمنی ہے۔ یہ تہیہ کر لیجیے کہ ہمیں باہم اس طرح کام کرنا چاہئے کہ ہمارا مقصد حاصل ہو سکے۔

چوں کہ دنیا کو ایک حالت پر قرار نہیں رہتا ہے۔ نام نیک حاصل کرنا چاہئے جو یادگار رہتا ہے ایک جواں مرد سے ایسی ہی امید رکھنی چاہیئے اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں کہ عاقل کو اشارہ کافی ہے۔

مرقومہ ۲ جمادی الاول ۱۰۹۲ھ

ملاحظہ فرمائیے باغی بیٹا باپ کے سب سے بڑے دشمن کی پناہ میں جا رہا ہے اور کامیابی کی صورت میں حقیقی بادشاہت

دشمنوں کے سپرد کرنے پر تیار ہے ان لوگوں نے جہاں تک ان کا مطلب نکلتا تھا۔ شہزادے کا ساتھ دینا مناسب سمجھا اور جب باغی شہزادے کو یقین ہو گیا کہ ابھی باپ کا اقبال یاور ہے اور عالمگیر کے یہ دشمن جن کی نیت اس خط کے غلط غلط سے یوں ظاہر ہو رہی ہے کہ گویا اس خط کے لکھنے والے وہی لوگ ہیں اور کچھ تعجب نہیں سادہ لوح شہزادے نے اس خط پر مہر لگا دی ہو یہ سمجھتے ہوں کہ وہ دشمن کے ہاتھ میں قیدی سے زیادہ کی حیثیت نہ رکھتا تھا اور باپ کے پاس سے جانے کے بعد اس کے پاس کوئی جائے پناہ نہ تھی۔

راجپوتوں کی شرافت

دنیا میں بڑی بڑی نیکیاں اور شرافتیں غیر متوقع طور پر بعض لوگوں کے حصے میں آجاتی ہیں۔ شہزادہ اکبر مارا مارا پھرا اور بالآخر اسے ہندوستان سے ایران کا رخ کرنا پڑا جہاں وہ بادشاہ ایران کے اس وعدہ پر کہ جب اس کا باپ۔ مگر مرے گا تو وہ بھائیوں کے خلاف تاج و تخت لینے میں اس کی مدد کرے گا اکبر چھوٹے بچوں کو جو پہاڑوں اور صحراؤں میں ساتھ نہ لے جا سکتا تھا راجپوتوں کے پاس چھوڑ گیا۔ دو تین سال بعد ایک ہندو مورخ کی کوشش سے پہلے بیٹی اور دو سال بعد اکبر کا بیٹا دربار میں پہنچے۔ جب پہلے پوتی پہنچی تو عالمگیر نے اسے قرآن پڑھانے کے لئے استاد مقرر کرنا چاہا تو پوتی نے بتایا کہ راجپوتوں نے یہ انتظام کر دیا تھا اور میرے لئے ایک مسلمان استانی بلوا کر مجھے قرآن کریم پڑھوایا اور اس نے قرآن پڑھانے کے علاوہ اسے حفظ بھی کرایا ہے عالمگیر کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ مگر راجپوتوں نے بن بھائی کے کان دادا نے مظالم سنا کر خوب بھر رکھے تھے۔ چنانچہ جب پوتا جو مارواڑ کی سنسانی میں پیدا ہوا تھا۔ حاضر دربار ہوا تو اس کے دل و دماغ کی الجھنوں نے نیم پاگل بنا رکھا تھا اور وہ دربار کی زبان نہ سمجھ سکتا تھا۔ نہ بول سکتا تھا۔ عالمگیر نے اس کے لئے بھی حسب استعداد تعلیم و تربیت حاصل کی اور جب ایران میں بیٹھ کر باپ کی موت کی دعائیں مانگنے والا خود ہی چل بسا تو باپ نے کہا اکبر نماز باجماعت کا پابند تھا۔ اور پوتے پوتی کے پاس تعزیت کے لئے پہنچے۔

اورنگ زیب کا خط اپنے بیٹے محمد اکبر کے نام :

فرزند من جگر بند من . . . . .

خدا شاہد ہے کہ تم باقی تمام بیٹوں سے مجھے زیادہ عزیز اور میرے منظور نظر تھے۔ لیکن تمہاری بدنصیبی ہے کہ تم انسان صورت شیطان سیرت راجپوتوں کے فریب اور چال میں پھنس کر بہشت کی دولت کے حصہ سے محروم، کر بدبختی کے پہاڑوں اور صحراؤں میں بھٹکتے پھر رہے ہو۔ اس صورت حال کا میرے پاس کیا علاج ہے اور میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ تمہاری موجودہ تشویش انگیز۔ پریشانی۔ بربادی اور تباہ حالی کی اطلاع سے میں رنج و غم میں ڈوب

[illegible] اور باقوں کا تو ذکر ہی کیا خود [illegible] زندگی نہ ہو گئی۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ تم نے ایک شہزادے اور بادشاہ زادے کی حیثیت سے اپنی [illegible] کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی سادہ لوحی سے اپنی جوانی [illegible] کچھ رحم نہ کھایا تم نے اپنی بیویوں اور بچوں کا بھی کچھ دھیان نہ لیا بلکہ انہیں ان درندہ صورت اور [illegible] سیرت [illegible] کے [illegible] گئے اور اب چوگان کے گیند کی طرح کبھی ابھرتے ہو کبھی گرتے [illegible] ہو

چونکہ اللہ تعالیٰ نے جو [illegible] کا [illegible] ہے تمام باتوں کے [illegible] گناہوں کے جو تم سے میرے [illegible] سرزد ہوئے ہیں مجھے [illegible] انہیں [illegible] ہی کیوں نہ ہو ماں باپ [illegible] اپنی آنکھوں کا [illegible] ہی سمجھتے ہیں۔

جو کچھ ہوا سو ہوا اگر ہمارے نصیب یاوری کریں اور تم [illegible] کے کسی مقام پر حاضر خدمت ہو جاؤ تو تمہاری خطاؤں [illegible] گناہوں [illegible] تمہیں ان الطاف [illegible] سے بہرہ [illegible] جائیگا جن کا تم اندازہ [illegible] نہیں کر سکتے [illegible] کا معاوضہ دیا جائیگا۔

اگرچہ ہماری نوازشات ہمارے حضور میں تمہاری حاضری پر [illegible] ہو یہ ضروری ہے کہ کم از کم ایک دفعہ حاضر ہو جاؤ تا کہ تمہاری [illegible] کا سردار تھا اور [illegible] کا ساتھ دیا اور اس کی امداد کی لیکن نتیجہ [illegible] تمہارا حامی ہو اور تمہیں راہ راست اختیار کرنے کی توفیق میسر آئے۔

بھنگ کی کاشت کی ممانعت

وزارت و رفعت مرتبت رحمت خاں محفوظ باشند :

مخفی نماند کہ چوں حکم جہاں مطاع عالم مطیع بصدور پیوستہ کہ در کل ممالک محروسہ [illegible] بھنگ [illegible] است نہ کارد و عوض آں اجناس دیگر کشت کار نماید۔ بنا براں نوشتہ می شود کہ آں وزارت پناہ بعد وصول ایں [illegible] تعلقہ دیوانی خود مقرر کند کہ ہر کدام از آنہا بکافۂ رعایا و برایا پرگنہ عملہ خویش قدغن تمام نمایند کہ اصلاً و قطعاً بھنگ نہ کارند و عوض آں دیگر اجناس بکشت و کار در آورند اگر احیاناً احدے از آنہا باوجود خلاف حکم ارفع بعمل آرد تنبیہ بلیغ نمائید تا دیگراں عبرت گرفتہ مرتکب ایں امر نشوند۔ واجب آنکہ اندریں باب از پیش گاہ سلطنت تا [illegible] قدغن تمام دانستہ بموجب ترسیم معلے بعمل آرند و نگہدارند کہ احدے خلاف آں نتواند کرد و ہر کس کہ دریں مادہ کوتاہی نماید و خواہد نمود تقصیر وار خواہد شد۔

دریں باب زیادہ چہ نوشتہ شود۔ غرہ رمضان یکہزار شصت و نہ ہجری مطابق سنہ آمد جلوس نوشتہ شدہ۔

رحمت خاں وزیر کے نام

وزارت اور بلندی کا مرتبہ رکھنے والے رحمت خاں سلامت رہیں۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ چونکہ یہ حکم جو تمام دنیا کی اطاعت کے قابل اور جہان کو مطیع بنانے والا صادر ہوا۔ کہ تمام ممالک محروسہ میں کوئی شخص بھی تمباکو جو نشہ آور ہے کاشت نہ کرے بلکہ اس کے عوض دوسری اجناس کی کاشت کرے لیکن پتہ چلا ہے کہ اب اس فرمان کے خلاف صوبہ احمد آباد اور سرکار کے پرگنات کے کروڑیوں اور اپنی جاگیرات سے متعلقہ جاگیرداروں کے ... لازم ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے متعلقہ پرگنوں میں ممانعت کو پوری طرح عمل میں لائے کہ کوئی تمباکو کاشت نہ کرے اور اس کی جگہ دوسری اجناس کی کاشت کریں ان میں سے کوئی بھی بلند مرتبہ حکم کی خلاف ورزی کرے تو اسے خوب سزا دی جائے تاکہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں اور ... لازم ہے کہ امیر وزیر اور عامی سبھی اسی معاملہ میں پوری پوری تاکید ... اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ کوئی ایک شخص بھی اس کی خلاف ورزی نہ کرے جو کوئی ایسا معاملہ کرتا ہے یا کرے گا وہ قصور وار قرار دیا جائے گا۔

اس باب میں زیادہ کیا لکھا جائے ... رمضان ۱۰۶۹ھ مطابق سال اول تخت نشینی

فرمان علی شان عاطفت بنیان در استمالت رعایا و کافۂ برایا گجرات :

آنکہ چوں ہمگی ہمت ... مصروف ... و تمامی نیت ... بر رفاہیت عامہ رعایا و کافۂ برایا کہ بدائع ودائع حضرت صمدیت اند مصروف است ... درین ایام مہجت انجام کہ زبدۃ الاقران ستی داس جوہری از پیشگاہ سلطنت و جہانداری دستوری ... بوطن خود یافتہ بود حکم شدہ کہ پس از رسیدن بہ آنجا جمیع بیوپاریاں و مہاجناں و عموم ساکنین و جمہور متوطنین آں دیار را از معدلت گستری و رعیت پروری ما کہ باعث نظام عالم و موجب انتظام بنی آدم است آگاہ گرداند تا ہمگناں بہ جمعیت خاطر و اطمینان باطن بجا و مکانِ خویش آباد بودہ بکسب و پیشہ خود اشتغال نمایند و بہ دعائے دوام دولت ابد مدت ازلی بنیاد مشغول باشند۔

می باید کہ متصدیان مال و استقبال مہمات و معاملات آنجا مشار الیہ را دریں خدمت گذار درگاہِ جہاں پناہ دانستہ لوازم حسن معاملت و لطف معاشرت بجا آرند و در امور مرجوعہ حسابی او امداد و اعانت کنند و مقرر سازند کہ احدے بے موجب مزاحم و معترض احوال موما الیہ و دیگر سکنۂ آنجا نگردد۔ دریں باب تاکید دانند و از خلاف حکم احتراز

اجتناب نمایند۔

بیست و یکم شهر ذیقعده ۱۱۰۸ھ هزار و شصت و هشت از هجرت مقدسه زینت نگارش یافت۔

نقل

[illegible]ب الحکم اقدس به مهر عمدة الملک مدار المهام اسد خان در با[illegible]

از قرار تاریخ پنجم شهر ربیع الاول بیست و پنجم جلوس [illegible] اقبال مانوس آنکه وزارت پناه [illegible]

محفوظ باشند۔

چوں اراده اقدس و خواهش مقدس آنست که گروه سعادت پژوه اهل اسلام باحسان و [illegible] باشند۔ پیش ازیں درباب عفو زکوة اموال آنها از روئے عنایت احکام در عاید [illegible] اشرف بشرف صدور پیوسته درینولا ابد بامع حقائق مجامع رسید که بعضے از مسلمین بنابر حطام دنیوی [illegible] زکوة به اموال خود مخلوط می گردانند و آنرا مال خود وا نموده از اخذ زکوة وا می رهانند [illegible] نقصان اموال بیت المال که حقوق مسلمین بآں متعلق است راه می یابد [illegible] آنها فرض است ادا نمی کنند و [illegible] آنها مشغول به این [illegible] می مانند۔ بدیں [illegible] اخذ زکوة [illegible] آنها است حکم جهاں مطاع واجب الاتباع شرف صدور یافت که [illegible] شرائط اخذ زکوة که مفصلاً در ضمن مرقوم گشته به اتفاق [illegible] زکوة [illegible] از مسلمین [illegible] تمام بکار برند که سوائے زکوة واجب کسے قلیل و کثیر از نقیر و قطمیر از آنها نستانند [illegible] مفتیان آنجا عمل نمایند که آں وزارت پناه در صوبه گجرات موافق حکم محکم مبرم [illegible] عمل آرند۔

شروط اخذ زکوة که در ضمن

حسب الحکم درج یافته اینکه

شروط اخذ زکوة آنست که حر۔ عاقل۔ بالغ به مال تجارت مالک خود که مقدار نصاب یعنی پنجاه و چهار روپیه و دوازده و نیم آنه باشد از جائے به جائے رود و بر عاشر بگذرد و آں مال تجارت فارغ باشد از حاجت اصلی و از دینی که بعد ادائے آں از آنچه در ملک او باشد قدر نصاب باقی بماند و یک سال بر آں مال یا بر مال دیگر بقدر نصاب که از جنس آں بود گذشته باشد۔

دیگر وکیل یا مملک برائے ادائے زکوة با مال تجارت بر عاشر بگذرد شروط اخذ زکوة متحقق گردد از و زکوة بگیرند۔ دیگر اگر عبد ماذون باشد که مولی برائے تجارت به او داده باشد بر عاشر بگذرد در ہر دو صورت بعد تحقیق شروط اخذ زکوة اگر مولی به او

[illegible] زکوة ازو باید گرفت والّا نباید گرفت۔

[illegible] مال شخصے در دست دیگرے بطریق مضاربت باشد و در آن ربح شود و حصه مضاربت از ربح نصاب باشد [illegible]

[illegible] زکوة [illegible] حصه مضاربت باید گرفت

[illegible] آن [illegible] است بعد ادائے آں از مال [illegible]

[illegible] زکوة این مال عاشر دیگر

[illegible] مضاربت [illegible] یا من اجیر صاحب مال

[illegible] حق [illegible] باید شد۔

[illegible] تجارت [illegible] [illegible] ادا داده ام یا زکوة این مال

[illegible] زکوة ازو باید گرفت۔

[illegible] است و خواهد که مال را وا نموده به

[illegible] موافق آن زکوة ازو بگیرد و اگر وا نکشودن

[illegible] مطابق آن زکوة ازو بگیرد۔

دیگر [illegible] مال تجارت [illegible] بعوض جنس دیگر برائے تجارت،

خریده‌اند و بقیه مال [illegible] دیگر [illegible] از جنس زکوة باید گرفت۔

تعین یافتن نقد زکوة در مکان فروخت

حکم اشرف [illegible] دیوان صوبه [illegible] یافت که چوں سابق عاشران زکوة اجناس در مکان خریداری می گرفتند و نقد نه می دادند بدیں والا مقرر سازند که در مکان خرید اجناس بجهت زکوة به تاجران مزاحم نشده بدون تشخیص قیمت و ملاحظه اجناس سربسته پارچه وغیره موافق بیجک [illegible] چهٹی روانه بمهر خود بدهند که هرجا تاجران متاع را بفروشند۔ عاشران آنجا محصول موافق ضابطه خواهند گرفت و از تاجران مچلکا گیرند که چهٹی ادائے زکوة بمهر عاشران مکان که چهٹی روانه شد برسانند و بدیں مضمون بجمیع دیوانیان صوبجات ممالک محروسه احکام صادر شد مخفی نماند که ضبط محصول در مکانِ فروخت بجهت این مقرر شد که جنس در آن مکان نسبت بمکانِ خرید بقیمت زیاده می شود و باعثِ افزائش محصول است لیکن چوں تاجران بعضے امتعه را در مکانے که ضبط محصول [illegible] نبوده می فروختند نقصان می شد۔ لهذا بار دگر حکم ضبط محصول در مکان خرید مقرر شد چنانچه در محلِ خود گذارش خواهد یافت۔

تعیین یافتهٔ جزیه بر اہل ذمه ممالک محروسه :

چوں ہمگی ہمت والا نہمت حضرت اقدس اعلیٰ بر تقویت دین مبین و رواج شرع متین مصروف و جمیع امور سلطنت و معاملات مالی و ملکی را در قالب شرعیه در آورده رائج مے گردانیدند ـ درین آوان ہمت آن حضرت اقتران علما و فضلا و حفاظ [illegible] پروری آنحضرت داشته و بیابُت اخذ جزیه از ذمیاں ممالک محروسه که به طریق شرعیت غرا و منہاج [illegible] است بعرض رسانیدند و مقدار و روش اخذ آنرا از کتب فقه فوقتا از نظر مبارک گذرانیدند ..

اول آنکه وضع کرده باشد جزیه ذمی کتابی و مجوسی و بت پرست عجمی نه بت پرست [illegible] مملوک مانده ـ و دست و پا بریده و نابینا و مجنون و معتوه و فقیر غیر معتمل

دوم ـ ہر سال دوازده درہم از فقیر و بیست و چہار درہم از متوسط و چہل و ہشت درہم از غنی باید [illegible] و دراہم باید پنج و بیست نقره بوزن سه توله و یک ماشه و سه سرخ و سه پنج ماشه باشد ـ و بیست و سه ماشه از فقیر ضعف [illegible] و ضعف آں از غنی ـ و متوسط و فقیر اختلاف است باید که موافق این تفسیر عمل نمایند ـ غنی آنست که در ملک [illegible] یا زیاده آں باشد و متوسط آنست که در ملک او زیاده از دو صد درہم [illegible] باشد و فقیر آنست که در ملک او [illegible] باشد از آنها باید گرفت و اگر در ملک او چیزے نباشد وقتے جزیه گرفته شود که [illegible] زیاده از قوت [illegible] از قوت او و قوت عیال او زیاده نباشد او چیزے نگیرند ..

چہارم ـــ باید که اخذ جزیه را از ذمی بایں وضع بگیرد که ذمی جزیه را خود گرفته بیاید و پیاده [illegible] ایستاده و آخذ دست خود بالائے دست ذمی نموده از دست او بدارد و بگوید [illegible] جزیه [illegible] و اگر بدست [illegible] بفرستد قبول نکند و آخر بسبب دید و وضع نکند ـ

پنجم ـ و بعد وضع جزیه از غنی طلب جزیه یک سال نمایند و متوسط و فقیر را اختیار دہند که ہر دو [illegible] جزیه سال تمام فی الحال یا به دو قسط بدہند و فقیر به چہار قسط بدہند ـ

ششم ـ ساقط می شود جزیه به اسلام و موت

ہفتم ـــ ذمی اگرچه اوّل سال بالغ شود پیش از وضع جزیه [illegible] ذمه یا بنده آنها آزاد شود یا [illegible] گردد یا مریض صحیح شود ـ قبل از وضع جزیه بر اہل ذمه ذمی صغیر بالغ شود یا بنده آزاد گردد [illegible] مریض صحت یابد بعد از وضع جزیه آں سال از آنها نباید گرفت ـ ـ

ہشتم ـــ اگر ذمی در بعضے سالِ غنی باشد و بعضے فقیر باید دید که اگر اکثرے سال فقیر باشد جزیه فقرا و ستانند و اگر

نصف سال غم و نصف دال فقیر [illegible] باید گرفت -

[illegible] گردی [illegible] باشد [illegible] از زیاده [illegible] باید گرفت -

شد کھی [illegible] عنایت اللہ خاں را بہ تحشیہ این کار تعویض نمودند - حکم اشرف اعلیٰ شرف صدور یافت

[illegible] مطابق شرع شریف بگیرند - عنایت اللہ خاں حسب الحکم

[illegible] تمام [illegible] جاری شد و قریب پنج لک روپیہ سال

[illegible] دہم روپیہ سال فی لک در بجم صد روپیہ بطریق

[illegible]

[illegible]

ایالت پناہ حق فراموش و دنیا پرست والی گولکنڈہ

اگرچہ اعمال [illegible] بیشمار اند کہ بشمار می آید - اولاً اختیار

ملک و حکومت [illegible] مشائخ و فضلا را منکوب و مغلوب ساختن و در رواج فسق و فجور

[illegible] بادہ پرستی [illegible] از انواع کبائر شب و روز مستغرق بودن بلکہ کفر از

اسلام و ظلم از عدل و فسق [illegible] اسرار مدزیدن و خود را در عدم اطاعت

[illegible] تاکید واقع شد - نزد خلق و خالق ملعون ساختن چنانچہ کہ کردیں

باب فرامین [illegible] آداب دال [illegible] گرفتہ [illegible] نکشیدن بلکہ دریں تازگی -

[illegible] بدکردار بعرض رسید [illegible] ہمہ غرور و بدمستی بادہ ناکامی نظر بہ افعال و زشتی اعمال خود نہ

نمودن و امید رستگاری در ہر دو جہاں نداشتن -

نہ ہے تصور بہ حل نہ ہے خیالِ محال

اگرچہ اس بد انجام کی بد اعمالیاں شمار سے باہر ہیں پھر بھی سو میں سے ایک اور زیادہ میں سے تھوڑے بیان کئے

جاتے ہیں -

اولاً اس نے اختیار سلطنت و حکومت بدبخت و ظالم کے ہاتھ میں دے دیا اور سیدوں بزرگوں اور ارباب

فضل کو ذلیل و مغلوب کیا - کثرت سے بدکاریوں کے رائج کرنے میں کھلم کھلا کوشش کی - حکومت کے نشہ اور دولت

کی مستی میں مختلف اقسام کے گناہائے کبیرہ میں مشغول ہوا - بلکہ اس نے کفر و اسلام - ظلم و انصاف اور گناہ و عبادات کو

فرق مٹادیا۔ وہ دارالحرب کے کفار کی امداد پر کمربستہ رہا اور امر و نواہی شرعیہ سے سرتابی کی۔ خصوصاً دارالحرب والوں کی امداد کی۔ جن کی مدد نہ کرنے کے بارے میں قرآن کریم کی صریح آیت موجود ہے اور اس نے اپنے آپ خدا اور بندوں کے رو برو ذلیل کیا۔ اس معاملہ میں کئی نصیحت آمیز فرامین مزاج دان اور واقف آداب لوگوں کی معرفت بھیجے گئے اس نے اپنے کانوں سے روئی نہ نکالی۔ بلکہ اس اثنا میں سنبھا جی کو دارالحرب ایک لاکھ ہون روانہ کیا گیا اس کے لئے اس قدر غرور اور شراب ناکامی سے بدمست ہوا۔ اپنے افعال اور بدکرداری پر نگاہ نہ ڈالتا اور وہ نوز جوانوں میں نجات کی امید رکھتا۔

زہے تصور باطل زہے خیال محال۔

فرمانِ عالمگیر بنام ابوالحسن ناظم بنارس :

مہر

اورنگ زیب شاہ غازی ابن صاحبقران ثانی — نشور لامع النور اورنگ زیب شاہ غازی

لایق العنایت والرحمت ابوالحسن بہ التفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چوں بہ مقتضائے مراحم ذاتی و مکارم جبلی ہمگی ہمت والا نہمت و تمامی نیت حق طویت ما بر رفاہیت جمہور انام و انتظام احوال طبقات خواص و عوام مصروف است و از روئے شرع شریف و ملت منیف مقرر چنیں است کہ دیر ہائے دیرین بر انداختہ نشود و بت کدہ تازہ بنا نیابد و دریں ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع و اعلیٰ رسیدہ کہ بعض مردم از راہ عنف تعدی بہ ہنود ساکنہ قصبہ بنارس و برخے امکنہ دیگر کہ بہ نواحی آں واقع است و جماعت برہمناں سدنہ آں محال کہ سدانت بتخانہائے قدیم آنجا بہ آنہا تعلق دارد۔ مزاحم و معترض می شوند و می خواہند کہ ایشاں را از سدانت آں کہ از مدت مدید بہ ایشاں تعلق است باز دارند و ایں معنی باعث پریشانی و تفرقہ حال ایں گروہ می گردد۔ لہذا حکم والا صادر می شود کہ بعد از ورود ایں منشور لامع النور مقرر کند کہ من بعد احدے بوجہ بے حساب تعرض و تشویش بہ احوال برہمناں و دیگر ہنود متوطنہ آں محال نرساند تا آنہا بدستور ایام پیش بجاء مقام خود بودہ بہ جمعیت خاطر بدعا بقائے دولت خدا داد ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند۔ دریں باب تاکید داند۔ بتاریخ ۱۵ شہر جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۹ھ نوشتہ شد۔ ۱۹۰۵ء میں ایک گھاٹیا برہمن نامی سنے اپنے مقدمہ میں حضرت عالم گیر کا یہ فرمان پیش کیا جو پشت ہا پشت سے اس کے خاندان کے قبضہ میں چلا آتا تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عالم گیر کو مندروں کے معاملہ میں بھی ہندوؤں کے حقوق اور ان کے پاس خاطر کا کس قدر خیال تھا۔ اگرچہ علماء وقت نے انہیں باور کرا دیا تھا کہ نئے مندر تعمیر نہیں ہونے چاہئیں اور نئے مندروں کی تعمیر کے لئے ہر حال عہد عالم گیری سے بہت پہلے اجازت کی ضرورت ہوتی تھی۔

ترجمہ

ابوالحسن جو عنایت اور مہربانی کے سزاوار ہیں شاہی نوازشوں کے امیدوار رہ کر معلوم کریں کہ چونکہ ذاتی مہربانیوں اور فطری عنایتوں کے باعث ہماری تمام بلند ہمت اور حق پسند نیت تمام مخلوق کی بھلائی اور خاص و عام لوگوں کے، گروہوں کے حالات کے انتظام میں مشغول ہے اور شرع شریف اور بزرگ مذہب کی رو سے یہ بات طے پائی ہے کہ پرانے مندروں کو منہدم نہ کیا جائے اور جدید مندر نہ بنائے جائیں۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود اس انصاف کے زمانے میں ہمارے بزرگ و برتر کانوں تک یہ بات پہنچی ہے کہ بعض لوگ ظلم و ستم کے طور پر قصبہ بنارس کے رہنے والے ہندوؤں اور کچھ اسی جگہ کے آس پاس کے لوگوں [illegible] ان نگہبان برہمنوں کی جماعت کے ساتھ کہ جن کے اس جگہ کے پرانے مندروں کی حفاظت سے [illegible] پیش آتے ہیں اور وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان برہمنوں کو اس نگہبانی سے جو کہ عرصہ دراز سے ان برہمنوں کی ذات سے وابستہ ہے ہٹا دیں۔ یہ حرکت ان برہمنوں کے گروہ کی پریشانی اور انتشار کا سبب ہوئی۔ لہذا حکم والا صادر ہوتا ہے کہ اس روشن اور منور حکم نامہ کے صادر ہونے کے بعد (ابوالحسن) اس بات کو لازم جانیں کہ آئندہ کوئی شخص بھی کسی طریق پر برہمنوں اور اس جگہ کے ہندو باشندوں کو نہ ستائے اور نہ ان کو پریشان کرے تاکہ وہ لوگ حسب دستور سابق اپنی جگہ پر قائم رہ کر اطمینان خاطر سے ہماری خداداد ازل سے قائم ہونے والی اور ابد تک قائم اور باقی رہنے والی سلطنت کے قائم رہنے کی دعا کرتے رہیں اس دعا کے بارے میں تاکید جانے۔ (۱۰ جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ)

فرمان :

اس وقت ایک فرمان والاشان صادر ہوا۔ ہر گاہ کہ مہاراجہ دھیراج رام سنگھ نے اس مقدس اور بارگاہ معلیٰ میں بیان کیا ہے کہ اس کے والد نے بنارس میں دریائے گنگا کے کنارے محلہ مادھو راسے میں جگونت گوسائیں کی رہائش کے لئے جو اس کا بھی گرو ہے ایک عالی شان مکان تعمیر کرایا اور چونکہ بعض اشخاص گوسائیں کو ہراساں کرتے ہیں لہذا بارگاہ شاہی سے حکم ہوتا ہے کہ ہمارے لامع النور کے صدور کے بعد ہمارے موجودہ اور آئندہ افسران یہ ہدایت جاری رکھتے ہیں کہ کوئی شخص کسی طرح گوسائیں موصوف سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے تاکہ وہ اطمینان خاطر کے ساتھ ہماری ازل سے قائم ہونے والی ابد مدت دولت خداداد کے تسلسل کے لئے حضور قلب سے دعا کرتے رہیں۔ اسے ضروری سمجھا جائے

(۱۷ ربیع الثانی ۱۰۹۱ھ)

اس مبارک وقت میں ایک فرمان صادر ہوا کہ دو قطعات اراضی جن کا رقبہ ۵۸۸۲ ذرع ہے (اور جو دریائے گنگا کے کنارے بنارس میں بینی مادھو گھاٹ پر واقع ہیں ان میں سے ایک قطعہ تو گوسائیں رام جیون کے گھر کے سامنے

صدر مرکزی جامع مسجد کی پشت پر اور دوسرا اس سے ذرا اوپر واقع ہے خالی پڑے ہیں اور ان پر کوئی عمارت موجود نہیں دو بیت المال کی ملک میں ہیں۔ دو قطعات گویا ایں نام جیون اور اس کے بیٹوں کو انعام کے طور پر دیے تاکہ ان قطعات پر مقدس پرہیزگاروں اور پاک فقیروں کے لئے ان پر رہائشی مکانات تعمیر کرنے کے بعد وہ ریاضت الٰہی میں مصروف اور اس دولت ابد مدت کے فیصل کے لئے دعا گزار رہیں اب ا جاتا ہے شاہزادہ عالی مرتبت وزیروں، امراء عالی مقام، افسران عظام داروغان اور موجودہ اور آئندہ کارکنوں پر لازم ہے وہ اس حکم کی مستقل اور مسلسل تعمیل کریں اور مذکورہ قطعات کو مذکورہ بالا شخص اور اس کی اولاد کے قبضہ میں نسل بہ نسل رہنے دیا جائے اور اسے تمام ٹیکس اور مطالبات حکومت سے مستثنیٰ سمجھا جائے اور ہر سال نئی سند کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

فرمان عطائے جاگیر بہ ماہ بانو

چوں بموجب فرمان عالی شان حضرت ... نور الدین جہانگیر بادشاہ ... پرگنہ ... صوبہ پنجاب در وجہ مدد معاش مسماۃ ماہ بانو وغیرہا مقرر بودہ دریں ولا مشار الیہا ... فرمان عالی شان ... حکم جہاں مطاع آفتاب شعاع گردوں ارتفاع شرف صدور یافت ... مذکور ... پرگنہ مذکور ... مثل ... در وجہ مدد معاش آنہا حسب الضمن مقرر باشد کہ حاصلات آن ... سال بہ سال ... خود نمودہ بہ دعا بقاء دولت روز افزوں مواظبت می نمودہ باشند۔ می باید کہ ... عمال ... حال و استقبال ... مراسم ... اراضی مذکور را بہ تصرف آنہا باز گذاشتہ اصلاً مطلقاً تغییر و تبدیل بدانہا راہ ندہند و بعلت مال و ... اخراجات مثل قلفہ و پیش کش و جریبانہ و ضابطانہ و محصلانہ و دہ نیمی و ... بیگار و شکار ... ضبط ہر سالہ بعد از ... چک و تکرار زراعت و کل تکالیف ... مطالبات سلطانی ... ہر سال مجدد طلب ند و اگر در محل دیگر چیزے داشتہ باشد آں را اعتبار نکنند۔ بتاریخ ... جلوس ... شد

فرمان عطائے جاگیر بنام شیر خان کوہاٹی :

دریں وقت فرمان عالی شان سعادت نشان شرف صدور یافت ... شجاعت و تہور دستگاہ شیر خان کوہاٹی بعرض معلیٰ رسید کہ ... آبا و اجداد ... ملک محال ... بالا ... بعلاقہ مضافات صوبہ دار الملک کابل کہ از قدیم الایام بہ آبا و اجداد او معمول ... بنام شجاعت نشان

[illegible] از ابتدای فصل ربیع امسال [illegible] بحال و مقرر نموده فرمان عالی شان بنام او صادر گشته که از حسن خدمت
و دولت شناسیه خود را به تقدیم خدمات [illegible] . عاملان سکنه آنجا را از حسن سلوک خود راضی مالوجهات و
[illegible] باشد که به فراخور خدمت بیش از
[illegible] استقبال این حکم والا استمرار
[illegible] بیست و
[illegible]

فرمان ابوالظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر پادشاه غازی بهادر

[illegible] زراعت خارج جمع
[illegible] معاش مسماة نیروز خاتون وغیرها
[illegible] افزون
[illegible] استقبال این حکم والا متمرد انصار اراضی
[illegible] مطلقا تغییر و تبدیل به احوال راه ندهند و بعلت مالوجهات و اخراجات
[illegible] و قانون گوئی
[illegible] تکرار زراعت [illegible] تکالیف [illegible] مطالبات [illegible] مزاحمت نرسانند و درین
باب [illegible] بتاریخ بیست و هفتم شهر صفر بازده
از جلوس [illegible] نوشته شد.

شرح [illegible] واقع بتاریخ [illegible] بیست و [illegible] شهر [illegible] موافق [illegible] صدر رفیع القدر رضوی
[illegible] جعفر خان [illegible] از جلوس ضبط سعادت جامعه
[illegible]

عالمگیر اور اس کے پنچاہ سالہ عہد کے اہم واقعات

۲۴ اکتوبر ۱۶۱۸ء	عالمگیر کی ولادت باسعادت جس کی تاریخ "آفتاب عالمتاب" قرار پائی
۲۸ مئی ۱۶۳۳ء	اورنگ زیب پندرہ برس کی عمر ہے۔ پہلے ہاتھی سے تن تنہا مقابلہ کرتا
ستمبر۔دسمبر ۱۶۳۵ء	اورنگ زیب بندیلہ کی جنگ میں کمان کرتا ہے۔
۸ مئی ۱۶۳۷ء	دو گوہر بیک عقد دوران کشیدہ
	اورنگ زیب کا عقد نکاح دلرس بانو بیگم سے ہوا
فروری ۱۶۴۵ء	اورنگ زیب صوبہ دار گجرات مقرر ہوتا ہے۔
مارچ ۱۶۴۸ء تا جولائی ۱۶۵۲ء	اورنگ زیب ملتان اور سندھ کی صوبہ داری پر فائز ہے۔
۱۴ مئی تا ۵ ستمبر ۱۶۴۹ء	قندھار کا پہلا محاصرہ
۲ مئی تا ۹ جولائی ۱۶۵۲ء	اورنگ زیب کا دوسرا محاصرہ قندھار
۱۶۵۲ء یا ۱۶۵۸ء	اورنگ زیب صوبہ دار دکن بار دوم
فروری ۱۶۵۸ء	اورنگ زیب دکن سے روانہ ہوتا ہے اور اسے حصول سلطنت کے لیے معرکہ آرائی کرنی پڑتی ہے۔
۱۴ فروری	شجاع بہادر پور میں سلیمان شکوہ سے شکست اٹھاتا ہے۔
۱۵ اپریل	جسونت سنگھ کو اورنگ زیب اور مراد کے ہاتھوں شکست ہوتی ہے
۲۹ مئی	دارا کو سموگڑھ پر اورنگ زیب کے ہاتھوں شکست ہوتی ہے۔ اور ہندوستان کی تاریخ میں ایک انقلاب رونما ہوتا ہے۔
۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء	عالمگیر تاج و تخت ہند کو زینت بخشتا ہے۔
۵ جون ۱۶۵۹ء	باقاعدہ جشن تاجپوشی
۳۰ اگست	دارا قتل ہوا

۱۰ نومبر	سیواجی نے دھوکہ سے افضل خان کو مار ڈالا
سنہ ۱۶۶۰ء	شجاع سے معرکہ آرائی جاری رہی وہ شکست پاکر اراکان میں گیا اور لاپتہ ہو گیا۔
سنہ ۱۶۶۱ء	مراد قید خانہ میں قتل ہوا
سنہ ۱۶۶۲ء	میر جملہ کا آسام پر حملہ فتح پائی اور ناکامی۔ سیواجی نے دکن کے ایک حصہ پر قبضہ کر کے ایک سلطنت قائم کر لی۔
۵ اپریل سنہ ۱۶۶۳ء	مرہٹے پونہ میں شائستہ خان پر شبخون مارتے ہیں۔
۱۰ مئی تا ۱۴ اگست	عالمگیر کی سیاحت کشمیر
۶ تا ۱۰ جنوری سنہ ۱۶۶۴ء	سیواجی سورت میں لوٹ مار کرتا ہے۔
سنہ ۱۶۶۵ء	سیواجی نے سلطنت مغلیہ کے خلاف بغاوت کی۔ راجہ جے سنگھ اس کی سرکوبی کو بھیجا گیا اس نے پورندھر فتح کر لیا۔
۲۲ جنوری سنہ ۱۶۶۶ء	شاہجہان نے رحلت فرمائی۔
۱۲ مئی "	سیواجی دربار عالمگیری میں حاضر ہوا
۱۹ اگست "	سیواجی کا فرار
مارچ سنہ ۱۶۶۷ء	پشاور میں یوسف زئی قبیلہ کی بغاوت
سنہ ۱۶۶۸ء	دربار میں گانا بجانا بند کیا گیا۔
سنہ ۱۶۷۰ء	سیواجی خاندیش اور دکن میں لوٹ مار مچاتا چوتھ لینے کا ڈول ڈالتا ہے۔
سنہ ۱۶۷۲ء	سیواجی سے معرکہ آرائیاں
۱۰ اکتوبر سنہ ۱۶۷۶ء	اسد خاں وزیر اعظم مقرر ہوتا ہے۔
سنہ ۱۶۷۷ء	دربار میں سادگی اختیار کی جاتی ہے۔ اور تکلفات ترک کئے جاتے ہیں
سنہ ۱۶۷۹ء	بادشاہ مارواڑ پر قبضہ کرتا ہے۔ اور اندر سنگھ کے حوالے کر دیتا ہے۔
۲ اپریل	ہندوؤں پر جزیہ لگایا جاتا ہے۔
۲۱ نومبر	سیواجی رن مست خاں کے ہاتھوں شکست کھاتا ہے۔

۴ اپریل سنہ ۱۶۸۰ء	سیوا جی نے وفات پائی۔
یکم جنوری سنہ ۱۶۸۱ء	شہزادہ اکبر نے بغاوت کی اور اپنے آپ کو بادشاہ بنایا۔
۱۶ " "	ناکامی میں بھاگا اور [illegible] پہنچا
سنہ ۱۶۸۶ء سنہ ۱۶۸۷ء	اورنگ زیب نے بیجاپور اور گولکنڈہ کی سلطنتیں شامل کر لئے۔
نومبر سنہ ۱۶۸۶ء	دو ماہ بیجاپور میں طاعون کی وبا پھیلی۔
تین مارچ سنہ ۱۶۸۹ء	سنبھاجی گرفتار ہو کر دربار میں پیش ہوا اور [illegible] قتل کیا گیا
سنہ ۱۶۹۲ء سنہ ۱۷۰۱ء	مرہٹوں سے بڑی لڑائیاں جنجی کی فتح مرہٹوں [illegible] اور مرہٹوں کی سلطنت کا خاتمہ۔
۲۰ جنوری سنہ ۱۷۰۶ء	بادشاہ احمد نگر پہنچا [illegible] سفر کا اعلان [illegible]
فروری سنہ ۱۷۰۷ء	بادشاہ نے کام بخش کو [illegible]
۲۰ فروری سنہ ۱۷۰۷ء	اورنگ زیب [illegible] جمعہ ابدی نیند سو گئے۔

ختم شد

(مطبوعہ اشرف پریس لاہور)

ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر پادشاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ

کا

مجموعۂ رقعات

مُلقّب بہ

رُقعاتِ عالمگیر

تصحیح

شیخ عطاءُ اللہ پرنسپل اسلامیہ کالج چنیوٹ

بتقریب سہ صد سالہ جشن جلوسِ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

مجلۂ "البصیر" میں شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد انشائے ثنائے بادشاہے کہ سلطنتش مصون از زوال و انتقال است و پیرایۂ املائے ستائش جہان پناہے
کہ حلقۂ بندگیش زینت گوش سرتاسر سلاطین عالمگیر اورنگ زیب ہمایوں فال برائے مہ انجلائے دانش وران
سخن رس و سخن وران صبح نفس پوشیدہ نماند کہ درین نسخہ موسوم بہ **رقعات عالمگیری** ملقب بکلمات طیبات کہ
مؤلف از رقائم کرائم بادشاہ دادگستر عدل پرور ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر بادشاہ ہندوستان
است انار اللہ برہانہ مہین پور خلافت و فرزند سعادت توام کنایہ از پادشاہزادۂ کلان سلطان محمد معظم المخاطب
بشاہ عالم بہادر است و در بعض جا سلطان محمد اعظم شاہ بہادر پادشاہزادۂ دیگر نیز بہ فرزند سعادت توام ملقب شدہ
و فرزند عالی جاہ خاصۂ القاب سلطان محمد اعظم شاہ بہادر است و برادر نامہربان عبارت است از داراشکوہ
برادر کلان آنحضرت و فرزندزادۂ عزیز و فرزندزادۂ بہادر ارادہ است از محمد معز الدین بہادر پسر کلان شاہ عالم بہادر
و محمد بیدار بخت بہادر مہین پور سلطان محمد اعظم شاہ بہادر و فرزندزادۂ عظیم القدر مراد از محمد عظیم الدین بہادر
پسر دوم شاہ عالم بہادر۔ و عمدۃ الملک مدار المہام و آن فدوی اشارہ است از اسد خان کہ بعد فوت
شائستہ خان بخطاب امیر الامرا سرفرازی یافتہ۔ و خان فیروز جنگ انتخاب است از خطاب غازی الدین خان
بہادر فیروز جنگ و نصرت جنگ اختصار القاب ذوالفقار خان بہادر نصرت جنگ و میرزا بخشی ایما است از
میرزا صدر الدین محمد خان صفوی و میر آتش از تربیت خان و حمید فقط اقتصار اسم حمید الدین خان بہادر

شروع در مقصد از رقعات موسومہ پادشاہزادۂ کلان سلطان محمد معظم شاہ عالم بہادر کردہ می آید۔

رقعہ ۱

مہین پور خلافت فرزندِ سعادت توام محمد معظم حفظہ اللہ تعالیٰ وسلّم

اعلیٰ حضرت فردوس منزلت بگرفتن ولایت بلخ و بدخشان و خراسان و ہرات ملک قدیم موروثی توجہ مُفرط داشتند و لشکرِ فوج بادشاہی بسر کردگی مراد بخش بہ آن صوب فرستادند۔ چنانچہ اکثر آن ولایت فتح ہم شد لیکن بسبب کم حوصلگی آن نامراد کہ بے طلب حضور بر خاستہ آمد و باستمالت اہالی و اکابر آن دیار نپرداخت ممالک مقبوضہ و مفتوحہ از دست رفت و محنت و زر ضائع گشت۔ این جاست کہ گفتہ اند: از پسر ناخلف دختر بہتر نظر باین توجیہہ کہ ع

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

این فانی را آرزو باقی است۔ تدبیرش غیر ازین کہ نبیرۂ آنحضرت را با فوجے شائستہ و سامان بائستہ بآن سمت بفرستیم۔ دیگر از ما چہ می آید۔ با وجود تاکیدات حضور شما ہنوز قندھار را نگرفتہ اید۔ تا باین مہم چہ رسد ظاہر اکار ما از شما نیست۔ عارف بجود پر سارف است۔ این نو دولے با وجود آفتاب سر کردہ است بدست آمد چہ و نیامد چہ۔ شما فکرِ خود کنید کہ درین جا ہم پشیمان چہ رُو خواہید نمود و در آن جا بحضرت عز شانہ و تعالیٰ و حضرت اعلیٰ۔

رقعہ ۲

فرزندِ سعادت توام محمد معظم حفظہ اللہ تعالیٰ وسلّم

از عرض بے غرضی ظاہر شد کہ امسال جشن نوروزے بطور اہلِ ایران بہ تکلف کردہ اند بفضل الٰہی عقاید خود درست دارند۔ این بدعتِ تازہ از کہ آموختہ اند۔ ظاہر اآن عرب کہ خود را سید مے گویاند ع

بدنام کنندۂ نکو نامے چند

تعلیم کردہ باشد۔ بہر حال چون این روز از اعیادِ مجوس است و بہ اعتقادِ کفارِ ہند روزِ جلوس بکر ماجیت لعین و مبداء تاریخ ہند من بعد عمل نباید و چنین جہالت منفعل نگراید بیت

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو   از شما یک تن نشد اسرار جو

استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔

رقعہ ۳

مہین پور سلطنت۔

عرضداشتے کہ نوشتہ بودند بمطالعہ درآمد۔ بخششی
برائے اضافۂ پسر چہار بیکرانی ہا را بسیار دوست مے دارند
مراتب خورد بزرگ امکان ندارد و طرفہ تر این کہ آن فرزند کہ خبر نمائی نو دندارند و بر پرداخت پسر از کجا یافتند۔ بر جلال ع
عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است
بہ پاسِ خاطر آن فرزند بطور دیگر رعایت کردہ خواہد شد۔

رقعہ ۴

مہین پور خلافت۔

بہ عرض رسید کہ آن فرزند نگاہ داشتِ سپاہ مے نمایند و نوکران ملتانی موجب نگاہ مے دارند۔ خاطر جمع
قندھار داشتہ باشند۔ خدا توفیق رفیق سازد۔ آیا استدعائے آمدن دار السلطنت لاہور کہ درین ولا کردہ اند موجب
آن معلوم نہ شد۔ پانصدی از منصب ناصر خاں کم کردیم۔ و در آن بیہودہ ئے مشیر از نوکری برطرف۔ ع
از ماست کہ بر ماست ہمہ فساد تاتی

رقعہ ۵

مہین پور خلافت۔

باوجود سلامتِ نفس فتح اللہ خاں را چرا ناخوش کردید۔ ما در ایام پادشاہزادگی بہ امرا ہیچو سلوک مے کردیم
کہ ہمہ راضی بودند و در حضور و غیبت بجوش دلی تعریف و توصیف ما مے کردند۔ بل با وصفِ اقتدار برادرِ نامہربان
بعضے ما ترکِ رفاقتِ او کردہ ملازمتِ ما اختیار کردند۔ و جمعے کہ بہ اشارۂ برادرِ نامہربان حرکاتِ ناملائم کردہ،
حرف ہائے بے ادبانہ بر زبان آوردند بہ تازیانۂ اغماض و تحمل متنبہ شدہ از سرِ انصاف اقرار بہ صاحب حوصلگی ما کردند
تا نقشِ سرداری و بہادری ما بر لوحِ خاطرِ اشرفِ اقدسِ اعلیٰ حضرت مرتسم گشت۔ و کار ہائے دست بستہ
بزورِ بازوئے این مورِ ضعیف صورت گرفت۔ شما مثل فتح اللہ خانی را رنجیدہ خاطر کردید۔ ہیچ سپاہی جگردار ہم کار

را که بکار عمدهٔ شما مے آمد شکسته دل نمودید۔ فرد

گر صد هزار لعل و گهر مے دہی چه سود　　　دل را شکسته‌ ‌نه که گوهر شکسته‌ای

خفی ما مخفی۔ حالا هم اگر دل جوئی کنید بهتر و برائے اصلاح کار مفید تر است۔ بیت

نصیحتے کنمت بشنو و بهانه مگیر　　　هر آنچه ناصح مشفق بگویدت بپذیر

پیشه [illegible] والسلام علی من اتبع الهدی

رقعه ۶

فرزند سعادت توام محمد معظم حفظه الله تعالی [illegible]

از نوشتهٔ فرزند معلوم شد که چهرهٔ زعفرانی بسر [illegible] هوائی در [illegible] دیوان مے نشینند این شریف چهل و

شش [illegible] نازم باین شیر دلش۔

رقعه

مهین پور خلافت

هم عنان از حضور رخصت یافت تا بلد رسیده آنچه بزبان او حواله شده ابلاغ نماید۔ از خود خبرم نیست

که کیستم و کجا می روم۔ دیده برین عاصی پر معاصی چه خواهد گذشت۔ حالا از همه رخصت مے شوم و همه را بخدا

مے سپارم۔ فرزندان نامدار کامگار را باید که مخالف نکنند۔ و مجوز کشت و خون خلق که بندهائے خداوند نشوند۔

آنچه بنظر می آید طرفه هنگامه بر پا شدنی است۔ ایزد منقلب القلوب توفیق حفاظت خلق الله که ودائع بدائع خالق

اند چراغ راه سالکان طریق ریاست و ملک داری کناد۔

رقعه ۸

بنام پادشاه زادهٔ محمد اعظم شاه بهادر۔

فرزند عالی جاه اسپ راهوار که این مرتبه برائے ما فرستاده اند از سواری آن خیلے خوشیم و یاد از غمخواری هائے

پدر پیر از آن فرزند جوان بخت می دهد۔ از کمال تحظظ بخوش خرام موسوم کرده شد۔ چون آن فرزند در تجویز نام

مطابق ہر چیز مہارت تام دارند براے ہر یکی از اسپان خاصہ ما کہ فہرست آن بقید رنگ و نسل مرسلۂ اختہ بیگی خواہد رسید تجویز کردہ بنویسند۔

رقعہ ۹

فرزندِ عالی جاہ۔

ڈالی انبہ مرسلہ آن فرزند بہ ذائقہ پدر پیر خوش گوار آمد۔ برائے نام انبہ گمنام استدعا نمودہ اند۔ چون آن فرزند جودت طبع دارند روادار تکلیف پدر پیر چرا مے شوند۔ بہر حالی رسد حارس و رسنا ملاس نامیدہ شد۔

رقعہ ۱۰

فرزندِ عالی جاہ۔

مزۂ کھچڑی بریانی شما در زمستان بیاد مے آید۔ الحق کہ تیرلی اسلام خان بہ آن نمی رسد مے۔ نوشتم کہ سلیمان بریانی پزرا از شما بگیرم اما شفقت پدری اقتضا نہ کرد۔ اگر از شاگردان او کسی مہارت این فن داشتہ باشد طلبیدہ آید۔ والّا خوشا روزے کہ بیایند و بخورند و بخورانند۔ بیت

خوشا وقتے و خرم روزگارے ۔۔۔ کہ یارے برخورد از وصلِ یارے

بیت ۔۔۔ ہوس از سرم یک سر مو نرفت ۔۔۔ سیاہی ز مو رفت از رو نرفت

رقعہ ۱۱

فرزندِ عالی جاہ۔

الحمد للہ کہ فرزند زادۂ بہادر خوب بر آید و کار دولتش ترقی رو بہ دارد۔ حالا از تربیت والاجاہ غافل نباید بود۔ صوبہ مالوہ در صورت اقبال مہم سیتنی و تنبیہ جاٹان بنام فرزند زادۂ بہادر بحال خواہد ماند۔ فرمان صادر شد کہ از راجپوتان عمدہ راجہ بشن سنگھ کچھواہہ را ہمراہ خود دارد۔ و توپ خانہ وغیرہ اسباب حرب مطلوبۂ این مہم از قلعہ دار اکبر آباد بگیرد۔ و والد جد گوار را آن روئے نربدہ دیدہ براہ راست باسلام آباد عرف متھرا برسد۔

رقعہ ۱۲

فرزند سعادت توام عالی جاہ من

اعلیٰ حضرت مے فرمودند کہ شکار کار بے کاران است۔ انسان اگر بامور عقبیٰ نتواند پرداخت ساختگی کارہائے
دنیا چہ بدست کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ واقع شدہ۔ خود بدولت بنفس نفیس چہار گھڑی آخر شب از خوابگاہ برآمدہ
بہ آبشار توفیق وضو کردہ بہ اوراد و وظائف مے پرداختند۔ و پیش از صبح صادق بعد بانگ صلوٰۃ با جماعت فضلاء
نماز صبح ادا کردہ بجھروکہ درشن تشریف می آوردند و درشنیان را بسعادت دیدار فیض آثار نواختہ بعد برآمدن چہار گھڑی
روز دیوان عام می فرمودند۔ دران مجلس جمیع منصب داران حضور کل با مجرا یافتہ دیوان اعلیٰ و میر بخشی تجویز اہل خدمات
وحقائق تنخواہ زیادات و بانقشانی۔ عاملان و فوجداران و امینان و کروریان صوبجات بعرض رسانیدہ دامن
امید ہر کدام بانجاح مرام پُر ساختہ دل دہی دیگران مے نمودند۔ و بعد ملاحظۂ معتاد اسپان و فیلان خاصہ یک پاس
و دو گھڑی روز برآمدہ از دیوان عام بہ دیوان خاص رونق مے بخشیدند۔ دران مقام بخشیان عظام احوال نو سرفرازان
منصب معروض نمودہ حکم عرض مکرر و نظر ثانی حاصل مے کردند۔ و انتخاب وقائع و سوانح ہر صوبہ عرض کردہ
فراخور ہر مقدمہ صدور احکام و فرامین را حکم ناطق مے گرفتند۔ تا قریب دوپہر ایں معاملات درپیش مے بود۔
من بعد بہ رغبت طعام خاصہ کہ تاکیداً از وجہ حلال مرتب مے شد متوجہ شدہ برائے تقویت تن و قوت عبادت
و دادگستری بہ قدر سد رمق نوش جان فرمودہ و خبر اکل و شرب وظیفہ خواران و راتبہ داران کہ اکثری ازاں علماء و
فضلاء و طلبۂ علم و مساکین و غرباء و یتیمان و بیکسان و بیماران بودند و بسیارے را ازآنہا در نظر کیمیا اثر
روشناس مے داشتند استفسار نمودہ در خوابگاہ خاص تشریف بردہ ساعتے با دل بیدار قیلولہ کردہ بعد انقضائے
دو پاس و چہار گھڑی روز از خوابگاہ برآمدہ وضو کردہ در نماز خانہ بہ تلاوت قرآن مجید مشغول مے شدند۔ پس از
ادائے نماز ظہر اوراد بر لب و تسبیح در دست در اسد برج آمدہ مے نشستند۔ دیوان اعلیٰ درآنجا حاضر شدہ بہ عرض و
معروض مطالب مالی و ملکی پرداختہ اکثر کاغذہا بہ دستخط انور مے رسانید و چہار گھڑی روز ماندہ باز دیوان عام مے فرمودند
دریں وقت بخشی و دیوان تن نو سرفرازان منصب و طلب داران جاگیر را از نظر انور مے گذرانیدند۔ و آنحضرت بغور
تمام تفتیش احوال حسب و نسب جوہر ذاتی و کاردانی ہر کدام فرمودہ برائے تشخیص منصب و تنخواہ جاگیر حکم مے فرمودند
و بعد شام از دیوان عام برخاستہ نماز مغرب خواندہ در خلوت کدۂ خاص تشریف مے بردند۔ و دراں جا متور خاں

شیرین زبان وقصه خوانانِ فصیح بیان وقوالانِ خوش الحان وسیّاحانِ عرصهٔ جهان حاضر مے شدند۔ ندرون پردهٔ سوال دبیرمان مذکور هریک موافقِ رغبتِ طبع شرف واعلیٰ احوال اسلاف از بزرگان وپادشاهان عجائب وغرائب دیار وامصار به عرض مے رسانیدند۔ خلاصه آنحضرت تا نصف اللیل اوقاتِ شبا روزے خود را به این قسم تقسیم فرموده وادِ زندگانی وفرمانروائی مے دادند۔ چون شفقت پدری درحق آن فرزند قلبی ست نه قلبی۔ لهذا در نوشتن و اطلاع دادن هر آنچه خوب باشد دیر آن فرزند ارجمند زیبنده بود بے اختیاریم۔ درین وقت آنچه بیاد آمد بزبان قلم دادیم معاف دارند۔

رقعه ۱۳

فرزند عالی جاه محمد اعظم حفظهُ الله تعالیٰ وسلّم

ظاهرا در سواری نیمے جلد وتند مے روند۔ چنانچه بید سائبان بر داراِ ایشان زبان افتاد وزندگی را جواب داد متّرتے در حضور بے حضور مانده طریق سواری دیده اند چرا خلاف آن پسندیده اند۔ فرد

آهسته خرام بلکه مخرام زیر قدمت هزار جان است

رقعه ۱۴

فرزند سعادت توام محمد اعظم حفظهُ الله تعالیٰ وسلّم

حسن بیگ دیوان کارچکله کوڑا برعایت خاطر افضل اجمل معزول نه شده ورعایاے آن جا وادیلا وارند و سر بنگ مے زنند ومے گویند ع

اگر تو مے نه دهی داد روز داد ے هست

محاسبانِ حقیقی ظلم عمّال بنام ما وشما مے نویسند۔ جزائے اعمالِ حق دانسته باحوال سکنهٔ آن جا دارسند۔ والّا جاگیر تغیّر خواهد شد وعوض نخواهند یافت۔

رقعه ۱۵

فرزند عالی جاه۔

آنچه معلوم مے شود مصطفیٰ قلی بیگ دیوانِ خاص آن فرزند کارها بجز رسی سرانجام مے دهد غنیمت است۔

اضافۂ منصب وخطاب خانی اگر بنویسند داده آید۔ آدم خوب مثل طلای بخش است۔ بیت

آنچه پرجستیم کم دیدیم بسیار است و نیست　　　نیست جز انسان درین عالم که بسیار است و نیست

روز ... سعد اللہ خان مرحوم بعد فارغ از اوراد و وظائف تادیبی دست بہ دعا برداشتہ بود۔ یکے از ندمائے گستاخ پرسید ... مدام آرزو باقی است ... آدم خوب۔ الحق حرف خوب ... ہر چند جوہر دیانت و امانت در خلقت انسانی جبلی است۔ بہر کہ حق تعالیٰ کرامت کردہ باشد۔ اما ہمت و اضافت آقا ... دخلی است کہ نوکر را مرفہ الحال از وجہ معاش مقدار احوال فارغ البال دارد تا عنہ و دیانت عالم تعلق خلل انداز اعتقاد او نشود۔ ع

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

رقعہ ۱۶

فرزند عالی جاہ

برائے نصرت ... التماس ماہی مراتب کردہ اند اگرچہ ضابطہ نیست کہ بکمتر از شش ہزاری مرحمت شود لیکن چون دو کا ... دست بستہ از بہت او ... پاس خاطر آن فرزند علاوہ آن ... دادیم۔ از ہمان ماہی مراتب ہا کہ از انجا آوردہ یکے بگیرد و شکر این موہبت عظمیٰ کہ مافوق مرتبہ اوست بجا آرد۔

رقعہ ۱۷

فرزند عالی جاہ۔

میر خان متصدی محالات حصۂ سپاہ آن فرزند پرگنۂ سکرہ را واگذاشت نمودہ۔ عوض آن محال دیگر مے خواہد در حضور قلت تنخواہ وکثرت طلب داران است۔ ازین جا گوشت واستخوان آنچہ بود برابر قسمت یافتہ۔ عوض یافتن ممکن نیست۔ بنویسند کہ نوفیر محال دیگر برآوردہ از ہمان جا بدہد۔

رقعہ ۱۸

فرزند سعادت توام محمد اعظم حفظہ اللہ تعالیٰ وسلّم

از وقائع صوبۂ مالوہ بعرض رسید کہ مہا رسنگھ کوربا طن کہ از کمال نخوت و پندار مایۂ شور و فساد شدہ معہد ... کرانی

...ک چند پیش دست دیوان آن فرزند ارجمند اقبال پیوند گشته شد و بمنصب واصل گشت۔ الحمدلله
...عالی۔ بیت

اے خدا قربان احسانت شوم　　این چہ احسان است قربانت شوم

فی الحقیقت ظہور این از نتیجہ فیض تربیت آن فرزند است کہ نوکران را دل دادہ سرگرم کار ہائے عمدہ بادشاہی میکنند باین توجیہ کہ تہنیت خالی برزبان نباید۔ مالائے مروارید قیمتی پنجاہ ہزار روپیہ برائے آن فرزند مرحمت نمودیم و چون این ہندو ہمان مثل راست آوردہ کہ گویا کنجشک مردانہ بازی را زدہ او را بمنصب بلندی ذات و دو صد سوار و خطاب رائے و عطائے خلعت و شمشیر و اسپ سربلندی بخشیدیم۔ آن فرزند ہم رعایتی درخور کہ موجب امتیاز در اقران و امثال تواند بود۔ البتہ مع نشان تحسین و آفرین و استقلال نیابت صوبہ بلا سبقت نوکران دیگر ابواب حسن خدمت را امید نتیجہ افزاید۔

رقعہ ۱۹

فرزند عالی جاہ سلمہ اللہ

فوجداری سورٹھہ از فتح جنگ خان بابی تغیر کردن و بہ برادر رو غر دیوان خانہ خود دادن شیشہ درست را بدست خود شکستن است۔ قوم بابی در صوبہ گجرات از مدت ہا موقر و اہم و رسم سپاہ گری دارند۔ فوجداری ہائے آن صوبہ غیر ازین ہا بہ دیگران دادن دور از عقل است۔ سورٹھہ جائے سخت است ... خان پسر ... دردی خان و صف شکن خان وغیرہ پنج ہزاریان فوجدار آنجا بودہ اند بانہ عہدہ بند و بست آنجا برآمدہ اند۔ اگر متصدیان آن فرزند بر نقشہ عمل شجاعت خان مرحوم راہ روند خوب است، و الا این صوبہ گجرات است۔ خدا نخواستہ اگر بر سر رشتہ عمل یک دو جا برہم خورد تدارک آن بہ طول خواہد کشید بیشتر مختار ند۔ بیت

من نہ گویم کہ این مکن آن کن　　مصلحت بین و کار آسان کن

العاقبۃ بالعافیۃ۔

رقعہ ۲۰

فرزند عالی جاہ

باظہار جاسوسان معلوم شد کہ شاہراہ از بہادرپور تا خجستہ بنیاد خالی از متغلبہ نیست قطاع الطریقان

اہل بیوپاریان ومسافرین بغارت می برند ومترددین بامنیت نے توانند آمد ورفت نمود۔ ہرگاہ ...
وشما ایں عمال بودہ باشند ... بہ عمال طرق دور دست معلوم مے شود کہ سپاہیان اخبار معتبر آن فرزند نے رسانند
ازاں جا کہ غفلت و بے پروائی خلاف طریق ریاست و جہانبانی است کاتبان جدید بہ تجدید تعیین نمایند و عملہ
... تعیین ... نمایند و فوجے متعین فرمایند کہ استیصال مفسدان از بیخ و بن کردہ شاہراہ از شر جماعت
جرامیان پاک سازند ... عملی تاکیے گاہ توان کرد۔ بیت

... اے دوست بے خبر در ہمہ باشی زود باش

والدعا

رقعہ ۲۱

فرزند ... عالی جاہ

... ہم نے ... پیش کش آوردہ بودند۔ ودین ... بہ نظر گذشت ... آن فرزند ... شکر ہر دو عطیہ بجا آرند و در ارسال ڈالی انبہ بخلاف ... کوشند

رقعہ ۲۲

فرزند عالی جاہ

یاد داریم کہ روزی بخدمت میاں عبد اللطیف قدس سرہ الشریف رفتیم و در اثنائے کلام گفتیم کہ اگر اجازت باشد چندہ از مضافات ... برائے مصارف خانقاہ نذر کردہ شود۔ ایں دو مصرعہ بر زبان صدق ترجمان راندند۔ بیت

شہ ... دہد ... منت نہد ... رزق ما رزق بے منت دہد

گفتیم ہمچنین است ... تقدیم خدمت فقراء اہل اللہ برائے خیر و برکت دنیوی و عافیت خود و حصول دعائے مزید نعمت و دولت است۔ نہ برائے آز و منت۔ گفتند اگر فی الحقیقت از تقدیم ارادہ باطن نیت خیر است نصف غلات از حصہ رعایا بگیرند۔ بلکہ مظلومان محنت کش زیادہ ازاں بگذارند۔ وادرار وظیفہ برائے گوشہ نشینان متوکل کہ زبان سوال بستہ در بیابان ہا و زوایائے ویران مسکن دارند مقرر سازند۔ و بداد مظلومان نوعے برسند کہ حق کسے تلف نہ شود۔ و دست اقربا از حال ضعفا کوتاہ باشد۔ افزونی دولت و نعمت مشاہدہ نمایند۔ بتقریب نالش ...

این نقل بیاد آمد که بی اختیار بآن فرزند قلمی شد. والدعاء.

رقعه ۲۳

فرزندِ عالی جاه

داروغهٔ توپ خانه و دیوان خانه را فوجدار ... احمد آباد کرده اند و او تهانه جات بخویشان و قرابتیان مردم‌خوار سپرده مستغیثان بحمایت داروغه نکو بدلالت آن فرزند ... یابند و جمعی مال مردم خوار و باشی ... شده خلق الله را ایذا می دهند. حیرانم که در وقت جزای اعمال چه جواب خواهیم داد. حق سبحانه و تعالی عادل است. اگر ظالم را کارفرما کنیم هر عذابی که از ظالم بمظلوم رسد بر ما آید. عدل است و بر آن مزد داریم که ظالم را زور دادن و به داد دادخواه نرسیدن در معنی خود مجوز ظلم بودن است. بیت

گندم از گندم بروید جو ز جو   از مکافات عمل غافل مشو

رقعه ۲۴

فرزندِ عالی جاه.

مثلِ زاهده بانو ضعیفهٔ بیچاره تا کی بحال تباه و محروم خواهد بود. بر باد شما حقی دارد. نوابهائش آنچه کردند نتیجهٔ آن دیدند متلفِ حق به هیچ حال نباید بود. یاد داشته باشند که وقتی که فیلِ فتح جنگ خان بر آن فرزند حمله آورد میر بدهو چه کارِ رستمانه کرد فیل را از شوخی باز داشت و خلعتِ عنایتِ ما گرفت که حق خانه زادی بجا آوردم. مزد چرا بگیرم. برائے خدا خاطرِ ما سینه را از کینهٔ دیرینه پردازند. و آن ضعیفه را که غیر شما دیگری ندارد مشمولِ عواطف سازند. بیت

قدیمان خود را بیفزائے قدر   که هرگز نیاید ز پرورده غدر

رقعه ۲۵

فرزند عالی جاه.

نوشتهٔ اعتماد خان وحی نیست که خواهی نخواهی بر آن عمل کرده شود. بعد تحقیق آنچه لازم است حکم کرده خواهد شد.

رقعہ ۲۶

فرزند عالی جاه۔

روزے سعدالله خان در حضور دیر آمد اعلیٰ حضرت سبب پرسیدند۔ عرض کرد که فقرهٔ چند در بیاضے بنظر آمده بود نقل برمے داشتم تا بعرض رسانم۔

(۱) قیام بنیان سلطنت بعدالت
(۲) افزائش ملک و مال از شجاعت و سخاوت
(۳) صحبت داشتن با علما و فضلا و محترز بودن از ارتکاب جهلا نشانِ عقل است۔
(۴) غافل نبودن بغفلت و غافل ماندن در غایت ... مقصر نه بودن در امور دنیوی از تدبیر راضی و شاکر ماندن بر تقدیر۔
(۵) دیرپائی خاندان از ترحم نمودن بر یتیمان و ممتنع نه شدن خود از کام روائی محتاجان۔
(۶) انصرام امور ملکی بصلاح و صواب دید وزراء۔
(۷) مظفر و منصور بودن به استمداد همت فقرا
(۸) تندرست ماندن زیست از اثر درد دردمندان۔
(۹) امید رحمت داشتن از جناب حق بعفو جرائم مجرمان۔

آنحضرت خیلے محظوظ شده بوسه بر پیشانیِ شان مبرور دادند۔ و آخر روز چند تهان محمودی زردوزی یکرنگ بخان مذکور مرحمت فرمودند۔ خواستیم که تذکره متذکره نیاشیم۔ بآن فرزند دلبند هم نوشتیم۔ توفیق عمل بهمگنان رفیق باد۔

رقعہ ۲۷

فرزندِ سعادت توام محمد اعظم حفظه الله تعالیٰ وسلّم

ظاهر الپیر ناظر دیوان خانهٔ آن فرزند عالی جاه در نقار خانه قمار مے بازد حیف صد حیف۔ باوصف دعوی جهان بانی این همه غفلت و نسیانی۔ هرکاره ها چه شد که خبر نمی رسانند یا رفروشی خواهد بود۔ کاتبانِ جدید مقرر سازند و تهدید کنند۔

رقعہ ۲۸

فرزند عالی جاہ۔

ظاہرا ایشان یک ماہ طرف دریائے نل در صید کلنگ بسر بُردند۔ اگرچہ شکار شغلے است کہ ہم تماشا و ہم لذت غذا می دہد۔ اما صورت فراغ از سرانجام امور متعلقہ کہ بمنزلۂ فرائض توان گفت خوش نما و خوش آیندہ تر است۔ خصوصاً اولئے حقوق ریاست کہ شرعاً و عرفاً واجب آمدہ۔ و خبر بازپرس آن از احادیث معتبرہ و تواریخ مشہورہ وغیرہ کتب بسیر یافتہ مے شود۔ بر جمیع کارہا مقدم باید دانست۔ شمارا از تمشیت امور یک صوبہ اگر اطمینانی حاصل شدہ باشد بہ تنظیم و تنسیق معاملات متعلقہ خان جہان و عاقل خان و شجاعت خان و محمد بیگ چرا نمے پردازید۔ شمارا ذوق صید افگنی و مارا شوق قلاع شکنی و خرس بچگان را گرفتنی۔ مہمات معاش کجا و معاد کو۔ بیت

ہر یکے ناصح برائے دیگران ناصح خود یافتم کم در جہان

عمر بہ بطالت مے گزرد کارے از دست نمے آید۔ فردا خدارا جواب باید داد ع

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما

رقعہ ۲۹

فرزند عالی جاہ

اگرچہ آن فرزند جوان مشتاق پدر پیر نیستند اما پدر پیر پُر مشتاق پسر جوان است۔ ع

بیا و از دلِ ما کوہ ہائے غم بردار

رقعہ ۳۰

فرزند عالی جاہ

محمد انور سوداگر بہ تصدیت بنا در اصلاً مناسبت ندارد۔ و این معنی بہمان مے ماند کہ دزد را پاسبان کردن۔ با کمال فہم و ذکا و طبع رسا چنین تجربے جا آیندہ بعمل نیاید

رقعه ۳۱

فرزند عالی جاه

قصبهٔ دوحد از مضافاتِ صوبهٔ گجرات مولد این عاصی پُر معاصی ست۔ رعایت سکنهٔ آنجا واجب دانند۔ و پیرمنجی را که از مدت فوجدار آنجاست مستمال و بحال دارند۔ و حرفِ مریضان غرض که فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللهُ مَرَضًا در شانِ آنها است بحق او نه شنوند۔ فرد

عنایت بر ضعیفان گوشهٔ چشم دگر دارد بهر کوچک خود لطف دیگر هست شاهان را

رقعه ۳۲

فرزند عالی جاه

محمد بیگ از نوکرانِ آن فرزند عالی جاه که در فرقهٔ ضالهٔ غنیم لئیم رفته۔ مے گویند که از قبیلهٔ معتمد خان دیوان دکن و دیوان و بخشی تن ایشان بوده است بے شبه آن قدیم را مقربانِ جدید در نظرِ شما نخواستند دید۔ آن رفته گذشته را طلبند و پیش ما به فرستند۔ کالائے بد بریش خاوند و الا بنویسند که بعد اطلاع احوالش مے تواں طلبید۔

رقعه ۳۳

فرزند عالی جاه۔

هنوز استخوانِ شجاعت خان محمد بیگ نه پوسیده و حقوقِ خدمتِ او محو نگردیده۔ ورثهٔ او همین دو داماد و یک متبنّٰی اند۔ باندک تقصیر که صدق و بطلان آن اَلْعِلْمُ عِنْدَ اللهِ چرا از نان می اندازند و بنام هندو از تغییر مسلمان مرضی بتجویز غیر مرضی مے نمایند۔

رقعه ۳۴

فرزند عالی جاه

مندسور عمده ترین محالِ صوبهٔ مالوه در جاگیر ایشان مرحمت شده سابق سربلند خان و حسن علی خان و کم منصبان

نوازش خان یعنی فوجدار آنجا بوده اند۔ آن نور الابصار عامل کار آگاه امانت دست گاه شجاعت پناه آنجا
پیوستند روزے بحضور اعلیٰ حضرت مذکور شد که رونق خانه و افزائش مال و آبادی محالات جاگیر سعد الله خان بعهد النبی
جیلان خان موصوف کرده۔ خودش مصروف بجان و دل در امور سرکار والاست۔ وقتے کنایةً با خان مذکور فرمودند
که شنیده ایم که شما سنگ پارس دارید از نظر بگذرانید۔ عرض کرد که فلانے را بصورت انسانی و وصف نه افشانی
مادیم۔ آنحضرت الحمد لله خوانده بر زبان قدر فشاں آوردند که باین وصف خود شما را هم موصوف مے دانیم۔ او را از شما
در تمانی داشتیم۔ آدم هوشیار امانت دار خدا ترس، آبادان کار کمیاب۔ بیت

آنچه ما جستیم کم دیدیم بسیار است و نیست ... نیست جز آدم درین عالم که بسیار است و نیست

خان مذکور آداب بجا آورد۔

رقعه ۳۵

فرزند عالی جاه

شغل و عمل عامل محال جاگیر آن عالی جاه از فرد مرسله سوانح نگار ظاهر مے گردد غفلت از روز بروز چرا۔ ع

داد داد از دست غفلت داد داد

رقعه ۳۶

فرزند عالی جاه

ما شما را خوش بتجویز و خوش تمیز در همه چیز مے دانیم۔ ع

چشم بد دور رخ خوب ترا خدا حافظ

محمد بیگ خان را تغییر کردن و شیر انداز خان را فوجداری سورٹھ دادن۔ عجب عجب۔ خواتم امور از شخصیت و شعور
آدمی بہمت ظهور وارد۔ ع

سیمائے آدم آئینهٔ حال باطن است

این جا پنج ہزاریاں سپاہی منش مثل قطب الدین خان بوده اند۔ اگر شما سید کمال و سید مراد که دران صوبه فی الجمله
فوج و معتبر اند تعین مے کردید مضائقه نه بود۔ بهر تقدیر فوجداری سرکار مذکور مع محالات معموله آن بجاگیر ایشان مرحمت

شده اند ذکر این فدویت نشان خود هر که لائق دانند بر گمارند۔ امان الله بیگ و بهادر بیگ شروانی که منصب داران خود ملا ابصار اختیار کنند ظاهر احتمال این کار توانند شد۔ دیانت داری و واقف حالی جزو اعظم نظم معاملات ملکی و مالی است۔ ضائع کاران مطلب جو موجود و خوش کرداران راست گو مفقود۔ حضرت عرش آشیانی که ذکر این خوب داشتند از همین جهت فتوحات متواتره و مهمات متکاثره مے فرمودند۔ اما در عصر اعلیٰ حضرت بنده‌های نادان بیان بسیار و عاملان ناآموده کار و دفترداران هوشیار بسیار پیش مے آمدند و با این همه بذات قدسی صفات نسق و فتق معاملات تعلق خاطر و توجه باطن و ظاهر مے فرمودند۔ یاد دارم در هنگامے که اعلیٰ حضرت مراد بخش را بجهت تسخیر ولایت قدیم بجانب بلخ مرخص فرمودند دیوان فوج مطلوب بود در حالت تجویز بیست کس از اهل کار به کار بهم رسیدند۔ حالا یک کس برائے دیوانی بنگاله که به حلیهٔ راستی و کاردانی آراسته باشد مے خواهیم دریافته نمے شود۔ از نایابی آدم کار آه آه۔

رقعه ۳۷

فرزند عالی جاه۔

ایشان که نیت بخیر دارند با وصف این از عمل ظلمه و مکافات نمودن آن فرقهٔ ضاله چرا غافل مے باشند۔ و بابهٔ حاجی پور و مین پور و دیگر تهانه جات فوجداری که هر روز دار و گیر و جور خطیر مے شود و از ٹیڑ گنج و قرب لشکر کولیان راه مے زنند و سکنهٔ شهر و مسافران غریب را لبسته مے برند امان الله بیگ داروغهٔ توپ خانه و دیوان خانه را فوجدار نواح کرده اند۔ و او تهانه جات به خویشان خائن و مردار خوار سپرده۔ مظلومان بر حمایت او و پیش آن فرزند نمے آیند مرا لقب یاد نمود حیف صد حیف۔ وقت چون سیف مے گزرد۔ و طعن ابنائے دنیا و خوف ایزد جل و علا از خاطر مے رود۔ فوجداری به یکے از گجراتیان مثل معتمد خان ثانی و پسران بهلول شروانی باید داد۔ که در عمل شجاعت خان نیک نام بوده اند۔ و با سکان شهر نار ست دارند۔ و انشگاف مے گویم که در دار الجزا به حمایت و غفلت از احوال عمال ماخوذ خواهیم شد۔ واقعه نگار و هرکاره‌هائے معتبر و محتاط در محال بگذارند مدد زمتو اعمال حکام بخوانند و به وقت به تلافی آن پردازند۔ فرد

چو پرسش کنم روز حشر خواهد شد ۔۔۔ ستمگاران گناهان خلق پاره کنند

رقعہ ۳۸

فرزند عالی جاه۔

قاضی عبداللہ برحمتِ حق پیوست۔ مارا و خلق اللہ را ازین خدمت خوشنود داشتہ بود۔ از احوال پسرانش اطلاع نداریم۔ عبدالمجید خان پسر کلانِ او چندے قاضی رکاب الیشان بود، جوہر فضیلت و بے غرضی و صلاح اگر وارد بنویسند۔ امرے خطیر تر از قضا نیست کہ بندہ ہائے او جلّ شانہ بقول و تصدیق قاضی اسیر و قتیل می شوند از قضاۃ شیخ الاسلام نزد تحقیق و تشخیص صدق و بطلان بر توفیق حسنات چنانکہ باید موفق بود۔ آدم خوب النادر کالمعدوم۔

رقعہ ۳۹

فرزند عالی جاه۔

مادار و غۂ عرض مکرر شمارا محتاط شنیدہ ایم۔ این جا سیاوش خان شاہ میر با وصف منصب بیش و جاگیر سیر حاصل آغشتۂ غرض است و متصدی این کار را دیانت شرط۔ اسدالدین پسر ملاور خان کہ پیش ایشان است اگر این جوہر ضمیمہ شعور داشتہ باشد بنویسند کہ بحضور طلبیدہ شود و بخدمتے مامور گردد این دل خستۂ از خود رفتہ بغرض پیوستہ جو بلائے انسان است و آن حکم عنقا دارد۔ از حکیمے پرسیدند کہ داروئے مرضِ غرض چیست۔ گفت بے غرضی کہ جوہر یست از خلقتِ جبلی و صیقلۂ آب و تاب آن نظر غور و توجہ باطن آقا کہ نوکر بہ ہیچ امر محتاج و درماندہ نماند۔ و جوہرش در ہمہ حال روشن و مجلی باشد و زنگ احتیاج پردۂ صفائش نگردد۔

رقعہ ۴۰

فرزند عالی جاه

اشقیا از چہار کونڈہ تا قادر آباد بتواتر راہ مے زنند۔ و مسافران کمتر راہ بسلامت طے مے کنند۔ احتمالِ غالب کہ بے خبری نخواہد بود۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ۔ شمارا خبر دور و نزدیک زود مے رسد۔ از احوال بدر و بزجر اچرا علم ندارید۔ فکر مآل فی الحال باید کرد۔ و نوکر خوب را بنوازش امتیاز بخشیدن و بد را بکیفر عمل رسانیدن عدل است۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ انتظار جواب داریم۔ ظالمے از عالمے درحقِ خود فاتحۂ خیر خواست۔ جواب یافت کہ ہمیارہ ستمگاران

جز دادِ مظلومان دُعائے خیرے اثر ندارد۔

رقعہ ۱۴۱

فرزند عالی جاہ

جانا عزیزا چند فقرہ از بیاض اعلیٰ حضرت خوش آمد۔ باقتضائے شفقت قلبی بے اختیار آن فرزند ارجمند نوشتیم کہ تنہا متلذذ نہ باشیم۔ چندین چیز بہترین اعمال است۔

(۱) رُو نہ دادن بہ مردم بد۔
(۲) نہ رنجیدن بعدم حصولِ مقصد۔
(۳) نہ رنجانیدن مردم خوب مزاج۔
(۴) نہ خواستن باکمال احتیاج۔
(۵) صحبت داشتن با اہلِ معاد جستجو کردن قابلان با استعداد۔
(۶) بار نہ دادن پیش خود بہ مردم جہال۔
(۷) دادن بارباب استحقاق بقدر توفیق پیش از سوال۔
(۸) مکرم داشتن اہل فضل۔
(۹) مصروف نمودن مزاج بہ عدل۔
(۱۰) میل نہ کردن بہ اقوالِ غیر مفائد۔
(۱۱) بے خبر نہ بودن از احوال متوکلان بے مکانند۔
(۱۲) غنیمت دانستن وجودِ یگانگان کہ بیگانہ از خلق باشند۔
(۱۳) پیش داشتن جمعے کہ مصالح امور دنیا و عقبیٰ بوند۔

درین عصر ہم مردم خوب بسیارند اما دل متفحص و توفیق پیش آوردن آنہا کو نما ہرا بعد چندے بدتر ازین خواہد شد۔ فرد

من ز وضع زمانہ در فکرم   کہ مبادا ازین بتر گردد

شماکہ داعیہ جہان بانی دارید بجوئید و بہ خواہید دیگیرید و نگاہ دارید۔

رقعہ ۴۲

فرزند عالی جاه۔

"گلشن روان" نام اسپ پلواری که آن عالی جاه برائے سواری ما فرستاده اند بسیار پسند کردیم۔ خرامش با یال و جمال بر صفات فرسیت دارد۔ بر اسپ "نیلوفر" و "چاچندن" که بر تواتر سوار مے شوند۔ ظاهراً از سواری آنها پر محظوظ اند۔ دو اسپ ترکی بنام "خوش خرام" و "صبا رفتار" پیش کش امانت خان که در اہتمام الله یار خان طیار شده اند برائے آن فرزند مے فرستادیم۔ اما آخته بگی ممسک اشک مے ریزد که اسپان خوب چرامی دهند بہر حال ما خواہیم فرستاد۔

رقعہ ۴۳

فرزند عالی جاه

تفصیل مصائب سفر بیاق گهاٹ از نوشتهٔ وکیل و اظهار جواسیس شنیده باشند۔ حالت نادیدنی و محنت ناکشیدنی بر اسلامیان و لشکریان گذشت۔ الحمد لله که صعوبت این بیاق سراپا مشاق بسر آمد و بخیر و مراد معاودت شد۔ اگرچه چنین ارادت از تکاثر سیات کائنات مے گویند۔ اما عمل والی در انتفاع و اضرار خلق الله تاثیر کلی دارد۔ و آن مشامت برشامت این بے چارهٔ ناکاره میرود۔ قلعهٔ ستاره باسم اعظم تاره موسوم شد شادیانهٔ فتح بنوازند و عرف ایام طفولیت یاد دارند که باباجی دهون دهون۔ قلعهٔ پرناله باسم نول تارا موسوم مے شود۔ تفصیل بودش ما از کنیزان خود بپرسند۔

رقعہ ۴۴

فرزند عالی جاه

در احمد آباد میر عرب درویش را دیده اند۔ البته باز بروند و سلام این شرمندهٔ عقبیٰ و طالب دنیا را ابلاغ نمایند۔ و خیر عواقب امور و سلامت ایمان از دل و جان مسألت کنند و بگویند که نزدیکی به اجل دوری از حسن عمل عمر این غافل بے حاصل گذشت و قدرے که مانده نیز لاحاصل مے رود۔ قدم حیات پیش رود و فکر نجات پس سر

فرد

آنچه ما کردیم بر خود هیچ نابینا نکرد در میان خانه گم کردیم صاحب خانه را

رقعه ۴۵

فرزند عالی جاه۔

ماجرائے بے ادبی و ناہمواری میر بدھو کوکہ از وقائع رکاب آن عالی جاه مفصل بانکشاف گرائید بیت مولوی معنوی مصداق حال اوست۔ بیت

لطفِ حق با تو مواساها کند　　چونکه از حد بگذرد رسوا کند

معاتب ساختن و از نظر انداختن او سمتِ وجوب داشت که بر حقوقِ یادِ پیرینا نعوه قول سعدی نمے داند۔ بیت

منّت منہ که خدمتِ سلطان ہمے کنم　　منّت شناس ازو که به خدمت بداشتت

بہر تقدیر ملکِ منان ایشان را بجو ہر خرد و خلعتِ نیکی خلق کرده مگر این جرم بگفتهٔ ما ببخشند خوب است۔ ع
که مستحق کرامت گناه گارانند

رقعه ۴۶

فرزند عالی جاه

اعلیٰحضرت از سعدالله خان پرسیدند که اسباب خوشنودی خالق و خیریت عاقبت چیست۔ عرض کرد که عدالت وسخاوت که حضرتِ آفریدگار در ذاتِ اقدس آفریده۔ شخصی از راه کنایه بخانِ موصوف گفت که مردم متدین و وفادار در عرصهٔ روزگار کمتر اند، شاید به نظر شما در آمده باشد۔ جواب داد که زمانه از آدم خوب هیچ گاه خالی نیست۔ صاحب خرد مے باید که دریابد و به آنها بپردازد و کارِ خود به سازد و گوش بر حرفِ اہلِ غرض در حق او نگذارد۔ اعلیٰحضرت مے فرمودند که مردم متدین و آرزو طلب و متصدی خوب غنیمت است۔ ہر کرا خدائے تعالیٰ بر رتبهٔ اعلیٰ فائز گرداند باید که تفحص آشنا نماید و جوہر قابل رایگانه سازد اگرچه بیگانه باشد و از جاہلِ بے جوہر بیگانه شود ہر چند او خود رایگانه داند متصدی آشنا پرست قرابت دوست افتادنی است۔

رقعه ۴۷

فرزند عالی جاه

روزے اعلیٰحضرت در خلوت بدارا شکوه ارشاد نمودند که در حق امرائے پادشاہی کم خلق و بدگمان نباشند

و بہ را مشمول عواطف و الطاف دارد و عرض غرض آمیز سخن سازان در حق این جماعت نشنود کہ این حرف وقتے بکار خواہد آمد۔ از بسکہ دل مے سوزد و حرفِ ناگفتنی مے گویم۔ نفاق با مردم کار ضائع کاری ست۔

رقعہ ۴۸

فرزندِ عالی جاہ

روزے اعلیٰ حضرت متالم بہ غسل خانہ تشریف آوردند۔ سعد اللہ خان و علی مردان خان موجب ملال خاطر اشرف استفسار نمودند۔ آنحضرت فرمودند کہ چند کس از ناظمانِ ملک و مال طعمۂ اجل شدہ اند و مردم دیگر با فر و شکوہ بالفعل بنظر نمے آیند کہ زود متحمل چنان امور خطیر توانند شد۔ بہ اندیشۂ این کہ مبادا انتظام ابتر شود خاطر متردّد است۔ قلیچ خان عرض کرد کہ رونق مہمات خلافت لا یزال بنیاد و منحصر بمیمنت شخص قدسی است۔ بالفعل ہیچ کس از نوکرانِ خانہ غلام چنان تربیت شدہ اند کہ بہ منصبِ والائے پادشاہی و خدماتِ صوبجات و رتق و فتق معاملات سزاوارند۔ بہ مجرّد استماع این حرف در مزاج اشرف فرحتے پدید آمد۔ و حکم شد کہ آخر روز بہ ملازمت بیارد۔ تا سیرِ صورت و سیرتِ آنہا کردہ شود چہ خوش باشد اگر کارہا خاطر خواہ متمشی گردد۔ چنانچہ بروقت بحضور پُر نور آمد۔ بعد تحصیل دولت ملازمتِ اقدس عرضِ جوہر انسانی و کاردانی دادہ ہر یک بہ عنایات و قدر دانی خداوند آفاق بہ منصب لائق از ذوات و تابینانِ عواطف یافت و آنحضرت خانِ مذکور را نیز مشمول عواطفِ خاص فرمودہ یک ہزاری ذات و دو صد سوار اضافہ دادہ فرمودند۔ ع

اے وقت تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی

خان موصوف در جنب شکرانۂ پذیرائی عرض خود و تفضلات خداوند نعمت یک ہزار مہر بہ اہل استحقاق بخش کرد۔

رقعہ ۴۹

فرزندِ عالی جاہ۔

کامیاب خان مقدّم پیش کار بخشی شما نوشتہ است۔ بیت

ہر کہ تیغ ستم کشد بیرون — فلکش ہم بدان بریزد خون

اگرچہ برائے نسق آنچہ کردید کردید۔ اما اگر استعجالِ ناروا جائز نمے داشتید، خوب بود۔ مع ہٰذا قصاص اگرچہ از آئینِ عدالت است لیکن دل آزاری موجبِ ناخوشنودی حضرتِ باری است۔ از ین جاست کہ گفتہ اند۔ ع

در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست

رقعہ ۵۰

فرزندِ عالی جاہ سعادت توام محمد اعظم حفظہ اللہ تعالیٰ و سلم

شما حالتِ اسپان سواری ما دیدہ اید۔ جہانگیر بادشاہ بہ چنین آختہ بیگی سیاست شدید مے نمودند۔ خطاب صف شکن خان بہ این بے جوہر خیلے بے جا شد۔ ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

قولِ اعلیٰ حضرت است کہ آدم بے شعور ضائع کار مے باشد۔ چہ باید کرد کہ از محن و مشاق و سفر و سیاق وقت ضرور بتجویز بہ موقع نمے توان نمود۔ ایشان کسی را از بندہائے رکاب خود بتجویز کردہ عرض نمایند۔ فرد

باہمین مردمان بباید ساخت   چہ توان کرد مردمان اینند

رقعہ ۵۱

فرزندِ عالی جاہ۔

واقعہ نگار پرگنۂ لونی بہ برادر خود مے نویسد کہ پانزدہ شانزدہ ہزار روپیہ ہر سال از راہداری مے آید و امین و فوجدار زیادہ از ہزار و دو ہزار داخل جمع نمے نمایند۔ فی الحقیقت این راہداری نیست راہزنی است۔ مال عوام محض حرام است۔ اگر از صد پنج و چہل یک مے گرفتند مضائقہ نداشت۔ چون برین تقدیر خیانت امین ظاہر مے شود اول بہ تحقیقات این فرمان بنام ناظم صوبہ و دیوان صادر مے شود و بعد اثبات فہمیدہ خواہد شد۔ آنچہ از زراعت پیدا مے شود نصف آن بہ جاگیر دار گوارا است۔ و سوائے آن مال خالصۂ شریفہ است۔ در عصر اعلیٰ حضرت شخصے ہنگام عبور سواری خاص بہ بانگِ بلند برخواند کہ این عصر میمنت اثر جامع جمیع حسنات است۔ خدیو عادل وزیرِ اعظم جزرس دبیرانِ متدین خلق اللہ مرفہ الحال شکر اللہ این عطیات از جنابِ ایزدی بر ذات اقدس از جملہ مفروضات است۔ آنحضرت بعد استماع این حروف در سواری راندن اندکے مکث فرمودہ بندہائے خاص را از دعا طلبیدہ دست بفاتحہ برداشتند و او را بہ عنایتِ خلعت نواختند۔ سعد اللہ خان دران وقت بسمع والا رسانید کہ مصالح بقدرِ خواہش و خواہش بقدر جوہر پاک بہم مے رسد۔

رقعہ ۵۲

فرزندِ عالی جاہ۔

سعید خان بہادر ظفر جنگ شخصے را از نظرِ اعلیٰ حضرت گذرانید و بہ حسنِ توفیق در حقِ او کلماتِ خیر ادا کرد۔
سعد اللہ خان از حق نہ گذشتہ گفت خوشا حال سعید خان کہ چنین آدم را پیش کش مے کند و عرض خوش کرد ولیکن
مے دہد۔ بر زبانِ مبارک آنحضرت رفت کہ نوکر کنانیدن کارِ شما و پیش آوردن مردم خوب کار ما و رونقِ کار ہائے
ماست۔ صاحبانِ رسالہ این منت بر ما گذارند کہ دبیر خوش تحریر و تقریر و عامل آبادانِ کار و سپاہی قبیلہ دار طلبیدہ
مے خواہیم۔ ہر جا باشد بہم رسانند و از نظرِ اشرف بگذرانند۔ امیر الامرا عرض نمود کہ آدم ہر صنف در عصرِ اقدس
مشق ہر حسن عمل کہ مے کند آخر کار بہ منصب درخورد عطای خلعت فاخرہ امتیاز مے یابد و حکم شد کہ دیوانِ اعلیٰ
امتحان جوہرش کردہ خدمت لائق تجویز نماید سعید خان بہادر در کفارۂ این ہمہ حسن توفیق خدایم قدردان دہ ہزار روپیہ
بہ فقرا و علما و غربا تقسیم نمود۔

رقعہ ۵۳

فرزندِ عالی جاہ

بعضے پہاڑ اَل دیوان سرکار برادرِ نامہربان فردے از نظرِ اعلیٰ حضرت گذرانید کہ دہ لک روپیہ بابت طلب
تفاوت ایام ما بین از سرکارِ والا طلب ست بہ تنخواہ آن فرمان شود۔ آنحضرت فرد حوالہ سعد اللہ خان فرمودند کہ از روئے
سررشتہ و دفترِ دیوانی تحقیق نمودہ بہ عرض رسانند خان مذکور فی الفور التماس نمود کہ چنین زرہا از خزانہ تنخواہ نمے شود۔
ثانی الحال در مطالبہ و تصرف حساب نقدی محسوب مے گردد۔ دارا شکوہ بعد برخاست دربار با دیوانِ اعلیٰ کلمات
تند گفت۔ چون از روئے فرد مرسلۂ مشرف غسل خانہ بمسامعِ علیا رسید ہمان وقت شقہ بہ برادرِ نامہربان نوشتند و
این فرد ہم بقلم آوردند۔ فرد

با صاف دل مجادلہ با خویش دشمنی است ہر کس کشد بر آئینہ خنجر بخود کشد

منافت صدق و بطلان خاصۂ ابنائے ملوک است۔ پہاڑ اَل کفایت خانۂ شما و سعد اللہ خان صیانت مال مامی خواہد
ہرگاہ این فرد از دفترِ شما درست شدہ بود بایستی تحقیق نمود کہ تنخواہ آن از سعد اللہ خان ممکن الحصول است یا نہ۔ متوکل

ساختن بند ہائے پادشاہی خصوص سعداللہ خان بسیار بجاست، و بدست آوردن دل این مردم خوب۔ مصالح کاردان صاحب شعور و واسطۂ افزائش مال و خوش نامیٔ صاحب معاملہ اند۔ آخر روز چند تھان محمودی زردوزی و یک لک و سہ ہزار دینار نقد بسعداللہ خان انعام فرمودند۔

رقعہ ۵۴

فرزند عالی جاہ۔

این نقل زبانی شخصے معتبر بگوش رسیدہ بود در رشتۂ تحریر کشیدہ شد کہ بگوش آن فرزند ہم رسیدہ بودنے اعلیٰ حضرت علی مردان خان و سعداللہ خان را در خلوت خاص عز اختصاص بخشیدہ از زبان گوہر فشان فرمودند کہ رتق و فتق ملک و مال منحصر در فہم و انصاف است۔ نعوذ باللہ اگر پادشاہ بے جوہر بر تختِ خلافت قائم آید۔ و وزرا و امرائے بے حسن تدبیرا بر روئے کار آوردہ اختلال کلی در نظم و نسق بلاد رو دہد۔ پریشانی رعایا و بے سامانی برایا و شیقۂ کم حاصلی و ویرانی شود۔ شما حسبۃً للہ بالفرادی بیحا صحبت داشتہ بعد نماز پنجگانہ برائے ما دعائے خواستہ باشید کہ رونق سلطنت نکاہد۔ و ہیچ کدام بد بر زبان نیارد۔ و بعد ما ہر کہ از پسران فرمان روا شود بہ توفیقات خیر موفق باشد بعضے اوقات اندیشہ بخاطر راہ مے یابد کہ ہمین پور خلافت اگرچہ اسباب شان و شوکت و سامان تجمل و صولت ہمہ وارد لیکن عدو نیکوان و دوست بدان واقع شدہ۔ ع

با بدان نیک و بد بہ نیکان است

و شجاع غیر از سیر چشمی وصفے ندارد و مراد بخش مجہول الکیفیت باکل و شرب ساختہ دائم الخمر است۔ مگر فلانی یعنی این عاجز فانی ذی عزم و مآل اندیش بنظر مے آید اغلب کہ تحمل امر خطیر ریاست تواند شد۔ سعداللہ خان این مصرعۂ مولوی برخواند۔ ع

مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

آن حضرت فرمودند۔ ع

تا دوست کرا خواہد و میلش بہ کہ باشد

رقعہ ۵۵

فرزندِ دلبندِ من۔

مے گویند علی مردان خان و ابو سعید میرزا و قلیچ خان روز جوکی سپاهیان را اوّل تواضع قهوه مے کردند۔ و وقتِ حاضری حاضری و هنگامِ طعام طعام و وقت رخصت خوشبو و پان مے دادند۔ و به مردم خانهٔ آن جماعت طعام اقسام مے فرستادند و مے گفتند که نسوان و طفلان این ها بر تنها خوری این فرقه و کم همتی ما طعن نکنند و حسرت نخورند۔ شخصے مے زبانِ سلطنت پیش بزرگے شکایتِ زمانه آغاز کرد۔ فرمود که هنوز موقع سپاس و موضع حمدِ بے قیاس است که انسان را نه خوفِ تان و نه غمِ مال و جان است و نه اندیشهٔ سستئ دین و ایمان ـ در زمانِ مستقبل نیات ابنائے دنیا مبدل خواهد گشت و جورهائے متنوعه ظهور خواهد یافت۔ عدل و احسان قطعًا خواهد رفت۔ ناظمان و محافظان بلاد بر طلابه غارت گری خواهند گرائید۔ خلیفهٔ عصر چشم از داد خواهان خواهد پوشید۔ امیران به مصلحتِ هم دیگر به معاونت ستم گران خواهند کوشید۔ حق زائل و باطل خواهد گردید۔ نسوان به دلیری پیش خواهند آمد۔ دختران به وزارت اختصاص خواهند یافت۔ مردمِ ذوی القدر از بس بے دلی و بے قدری عمدًا بر اصلاحِ کارها نخواهند پرداخت و مستحقان امدا با وجود گوشه نشینی لین نه خواهند بود و بے شعوران و ناکرده کاران کارفرمائی خواهند نمود و پسران پدران را غم خواهند رنجانید۔ و پدران بے شفقتی خواهند گزید۔ زنانِ صالحه از فسق و بے صبری شوهران طالع خواهند نالید۔ باران بر وقت نخواهد بارید حکّام غلات را به غرضِ شوم طبعی گران تر خواهند فروشانید۔ ممالک از ظلمِ کارفرمایان ویران خواهند گردید و فواحش در مساکن خوانین و خواتین علانیه ساکن خواهند بود و مردان به پوشیدنِ لباسِ زنان رغبت خواهند نمود۔

رقعہ ۵۶

فرزند عالی جاه۔

فاضل خان میر هادی شما در گذشت۔ دل بدرد آمد۔ پیر زاده ای سر براه کار خوش اعمال بود۔ جملهٔ تحاویل را سر حساب مے داشت۔ و خانهٔ این بے سر و سامان را از میر سامانی خود روشن مے ساخت۔ در خوش سیرتی وزیر خان حاجی محمد هم شبه نباید کرد۔ سید محمد خان و میر نیاز هم اگر چه بد نیستند امّا متصدی سخت گیرند۔ چون منتسبان شما اکثر ملازم مے شوند۔ ملا قابل خان را مے خواهیم از شما بگیریم۔ شما برائے این کار میر محمد محسن را نگاه دارید۔ این جا قحط الرجال است۔

تا آمدن او حمایت اللہ خان سرانجام خواہد کرد۔ گو مشاغل بسیار دارد۔ حق حافظہ مریم بیشتر است پسرش ہم از شخصیت بیگانہ نیست۔ اما طرفِ خویشاوندان سخت مے گیرد۔ مکرر بہ رمز و تصریح نصائح مے کنم کہ یگانہ تو سعد اللہ خانی خدمات مالی بہ برادران خود نمے داد و مے گفت کہ خانہ برانداز مقصدیان ہمین بلاد اند۔ خدائے تعالیٰ رفیق بد را ہدایت کند یا گردن بشکند۔

رقعہ ۵۷

فرزند عالی جاہ۔

انبۂ ذائقہ پسند بہ ذائقہ پدر پیر خوش گوار آمد۔ نعمت و دولت پسر نوجوان زیادہ باد۔ ع

ہر چہ از دوست مے رسد نیکوست

رقعہ ۵۸

فرزند عالی جاہ

جان پدر و حاصلِ زندگانی پدر۔ صوبۂ گجرات مثلِ بنگالہ و دکن و کابل نیست کہ بنا بر بُعدِ مسافت و سرحدِ ملکت تجویز ناظمان خواہ مخواہ منظور شود۔ بروئیہ ما من بعد عمل نمایند تا آن وقت کہ آن ہم قریب است بہ وعدہ و وعید کار متمشی باید کرد۔ فوجدار پرگنۂ دو حد کہ پیر مزمن است بنا بر عوارضِ بدنی ملازمت شمانہ کردہ بحال باشد بطور او واگذارند۔

رقعہ ۵۹

فرزندِ عالی جاہ۔

فقیرے حدیثے نوشتہ آورد کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از مہتر جبرئیل علیہ السلام پرسیدند کہ کدام عمل بہترین اعمال است۔ گفت خدمتِ ملوک کہ نفع و سرور بہ اہل حاجت رساند۔ من می خواہم کہ در خدمتِ ملوک باشم و قضائے حاجتِ مسلمانان مے کردہ باشم۔ فرمودیم کہ نقصان نیست۔

رقعہ ۶۰

فرزند عالی جاہ

بدایا کہ امرا برائے والی آرند برگشتہ دادن آن نقصان بیت المال است۔ اگرچہ این مرتبہ برائے مصلحتے معاف کردیم لیکن آیندہ چنین بعمل نیاید۔

رقعہ ۶۱

فرزندِ عالی جاہ۔

اسپ ترکی کہ این مرتبہ فرستادہ اند صورت و سیرت خوب دارد۔ از اسپ اولین ہم خوب برآمد سبک سیر نام گذاشتیم کہ اسم با مسمّٰی باشد۔

رقعہ ۶۲

فرزند عالی جاہ

موسوی خان را بتجویز آن فرزند بخشی اول کردیم۔ آدمی اگر از عہدۂ یک کار ہم خوب برآید غنیمت است۔ صورتش بد نیست، سیرتش نمے دانیم۔ ع

کہ خبث نفس نہ گردد بہ سالہا معلوم

کلیہ این است کہ ہر کرا خدمتے باید فرمود مخفی متفحص احوالش باید بود کہ ابنائے دُنیا در ابتدا بہ تقدیم حسن خدمت فریفتہ مے نمایند و باز اغراض نفسانی را کار مے فرمایند۔ این جا بعد افتخار خان و محمد علی خان خانسامانی را فاضل خان فضائل خان خوب کردند کہ آثار خیر از ناصیۂ آنہا دیدہ مے شد۔ امراض بدنی را اطبا علاج توانند کرد۔ تا مریضان اغراض را مقلب القلوب دوا کند

رقعہ ۶۳

فرزند عالی جاہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مے خواستیم دیانت خان عبد القادر را دیوان سرکار فرزند زادۂ بہادر بکنیم الاسم بے مسمّٰی برآمد توقع دیانت اند غیر متوقع

رقعہ ۶۴

فرزند عالی جاہ

شما سلیقۂ درستی در طیاری فرمائشات دارید۔ گجرات زیب و زینت ہندوستان است و اہل کسب و ہنر و اہل حرفہ ہمہ جہت آں جا مے باشند۔ بالفعل از کارخانہ پادشاہی تعلقۂ آنجا آنچہ مے آید درشت و گراں و درین مادہ جزرسی البتہ لازم است۔

رقعہ ۶۵

فرزند عالی جاہ۔

از وقائع نزید اعفصل معروض بارگاہ والا گردید کہ امان اللہ بیگ داروغۂ توپ خانۂ آن فرزند ارجمند سنتای شیطان ہتائے شقی بے حیا را شکست درست دادہ۔ چیرۂ باقی خانہ و قافلہ را بسلامت آوردہ۔ فی الواقع تلاش و جانفشانی نو و رفقائش سزاوار تحسین و آفرین است۔ رعایتی کہ مناسب باشد نمایند۔ و بحضور ہم معروض دارند۔

رقعہ ۶۶

فرزند عالی جاہ۔

پسر جلال الدین کہ از آں فرزند جدا شدہ ظاہرا ہمشیرزادۂ ہمت خان مرحوم است کہ میر بخشی بابو سیدزادۂ کریم النسب صحیح الحسب است چرا برآوردند۔

رقعہ ۶۷

فرزند عالی جاہ

پسران شمشیر خان چرا جدا شدند۔ استعفائے آنہا بے سببے نخواہد بود۔ قدما را بہ اندک حرف بر انداختن۔ و از جدیدان توقع کار داشتن۔ محض بے معنی۔ ما آفتاب مشرق بدیوار و ایشان در چنیں خیال۔ بہر حال اگر در حضور اقدس بیایند، و منصب پادشاہی اختیار نمایند مضائقہ نداریم۔

رقعہ ۶۸

فرزند عالی جاه۔

بیت　　همنشینِ تو از تو به باید　　تا ترا عقل و دین بیفزاید

از دیر باز مسموع مے شود کہ در محالات تیول شما ظلمِ صریح بہ عمل می آید۔ مظلومے بیچارہ کہ تا بوالی نہ رسد۔ و داد رفعِ ظلمہ از سرِ آن نکند، مظلمہ در دیوان قضا بنام والیٔ عامل بنویسند۔ بخشی دوم را این قدر اختیار دادن و اعتبار افزودن کہ دیگرے را در کار او مجال عرض نباشد چہ معنی دارد۔ اگرچہ استقلال آدم کار ہر قدر باید افزود بجاست۔ فاما فاعلِ مختار ساختن و بہ جزویات ساختہ او نہ پرداختن محض بے جا۔ رباعی

بابدمنشین و باش بیگانہ او　　در دام افتی اگر خوری دانہ او
تیر از رخِ راستی کمان را کج دید　　بنگر کہ چگونہ جست از خانہ او

فرد　　بترس از آہِ مظلومان کہ ہنگامِ دعا کردن　　اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید

رقعہ ۶۹

فرزند عالی جاه

افتخار خان در ایام خدمتِ خانسامانی از خوش فطرتی و ہمہ دانی و جزرسی حرفے خوب بے عرض نمود کہ بے دیانتی مخصوص بہ اخذ و جرِّ مال نیست۔ راستی را بخلاف و خلاف را براست وانمودن عینِ خیانت است۔ خیلے خوش گردیم و بہ جمیع مقربان و اہلِ خدماتِ حضور قدغن فرمودیم کہ احوالِ ہر کس را بے کم و کاست عرض مے کردہ باشند۔ و پاسِ مراتب خویشی و آشنائی و بیگانگی منظور ندارند۔

رقعہ ۷۰

فرزند عالی جاه

جسونت کھتری را ہرگاہ اعلیٰ حضرت بہ خطاب رائے امتیاز بخشیدہ دفتر داری تن فرمودند۔ ارشاد نمودند کہ میان جاہ جگہ طلبان امین باشی۔ یاد داشت نوسر فرازان و اضافہ ہرگاہ رجوع شود۔ چار پنج منصب دار آخر روز کہ ما در صحنِ غسل خانہ

نسخۂ صوبجات و عمارات مے ہلیم از نظر بگذرانند تا حسب و نسب ہر یک بنظر ثالث دریافتہ برائے جاگیر حکم فرمائیم
ہمچنین بہ داروغۂ داغ تصحیحہ حکم بود کہ ہر قدر دستکات داغ مواہیر بخشیان بیایند بعرض قدسی رسانیدہ اسپان بہ طرح رسانند
دگر صدوران نمایند بہ سبب تعب یساق پُرمشاق توجہ ما از کارہا برخاست۔ لہٰذا در نسق ضوابط اختلال کلی راہ یافت۔ آنحضرت
کرر مے فرمودند کہ دیوانیان سرکوب ایشان و فوجداران و داروغہ عرض مکرر و کرور بخشیان و منصب داران این ادارہ
تدین و تدقیق شعور باید کہ بہتر از ہمہ باشند۔

رقعہ ۱۷

فرزند عالی جاہ

ماجرائے بے ادبی و بے اعتدالی ہائے بدایت کیش پنجابی کہ بر مزار فائض الانوار شاہ بندہ نواز گیسو دراز خمر خوردہ
رفت و حوصلۂ خود را عرض داد مفصل از فرد سوانح نگار سرومن بارگاہ والاگشت۔ آن عالی جاہ را بایستی کہ ہرگاہ آن نابکار
باین احوال منکر دران مقام رفتہ بود کسان خود را تعین نمودہ مے فرمودند کہ قشال کردہ بیارند و جلاں کردہ ہمراہ گرزبردار
بحضور مے فرستادند۔ ظاہراً رعایت واقع نگاری برین نیاورد۔ ازین جا گرزبردار شدید تعین کردیم۔ آن لعین را بستہ بیارد و نکسان
کہ برائے کار آیند چنین کنند۔ ما را در چنین مقدمات رو داری ہیچ یکے از فرزندان نیست تا بہ عنایت اللہ خان و دیگران چہ رسد

فرمان ۲۷

بخط انور در حالت نزع صادر شد السلام علیکم وعلیٰ مَن لَدیکم۔ پیری رسید و ضعف قوی شد۔ قوت از اعضا رفتہ
یگانہ آمدم و بیگانہ مے روم۔ خبر از خود ندارم کہ کیستم و چہ کارہ ام۔ نفسے کہ بے ریاضت رفت افسوس آن باقی ماند۔
ملک داری و رعیت پروری ہیچ از من نیامد۔ عمر عزیز مفت رفت۔ خداوند در خانہ دارم و روشنائی آن در چشم تاریک
خود نمے بینم۔ حیات پایدار نیست واز نفس رفتہ نشانی پدید اینے۔ و از استقبال توقع مفقود تپ مفارقت کرد و چرم و
پوست تنہا گذاشت۔ فرزند کام بخش اگرچہ بہ بیجاپور رفت اما نزدیک است و آن عالی جاہ لزاں ہم نزدیک تر۔
عزیز القدر شاہ عالم از ہمہ دور تر۔ فرزند زادہ محمد عظیم حکم اللہ العظیم نزدیک ہندوستان رسیدہ۔ لشکریان ہمہ بے دست و پا
و سراسیمہ ہچو من مضطرب کہ از خداوند خود تنہائی گزیدہ در حالت اضطراب است و چون سیماب بے قرار۔ نمے فہمند کہ
صاحب نعمتے داریم۔ ہیچ با خود نیاوردم و ثمرۂ گناہان ہمراہ مے برم۔ نمے دانم کہ در چہ عقوبت گرفتار خواہم شد۔ ہرچند

بر الطاف و رحمت امید قوی ست ما نظر بر اعمال و افعال تغافل نے گذارد چون از خود گذشتم دیگرے کجا ماند۔ ع

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

صیانت بندگان اگرچہ پروردگار خواہد کرد لیکن بہ نظر بر عالم ظاہر بر فرزندان ہم ضرور است کہ خلق اللہ و مسلمین ناحق کشتہ نشوند۔ فرزند زادۂ بہادر را دعائے آخرین بگویند۔ وقتِ رخصت ندیدم اشتیاق باقی ماند۔ بیگم بظاہر اگرچہ ملول ست لیکن مالک دلہا خداست۔ کوتہ اندیشی جز ناکامی ثمرہ ندارد۔ الوداع الوداع الوداع۔

فرمان ۳

بنام پادشاہزادہ سوم سلطان محمد کام بخش کہ در وقت آخرین صادر فرمودند۔ فرزندِ من جگر بندِ من!

در عالم اختیار ہر چند بر ضائے الہی نصیحت کردم۔ و زیادہ از امکان و سعایا نمودم۔ چون خواست الہی نبود بگوش رضا کسے نہ شنید۔ حالا کہ از ہمہ بے گانہ مے روم۔ بر بے بضاعتی شما ترحم دارم۔ اما چہ فائدہ عذاب و گناہ ہر چہ کردم ثمرۂ آن با خود مے برم۔ عجب قدرت ست کہ آمدم تنہا و مے روم باین قافلہ۔ تپ اگرچہ از دوازدہ روز مرافقت داشت لیکن تاب نیاوردہ گذاشت۔ ہر جا نظر مے کنم۔ جز خدا بہ نظر نے آید۔ اندیشہ لشکریان و لشکر نظر بر وبالِ آخرت موجب ملالت خاطر شد۔ از خود خبرم نیست۔ گناہ بسیار کردم۔ نمے دانم بہ چہ عذاب گرفتار خواہم شد۔ حراست بندگان اگرچہ رب العالمین خواہد کرد اما بر مسلمان و فرزندان ہم اہم است حفظ و احتیاط بندہا بحسب ظاہر ضرور۔ عابجاد ہم نزدیک است آنچہ لازم بود در حق شما گفتہ ام او ہم بجان و دل قبول داشتہ نشود کہ مسلمانان کشتہ شوند و وبال بر گردنِ این ناکارہ بماند۔ شما را و فرزندانِ شما را بہ خدا مے سپارم و خود رخصت مے خواہم حالتِ اضطراب است۔ بہادر شاہ در جائے کہ بود ہست و فرزند زادۂ عظیم الشان نزدیک بہ ہندوستان آمدہ۔ و فرزند زادۂ بہادر در نواحی گجرات۔ حیوۃ النسا چیزے از روزگار ندیدہ ملول است و احوال بیگم بیگم داند۔ اودے پوری والدۂ شما در بیماری با من بودہ ارادۂ رفاقت دارد۔ خانہ زادان و مردمانِ حضور ہر چند گندم نمائے جو فروش اند بایدبرفق و مدارا و بے پروائی کار گرفت و پا باندازۂ ردا دراز کشید۔ والسلام۔

رقعہ ۴

بنام شاہزادہ محمد معز الدین بہادر پسر کلان سلطان محمد معظم شاہ عالم بہادر۔

فرزند زادۂ بہادر فتح ملک غازی و شکست او موجب مجرائے نمایان و تحسین فراوان شد۔ فوجداری لکھی جنگل و

... و سه اسپ در جلدوی این خدمت اضافه مرحمت شد متعاقب فرمان با خلعت و شمشیر و اسپ و فیل خواهد رسید. باید که بیش از پیش به ملک گیری و قلع و قمع متمردان آن صوبه از بیخ و بن کوشید که جوهر ابنای ترک بیت تقریر گمارند و منتظر حکم و تنبیه سرکشان و متوقع اضافه و منصب تو گران قشون ند که ملک از شمشیر است و امضا آفتاب ...

رقعه ۷۵

فرزند زادهٔ بهادر۔

فرزندان مزاج دان برائے اضافهٔ محلهداران و واقعه نگاران نمی نویسند۔ آن فرزند زاده چرا تجویز بیجا می نمایند۔ بلکه اگر دانند خدمت واقعه نگاری به دیگرے مقرر نمایند که حالا واقعه نگار واقع نگار نماند۔ بیت

چون غرض آمد هنر پوشیده شد　　صد حجاب از دل بسوئے دیده شد

رقعه ۷۶

بنام شاهزادهٔ محمد بیدار بخت پسر کلان سلطان محمد اعظم شاه بهادر فرزند زادهٔ بهادر من۔

از خارج بعرض رسید که هنگام بودن آن فرزند زاده در فتح پور رخیره سران بر موضع دوهره که جهت مصارف باغ جهان آرا بیگم تعلق دارد تاختند۔ و بیگم درین باب به آن بیدار بخت نوشت و ایشان معذرت نامه بخدمت بیگم نوشتند۔ این مقدمه چرا بجناب ما ننگاشتند۔ و سوال و جوابے که میان هم واقع شد بچه معنی مخفی داشتند۔

رقعه ۷۷

فرزند زادهٔ بهادر

چون شما نثار قلعه بیتی شاه راک که پیشتر گرفته اند گذرانیده اید این مکرر است۔ واز فرزند عالی جاه بنابراین که در یساق لست گرفته نشد۔ اما فراموشی از عالی جاه وجهے ندارد

رقعه ۷۸

فرزند زادهٔ بهادر

برائے دفع امراض ظاهری و رفع معضرت سحر دعائے اجابت مقرون ترقب نمانند۔ جمیع فضلا و علما متفق اللفظ اند

دم کردن سورۂ اخلاص و سورۂ شفا بر آب و آشامیدنِ آن خیلے سریع الاثر است و اگرچہ وزن کردن تمام بدنِ خود بطلا و نقرہ و مس و غلات و روغن وغیرہ اجناس معمولِ ولایت و اہلِ اسلام آنجا نیست۔ امّا چون فیضِ این عمل بجمیعِ غیر از محتاجان و مساکین مے رسد اعلیٰ حضرت ہم در سالے دو مرتبہ عنصرِ مبارک را وزن کردہ بموزون ذات اقدس بمستحقان خیرات مے کردند۔ مگر آن نور الابصار ہم در سالے دو بار و در ہر یک مرتبہ ہفت بار بہ اجناسِ جُدا گانہ کہ در صدد تسوید یافت عنصرِ خود را بموزون کردہ ایثار مے کردہ باشند برائے دفعِ بلیّاتِ روحانی و جسمانی خوب مناسب است بیت

ضعف و فقر و عجزِ ما دانستہ   دردِ ما را ہم دوا دانستہ

اللہ شافی، اللہ کافی اللہ صافی۔

رقعہ ۷۹

فرزند زادۂ عزیز

سودائے غائبانہ چیست منصبِ پادشاہی بدونِ خدمت و بودن در سایۂ رایات عالیات نمے شود۔ فرزند عالیجاہ ہم این قسم نمے کنند۔ بحضور بہ فرستند یا نوکرِ خود کنند۔ این سنّت فیروز جنگ و نصرت جنگ است۔ آن نور الابصار را با این کار چہ کار۔ رُباعی

دو دلان نقاچہ بادِ صحرا بگذشت   تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد   بر گردنِ او بماند و بر ما بگذشت

آیندہ چنین بہ عمل نیاید۔

رقعہ ۸۰

فرزند زادۂ بہادر من۔

درین زمان قحط الرّجال و النساء کارہا باستغنائے قلب باید کرد نہ بگفت و شنید مردمانِ بد راہ۔ زیادہ بر نیچ تر آن نوشت کہ بہ غیبت و معصیت کشد۔ ع

دیوار گوش دارد فہیدہ لب بہ جنبان

رقعہ ۸۱

فرزند زادۂ بہادر من۔

میان خان عالم مرتضی الظاہر والباطن و نصرت جنگ مخالفت ست رائے دلیپ را واسطہ ساختہ بر دو را موافق باید کرد۔ و در تالیف دل نصرت جنگ کوشید نیابت مالوا بہ دیوان خود مقرر نمایید و برائے میر سامانی خانخانان را فرستادہ شد۔

رقعہ ۸۲

فرزند زادۂ عزیز من

از دین و دنیا مستفید و فیروزمند باشند۔ قلعہ ترکند و نولکند را از اشقیائے ضلالت پیوند گرفتند۔ الحمد للّٰہ کہ سعی آن نور الابصار روز بہ سزاوار تحسین و آفرین بسیار است و شمشیر خان شما ہم مدبر دستے ست کار خوب از آدم خوب می آید۔ ترکند را بہ شمشیر گڈھ موسوم کردیم۔ یکے را گرفتن و دیگرے را دعوی کردن طلعہ حرص بیت المال عالمگیری ست۔ بیت

کاسۂ چشم حریصان پر نہ شد　　　　تا صدف قانع نہ شد پر در نہ شد

رقعہ ۸۳

فرزند زادۂ بہادر

دلجوئی لشکریان جزو اعظم فیروزی ست۔ آن سعادت نہاد عالی نژاد بر وفق ارشاد سراسر رشاد جہد بجہد اتم در تمشیت این مہم مصروف دارند۔ کہ در قلمرو ہندوستان این پارچۂ نان علیکر بحضرت صاحب قرآن عرش آشیان ست۔ ہمہ بہ میامن تفضلات مفضل بیہمال بر آن ایجاد و ایزاد توان نمود شاہنامہ نویسان خوش تحریر تفاصیل آن در سلک انتظام خواہند کشید و بر صفحۂ اوراق روزگار ابدالآباد یادگار خواہد ماند۔ فرد

اگر بسیر چمن مے روی قدم بردار
کہ ہم چو رنگ حنا مے رود بہار از دست

رقعہ ۸۴

فرزند زادۂ بہادر

ہمہ ہمراہان خود کہ خانِ فیروز جنگ نمودہ زیادہ از ضابطۂ منصب و تنخواہ او بنظر آمدہ از توپ و رہکلہ و بان
و دام جنگی و جزائر و گھڑنال و شترنال و گجنال و سواران با براق و اسپان و فیلان با برگستوان ہائے براق و دیگر لوازمہ
طمطراق آن قدر کہ باید بلکہ نباید ملاحظہ شد۔ چنانچہ اکثرے ازان بسرکار والا در آمد۔ شما کہ صاحب ادمے باید چرا
زرہا ضائع مے کنید و بی مصرف صرف مے نمائید۔ آنچہ درکار بود ساختنش ضروراست و دیگر ہمہ خود سازی ست۔

رقعہ ۸۵

فرزند زادۂ بہادر

عرضداشت بعینہ از نظر گذشت۔ از دو حال خالی نیست۔ مارا بہ مالوا و اکبرآباد باید رفت و شما در دکن باشد
یا خلاف آن۔ از ہر دو شق آنچہ اصوب باشد بنگارید۔

رقعہ ۸۶

فرزند زادۂ بہادر

آن نور الابصار در اکثر عرضداشت مے نویسد کہ بہ اقبال ابد اتصال۔ این بہ قرن ہا دشوار است تا بہ ابد چہ رسد۔
ہمگی بہ میامن افضال بیہمال ایزد متعال نوشتہ باشد کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا واقع شدہ۔ بیت

از خدا دان خلافِ دشمن و دوست

کہ دلِ ہر دو در تصرّفِ اوست

رقعہ ۸۷

بنام محمد عظیم الدین پسرِ محمد معظّم شاہ عالم بہادر۔ فرزند زادۂ حافظ قرآنِ عظیم و قدیم۔

بعضے کارہائے ملکی در پیش است و شوقِ دیدنِ آن نور چشم زاید بیش۔ باید کہ نظر بر کارہائے سرکار والا و شوق ما کردہ

بجرد صدور فرمان مرشد قلی خان را به نیابت در آن جا گذاشته خود با فیل خانه و خزانه پادشاهی روانهٔ حضور بے جنود شود بل اگر پیش از رسیدن فرمان کوچ کند اقرب بالطاعت است۔

رقعہ ۸۸

فرزند زادهٔ عظیم

ہیچ من غافل از خدائے کریم ظلم بر خلق کر ودیعت خالق است خوب نیست خامۂ ابنائے ملوک را از ارتکاب آن بسیار بد۔ مسائل حنفیہ اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَالْبَعْثُ حَقٌّ وَالصِّرَاطُ حَقٌّ وَالْجَزَاءُ بِالْخَيْرِ وَالشَّرِّ حَقٌّ۔ ہمواره منظور نظر باید داشت و ہر ساعت خود را از رفتنی ہا باید شمرد۔ تا نونہال مراد از خاک انتظار خیزد و گل ہائے متمنیات از مصرآه مظلومان نروید این سودائے خاص از کجا آمد عقیده نه جد شما دارد نه پدر شما۔ بہتر آن است که دماغ از این سودا پردازید۔ ما خود شما را بہتر از دیگران مے دانستیم و شدنی مے انگاشتیم۔ ع

خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

رقعہ ۸۹

فرزند زادهٔ عظیم القدر

ایشان که در باب تنخواه پرگنهٔ شنکر پور بجاگیر شاه عالی جاه معروض داشته اند معلوم شد که این قسم خیرخواهی از چه راه بخاطر گذشته۔ اگر شاه عالی جاه استدعائے این مطلب از آن فرزند زاده کرده اند مضائقه ندارد والا از سرچنین خیال ہائے خام درگذرند که بر اخلاص و دوستی نے افزاید بل آشوب پندار و غرور را شاید۔

رقعہ ۹۰

فرزند زادهٔ عظیم۔

اگرچه احداث تاڑی محال سری به درو سر زر اندوزی دارد ولیکن معنی این محال مفہوم نشود که کدام منفعت خود فہمیده این قسم اصلاح اندیشان جان و مال بر اندازاند دشمن جانی و مالی و بدخواه حالی و آلی دانند و شکر نعمت حق سبحانه تعالی بجا آورند که صوبه زرخیز و زرریز و ہمه چیز ارزان و فراوان عطا کرده۔ رعیت پروری را سرمایهٔ دولت دنیوی و اخروی شمارند۔

رقعه ۹۱

بنام امیرالامرا شائسته خان صوبه دار اکبرآباد

یار وفادار خجسته اطوار در حفظ ایزد متعال بوده مشتاق داند روز تحریر که سه شنبه بستم ربیع الاوّل حال ست شجاع هزیمت روزی با لشکر ظفر اثر که در رکاب نصرت نصاب این نیازمند ترین حضرت عزاسمہٗ بود مقابله نموده منزلت کرده تا دیار هکنار تمام او با رخویش دیده۔ بیت

از دست و زبان که بر آید — کز عهده شکرش بدر آید

تفصیل این فتح بزرگ بعد ازین نوشته خواهد شد جسونت سنگهه نامرد پیش از جنگ دیشب که نزدیک غنیم آمده منزل کردیم گریخته بطرف اکبرآباد رفت۔ ظاهرا بوطن خود برود خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ط ذٰلِکَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۵ باید که آن عضد الخلافة بمجرد اطلاع برمضمون این منشور والا لوازم سرور و شادمانی به تقدیم رسانیده بادای شکر منعم حقیقی قیام نماید۔ و بضبط آن صوبهٔ متعلقهٔ او قرار واقع پرداز د۔ بالفعل فرزند بجان پیوند محمد سلطان بهادر را به تعاقب آن ناحق شناس تعیّن فرمودیم و عنقریب به اکبرآباد می آئیم۔

رقعه ۹۲

بنام عمدة الملک مدار المهام اسد خان

حسب العرض آن فدوی خدمت بخشیگری دوم بصدر الدین محمد خان صفوی مقرر شده۔ علاوه را بایه طلبید و برین عطیه آگهی بخشید۔ و تا آمدن او آن مزاج دان را ازین دفتر هم خبر باید گرفت که محرران بشوم طبعی مجال تلبیس نیابند و اہل طلب نیز از انسداد کار تصدیع نکشند۔ رُباعی

هرکس بضمیر خود صفا خواهد داد — آئینهٔ خویش را جلا خواهد داد

هرجا که شکسته بود دستش گیر — بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

آن فدوی بخان جهان بهادر بنویسد که سوداگران اصفهان وغیره استغاثه می نمایند و خبر صحیح است اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَّوْمَ القیامة از پیر و منظور نداشت۔ و یاد موت که قریب تر از شه رگ اوست چرا گذاشت۔ از سخط الهی و غضب پادشاهی نترسد و آنها را راضی و ممنون کند۔ بیت

ظلم حق با تو مواسا ها کند　　　چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

مقدمہ خود و ہولی کرد، مے نشیند ع

چند گوئی خانہ و این خوان من

آن فدوی از نصرت جنگ پرسیدہ بطلبید کہ نگین زمرد با و مرحمت مے شود۔ لیکن تمام خطاب و فانے کند۔ گویند نصرت جنگ فقط کندہ و منقر کردہ عنایت کنیم۔ فرد

دانی کہ بر نگین سلیمان چہ نقش بود　　　خلقی بزر نوشتہ کہ این نیز بگذرد

فقیر سے کہ امروز روح اللہ خان آوردہ بود دیدیم بطور اجلاف نہ بشیوۂ اسلاف بر جنیں کس پند میان عبد اللطیف قدس سرہ الشریف بیاد آمد۔ کہ روزے با این عاصی فرمودند شما فقرا را نے دیدہ باشید گفتیم او دنیا دار این غرق عصیان اگرچہ هم بدیدن فقرائے صاحب کمال مشغول بحق نشویم حال ما چہ باشد و بکجا رسد۔ گفتند غرض برائے آنست کہ درویشان حال بر روش بزرگان ماضی نماندہ اند۔ چون ایشان را بہ بینید بد باطن نہ شوید و این خوب نیست۔ فرود باشد منہ آن فدوی بہ آن عزیز بگوید کہ حکم شدہ است اِسْتِغْنَاءً لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالَى الْعَظِيْمِ وَ اِمْتِثَالًا لِرَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ہر جا کہ باشد اختیار دارد۔ بعد ازین مارا و خود را از ملاقات نیازارد۔ وظیفہ آنچہ مقرر شدہ خواہد رسید۔

رقعہ ۹۳

آن فدوی معلوم نماید این عاصی کہ استعفائے این کار کردہ بود از مطالعہ روایات محکم حاکم شرع استغفار نمودہ چون با خود خوب سنجید حیلہ سازی و کار پردازئ نفس امارہ بود۔ والا آرزو را کسے نے تواند بند کرد۔ فرد

نفس اژدرہاست این کے مردہ است　　　از غم بے آلتی افسردہ است

الحمد للہ کہ از وبال مکر او راضی نیستم سیما بنقصان راضی بودن از نفس است آن فدوی با اخلاص از فقرائے کرامت اختصاص دعائے خیریت و عافیت و رہائی از بند نفس بکناند خود ہم سید صالح و کریم النفس است اگر بخشوع قلب بکند گنجایش دارد۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّ احْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ آمین آمین آمین۔

رقعہ ۹۴

حسب الالتماس آن فدوی کہ عتیق اللہ خان بحال شدہ در و شروط بسیار است اول آنکہ جمع پرگنہ ہر سال

کنند. دوم آنکه بر اهل مظلم نه رود و دهے ویران نگردد. سوم صد فوجداری خود چنان از قطاع الطریق خالی ساز که مسافران و منزه دین و تاجر و بیوپاری بلا وسواس آمد و رفت کنند. اگر این مراتب قبول کند و به عمل آورد نی باشد سند بدهد و اللا خلیفهٔ ثانی امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنه در خلافت خود هر گرا امیر ناحیه مے کردند عهدنامه چهار چیز از وے مے گرفتند. یکے آنکه حاجب بر در نگاه ندارد تا مردم بے تکلف احتیاج خود با او رفع توانند نمود. دوم آنکه اوقات خود معروف به کار خدا و خلق خدا دارد. سوم آنکه مرکوب اختیار نکند. چهارم چیزے برائے خود یا اطفال خود از بیت المال نگیرد. کسب کرده از وجه حلال قوت خود نماید اما اگر بنا بر کبر سن یا عارضه نتواند به مشورت مومنان از یک درم تا سه درم بگیرد. زیاده ازین جائز ندارد. پنجم همت معروف به عدل دارد و در فیصل قضایا رعایت قبیله داری و آشنائی منظور نکند. و دیگر هم شروط بسیار در کتب تواریخ و سیر مرقوم ست. ما که پیرو ایشانیم باید که به قدر طاقت خود بکوشیم

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْكَرِيْمِ۔

رقعه ۹۵

آن فدوی

منعم خان وکیل شاه عالم را که دیوانی سرکار ایشان نیز یافته امروز برائے رخصت بیارد تا از داعیهٔ نا صواب اکبر ابتر که بامید امداد ایرانی غول بیابانی در بهرت قریب قندهار مقیم شده باشاره والی آنجا بطرفے نمے رود و انتظار قضیهٔ نامرضیه مے کشد فرموده آید۔

نظم

نرفت از دلم قول آن کاسه گر که مے گفت با کاسهٔ پر خطر
ندانم که سنگ سپهر قضا ترا بشکند بیشتر یا مرا

تدبیرش غیر از یک پسر خود را گذاشتن در کابل با فوج بزرگ و محمد معز الدین بهادر را داشتن در ملتان با سامان سترگ تا انفصال مقدمهٔ یعنی رفتن این فانی راضی بودن به صلح و تقسیم ملک نیست. بطریق وصایا گفته مے شود که پیشتر ملال صاحب داعیه که به افروختن نائرهٔ قتال دولت را بجهت گذاشته و عمر به تلخی بسر برده جان به ندامت داده اند یکے از انجمله دارا شکوه بودند. اگر نصائح اهل حضرت مے شنید چرا نعوذ بالله مے دید و حق به طرف او هم بود اما غرض کامی یاد نمے گذارد که دمے چند به آسائش بر آرد. اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فِي الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ وَالسَّلَامُ۔

رقعه ۹۶

فرد فرستادهٔ امجد خان متضمن بے احتیاطیِ عصدؔ اسما امیر الامراء و پسر محمد مظفر بخش پیش آن فدوی فرستاده شد به محمد یار خان ہمچو من از خدا غافل حسب الحکم در باب قید کردن مفسدان دار الخلافت و آینده تغافل ذکردن در چنین امور ضروری دینوی که فی الحقیقت دینی است برنگارد - د فرمان ہم مے فرستیم اگرچہ درکار نیست - فرد

چشمے داری و علمے منظور است   دیگر چہ معلم و کتابت باید

از نوشتهٔ عزیزی ظاہر شد که محمد اعظم کسان خود را در شاہراہ بطریق ڈاک چوکی نشانده چہ معنی دارد - با آنکه افراد وقائع پیش او مے رسد - عجب که این مقدمه بعرض ما رسانیده شاید دماغ یاری نداده باشد - اگر در کار رسائی نیست چرا در مقدمات پادشاہی که موثر معاملات درگاه الہی ست در می آید - باو بنویسید که این بدعت خانگی را که در راه چیده است برطرف - والّا برداشته خواہد شد - اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ - بیت

بس کنیم و زبرکان را این بس است   بانگ دو کردیم اگر در ده کس است

انگشتری نگین زمرد که شب برائے قلیچ خان علیحده شد ساده است - اکنون چنین بخاطر مے رسد که خطاب او چین قلیچ خان است - بداروغهٔ جواہر خانه بگویید کرده رکن طلبیده تمام خطاب او کنده بخان مذکور رساند -

رقعه ۹۷

خلیکه که روح الله خان بآن فدوی فرستاده بود باطوار مطالعه در آمد امید کشفی نه شد - نقشه برطبق نوشته خود نفرستد - و استدعائے بحالی کمی عبدالله خان کرده بے آنکه کارے از و بظہور آید - پذیرائی چہ حساب دارد - لیکن چون خان مذکور بر سر کار راست - عرض او مقبول شد - اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ   حالا از و کار دست بسته بگیرد تا این رعایت گرانی نه کند و کالیے که برائے راؤ دلیپ درخواست کرده اگر پیش از رسیدن او راؤ این قلعچه را بگیرد در جلدوی آن چنین رعایت جا داشت - حالا که خود رسیده دلیپ را چه رد ماند مگر بخاطر او یا تفضل محض -

رقعه ۹۸

امیر خان امسال ڈالیِ نذر ہدیه فرستاده چنانکه اکثر چیز ہا ضائع بر آمد - بنویسد که زود زود ارسال مے داشته

باشد اگرچہ درکار نیست ۔ فرد

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب معاش   آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

رقعہ ۹۹

آن فدوی را عزاہا آنکہ میرخان درگذشت اگرچہ ما را ہم باید گذشت ۔ ع

تا نفس باقی ست راہ زندگی ہموار نیست

آن فدوی بدیوان دارالسلطنت لاہور کہ برادر اوست بنویسد کہ اموال آن مبرور بجد و کد تمام کہ نقیر و قطمیر و دامے درمے بلکہ پر کاہے فرو گذاشت نشود ضبط نماید و از خارج نیز بہ تقید ہرچہ تمام تر خبر گرفتہ و از تبعہ دلتہ بامید و بیم استفسار کردہ ہر جا ہرچہ یابد در قید خود آرد کہ این حق عبادست چہ شخصے را کہ خلیفۂ وقت بر صلاح یا فساد رعایتے افزون از حد شرع نماید حق مومنین پامال کردہ باشد۔ در ایام حیات او برائے پاس خاطرش این معصیت بر خود گرفتہ بودیم۔ اکنون چرا باز نگیریم۔ بیت

گفتگو بسیار شد خامش شدم   مسئلہ بسیار گفتم دم زدم

رقعہ ۱۰۰

محمد خان را صدی اضافہ مرحمت شد۔ آن فدوی بہ بخشی الملک حکم رساند کہ در دیوان تسلیمات بکناند و مخلص خان در باب اعانت دیوان بناظم خواہد نوشت ۔ و مکرم خان را ہرچہ کردنی ست خواہد کرد۔

رقعہ ۱۰۱

سرپیچ مینی بہ پسر محمد امین خان دادیم ۔ بصاحب جمع جواہرخانہ حکم رساند کہ دوسہ تا بہ قیمت مناسب آخر روز بنظر بگذراند۔ اگرچہ ضابطہ نیست ۔ سرپیچ بہ شخصے کہ از چہار ہزاری منصب کم داشتہ باشد عنایت شود۔ اما چون طفل است برائے دل خوشی او چنین عطا مضائقہ ندارد۔ اعلیٰ حضرت ہم بہ پسر صادق خان بخشی بخشیدہ بودند۔ و وقتیکہ بسن تمیز رسیدہ و بزرگ شد از بستن آن نہی فرمودند۔

رقعه ۱۰۲

فدوی صلاح حسن علی خان با فرزند زادهٔ محمد معز الدین بهادر برهم زدگی نزد وسبب اجازت برخاسته آمد چنانچه شاهزاده کلان نوشته که منصب باید کرد و جاگیر ضبط نمود تا دیگران را عبرت شود. بیت

کند تحمل بسیار مرد را بے قدر کمان چو تن بکشیدن دبد کباده شود

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔

رقعه ۱۰۳

نشانی که فرزند ارجمند بآن فدوی اخلاص پیوند نوشته بود بمطالعه درآمد. برائے تتمه جاگیر خجسته اختر که بسیار دوست مے دارند استدعا کرده اند حال تجویز باید کرد وجهت تسلی چیزے به ایشان نوشت۔

رقعه ۱۰۴

آن فدوی بخاطر خود بسنجد که رخصت فتح الله خان بر کابل شاید که خوب نباشد. اول این که صاحب الوس است. دوم جگرے نیز دارد. سوم مغلوب الغضب وزیاده گو. با سعد الله خان همراه داده بودیم با خان مذکور بیچ سلوک مے کرد که گویا او متعید اوست. با وجود آدمیت ومدلات او وکم منصبی وجمعیت خود وتاکید حضور در باب اطاعت با خان مسطور چنان حرف هائے تلخ وتند مے گفت که او پیش مردم خجل وسبک می شد. چنین کس که سه هزاری شده و خطاب بهادری یافته بجائے دو دوست رود یا مثل شاه بهادر باخبر وهوشیار باشد نیز باید دید که چه خواهد کرد. اگر خاطر آن مخلص ازین مراتب جمع باشد چه مضائقه والا بودن او در رکاب اولی ست۔

رقعه ۱۰۵

فدوی با اخلاص

زبانی محمد اخلاص عنایت الله خان عرض نمود که میین پور خلافت مقروض اند وطلب سپاه بسیار شده. جائے که این قدر مناصب نامناسب ومواجب بے مواجب بدون ملاحظه لیاقت مردم مقرر شود در این همه انعامات ورعایات بیجا

بطور رسد چرا نباشد. حافظ قرآن اند و فاضل بے قران. وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا هم یاد ندارند و تفسیر این گاهی سهواً هم نے خوانند. بیت.

چشم باز و گوش باز و این ذکا   خیره ام در چشم بندیٔ خدا

دیوان هم مهمل ست و کشمیر وطن نکرے باید کرد و دیوانی تجویز نمود. اسلم خان بدنیت.

رقعه ۱۰۶

فدوی با اخلاص

شب بلا الوفا عرض کرد که اسباب جانماز خانهٔ مستعمل و فرسوده شده. دیگر کارخانجات طیار باشد و همین کارخانه طیار داشتنی مندرس شود. از مسلمانی بعید ست. بخانسامان زود حکم رساند که هرچه در کار باشد باظهار داروغه سرانجام نماید. ع

حیف صد حیف که ما دیر خبردار شدیم

رقعه ۱۰۷

فقیر شنیده بهرهٔ از علم ندارد و زاهد خشک معلوم مے شود. شاید که این هم بریا باشد و اکثر اقوال و افعال او که یکے از انها ردّ فتوح ست خلاف شرع بود. خلیفهٔ وقت امین بیت المال ست هرچه بکسے بدهد بر و حلال است و اگر از محصول چنده که بفتوائے علمائے ملت و مشورت امرائے شریک ملک و دولت برائے خود اختیار نموده و آن را صرف خاص قرار داده باشد مروت کند. نیز حلال خاصه بدرویش بے پروبال چه طور حرام توان گفت. و جهش بپرسد اگر معقول گوید عرض نماید تا این مغلوب نفس هم معقول خود کند و الّا همچو مبتدعان راکه از خود چیزها تراشند و نسبت بشرع دهند تنبیه باید کرد. سلطان محمود غفر الله ذنبه سست مذهبان و مبتدعان را در مجلس راه نمے داد بل در ولایت خود جائے نداد تا دیگران آنها را بصورت فقیر دیده گمراه نشوند. ایشان نیز مجال گمراه کردن نیابند. اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الرِّضَا وَالتَّسْلِيْمِ.

رقعه ۱۰۸

فدوی با اخلاص

گاه فتح الله خان الحال نوشته اند تا وقت رخصت خان مذکور مے دانستیم کہ صحبت این فضول با پادشاه زاده برابر نخواهد آمد۔ اما چه کنیم مرا بطور مانے گذارند۔ ومدام ائے مطلب خود ابرام مے کنند۔ باری بالصدی ذات فتح الله خان وسعد سولتا بنیان کم باید کرد وسیاه کمی با برطرفی خطاب بهادری به دفتر بخشی دوم واد۔ وحسب الحکم آن زیاده گذشت که نمک حلالی همین معنی دارد که مرشد زاده مرا از خود آزرده کند۔ وبالقائے منت خدمت فروشی که دفع مفسدان میان نه رسم مردان جان به ناموس ده۔ همین پور ولی نعمت را سرگران نماید۔ بایستی باین وسیلۂ بزرگ رضائے مدست آمده فدوی وبالتماس ایشان اضافه گرفتی۔ حالا اگر هم تلافی مافات کند خوب است۔ این ارشاد در حق او بعه وبه پادشاهزاده معروض داشت کند این قلعه هم انشاء الله تعالی عنقریب فتح میشود۔ اما فکر سنتای شیطان تنها ضرور بجان فیروز جنگ برائے سزائے آن سزاوار سر جنگ بتاکید بنویسد که پیش از دستبرد دست جلد آتش نبدد۔ ع

مرد آخر بین مبارک بنده ایست

رقعه ۱۰۹

از منعم خان این کار خوب سرانجام نیافت۔ وچنانچه باید از عهدۂ آن بر نیامده ناکرده کار ست وبیهوده گفتاره تعلیم باید کرد و به کمی مراتب تنبیه نموده اگرچه من خود تربیت طلبم۔ ع

پیرم وسرگشته وگم کرده راه

ابو نصر خان در لاهور هنگامه بپا کرده است و مردم آن شهر را بجان آورده مگر سر عافیت او مے خارد۔ یا ملک را بے نمک دیده۔ مراتب او از بخشی نویسانده بطلبد وآخر لعزیا فرد العرض رساند تا بکمی منصب هوش آن بیهوش افزوده آید۔ فرد

بلید نواخت فرق خرال را بچوب دست بیرون نهند چون قدم کج روی زراه

زبردست خان سپاهی ست و در کار پادشاهی به از پدر در دار السلطنت لاهور عمل خوب کرده۔ اکثر مفسدان شر و نواح را تنبیه نموده۔ اماکن آنها را خراب ساخته حسب الحکم متضمن تحسین وآفرین بزنگارد وخلعت مهربانی برائے او مقرره بگذارند۔ ع

که مزدور خوش دل کند کار بیش

رقعه ۱۱۰

فدوی باخلاص

کام بخش معاملهٔ نافهم را بخانهٔ محمد اعظم شاه باید برد و استعذار نموده باهم صفا داد- ع

دنیا نه متاعے ست که ارزد بنزاعے

رقعه ۱۱۱

معترب خان که به تسخیر پرناله مامور شده حسب الحکم دسباب دستگیر کردن زمیندار او باید نوشت و تاکید زود رفتن خان مذکور بر سرش که درین وقت آن سیه مست بادهٔ غرور جربیه از راهبری بنابر نزاع با قوم برگی بقلعه کهلنه رفته بزودی ترقیم نموده. غالبکه بزود دست یابد و آن بے راه رو مسلم آزار را پابند مکافات کند- استغفر الله او چه کند هر چه مے کند حق مے کند و بجزائے کردار مے رساند-

رقعه ۱۱۲

آن فدوی فردا بباغ برود و گلدستهٔ تفرج بدست آرد و مردم چوکی امروز چه از سائر و چه غیر آن که همراه او خواسند بود در استرضائے خاطر او کوشیده سرور بر سرور خواهند افزود- ع

چون از و گشتی همه چیز از تو گشت

رقعه ۱۱۳

فدوی درگاه

عالی جاه آمده اند محمد کام بخش را برائے استقبال باید رفت و با امرائے که اسامی آنها بالمشافه فرموده شد نیز حکم رساند-

رقعه ۱۱۴

فدوی درگاه

مخلص خان بیمار ست برائے عیادت آن مخلص باید رفت و از طرف ما نیز احوال پرسید- این مردم غنیمت اند سلیقه

عرض او اعلیٰ حضرت را بسیار خوش می آمد. جائے آنست که بهر دیانت و فدویت چنانچه باید دارد. خدا شناس او پیش هر دو دنیا مد. کہ است و در چه کار او را بطور او نباید گذاشت و تربیت باید نمود۔ چند سیپاره حفظ کرده بود انشود فراموش کند. تعهد قاسم خان در باب فتح قلعه پنجی که پادشاهزاده محمد کام بخش بحضور فرستاده بجنس پیش آن فدوی فرستاده شده دیده کر اصلی دارد یا تعهد دل شکستن آن فدوی ست۔ مردم دنیا برائے اغراض نفسانی چه چیزها که نمی گویند چه شکست که برائے درستی کار خود نمی بندند. اگر گرفتن راناه ی بیجاپور کشائش قلعه از تو اند شد چه به ازین و الا سردار خان هم کهنه عمل ست بد نیست باشد۔

رقعه ۱۱۵

فدوی درگاه

فردا ملازمت پادشاهزاده شاه عالم بهادر مقرر ست۔ بخشی الملک و مردم دیگر را با افواج خود برائے استقبال باید رفت و به آئین گزین آورده چشم ما روشن ساخت۔ بیت

خوشا وقتے و خرم روزگارے که یارے برخورد از وصل یارے

رقعه ۱۱۶

فدوی با اخلاص

دستخط دیوان بر عرضی که عین باشد در کار نیست این عین علت را از میان باید برداشت۔ میم معتبرے عنایت الله خان کفایت مے کند۔ باعتقاد ما حسب المسطور هم بر پروانه زائد ست۔ قولے ست مشهور که اول بنیاد ظلم در جهان اندک بود. هر که آمد بران مزید کرد تا باین غایت رسید۔ ابراهیم خان را۔ تا که انفصال قضیه قاضی و دیگر مردم کشمیر نمی شود بحالی کمی معلوم۔ ع

کلوخ انداز را پاداش سنگ است

الحمد لله جنجی فتح شد و رانائے مردود گریخت۔ گر فتنش هم چندان کار نبود۔ اما با خماض کهنه عملان از دست رفت و چندی دیگر دکان سر دشدنی شان گرم ماند۔ با آنها باید گفت که بخورید دنیا را پیش از انکه شما را بخورد۔

رقعه ۱۱۷

بارگاه

این مقدور تنگ گرفتن یار علی بیگ خود از چه راه است۔ نهی این امر در شرع زیاده و مرتبهٔ ولایت خود ندارد۔
کُلُوا وَاشْرَبُوا عمل نمے کند و مارا خود را از زبان زد مردم مے سازد۔ آدمی باید که مقبول هر قوم باشد۔ امّا ادهم
یکه این هم باختیار خود نیست۔ فرد

بخت و دولت بضعد بازو نیست — تا نه بخشد خدائے بخشنده

حضرت را و معلوم است باغ حیات بخش و دیگر اماکن واقعهٔ دولت خانهٔ دار الخلافت از آراستگی اشجار و پرورش اثمار و
ساقی آئین ها و حیاض و تربیت نهالان و انهار توجه مفرط بود و تا ایام اقامت دار الخلافة این مسافر تحریر ینها
مے کرد۔ اگر محمد یار خان همیشه خود رفته در نزهت و شادابی آن موکد بوده است چه بهتر و الّا ماهے باید
وله یک بار خود رفته مکان ینبغی مقید به ترمیم و تصفیهٔ عمارات قلعه و ریاض بوده کیفیات جمیع باغات و عمارات قلعه
و صاحب آباد و اعز آباد و نور باڑی و مهرند باڑی که تعلق به همشیرهٔ عزیز القدر دارد و غیرها بقید انهار و اشجار
بیرون آمدن این رقعتی تا حال باتفاق بیوتات کالمعاینه شده برنگارد بل نقشه بفرستد و کیفیت باغ انگوری
باغات پائین قلعه و باغ محسن خان که تعریفش بسیار مے کنند و نیز از نغمات مسموع نمود عرضه داشت کند که تا حقائق
وجوه معلوم شود و از ما در صورت شکست و ریخت برائے ترمیم داده آید۔ افسوس که تعمیر خرابهٔ دل نکردیم۔ و همچو
مال عمر به لهو و لعب باغنیم۔ شعر

صَرَفْتُ الْعُمْرَ فِي لَهْوٍ وَّ لَعِبٍ — فَآهًا ثُمَّ آهًا ثُمَّ آهًا

ع
افسوس که عمر رفت و هشیاری نیست — دردا که امید خویشتن داری نیست
گفتم که چو بیدار شوم روز بود — هیهات که روز رفت و بیداری نیست

مدعی که خلاف شرع است آنها را از دست این پابند رهائی باید داد و بقاضی القضاة رجوع کرد تا موافق شریعت غرا
حل دهد و حیف و میل برکسے نرود۔ الحمد لله که قاضی ما متدین ست و صلاح دنقی چشم برای و آن ندارد و دو الفضل
ما یا حق و حساب منظور مے دارد۔ ارشنوا بحکم اشرفی شجاعت خان ناظم صوبهٔ احمد آباد باضافهٔ هزاری و هزار سوار سرافراز
نموده باید نوشت۔ فرد

این قدرہا کہ دیدۂ جزئیست　　　کار کل ہنوز در قدری ست

اگر مقصود پادشاهی این قسم فردیت و جانفشانی ست و در تنبیه مفسدان و استمالت زمینداران چنین سعی بجا آورد بلکہ ہم امتیاز خواہد یافت و بمرتبہ بلند تر ازین مرتقی خواہد گشت۔ نظم

نردبان این جہان ما و منی ست　　　عاقبت زین نردبان افتادنی ست

ہر کہ بالا تر رود ابلہ تر ست　　　استخوانش خرد تر خواہد شکست

رقعہ ۱۱۸

شجاعت خان در گذشت۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رٰاجِعُوْن۔ آدم کاردان بود و در گجرات عمل درست داشت صوبہ داری جہت آن ملک تجویز باید کرد و دو سہ کس بجائے خود بجیدہ عرض نمود عالی جاہ ہم رغبت دارند کہ پادشاہزادگی را کار نفرمایند۔ بہتر از دیگران سرانجام توانند کرد مے توان داد بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق وَاِلَیْہِ الرَّشَاد۔ درین مقدمہ بہتر از عزیز خان دیگر کسے نیست۔ اما مے گویند کہ چشمانش از کار رفتہ۔ بارے او را یاد دیگرے را مقرر نمایند فتیح اللہ خان ہم بد نیست۔ مقدمۂ ابراہیم خان و کشمیریان حفظ اللہ خان خوب نوشتہ و مآل اندیشی را دخل نہ داد۔ بیت

حیف برین دانش و آئین او　　　کور شدہ دیدۂ حق بین او

جناب دینداری تحقیق حق از دست دادن چہ معنی دارد و ازین جاست کہ گفتہ اند قاضی و امین بتحقیقات حسب باید کرد کہ بیک اقرار و انکار مقدمہ تمام نکند و در انفصال قضایا اصلا کوتاہی نرود۔ و اعتبار جہت غالب را منظور ندارد۔ ازین قسم مردم پیشتر ہم کم بودند درین وقت کہ ایمان ضعیف و شیطان قوی ست خود کجا۔

رقعہ ۱۱۹

در امتثال احکام از ابراہیم خان تاخیر بسیار مے رود۔ ہزار سوار از تابینان او کم باید کرد و بوکیل ہم چشم نمائی نمود۔ حلم ما کارہا برباد مے کند۔ حق ست ع

راست ناید خواجگی با بندگی

رقعہ ۱۲۰

روح اللہ خان در خواست صدور احکام بنام دیوان دکن و قلعہ داران آن طرف کردہ است تا از صوبہ

پرگنات آن ضلع چه خالصه و چه جاگیر و چه آنچه حالا از تغییر مسعود خان بدنیت ضبط شده دریافته بعرض رساند
خالصه مقرر شود برائے آن امین و کروری تعیین نماید و آنچه جاگیر قرار یابد پروانه بدهد و هنگام ضرور جنس توپخانه
مصالح مورچال آنچه در کار شود بفرستد باید نوشت و منزاولی تعیین نمود که بیلداران با خزانه باو برساند. و نشان فرزند
در که بجهان مذکور نوشته اند حواله وکیل باید کرد. یا در خط خود منظوری نموده باید فرستاد. بل حرف اخیر بهتر. این مرد
ع جماعت نیست که همیشه یک طور سلوک داشته باشد. آن همه فروتنی برائے برآوردن مطلب خود بود از دو
م شاید که صافی نباشد. برائے این فهمیده عرض می کرده باشد. فرد

از اختلاط چسپان بیگانه کے شود خویش … هر چند جامه تنگست جزو بدن نگردد

رقعه ۱۲۱

ذوالفقار خان ظاهر استراولان برائے بردن توپ خانه تعیین ساخته روح الله خان را درین کار متردد نموده. اگرچه
ین هم کار پادشاهی ست اما بجهان مذکور برنگارد که تا فتح قلعه توپ ها را بکار دارد و تا صورت گرفتن این کار نزول آنها
تبرنه شمارد. و طرح قلعه و مورچال فرستادهٔ او به نظر درآمد. سمتی که برائے مورچال مقرر کرده است عجب ست. د
بدین وجوه بر اضلاع دیگر فوقیت دارد. لیکن از عدم خندق معلوم می شود که آن طرف ظاهر از زمین سنگلاخ باشد
نقب زدن متعذر خواهد بود. باید دو سه دمدمه سرکوب برپا کرد تا از تصادم ضرب توپ ها تزلزل در ثبات محصوران در
آن قلعه افتد. و بزودی این عقده کشائش یابد. فرمان هم درین ماده می فرستیم. و آنچه باید بدستخط خود بمزید تاکید
می نویسیم. بیت

بامید هائے چنین شاخ شاخ … بداریم چشم کشائش فراخ

استغفر الله. استغفر الله

ع

رقعه ۱۲۲

از اخبار فرستاده سوانح نگار لشکر فرزند زادهٔ بهادر معلوم شد که شکر الله خان با وجود نزدیک نمودار شدن غنیم بشرب
مشغول ماند و خود سواری نکرده کسان را به تنبیه آنها فرستاد و شب بخانهٔ نوازش خان رفته از شام تا بامداد بجز رد
طرب و تماشائے رقص گذرانیده. با امتناع محترز و ممتنع نمی گردد و برین ممنوع قصد اصرار دارد. از آنجا که سوانح نگاران

بہ سبب اغراض نفسانی چیزہائے بسیار برخانہ زادان تربیت کردہ ما مے بندند باید کہ آن فدوی بدیوان بنگالہ حکم رتب راچنانچہ باید تحقیق نماید و بحضور معروض دارد۔

رقعہ ۱۲۳

فتح اللہ خان بوسیلۂ حُسن خدمت مفصل از عرائض معلوم شدہ موجب مرائے نیکو خدمتی گشت۔ اما این جنگشانی را بخدمت فروشی مبدل نکند و بازدہ کردن سرگروہ ما را سرگرم نماید۔

رقعہ ۱۲۴

مستند خان فدوی مشعر خرابی جاگیر خود بسبب جھاؤنی دزدان بمہر خود نوشتہ فرستادہ بلنظر در آمد التماس مامور شدن معمور خان بگوشمالی آن گروہ شقاوت نشان کردہ است حسب الحکم بہ خان فیروز جنگ باید نگاشت کہ چون غنیم بسیارست خلف الصدق خود را بہ جمعیت شائستہ بآن طرف بفرستد۔

رقعہ ۱۲۵

سید سعد اللہ خان مکرر خطوط بما فرستادہ و اظہار چیزہائے بسیار نمودہ کہ سوانح نگار بندر سورت را تغییر باید کرد و خلف حکیم اشرف متوفی را خدمت دار الشفا مقرر نمودہ باضافہ یومیہ قوت دل بخشید بسید باید نوشت کہ بعد ازین در مقدمات اہل خدمات کہ بفحوائے آیۂ کریمہ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ الآیہ در حقیقت ظالم اند دخل ننمودہ باشد۔ ہرچند این طائفہ بر غیر ظالم نہ باشند بر نفس خود ظالمند۔ در ہر فلق مستدعی بودن خود بدعائے موت فی اللہ ننمودہ اند حق است فی ہٰذہ الموت حیوۃ۔ این نیازمند درگاہ بے نیاز ہم ہمیشہ این آیۂ کریمہ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ورد دارد در معنی یلیق قبل لقائہ الانبیاء والاولیاء اجمعین صورت ہا بجا مے آرد۔ اگرچہ فضلائے حضور نکات عمدہ گفتہ اند اما چنانچہ باید تشفی مے نشود آن معرفت آگاہ بہ تحقیق خود بنگارد والسلام۔

رقعہ ۱۲۶

تیر رسیدن بہ یاقوت و بعد تحقیق نشانہ شدن بدبخت کوکہ محمد کام بخش خود آن فدوی را معلوم شدہ باشد۔

چون همیشه آن وجدا کردن با شاهزادهٔ نادان ضرور بود کردیم و بر سر آن بِئْسَ الْقَرِین آنچه آورده‌ئی بود آمدیم - وَ مَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِيناً فَسَآءَ قَرِيناً - فرد

صحبت سفله چو انگشت نماید نقصان　　گرم سوزد بدن و سرد کند جامه سیاه

به شومی هم صحبتی امیها و شاهزاده هم گمراه شد - چند حیله کرد خیمه اش به تیاق داری باید نشاند و از حال او خبر باید داد -

رقعه ۱۲۷

خان جهان بهادر باین چستی اول مثل کهنه عمالان درین مهم سستی پیش گرفت - هرگاه از حضور تاکید شدید شد خواست که تلافی مافات نماید نتوانست این همه خرابی بے اخلاصی ست - چون نباشد که بدتر ازین عمل زشت عملی دیگر نیست - اِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ - چیزے برائے تسلی او باید نوشت و ایمائے ازین مقوله هم کرد - تا چشم واشود و تنبهٔ پیدا گردد - اگرچه ممکن نیست که دشمن باطن قوی است - اَعْدَی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ - بطور خود مے گذارد که این کس گوش بحق و حقیقت دارد - الٰهی از بند نفس برهان و مارا در تبعیت او میران ظلم

مهربانی دیده آن لطف نخست　　آنکه کردی گمرهان را باز جست

هم دعا از تو اجابت هم ز تو　　ایمنی از تو مهابت هم ز تو

رقعه ۱۲۸

امیر الامرا در گذشت - از مردم قدیم همین یک کس مانده بود - اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ - مطالبه هم داند به دیوان بیوتات آن صوبه برائے ضبط اموال باید نوشت که به تقید تمام بضبط آرند - و از مردم او بزور دگر فکی هر قسم که میسر آید مبلغ هائے پادشاهی بگیرند - دیوان مرحوم را فهمیده مے گویند که بشرط نیکو خدمتی رعایت ها کرده خواهد شد - و حقیقت پسران مغفور بعرض باید رسانید - بدیگرے هم درین باب گفته ایم - اما بگمان رعایت قبیله داری او نوبت ثانی آن فدوی باین امر مامور گردیده - یقین که بمدعیهٔ مرضیهٔ خود براستی و درستی ظاهر خواهد کرد - امان الله خان هم برائے این کار بد نیست متعین باید کرد و مراتب بعرض رسانید که اضافه داده شود و یک رعایت دیگر هم بخاطر هست نسبت به او بعمل می آید -

رقعه ۱۲۹

این کار به یوسف خان مقرر شده مع ذلک آن مخلص هم خوب است. اما بایستی حقیقت عملداری او معلوم نیست برآن فدوی هرچه منکشف باشد عرض نماید. برائے دیوانی برهان پور شخصی دیانت دار مطلوب است الأهم فالأهم۔

رقعه ۱۳۰

مکرم خان در چه کار است با وجود اشتیاق زیارت حرمین شریفین توقف از چه راه. اولی‌تر ازین همیت بیت

حج لب البیت مردانه بود   حج زیارت کردن خانه بود۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خَیْرًا۔

رقعه ۱۳۱

فرستادهٔ فرزندزادهٔ بهادر باید گرفت. اما پیشتر وکیل ایشان را گفت که بدون عرض نفرستاده باشند. والسلام۔

رقعه ۱۳۲

مرشد قلی خان ضابط است و خالی از تدین هم نیست. این کار اگر با و گفته شود شاید که بهتر از دیگران سرانجام نماید از طرف خود بپرسد. مقدمه که بر فضل علی خان گذشت آن قدیم الخدمت شنیده باشد. فوجے برائے تنبیه قزلباشان اوباش تعین باید کرد. خان بهادر حمید چه طور است. این عاصی مے خواهد که مرتکب هیچ گناه و معصیتے خاصهٔ ظلمے نشود. اما از آن جا که ملک بے سیاست نمے ماند و سیاست بے سیاست راست نمے آید بعضے جاها احکام موافق آن وقت بغلبهٔ نفس بے اختیار صادر مے شود از علما مسئله بپرسد. الحمد لله که نیتِ خود بخیر مست شاید که نگیرد. اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ حدیث صحیح است و بسرحد تواتر رسیده۔

رقعه ۱۳۳

خواجه عبدالرحیم رحلت کرد. دیندار متقی بود. از جگرداری بهرهٔ تمام داشت. زمانے در حضور ایستاده بود

سرفتی در کمر داشت۔ خوشم آمد۔ گفتم۔ خیلے خوش طرح است۔ در جواب عرض کرد کہ نام این بہ از طرح ست پرسیدم چیست گفت رافضی کش۔ فرمودیم کہ در سرکار والا ہم سہ چہار۔ ہمین طرح و نام طیار سازند۔ اگر بر آمدہ نذر کردہ عرض نمود کہ تا آنہا طیار شوند این نیاز محقر در سرکار اشرف باشد و رفتہ آداب بجا آورد۔ احوال پسران او حرف دارد یا بعنایت اللہ خان بگوید کہ او عرض نماید تا بقدر ہر یک رعایت کردہ شود۔

رقعہ ۱۳۴

خان جہان بہادر در گذشت۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ سبحان اللہ آدمی چہ قدر غافل است و نفس تا کجا برو غالب۔ درین ایام صوبہ داری دکن مے خواست و بچہ دل گرمی آرزوئے آن مے کرد۔ آرے کار نفس بدتر ازین ست۔ نظم

کشتن این کار عقل و ہوش نیست　　شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست
عالمے را لقمہ کرد و درکشید　　معدہ آتش نعرہ زنان ہل من مزید
دوزخ ست این نفس و دوزخ اژدہاست　　کو بدریاہا نگردد کم و کاست
ہفت دریا را در آشامد ہنوز　　کم نگردد سوزش این خلق سوز
سنگ ہا و کافران سنگ دل　　اندر آیند اندران خوار و خجل
ہم نگردد ساکن از چندین غذا　　تا ز حق آید مر او را این ندا
سیر گشتی سیر گوید نی ہنوز　　اینت آتش اینت تابش اینت سوز
حق قدم بروے نہد از لامکان　　آنگہ او ساکن شود از کن فکان
چونکہ جزو دوزخ است این نفس ما　　طبع کل دارد ہمیشہ جزوہا
این قدم حق را بود کو را کشد　　غیر حق خود کے کمان او را کشد
قوتے خواہم ز حق خارا شگاف　　تا بہ سوزن برکنم این کوہ قاف

او تعالیٰ توفیقے کرامت کند و ازین تیرہ روزی رہائی بخشد۔ بحرمت محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

رقعہ ۱۳۵

مکتوبے کہ نصرت جنگ بہ آن مرزا بدان فرستادہ بود بمطالعہ در آمد۔ برائے داؤد خان نوشتہ است و در والہ

خدمت گذاری خود نمود۔ در جواب چیزے باید نوشت و تا فتح قلعه امیدوار داشت۔ بعد ازاں شاید که بعضے ازیں ملتمسات قبول هم شود۔ درمیان خود امکان ندارد۔ دیگر برائے مصالح قلعه گیری به تربیت خان حکم رساند که هرچه ضروری باشد بفرستد و به قلعه داراں آں طرف نیز بنگارد که آلاتِ توپخانه از جزائر و رام چنگی و گوله و باروت به لشکر خان نصرت جنگ برساند۔ اَلحُکمُ لِلّٰہِ الواحِدِ القَهّارِ وَ یَفعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ۔

رقعه ۱۳۶

از عریضه سپهدار خان واضح شد که بی صاحب به سزا رسید۔ الحمد للّٰہ علی ذٰلک۔ هزاری ذات و هزار سوار تابینان اضافه باید داد و خلعت و شمشیر و اسپ و فیل ارسال کرده و برائے همراهیان هم اضافه تجویز نمود۔ و او را ازیں خرد مسرور ساخت۔ و وکیل را هم اگر رعایت ضرور باشد باید کرد۔ نِعمَ المَولیٰ وَ نِعمَ الوَکیل۔

رقعه ۱۳۷

پنج زنجیر فیل برائے فرزندزادهٔ بهادر بر آمده ایم۔ دو زنجیر ازاں میان خوش کرده حواله وکیل ایشاں نمایند اسپ و خلعت خاصه و خنجر مرصع با علاقه هم عنایت شده از جواهر خان خبر بگیرد۔

رقعه ۱۳۸

سوانح نگار و زبردست خان در باب سید میرک چیزها نوشته اند اصلی دارد یا نه او خود را در اصحاب تدین میکشد از عنایت اللّٰه خان بپرسد۔ از صالح خان صوبه دار اکبرآباد خوب سرانجام شده است۔ گوپال سنگه را هم بسبب اعانت او باید نوشت و بخان مذکور تسلی نامه قلمی ساخت ع

چنار تا بجا عیب مفلسی پوشد

رقعه ۱۳۹

هنگامه که برا اهتمام خان مرحوم گذشت از غفلت همیں مردم ست۔ رو نباید داد۔ بل پشت و کمر آنها به چوب بے توجهی باید شکست۔ هیچ آدم متدین و خبردار کجا بهم مے رسد۔ اسپان را چناں فربه کرده اصطبل را بخوبی رونق داده

بود کہ گفتن راست نمے آید۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْحَمْہُ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰاحِمِیْنَ۔ بہ سیف خان در باب تنبیہ مفسدان بتاکید نویسید۔ مساعدت ہم مرحمت شدہ محل انتظار نماند۔ اَلْاَہَمُّ فَالْاَہَمُّ۔

رقعہ ۱۴۰

مہین پور خلافت برائے اضافۂ پسر چار بین نوشتہ اند۔ ظاہر اسواران رفیع القدر زیادہ اند۔ برابر باید کرد۔ و افزونی ذات خود بزرگ صورت نمے بندد۔ بپاس خاطر ایشان بطور دیگر رعایت مے توان کرد۔ میان جنوی خان و ہندو صحبت برآمدنیست۔ ہٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ الآیۃ۔ تہدیدے بہ ہندو باید نوشت۔

رقعہ ۱۴۱

روح اللہ خان بآن وضع زرہا ادا کرد۔ این مسرف مال الدار می خواہد باین روش زر جرمانہ ہضم کند غلط است۔ زر از جاگیر وقتی مے گیرند کہ منصب و در را در حضور استعداد ادائے آن نباشد۔ وکیل رلنشاندہ ہمین وقت مبلغ پادشاہی بگیرد و اشرفی ہائے ما را نصیب این بپائی باقی نکند۔ اعلیٰ حضرت طاب ثراہ برائے زر جرمانہ تقید بسیار مے کردند و فوراً حیلہ ہائے شریر شدید تعیین نمودہ زرہا را بمعرض وصول در مے آوردند۔ یاد داریم کہ روزے از جعفر خان کہ تا ہنوز بمنصب وزارت سرفرازی داشت در غسل خانہ قتا ندہ اشرفی ہا گرفتہ بودند۔ خان مذکور از داروغہ غسل خانہ کہ تحصیل زرہائے جرمانہ ہم بادتعلق داشت بدشدہ در ایذا و اضرار او کمر بست۔ آنحضرت بہ براندہ مہربان فرمودند کہ بعد برخاست دیوان باہم صفا دہد داروغہ را از خان مذکور رو نبالہ بدہاند۔

رقعہ ۱۴۲

پیش کار صدر الصدور مستحقین را مکرر بحضور مے آرد مگر غرضے در میان دارد۔ منع کند کہ دیگر چنین نکردہ باشد۔

رقعہ ۱۴۳

امروز تربیت خان برائے دو سہ منگباشی کہ درین یورش تردد کردہ بودند عرض نمود کہ دو سہ سر پیچ مرصع عنایت شود۔ بخان مذکور باید گفت بآنکہ عمرے در خانہ زادی بسر بردہ و در حضور تربیت یافتہ این قدر نمے داند کہ این جماعۃ

ودرین عرصہ نیستند کہ چنین عنایت دربارۂ ایشان بظہور رسد بہ جہت برائے خاطر او و دلگرمی کار پادشاہی مرحمت شدہ جو لہرخان خواہد رسانید بمنّہ الامداد والتائید۔ اما آیندہ در حق مگسباشیان چنین عرض نخواہد کرد۔ واگر ازان کسے کار پادشاہی دست بستہ بظہور خواہد آمد و خدمت پادشاہی بہ تعیید تمام خواہد نمود بہ انعام خلعت و نقدہ دو صورت سقط شدن اسپ بکار سرکار والا بعطائے اسپ سرفراز و دل خوش کردہ خواہد شد۔

رقعہ ۱۴۴

تربیت خان ہنوز محتاج تربیت است۔ زرے کہ برائے احشام قلعہ جات گرفتہ است از خارج بسمع رسیدہ کہ از روئے حساب یکسے نداوہ۔ سوانح نگار زیاں کار چہ مے کند۔ او را خود برائے ہمین مقرر نمودہ شدہ این جماعت باغراض نفسانی کارہائے عمدہ پادشاہی برہم مے کنند و روئے خود سیاہ نمودہ در تحریر اخبار تجاہل مے نمایند و قلعچہ ہائے مستحکم بستن مفسدان بزرگ ونگاہداشتن عیسوی خان از چہ راہ ست۔ اگر از اول خبر شود ہرگز تا باین جا رسد بعد عزل جاگیر این برآوردہ برہان اللہ خان کہ از بے جاگیری نالش دارد باید داد نظاہر از شکرست۔ بخان مذکور حسب الحکمی بہ تہدید باید نوشت کہ این صورت چرا باین معنی بوقوع آمد و بچہ رو مآل کار مدنظر نداشت۔ طلب احشام کہ نخواہد رسید وغلہ در قلعہ جات نخواہد بود و دُزدان برآن نامردان غالب خواہند آمد۔ آں وقت شما کجا خواہید بود۔ قابوچیان گرطلب گرفتہ سرگرم کار مانند غنیمت ست۔ ومے دانیم کہ بے این خیال چہ امکان دارد جہت غرض خویش کارہائے ولی نعمت کہ فی الحقیقت کار خداست برہم نمودن بہ زندگی دو روزہ حق مردم مجاہد پایمال کردن کہ درضمن آن تقویت کفار خسران مآل ست آئین کدام مومن نمک حلال ست۔ بہرحال قبض الوصول طلب از تمامی احشام گرفتہ بفرستد۔ و در صورت خلاف آن سزائے خائنان ومعاندان بے دینان بر خود لازم داند کہ اِنَّ اللہَ لَا یَہۡدِیۡ کَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ۔

رقعہ ۱۴۵

امین دست بدستی مجوز عنایت اللہ خان کہ از حضور مقرر شدہ رفتہ بود چہ کردہ۔ ع

ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد

قوت متفاوت ہم نمودہ چہ کند ناچار است۔ اما اگر چنین بود چرا برخاستہ نیامد۔ اگر تنخواہ مے خواہند آمدن خود مے خواہند باو ہم از طرف خود تاکیدے بنویسد۔

رقعہ ۱۴۶

مہابت خان حیدرآبادی طالع امرای لاہور درگذشت وغیر از نبیرہ کہ پدرش بحضور پدر رحلت کردہ ورثہ دیگر ندارد۔ بدیوانِ بیوتاتِ آنجا بنگارد کہ اموال او بہ ہوشیاری و دیانت داری تمام ضبط نمایند کہ بیت المال حق عباد ست۔ خلیفہ امین و نوکران گماشتہ ہا نے خلیفہ اند جز بہ مستحقین و ضعفا دیگران را دران نصیبہ چہ حساب۔

رقعہ ۱۴۷

مرحمت خان امروز لباس فاخرہ پوشیدہ بحضور آمدہ بود و دامن جامہ آن قدر دراز داشت کہ پا بہ نظر نمے آمد بہ محرم خان فرمودیم کہ دو گرہ از دامن آن کوتہ عقل دور کند آن فدوی باو بگوید کہ دامن بدستورے کہ در حضور مقرر ست ہمان قدر داشتہ باشد والا قدم در غسل خانہ نگذارد۔ مرد را باید کہ الفت با لباس سادہ پُر کار رو داشتہ باشد۔ زینت و تکلف خاصہ زنان ست و ہمان ہامی زیبد و حرف ہائے دیگر ہم مناسب این مقام بطریق موعظت بگوش او باید خواند۔

رقعہ ۱۴۸

ماکہ پان نمے خوریم۔ این کارخانہ ہم رنگی دیگر گرفت۔ و آبدارخانہ ہم بہ آب و تاب نیست۔ ہوشیاری و جزرسی داروغہ ہا آن ست کہ ہمہ وقت ہمہ جا کارخانجات عہدۂ خود بہ تزک آراستہ دارند۔ تا وقتِ کار مجرای آنہا ظاہر شود و نفاست مزاج و پاکیزگی آنہا بر ما ہویدا گردد و ہمہ مردم بینندگان شانِ دولت خداداد ما معلوم کنند و رونق و شکوہ او معاینہ نمودہ ناتوان بینان پست گردند۔ ہیہات ہیہات دعوی فقر و این ہمہ مباہات حقا بیحساب تا صواب رب الارباب عاقل خان جواب حسب الحکم کہ درباب بنا نمودنِ قلعۂ دار الخلافہ بہ مہابت خان صادر شد خوب نوشتہ نوکر ہمچو باید۔ اَلشُّکرُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ۔

رقعہ ۱۴۹

فدوی درگاہ وزارت خان عبد الرحمٰن درگذشت۔ برائے دیوانی مالوا چند اسم نوشتہ بفرستد کہ خدمت کردہ باشند۔ رگھناتھ سعد اللہ خانی و داحیانے کہ رانق مہماتِ دیوانی بود می گفت کہ کار سرکار والا بیکسے باید فرمود کہ جوہرِ کاردانی و دماغ

معاملہ آرائی داشتہ باشد نہ علیل غرض۔

رقعہ ۱۵۰

آن فدوی مدار المہام حسب الحکم قضا جریان بہ فرزندِ عالی جاہ قلمی نماید کہ از نوشتۂ نیکنام خان بعرض رسید کہ شماہر سہ پسر دیوانِ قدیم خود بر آوردید فہم و ذکائے رسا دارید مختار ید۔ حالا بافضائل خان و میر ہادی مزہ نماند۔ عنایت اللہ خان را واسطۃ المطالب ایشان کردیم۔ بیاد داشتہ باشند کہ کوکلتاش خان در حین نظامتِ دکن و روح اللہ خان ہنگام صوبہ داری حیدر آباد صدر بعضے ادا ہائے نامناسب شدہ بودند مصلحتاً چندے معاتب داشتیم و آخر نظر بر قدیم خدمت بانہا در ساختیم۔ از زبانِ اعلیٰ حضرت شنیدہ ایم کہ عرش آشیان اکبر پادشاہ روزے می فرمودند کہ تو ندل برائے تغیر و تطہیر امور ملک و مال شوہ تند دارد اما غرور ش خوش نمی آید ابوالفضل باو بد بود شکایت گونہ آغاز کرد۔ جواب یافت کہ نواختہ رامی نوان بر انداخت۔ لہذا بآدم کار چار ناچار باید ساخت۔ فرد

خدائے راست مسلم بزرگی والعاف ۔۔۔۔۔ کہ جرم بیند و نان بر قراری دارد

رقعہ ۱۵۱

خان فیروز جنگ کارِ خود را ناتمام گذاشت۔ باوجودیکہ فرزندزادہ از برہان پور آمدہ بدیدنش نرفتہ روانہ برار شد۔ و لفظ سپہ سالار کہ مے نویسد از نوشتۂ وکیل معلوم شدہ یا خبر غیبی ست۔ درین مادّہ نہ فرمان رفتہ و نہ ما گفتہ ایم۔ بنماید کہ منصب سپہ سالاری از کجا پیدا کرد۔

رقعہ ۱۵۲

محمد باقر داروغۂ کچہری دیوانی در گذشت دشکار خان از زبان مردم عوام درست۔ روزے دوسواری شنیدیم کہ این را بہ نسبتِ او مردم چہ قدر بدی گفتند۔ مکرر گفتیم کہ او از شرارت یا این از صدارت باز آید سود نہ کرد۔ جزائے اعمال حق ست خود بہتر مے داند کہ بر سرِ آن رفتہ چہ گذشت و بر سرِ این رفتنی چہ خواہد رفت نفس امارہ نمے گزارد کہ آدمی عمل صالح بکند و زادِ عقبیٰ بردارد۔ دگر نہ ہمہ مے دانند کہ ظلم کردن بد ست و پیش آوردنِ ظلمہ بدتر ازان۔ گرسنہ را خدمت دادن ظہر بارہ کشتن است۔ ودیدہ ودانستہ از عہدۂ بازپرس آخرت کہ در

شک است برآمدن مشکل چہ جائے یقین داشتن۔ جاگیر باید داد اما خدمت باید داد۔ ع
داد داد از دستِ غفلت داد داد

غلام محی الدین نامی در لشکرِ عالی جاہ دکانی چیدہ بدردیشی متہم گردیدہ برآوردنش ضرورست۔ بیت
این نہ ہر دانند این ہا صورتند
بستۂ نان اند و مرد شہوت اند

جہلائے مبتذل مزاج مختل ہر اقوالِ باطل دارند۔ ایمان کو و اسلام کجا؟

رقعہ ۱۵۳

عالی جاہ تتمہ طلب کہ در سرکارِ دالا دارند التماس تنخواہ بر پرگنۂ لودھی کردہ اند۔ باید نوشت یا بوکیل گفت۔ کہ تتمہ طلبِ ایشان اگر خواہد ماند چہ مضایقہ در حساب مطالبہ و نقدی و قیمت و جواہر و غیر آن محسوب خواہد شد۔ سوادی سوداگرانہ نیست۔ اعلیٰ حضرت زیادہ بر چہارم حصّہ از جاگیر پادشاہزادہا و امرا موقوف مے داشتند۔ در عصرِ ما ہمہ ضابطہا بے ضابطہ شد۔ بعضے اوقات جمدۃ الملک بجائے خود مے گفتند کہ ما یکار بیرون جات گاہے مامور نشدہ ایم۔ اگر گاہے اتفاق خواہد افتاد مردم ترکیب محنت و تردد ما را خواہند دید و این معنی زبانی ہر کارہا باللفظ بعرض والا رسیدہ بود۔ درین ولا کہ از عرایض منہیان معروض شدہ کہ غنیم لئیم بر ذوالفقار خان ہجوم آوردہ رسدنمے گزارد و عرصہ بر خانِ مذکور تنگ و کمک طلب است حکمِ والا بنام جمدۃ الملک عزّ اصدار یافت کہ بہ کمک پسرِ خود را زود رساند۔ چون در رسیدنِ او اہمال واقع شد شقہ بخط انور صادر گشت کہ ایشان خود را عاشقِ پسر مے گرفتند۔ حالا کہ بر وعرصہ تنگ ست در زود شتافتن تساہل چرا۔ مدعی شدن دیگر و در دعوائے صادق برآمدن دیگر است۔ ع
دیگر بجود مناز کہ ترکی تمام شد

رقعہ ۱۵۴

فدوی قدیم الخدمت باآنکہ عمرے در حضور تربیت یافتہ و خدمت کردہ و گمانِ ضابطہ دانی و شرائف انسانی در حق او بیشتر است۔ باوجود این ہمہ اہانتِ منصب دارانِ پادشاہی روا مے دارد و قولِ سعدی یاد نمے آرد۔ بیت
من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم
بندۂ بارگاہِ سلطانیم

عجب عجب از مقولات سعداللہ خان ست کہ الف بصورتِ قلم و نون بشکلِ دوات۔ دیوان کہ بصفاتِ ملکی آراستہ

نباشد، دیدہ دست قلم و دوات پیش نهاده با جوانے با تصویرے از نقش عقل و ہوش سادہ۔ بعد ازین احتیاط لازم داند۔ و با اعتقاد خود لو کر بندگاہ و والا را نیز ہم چشم خود شمارد و اتیانے کرمے باید مراعات آن را نامرعی ندارد۔

رقعہ ۱۵۵

فرزند زادۂ محمد عظیم امروز عرض کردہ اند کہ پرگنۂ لشکر پور در جاگیر شاہ عالی جاہ مرحمت شود۔ از ایشان باید پرسید کہ این خیر خواہی بچہ امید در خاطر گذشتہ۔ اگر شاہ ایمائے این طلب بر آن فرزند زادہ کردہ اند چہ مضایقہ والا این خیالات در گزند کہ اخلاص دلی نمی افزاید بل افزائش غرور و پندار را شاید۔ کَفٰی بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَکِیْلًا وَّ اَنَا اَدْعُوْا اَنْ یُرْحَمَ کُلُّھُمْ وَ یُدْخِلُھُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا۔

رقعہ ۱۵۶

خبر مرگ مخلص خان شنیدہ باشید از شرائف انسانی و جوہر خدا دانی و ہمہ دانی او حظ برمے داشتیم۔ رضی اللہ عنہُ۔ این دار مرگ زار شدائد بسیار دارد و فوائدش ناپائدار۔ دل دانا و چشم بینا کو شخصے شکایت گونہ پیش ما گفتہ بود کہ این مرد کسے را بہتر از خود نمے داند۔ جواب دادیم کہ بہتر از خود کسے را نمے یابد۔

رقعات بنام غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ

رقعہ ۱۵۷

خان فیروز جنگ یکرنگِ من۔

مے خواستیم برائے عیادتِ آن دولت خواہ خود بیائیم اما بچہ رو بکدام نظر مشاہدہ نمائیم۔ لہٰذا سعادت خان را نیابۃً فرستادیم تا بہ چشم ما بیند و اظہار ما فی الضمیر کند۔ از میوہائے نورس آنچہ این جا بہم مے رسد انگور است۔ اما اطبائے یونانی برائے آن عمدۂ مخلصان مزاجدانِ مضر مے گویند لہٰذا بر خود ہم ناگوار کردیم۔ انشاء اللہ تقدس بعد صحت کامل و شفائے عاجل یک جا مے خوریم۔ فرد

یارب این آرزوئے من چہ خوش است ۔۔۔ تو بدین آرزو مرا برسان

رقعہ ۱۵۸

خان فیروز جنگ یکرنگ من

تغریق فوج لاعلاجیست. فدوی زادہ را زود بحضور کرامت گنجور بفرستد کہ بانعامات وادرارات امتیاز یافتہ باز پیش آن دولت خواہ خواہد رسید۔ فرد

ہان مشو نومید چون واقف نۂ ز اسرار غیب | باشد اندر پردہ بازی ہائے پنہان غم مخور

فرد آنچہ دل از فکر آن مے سوخت ہم ہجر بود | آخر از بے مہری گردون بہ آن ہم ساختیم

رقعہ ۱۵۹

خان فیروز جنگ یکرنگ من

الحمد للہ دوری قلبی نیست ۔ بیت

گر در یمنی و با منی پیش منی | ور پیش منی و بے منی در یمنی

از احوال شبا روزے اکثر اطلاع مے دادہ باشند تا کہ مواصلت صوری دست دہد خانہ زاد عنایت اللہ خان را ندیدہ ایم۔ جائے او خالی ست۔ ع

شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست

رقعات بنام ذوالفقار خان بہادر نصرت جنگ

رقعہ ۱۶۰

نصرت جنگ بے ریو ورنگ من

در اول این ملک در قلمرو فرماندہان دہلی بود۔ و بہمان متغلب از تصرف ایشا برآوردند و ایشان را منہمک و مستہلک بہ لذات نفسانی و مستغرق امور دنیائے دنی دیدہ فرصت از دست ندادہ تخت و چتر برائے خود ساختند ہر چہ کردہ بودند مکافات آن از پیش گاہ منتقم حقیقی یافتند۔ یعنی ہمان بے وفائی و نمک حرامی کہ با ولی نعمتان نمودہ بودند

از نوکرانِ خود دیدند۔ سیوا و غیرہا نیز با آنہا سلوک بد نمودند۔ بیت

دریاب کنون کہ دولتت ہست بدست — کاین دولت و ملک مے رود دست بدست

رقعہ ۱٦۱

ولایتِ زرخیز بدست این کافر حربی خواجہ دشمن چرا بگذاریم۔ و تغافل در امرِ ممکن الحصول بے مانع ظاہری چون کنیم۔ فضیلت غزا در ہمین مگر نخواندہ ایم یا سلیقۂ ملک گیری و مفسد اسیری نداریم۔

رقعہ ۱٦۲

خان نصرت جنگ

رأو دلیپ وغیرہ متعینانِ خود را سوئے ملتفت خان پیش پادشاہزادۂ عالی جاہ بگذارد کہ آنجا ہم کارِ بسیار است و دست آنہا اگر کوتاہ باشد و در کار خللے نہ شود فبہا کہ بعضے از رانائیے بیجا بیک کمان تیر مے اندازند۔ و بعضے فہمند کہ خود را نشانۂ تیرِ وبالِ آخرت مے سازند۔ ابیات

گندم از گندم بروید جو ز جو — از مکافاتِ عمل غافل مشو

صبا بہ لطف بگو آن غزال رعنا را — کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ ما را

والعاقبۃُ بالعافیۃ۔

رقعہ ۱٦۳

نصرت جنگ بے ریو رنگِ من

چون گرفتن دکن کہ اہم بود تمام ہمت مصروف ہمین کار شد۔ الحمد للہ صورت یافت۔ اما خرچے کہ درین سفر خیریت اثر شدہ و مے شود مدارِ آن بر خزانہ ہندوستان ست۔ مبلغ ہائے کلی طلب طلبداران شدہ و میشود۔ در کرناٹک دفینہائے قدیم عظیم بسیار شنیدہ مے شود۔ زمیندار بیجاپور کہ بے اصل ست بہ تغلب متصرف است و نبیرۂ پدرِ سیوا لئے جبتی ست۔ ملکش ظاہراً چندان استحکام ندارد۔ حاصلش بگفتۂ سیدے مسعود خان متوفی ہفتاد و ہشتاد لک ہون ست۔ چرا در تصرف او باشد۔ حقیقت ملک و تدبیر نزاع از وے و از نائب خود کہ داؤد خان

باشد استفسار نماید چرا اغماض و تغافل رود۔

رقعہ ۱۶۴

خان نصرت جنگ من

ارباب کار تیمار حال مردم متدین کم مے کنند۔ زیرا کہ از تہنا تواضع آنہا از اول تا آخر نمے آید۔ دستگاہ در گرفتن و دادن باک ندارند۔ یعنی آب از دریا بخشیدن بخل نمے خواہد خلاف امر سہیت دشوار۔ نمے دانم روز جزا بر من چہ خواہد گذشت۔ و بعد ازین بر سر بند ہائے خدا چہ مصیبت خواہد شد۔ فرد

فکر شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را — عشرت امروز بے اندیشۂ فردا خوش ست

بہر حال ارباب کار ذوی الاعتبار را در ہمہ حال ہراسان و ترسان باید بود و ہر لحظہ اَلْحَفِيْظُ وَ اَلْاَمَان باید گفت۔

رقعات بنام میرزا صدر الدین محمد خان صفوی بخشی دوم

رقعہ ۱۶۵

میرزا بخشی

اخلاص کیش۔ پنجابی بہ منصب دوصد و پنجاہی سرفراز شدہ در دیوان تسلیمات بکناند۔

رقعہ ۱۶۶

میرزا بخشی

محمد ابراہیم خجالت ندیم بہ منصب سہ ہزاری و دوصد و پانصد سوار و خطاب میرزا خانی و عطائے دہ ہزار روپیہ بعرض بیگم سرمایۂ عز و افتخار اندوختہ حسب الحکم مشعر این عطایا باو برنگارد۔ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰہِ۔

رقعہ ۱۶۷

بنام عاقل خان قلعہ دار صوبہ دار الخلافہ شاہ جہان آباد

عرضداشت آن قدیم الخدمت از نظر گذشت۔ ارادۂ گوشہ گزینی و استعفائے منصب نوشتہ است۔ ہرگاہ

گوشۂ خاطر اقدس را کہ منظور نظر خاص و پروردۂ لطف است باو سپردہ باشیم دیگر کدام گوشہ بہ تر ازین مے خواہد درصورت مبالغہ الیہٖ منظور داشتہ التماس آن قدیم الخدمت را درجۂ پذیرائی خواہد شد۔ ویک ہزار سوپیہ دماہہ معاودہ ہزار سالانہ مے شود نقد مقرر خواہد گشت۔

رقعہ ۱۶۸

بنام حمید الدین۔

خان بہادر حمید بداند۔ حرف چند روز ست کہ شاہ عالی جاہ عرض نمودند سہ کس دشمن جانی من اند حمید الدین خان و امیر خان و منعم خان گفتیم۔ امیر خان نیک ذات است۔ باکسے دشمن نیست و خان حمید ہم شاید نباشد واحوال منعم خان برین ظلوم جہول مجہول بارے فکر خود کردید۔ از حال خود چرا غافل اید۔ و مقدمۂ موت خود ہمان است کہ اَلْمَوْتُ قَرِیْبٌ مِّنْ شِرَاکِ النَّعْلِ وَ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ہائے ہائے افسوس افسوس بیت

گہے از دست و گاہے از دل و گاہے زپا مانم　　　　بسرعت مے روی اے عمر مے ترسم کہ وامانم

اگر مناسب داند بہ عالی جاہ بسپاریم و اگر کدورتے باشد صفا دہیم تا ادامانت این فانی خیانت نکند۔ ہر چہ بخاطر رسد بر نگارد یا عرض نماید۔

رقعہ ۱۶۹

بنام عنایت اللہ خان

دیروز ابوالوفا حاضر بود کہ درویشے سادہ دل آمدہ چیزے برائے عیال خواست گفتیم فقیر را بہ مدعا چہ کار فقیر دل بریدہ و گریبان دریدہ مے باید۔ مردم فقیر فقیر مے گویند نمے دانند کہ فقیر چیست و چہ معنے دارد۔ فرد

جہان آئینۂ وہم است این صورت پریشانش　　　　نفس پرداز تقلید ند و مے گویند الٰہی

اَللّٰھُمَّ وَ نَجِّنَا عَنْ قَوْمِ الْغَافِلِیْنَ آمین آمین آمین۔

رقعہ ۱۷۰

ہدایت کیش و اخلاق اندیش از اسلام آوردن خیلے برخود مے نازد بیحساب است حال اولین در حضور

چنین نارسائی مزاج دوبین درآنجا با عالی جاه چنان فهمانیده باید گفت۔ قطعه

تحشی غیر ... با زمانه بساز — ورنه خود را نشانه ساختن است

زیرکان زمانه مے گویند — زیرکی با زمانه ساختن است

خدا گوش شنوا و چشم بینا دهاد وَالسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الرُّشْدِ وَ السَّدَادِ۔ سلوکے که این کوردمکان به پادشاهزاده کردند۔ او شنیده باشد۔ چه کنیم۔ خود کرده را درمان نیست۔ وا برطبق عرائض این نمک حرامان حکم کردیم وگرنه اجازت دستگیر کردن دادیم۔ معلوم نبود که این بے دینان آن قدر جرأت بهم رسانیده اند که بحضور پادشاهان دروغ عرض خواهند کرد وحرف بے اصل نسبت به آن سعادت مند نمود۔ خوب یار باقی صحبت باقی۔ انشاءالله تعالیٰ مے فهمیم بالفعل حسب الحکمی بنام فرزند عالی جاه نوشته زده بیار علی بیگ بدهد که حسن بیگ ویران کار چکله کوڑا برعایت خوشی افضل اجهل تغیر نه شده سکنهٔ آنجا تواتر فریاد مے کنند وسر بر زمین مے زنند و مے گویند ع

اگر تو مے نه دهی داد روز بے داد بے هست

آخر الدوله الکی۔ این چکله از جاگیر ایشان تغیر خواهد شد و عوض خواهد یافت۔ زمین سخت و آسمان دور دیوان رامیان صاحب جاگیر رعایا و عامل این گفته اند۔ دیوانی کردن آسان واین بودن مشکل۔ در بعضے محالات حضرة سیاه شما زور ظالمانست۔ آدم خداترس و آبادان کار چیده و فهمیده به میزان فکر سنجیده زود تعیین نمایند۔ که از روز جزا بری الذمه ما و شما شویم۔ عاملان خویش و برادر دیوان و واقع نگاران ابنائے جنس این و فوجدار نباشد۔

رقعه ۱۷۱

به هدایت الله زرین رقم بگوید که این رباعی در بیاضے که به پادشاهزادهٔ کام بخش مرحمت مے شود۔ بخط خود بنویسد۔ رباعی

آتش بدودست خویش در خرمن خویش — من خود زده ام چه نالم از دشمن خویش

کس دشمن من نیست منم دشمن خویش — اے وائے من و دست من و دامن خویش

رقعه ۱۷۲

میر جلال الدین که از نشاه عالی جاه جدا شده ظاهرا همشیره زادهٔ همت خان است که بخشی ما بود۔ سید زادهٔ

کریم النسب و صحیح الحسب ست چرا بر آورده نداند ز وکیل بپرسد۔

رقعہ ۱۷۳

نوشتۂ معتمد خان وحی نیست کہ خواہ مخواہ بر آن عمل توان کرد بندوبست ازین چیزہا مے رود۔ بہرحال
چون او خود بخود بیزارست و مستعفی شدہ بنویسد کہ بہ دیوانی اکبرآباد آمدہ خبردار باشد۔

رقعہ ۱۷۴

اسدخان و لپسرش بحضور نوشتہ اند کہ پادشاہزادہ بحمایت رانائے حربی کمر بستہ اند۔ مے خواہند کہ بہ قلعہ
درآیند۔ چنانچہ یک روز بہمین ارادہ سوار شدہ تا پائے قلعہ رفتند۔ اما زمیندار مردد از خبرداری بندہائے
پادشاہی نتوانست از قلعہ برآمد و ایشان را برہ۔ تاخیر در فتح بہمین سبب ست حسب الحکم درباب محافظت
پادشاہزادہ و مفتوح ساختن قلعہ بہ آنہا باید نوشت۔ و کرز بقلم آوردہ حوالۂ یار علی بیگ نمود کہ بہ ڈاک فرستد۔
نشود کہ مثل پادشاہزادہ مرحوم و مغفور بہ مخالفت پیوند دکار پادشاہی برہم شود۔ فرد

حقوق خدمت صد سالہ لعب الطفل ست بجشورے کہ درد کودکان خداوند

شریف مکۂ معظمہ در ہندوستان دولت بسیار شنیدہ ہر سال برائے طلب نقد خود ایلچی مے فرستد۔ این مبلغ ہا کہ
مے فرستیم برائے مستحقین ست۔ بجہت او فکرے باید نمود کہ بہ آن جماعت برسد و دست این متغلب حق
بر آن نرسد۔ لبسوداگران عمدہ و مالداران و تجار بندر مبارک سورت از طرف خود بنویسد کہ اگر بطورے معرفت
آن ہا بہ مردم اہل استحقاق حرمین شریفین سالم تواند رسید۔ بہ وساطت آنہا ارسال داشتہ آید۔ خواہی نخواہی
منحصر در اظہار و شہرت نذر سرکار والا ہم نیست مطلب بہ خوشنودی ارواح مطہرۂ حضرات و جناب جل و علا و
حبیب او ست صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و در صورتے کہ این ہم متعذر باشد۔ چرا بمستحقان این ملک نباید رسانید
کہ در ہمہ مقامات جلوۂ او سبحانہ اظہر است۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔

رقعات بنام اسد خان

رقعہ ۱۷۵

بہ مبین پور خلافت محمد معظم بہادر بنویسید بلکہ عرضداشت کند کہ تجویز خدمت فوجداری جلال آباد بر شیخ کریم اللہ بسیار بجا شد پدرش سپاہی بود و ہم متصدی از احوالش مفصل اطلاع نداریم منصب او بیست بر نگار مد از خارج بہ عرض رسید کہ وکیل منصب داریکہ در صوبہ کشمیر جاگیر دار بنا بر قضیۂ محصول جاگیر کہ از عامل کشمیر وطن میخواہد در کچہری دیوانی از مدتے رجوع دادہ است برعایت وطن داری حق آن منصب داران کشمیری بے پیسہ دانند۔ درین صورت جلا اگر عذر رجاحت و بیسے علمی کنند شاید کہ اکرم الاکرمین کرم کند۔ امّا عالمان را چہ عذرست مکرر آواز بلند گفتہ ایم و باز مے گوئیم کہ ما را در احقاق حق و رفع تعدی متعدی رو دیدگی ہیچ یکے از فرزندان نیست۔ تا بدیگرے چہ رسد سر ہیچ مرتفع بہر امیرے کہ مرحمت شدہ غیر از روز مبارک یک شنبہ نہ بندد۔ بہ ہمان اکتفا کند و از خود نسازد۔

رقعہ ۱۷۶

بفرزند عزیز بہادر بنویسید کہ دنیا رفت و آخرت آمدنی شد۔ چیزے کہ یادگار خواہد ماند بکار خواہد آمد ہمراہ بغار گور خواہد رفت ہمین امور خیر کہ عبارت از باقیات صالحات ست امروز خود را فردائے رفتگان باید دانست و عاقل آن ست کہ وقت حال را کہ بین الماضی والاستقبال ست غنیمت داند۔ و امر خیر و صلاح آنچہ تواند فوراً بہ عمل آرد و حال را رفتہ و آیندہ را شدہ پندارد۔ زیرا کہ حال را روی در رفتن ست و آیندہ را روئے در آمدن

فرد

سعدی ہمہ روزہ پند مردم ‌‌ ‌ مے گوید و خود نمے کند گوش

رقعہ ۱۷۷

فدوی با اخلاص را کہ بدیرۂ او فرستادیم۔ وجہت تنبیہ پدر و پسر اعتبار او افزودیم۔ ظاہرا بر نخوت و پندار افزود و قدر خود را کم کرد۔ استغفر اللہ لازم آن ست کہ لوازم اعتذار و استغفار بہ خود واجب شمردہ بدیرۂ نصرت جنگ بردہ۔ و عذرہا بخواہد۔ و خود را از زمرۂ بیش دستان پدرش انگارد و واقعہ کانہ کچھو فراموش نسازد۔ نظم

هیچ دانی که شیر مردی چیست — شیر مرد زمانه دانی کیست
آن که با دشمنان تواند ساخت — وان که با دوستان تواند زیست

رقعہ ۱۷۸

به فرزند عالی جاه عرضه داشت کند که ایشان استشفاع تقصیر اعتبار خان کرده اند۔ احتمال قوی که سید سعدالله درویش نوشته باشد بنویسید که عبدالقادر۔ بیدل درین مقام دو مصراع دلچسپ گفته۔ فرد
بترس از آهِ مظلومان که هنگامِ دعا کردن — اجابت از درِ حق بهرِ استقبال مے آید

بنام ابوالقاسم خان که بخطاب ملتفت خان سرفراز شده بود و بعد فوت امیر خان با میر خان مخاطب شده داروغهٔ خواصانِ آن حضرت گشته و خیلے در مزاجِ اقدس راه داشت و لطیفهائے حسب حال و بموقع بعرض مے رسانید صادر شد

رقعہ ۱۷۹

به محمد اعظم شاه باید نوشت که ما فریفتهٔ حُسنِ دیانت و جوہرِ شعورِ ایشانیم۔ زاهده بانو اگرچه بیچاره تا چند بحال تباه دردمند خواهد ماند، بر ما و شما حقّے دارد۔ و اتلافِ حق موجب ناخوشنودیِ خالق است۔ نمے دانند که فضل بے شمار حضرت آفریدگار آمرزگار چه قدر عفو جرائم بے شمار عاصیانِ بدکردار مے فرماید۔ برائے خدا و خاطرِ ما کینهٔ دیرینه و غبار پیشینه از سینه بردارند۔ و آن ضعیفه را که غیر از شما دیگرے ندارد مشمول عواطف گردانند۔ نواسه هاشم آنچه کردند۔ مزد سزائے آن روزِ بد دیدند۔ دُنیا گذشتنی و گذاشتنی است۔ لهذا با همه کس ساختنی۔ ع
ناکرده گناه در جهان کیست بگو

کلمه مغریب از زبان میان عبداللطیف قدس سره الشریف یاد داریم که خدا ناترس را در مزاج راه دادن و ذی حق را از در راندن بدترین گناهان است۔ مؤثرِ حقیقی زبان این عاصی پُر معاصی را اثرے بخشاد۔ و زیاده برین چه باید نوشت۔ که نباید نوشت۔

رقعہ ۱۸۰

حسب الحکم آنکہ سرفراز خان عبداللطیف ہرگاہ برائے سلام جدۃ الملک مدار المہام بیاید۔ ایشان اگر سوار اسپ باشند بعد سلام دست بر سر گذاشتہ عقب ایشان برود۔ واگر بر پالکی سوار باشند بعد سلام مختار ست واگر بر فیل باشند برابر راہ برود۔ اگر متکلم شوند جواب بدہد والالا۔ ورادکا عفو و دیگر پنجہزاریان از اسپ فرود آمدہ سلام کنند۔ ایشان اورا پان دہند و دیگران راعلیک۔

نقل شقہ ۱۸۱

شاہ عالی جاہ کہ بہ افضل خان صادر کردہ بودند۔ سید کمال خان در گذشت۔ بہ وکیل باید نوشت کہ بعرض رساند احوال متعینان این صوبہ از حضرت پنہان نیست۔ عنایت اللہ خان حسن عمل ہر یک مے داند۔ از حضور پر نور ہر کرا لائق این کار داند مقرر نماید۔ کشمیری درین صوبہ نیست کہ ما مقرر کنیم۔ وعنایت اللہ خان راضی شود۔ اضافہ این افغان البتہ عمل کافذی خواہد بود۔ وصول شدنی نیست۔ پرگنہ از جمع مے افتد۔ ورعایا ویران مے گردند ونیب او باین درجہ بگوش مے خورد واگر بجائے یک روپیہ لک روپیہ بیارد منظور نیست۔ تغیر تغیر تغیر در کار ہا خوف الٰہی دو اہمہٗ باز پرس پادشاہی شرط است۔ دیوان را نباید کہ خویش واقربا را کار فرماید۔ میر مرتضیٰ در لونی باشد و دیگر ہر کہ اعتماد بر عمل او باشد برود۔ جاگیر برائے ظلم واخذ وجر عمال نگرفتہ ایم۔

اقسامِ خطوط

رقعات کے سمجھنے میں آسانی ہوگی اگر خطوط کی مختلف قسمیں پیشِ نظر رہیں۔

فرمان، شقہ اور احکام سے مراد وہ خطوط تھے جو بادشاہِ وقت کسی شہزادہ، سلطنت کے کسی افسر یا کسی بیرونی حکمران کو لکھتا۔

نشان سے مراد وہ خط ہے جو شاہی خاندان کا کوئی فرد بادشاہ یا اپنے خاندانی بزرگوں کے علاوہ کسی شخص کو لکھے۔

عرضداشت سے مراد وہ خط ہے جو کوئی شاہزادہ بادشاہ کو یا کوئی دوسرا شخص بادشاہ یا شہزادہ کی خدمت میں لکھے۔

فتحنامہ سے مراد وہ خط ہے جو کوئی صوبہ دار بادشاہ کی خدمت میں لکھے۔

حسبُ الحکم۔ وہ خط جو وزیر بادشاہ کے حکم وہدایت کے مطابق اپنی طرف سے لکھے۔

احکام، رمز اور اشارہ۔ وُہ جملے اور عبارتیں ہیں جو بادشاہ کسی فرمان کے متعلّق منشیوں کو لکھ کر دیتا اور منشی ان کے مطابق فرمان مکمل کر دیتے۔ عالمگیر نے اس قسم کی عبارتیں بڑی مقدار میں لکھی ہیں۔

سند گویا پروانہ تقرر تھا۔ لیکن صوبہ داروں کا خط تقرر فرمان کہلاتا تھا۔

دستک۔ پروانۂ راہداری تھا جو تجارتی اشیاء کے لے جانے یا کسی شخص کو داخلۂ دربار یا چھاؤنی میں جانے کے لئے دیا جاتا تھا۔

رقعہ۔ عام خط۔

(اشرف پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد اشرف پرنٹر چھپی)

اُردو ترجمہ

رقعاتِ عالمگیرؒ

جو

جو اصل فارسی رقعات کے ساتھ حضرت عالمگیرؒ

کے جشن جلوس کی

تین سو سالہ یادگار کی تقریب پر

سنہ ۱۹۵۸ء میں

مجلۃ البصیر

اسلامیہ کالج چنیوٹ کے عالمگیر نمبر میں شائع ہوا۔

عرض مترجم

حضرت عالمگیرؒ کے رقعات کو ادب فارسی اور تاریخ ہند میں خود اُن کی ذات کی طرح ایک بلند مقام حاصل ہے۔ خاندان مغلیہ میں اورنگ زیب ایسا جامع کمالات کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا بلکہ عالمگیر کی ذات مسلمان بادشاہوں میں اپنی ایک شان یکتائی رکھتی ہے۔ "رقعات عالمگیر" ہندوستان میں انگریزی سلطنت کے اوائل میں کم از کم پشاور سے دہلی تک سکولوں میں شامل درس تھی۔ رفتہ رفتہ فارسی کی کم قدری کے ساتھ ساتھ اس شاہکار کا بھی کوئی پُرسان حال نہ رہا۔ اس کے انتخابات پچیس تیس پہلے تک تو امتحانات زبان فارسی میں داخل نصاب تھے لیکن اب لاہور میں کہ ایک مسلمہ مرکز علم و ثقافت ہے 'رقعات عالمگیر' ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

حضرت عالمگیرؒ کے جشن جلوس کی سہ صد سالہ یادگار کی تقریب میں جب "رقعات عالمگیر" شائع کی گئی تو ان رقعات کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دینا ضروری معلوم ہوا تا کہ حضرت عالمگیر کے عقیدتمند

اور تاریخ کے عام طلباء اقلیم ہند کے اس درویش شہنشاہ کے خیالات و جذبات سے بہ آسانی آگاہی حاصل کر سکیں۔ صحت ترجمہ کے لیے ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ تاہم چند مقامات ضرور ایسے آئے ہیں جن میں الفاظ کے معانی کے تغیر تحریف و تصرف اور تاریخ سے بڑھتی ہوئی ناواقفیت نے شدید مشکلات پیدا کر دی ہیں۔

التجا ہے کہ ارباب علم و نظر ازراہ کرم مجھے ترجمہ میں میرے فہم کی نارسائیوں سے مطلع فرمائیں تاکہ رقعات اور ترجمہ دونوں جہاں تک ممکن ہو سکے اصل عبارت اور مفہوم سے زیادہ سے زیادہ قریب ہو سکیں۔

عطاء اللہ
اسلامیہ کالج
چنیوٹ

دسمبر ۱۹۵۸ء

اشارات

ان رقعات میں مختلف اشخاص کے لئے خاص خاص خطابات والقابات معین ہیں جیسے پور غلافت "فرزند سعادت توام" سے مراد سلطان محمد معظم المخاطب شاہ عالم بہادر ہے۔ بعض اوقات شاہزادہ سلطان محمد اعظم شاہ بہادر کو بھی 'فرزند سعادت توام' کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے۔ 'فرزند عالی جاہ' سلطان محمد اعظم شاہ بہادر کا خاص لقب ہے۔ 'برادر نامہربان' سے مراد حضرت عالمگیر کا بڑا بھائی دارالشکوہ ہے۔ 'فرزند زادہ عزیز' سے مراد شاہ عالم بہادر کا بڑا لڑکا محمد معزالدین بہادر اور 'فرزند زادہ بہادر' سے مراد سلطان محمد اعظم شاہ کا بڑا لڑکا محمد بیدار بخت ہے۔ 'فرزند زادہ عظیم القدر' سے مراد شاہ عالم بہادر کا دوسرا لڑکا محمد عظیم الدین ہے۔ 'عمدۃ الملک' 'مدار المہام' اور 'آں فدوی' سے مراد اسد خان وزیر اعظم ہے۔ ذوالفقار خان بہادر نصرت جنگ کو 'نصرت جنگ' اور غازی الدین فیروز جنگ کو 'فیروز جنگ' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مرزا صدرالدین محمد خان صفوی کو 'مرزا بخشی'۔ تربیت خان کو 'میر آتش' اور حمید الدین خان بہادر کو 'خان' اور 'حمید' کے القاب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔

(۱)

مہین پور خلافت فرزند سعادت توام محمد معظم

اللہ تعالےٰ نے تمہیں اپنی حفاظت اور سلامتی میں رکھے

اعلیٰ حضرت مرحوم (شاہجہان) بلخ۔ بدخشاں خراسان اور ہرات یعنی اپنے قدیم موروثی ملک کے حاصل کر لینے کے حد درجہ خواہشمند تھے، اور انہوں نے دو بار مراد بخش کی سرکردگی میں اس طرف بادشاہی فوجیں بھی روانہ کیں چنانچہ اس علاقہ کا اکثر حصہ فتح بھی ہو گیا لیکن اس نامراد کی کم حوصلگی کے سبب جو وہاں سے طلب کئے جانے کے بغیر ہی واپس اُٹھ دوڑا۔ اور نہ ہی اُس نے اس علاقہ کے عام باشندوں اور سرداروں کی کوئی دلجوئی کی۔ اس طرح فتح کیا ہوا اور قبضہ میں آیا ہوا ملک بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ محنت رائیگاں گئی اور روپیہ ضائع ہوا۔ عقلمندوں نے اسی وجہ سے کہا ہے کہ نالائق بیٹے سے بیٹی ہی بہتر +

اس توجیہ کے پیش نظر کہ ع اگر پدر نتوانست پسر تمام کند 'اگر کوئی کام باپ نہیں کر سکا تو بیٹا پورا کر دے گا' +

اس فانی کے (میرے) دل میں یہ آرزو باقی ہے۔ اس کی تدبیر بغیر اس کے کچھ نہیں کہ آں حضرت کے پوتے (آپ) کو ایک عمدہ فوج اور ضروری ساز و سامان کے ساتھ اُس طرف بھیجا جائے۔ اس سے زیادہ ہم سے کیا ہو سکتا ہے + ہماری تاکیدات کے باوجود آپ نے اب تک قندھار ہی فتح نہیں کیا۔ اس مہم کا تو ذکر ہی کیا۔ بظاہر ہمارا کام آپ کے ہاتھوں انجام پاتا نظر نہیں آتا۔ اپنے آپ کو پہچاننے والا ہی سب سے بڑا عارف ہوتا ہے + یہ بے حقیقت ہستی تو اُس سورج کی مانند ہے جو پہاڑ کے پیچھے چھپا ہی چاہتا ہو۔ ملک ہاتھ آ گیا تو کیا، نہ آیا تو کیا۔ آپ اپنی فکر کریں کہ اس دنیا میں اپنے ساتھیوں کو اور آخرت میں خدا اور اعلیٰ حضرت کو کیا منہ دکھائیں گے +

فرزند سعادت توام محمد معظم حفظہ اللہ تعالےٰ وسلم

ایک بے غرض کی اطلاع سے معلوم ہوا کہ آپ نے اس سال جشن نوروز اہل ایران کے طریق پر بڑے اہتمام سے منایا ہے۔ خدا کے فضل سے آپ کے عقائد دُرست ہیں۔ یہ تازہ بدعت آپ نے کس سے سیکھی ہے۔ بظاہر یہ تعلیم اُس عرب نے دی ہوگی جو ؏ بدنام کنندہ نکو نامے چند ۔ چند نیک نام لوگوں کے نام کو بٹہ لگانے والا ہے۔ اور اپنے آپ کو سیّد کہلواتا ہے۔ بہرحال چونکہ یہ دن مجوسیوں کی عیدوں میں سے ہے اور ہندوستان کے کفار کے نزدیک راندۂ رحمت بکرماجیت کا روز جلوس اور بکرمی سمت کی ابتدا کا دن ہے۔ اس کے بعد ایسا نہ ہو اور یہ جہالت عمل میں نہ آئے۔ بیت

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو ۔۔۔۔ از شما یک تن نشد اسرار جو

کہتے کہتے میں نے بہت کچھ کہہ ڈالا مگر تم میں سے کسی کے دل میں بھی بھیدوں کے جاننے کی خواہش پیدا نہ ہوئی

استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ

میں اپنے خدا سے جو میرا پروردگار ہے ہر گناہ کی معافی چاہتا ہوں اور اُس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

نوٹ:۔ اس رقعہ میں بکرماجیت کے ساتھ لفظ لعین لکھا ہے میں نے جو پانچ چھ پرانے پرانے نسخے دیکھے ہیں اُن میں صرف ایک نسخہ میں جو ۱۸۶۸ء میں پنجاب کے مدارس کے لئے ہالرائیڈ صاحب کے زیر اہتمام چھپا تھا لفظِ لعین نہیں دیکھا باقی نسخوں میں یہ لفظ موجود ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ حضرت عالمگیر نے یہ لفظ بکرماجیت کے لئے استعمال کیا تھا اور اس کے معنے صرف اس قدر ہی تھے جیسے کہ بعض حاشیہ نگاروں نے لکھے ہیں یعنی بکرماجیت 'بت پرست'۔ بکرماجیت نیک نام راجہ مشہور ہے اور ظہور اسلام سے بہت پہلے گذرا ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ چلتے چلاتے کہیں نقل کرنے میں سہواً یا ارادۃً کسی منچلے کاتب کا تصرف ہے۔ اگر حضرت عالمگیر کی افتاد طبیعت کو دیکھا جائے تو بلا وجہ بکرماجیت کو لتاڑنے کی انہیں کچھ ضرورت نہ تھی۔

واللہ اعلم بالصواب +

---

(۳)

مہین پور سلطنت :-

چوتھے بیٹے کا جسے بظاہر آپ نہایت عزیز رکھتے ہیں منصب بڑھانے کے متعلق جو عرضداشت آپ نے لکھی مطالعہ سے گذری چھوٹے کا مرتبہ بڑے سے بڑھا دینا کیونکر ممکن اور مناسب ہے۔ تعجب تو اس پر ہے کہ آپ کو جو خود اپنے گھر کی خبر نہیں رکھتے بیٹے کے گھر کی آراستگی کی فکر کیونکر لاحق ہوئی۔ بہر حال

ع عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

خدا آپ کی عمر میں ترقی دے کہ اتنا بھی بہت غنیمت ہے آپ کے پاس خاطر سے یہ امر کسی دوسرے طریق پر ملحوظ رکھا جائیگا +

(۴)

مہین پور خلافت :-

معلوم ہوا ہے کہ آں فرزند فوج کی نگہداشت میں مصروف اور بیش قرار تنخواہوں والے ملازم رکھ رہے ہیں۔ بظاہر آپ کا قندھار کی طرف کا قصد ہوگا۔ اللہ تعالٰے آپ کو توفیق مرحمت کرے لیکن آپ نے اس وقت دارالسلطنت لاہور میں آنے کی جو درخواست کی ہے اُس کی علت سمجھ میں نہ آئی۔ ناصر خاں کے منصب سے پانصدی کم کر دیا گیا اور وہ ہند و مشیر ملازمت سے برطرف ہوا۔

(ع) از ماست ہمہ فساد باقی

تمام فساد ہماری وجہ سے ہی باقی ہے

(مطلب یہ ہے کہ یہ خرابیاں ہماری وجہ سے ہی ہیں کہ ایسے لوگوں کو اس سے پیشتر ہی نالائقی کی بنا پر علیحدہ نہ کیا۔ حضرت عالمگیر کے سخن ناشناس دشمنوں نے اس سے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ عالمگیر عمر بھر کے گناہوں پر پچھتا رہے ہیں اور سب برائیوں کی جڑ اپنی ذات ہی کو قرار دے رہے ہیں)

(۵)

مہین پور خلافت :-

آپ نے سلامت نفس یعنی درستی ہوش و حواس کے باوجود فتح اللہ خاں کو کیوں ناخوش کر دیا۔ ہم شہزادگی کے زمانہ میں اُمراء سے ایسا سلوک کرتے تھے کہ وہ تمام خوش تھے اور ہماری موجودگی اور عدم موجودگی میں خوشدلی کے ساتھ ہمارے گُن گاتے تھے۔ بلکہ برادر نامہربان (دارا) کے صاحب اقتدار ہونے کے باوجود اُن میں سے بعض اُس کی رفاقت چھوڑ کر ہمارے ہاں چلے آئے۔ اور اُن میں سے ایک جماعت کہ برادر نامہربان کے اشارہ سے کلمات ناشائستہ زبان پر لانے اور حرکات نازیبا کی مرتکب ہوئی تھی چشم پوشی اور تحمل کے تازیانہ سے تنبیہ حاصل کرکے از روئے انصاف ہماری عالی حوصلگی کی معترف ہوئی۔ یہاں تک کہ ہماری سرداری اور بہادری کا نقش اعلیحضرت اقدس واشرف کے لوح خاطر پر قائم ہوگیا۔ اور کتنے ہی مشکل اور اٹکے ہوئے کام اس ناتواں چیونٹی کے ہاتھوں انجام پا گئے۔ آپ نے فتح اللہ خاں ایسے شخص کو رنجیدہ اور ایک ایسے بہادر سپاہی کو کہ ہر طرح آپ کے کام آتا تھا دل شکستہ کر دیا ہے۔ بیت

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر — کہ ہرچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں سُنو اور بہانہ نہ کرو۔ اور جو کچھ مشفق ناصح کہتا ہے قبول کرو۔

بیشتر ہرچہ رضا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

آگے تمہاری مرضی۔ اس پر سلامتی ہو جو سیدھے راستہ پر چلے۔

(۶)

فرزند سعادت توام محمد معظم حفظ اللہ تعالےٰ وسلم

ایک عزیز کی تحریر سے معلوم ہوا کہ سر پر زعفرانی چیرہ باندھے اور پلوانی لباس زیب تن کئے آپ دیوان میں بیٹھے ہیں۔ یہ آپ کی عمر شریف چھیالیس کو پہنچی اور اس ڈاڑھی و شملہ پر ناز۔ (یعنی یہ کیا ہیئت بنا رکھی ہے) +

نوٹ: پلوانی۔ پلوان سے نسبت رکھنے والا۔ پلوان ایک شہر ہے جس میں نہایت باریک کپڑا بنتا ہے جس کا پہننا ثقہ لوگوں کے قریب پسندیدہ نہیں۔ یہ معنے ایک نسخہ میں دئے گئے ہیں جو ۱۲۸۶ھ میں مدارس کیلئے شائع ہوا۔ جادو ناتھ سرکار نے اس کے معنے 'پہلوانوں کی سی واسکٹ' لکھے ہیں) +

(۷)

مہین پور خلافت :-

منعم خان کو حضور سے رخصت دی گئی کہ وہ جلد پہنچ کر جو کچھ اُسے کہا گیا ہے آپ تک پہنچائے۔ مجھے اپنے آپ کی خبر نہیں کہ کون ہوں اور کہاں جا رہا ہوں۔ اور یہ کہ اس گنہگار پر جس کا رُواں رُواں گناہوں میں جکڑا ہوا ہے کیا گزریگی۔ اب آپ سے رخصت ہوتا ہوں اور سب کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں۔ میرے نامور اور کامیاب بیٹوں کو چاہیئے کہ آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت پر کاربند نہ ہوں اور خلق خدا کا کشت و خون روا نہ رکھیں۔ جو کچھ دیکھتا ہوں اُس کے مطابق تو ایک عجیب ہنگامہ برپا ہونے والا ہے۔ دلوں کا پھیر دینے والا خدا خلقِ خدا کی جو اس کی عجیب امانت ہے حفاظت کی توفیق کو ریاست اور حکومت کے راستے پر چلنے والوں کے لئے مشعل راہ بنائے +

(۸)

پادشاہزادہ محمد اعظم شاہ بہادر کے نام :-

فرزند عالی جاہ !

اسپ راہوار جو اس مرتبہ ہماری سواری کے لئے بھیجا گیا۔ اس کی سواری نہایت مسرت کا موجب ہوئی۔ اس سے جواں بخت بیٹے کی طرف سے بوڑھے باپ کے لئے غمخواریوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ہم نے نہایت لطف کی وجہ سے اُس کا نام 'خوش خرام' رکھا ہے۔ چونکہ آپ کو ہر چیز کے مناسب نام رکھنے میں خوب مہارت حاصل ہے ہمارے خاصہ کے گھوڑوں میں سے ہر ایک نام تجویز کر کے لکھیں۔ داروغہ اصطبل اُن کی فہرست جس میں اُن کے رنگ و نسل کی تفصیل ہوگی بھیج دیگا +

(۹)

فرزند عالی جاہ :-

آں فرزند کی بھیجی ہوئی آموں کی ڈالی بوڑھے باپ کو خوش ذائقہ معلوم ہوئی۔ آپ نے آموں کے نام تجویز کرنے کی درخواست کی ہے۔ آپ خود جدت طبع رکھتے ہیں باپ کو تکلیف دینا کیوں گوارا کرتے ہیں۔ بہرحال 'سدھارس' اور 'رسنا بلاس' نام رکھے گئے ہیں +

نوٹ :۔ سدھارس اور رسنابلاس دونوں ہندی نام ہیں۔ عالمگیر ہندی جانتے تھے اور جو لوگ فارسی نہ جانتے تھے اُن سے ہندی میں گفتگو فرماتے تھے۔ سدھارس کے معنے ہیں ایسے آم جن کا شیرہ آبحیات ہے اور رسنابلاس سے مراد وہ آم ہے جس کا شیرہ فرح بخش ہو۔ یوں سمجھئے کہ آموں کے نام آبحیات اور فرح بخش رکھے گئے۔

(۱۰)

فرزند عالی جاہ :

آپ کی بریانی کھچڑی کا مزہ سردیوں میں یاد آتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام خاں کی قبولی اُس کو نہیں پہنچتی۔ جی چاہتا تھا کہ سلیمان بریانی پکانے والے کو آپ سے لے لوں۔ مگر باپ کی شفقت نے اسے گوارا نہ کیا۔ اگر اُس کے شاگردوں میں سے کسی نے اس فن میں مہارت حاصل کرلی ہو تو اُسے بلوا لیا جائے۔ دگرنہ وہ کیا ہی خوشی کا دن ہوگا کہ آپ آئیں۔ خود کھائیں اور ہمیں کھلائیں۔ بیت

خوشا وقتے وخرم روزگارے　　　　　که یارے برخورد از وصل یارے

وہ وقت کتنا ہی بھلا اور وہ زمانہ کتنا ہی پُرمسرت ہوتا ہے جب دو دوستوں کو ایک دوسرے کی صحبت میسر آئے

ہوس از سرم یک سرِ مو نہ رفت　　　　　سیاہی ز مو رفت واز رو نہ رفت

میرے سر سے ہوس تو بال برابر بھی کم نہیں ہوئی۔ بالوں سے سیاہی جاتی رہی لیکن چہرہ کی سیاہی بدستور قائم ہے۔

(۱۱)

فرزند عالی جاہ :

الحمدللہ کہ فرزندزادہ بہادر محمد بیدار بخت بہادر (شاہ عالی جاہ کا بڑا بیٹا) خوب نکلا۔ اُس کی دولت کا کام روبہ ترقی ہے۔ تاہم والاجاہ کی تربیت سے غافل نہ رہنا چاہیئے سنپتی کی مہم اور جاٹوں کی تنبیہ کی کامیابی کی صورت میں مالوہ کا صوبہ فرزندزادہ بہادر کے نام بحال رہیگا۔ فرمان صادر ہوا کہ عمدہ راجپوتوں میں سے راجہ بشن سنگھ کچھواہہ کو اپنے ہمراہ رکھے۔ توپ خانہ اور اس مہم کے لئے مطلوبہ سامانِ جنگ اکبرآباد کے قلعہ دار سے حاصل کرے اور اپنے والد بزرگ سے تمیدہ کے اُس پار ملاقات کرکے سیدھا اسلام آباد عرف متھرا پہنچ جائے۔

فرزند سعادت توام عالیجاہ من :-

اعلیٰ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ شکار بیکاروں کا شغلہ ہے۔ انسان اگر عقبے کے کام کی طرف توجہ نہیں دے سکتا تو دنیا کے کاموں کی طرف ہی دھیان دینا کیا بُرا ہے کہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ - دنیا آخرت کی کھیتی ہے - وہ خود چار گھڑی رات رہے خوابگاہ سے باہر تشریف لاکر توفیق کے آبشار سے وضو فرماکر اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے تھے اور صبح صادق سے پہلے اذان کے بعد فضلاء کی جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کر چکنے کے بعد جھروکہ درشن میں تشریف لے آتے اور درشن کرنے والوں کو اپنے دیدار فیض آثار کی سعادت سے مشرف فرما کر چار گھڑی دن چڑھے دیوان عام کرتے تھے۔ اس مجلس میں تمام چھوٹے بڑے منصب دار حاضر ہو کر مجرا بجا لاتے تھے - دیوان اعلیٰ اور میر بخشی اہل خدمات کی تجویز اور صوبوں کے ناظموں - فوجداروں - امینوں اور کروڑیوں کی قابل ستائش کوششوں اور جانفشانیوں کی تفصیل پیش کر کے ہر کسی کے دامن امید کو مرادوں سے پُر کر دیتے اور دوسروں کی دلجوئی کرتے تھے۔

پھر خاصہ کے گھوڑوں اور ہاتھیوں کے ملاحظہ کے بعد ایک پہر دو گھڑی دن چڑھے دیوانِ عام سے دیوان خاص میں رونق افروز ہوتے تھے وہاں بڑے بڑے بخشی نئے نئے منصب پانے والوں کے حالات بیان کر کے عرض مکرر اور حکم ثانی حاصل کرتے تھے - اور ہر صوبہ کے حالات و واقعات کا خلاصہ پیش کر کے ہر مقدمہ کے لئے مطابق بادشاہ کا قطعی حکم اور فرمان حاصل کرتے تھے۔ قریباً دو پہر تک یہ معاملات پیش ہوتے رہتے تھے۔ اس کے بعد طعام خاصہ، جو پوری تاکید کے ساتھ حلال کمائی سے تیار ہوتا تھا جسم کی قوت عبادت اور انصاف کے لئے تناول فرماتے تھے کہ زندگی قائم رہے۔ وظیفہ خواروں اور راتبہ داروں سے کہ جن میں سے اکثر علماء، وفضلاء، مساکین - غرباء - یتیم - بیکس اور بیمار ہوتے تھے کھانے پینے کے متعلق حالات دریافت فرماتے تھے اور اُن میں سے اکثر کو پہچانتے تھے ۔ اس کے بعد خوابگاہ خاص میں تشریف لے جا کر تھوڑی دیر سوتے تھے مگر اُن کا دل بیدار رہتا تھا۔ دو پاس اور چار گھڑی گزرنے کے بعد خوابگاہ سے نکل کر وضو فرما کر نماز خانہ میں قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے تھے اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد اُن کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی اور زبان پہ اوراد جاری - اس حالت میں اسد برج میں تشریف فرما

ہوتے تھے۔ دیوان اعلیٰ وہاں حاضر ہو کر مطالب مالی وملکی سے متعلق عرض معروض پیش کرتا تھا۔ اکثر کاغذوں پر حضور کے دستخط کروالیا کرتا تھا +

چار گھڑی دن رہے پھر دیوان عام منعقد ہوتا تھا۔ اس وقت بخشی اور داروغہ تن اُن لوگوں کو جن کو تازہ منصب عطا ہوئے ہوتے تھے اور اُن کو جو جاگیرات کے طلب دار ہوتے تھے نظر انور سے گزارتا تھا اور آنحضرت ہر شخص کے حسب ونسب۔ ذاتی قابلیت اور تجربہ سے متعلق پوری تفتیش وتحقیق سے کام لے کر منصب تنخواہ یا جاگیر سے متعلق حکم صادر فرماتے تھے۔ شام کے بعد دیوان عام سے اُٹھ کر نماز مغرب ادا کرنے کے بعد خلوتکدہ خاص میں تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں شیریں بیاں مورخ فصیح البیان قصہ خواں خوش الحان قوال اور جہاں گرد سیاح موجود ہوتے تھے۔ وہاں پردہ کے اندر سے عورتیں اور باہر سے مرد ہر ایک مبع اشرف واعلیٰ کی رغبت کے مطابق گزرے ہوئے بزرگوں، بادشاہوں کے حالات اور ملکوں اور علاقوں کے عجیب و غریب واقعات عرض کرتے تھے۔ الغرض آنحضرت آدھی رات تک اپنے دن رات کے اوقات کو اس طرح تقسیم کر کے زندگانی اور بادشاہت کا حق ادا کرتے تھے۔ چونکہ ہماری محبت اُس فرزند کے لئے دلی ہے نہ کہ ظاہری لہذا آپ کو اچھی اور آپ کی سعادت مندی کو زیب دینے والی باتوں سے جو کچھ یاد تھا بے اختیار نوک قلم پر آگیا۔ معاف فرمایئے +

(۱۳)

فرزند عالی جاہ محمد اعظم حفظہ اللہ تعالیٰ وسلم

معلوم ہوتا ہے آپ سواری میں گھوڑا نہایت تیزی سے دوڑاتے ہیں چنانچہ آپ کا چتر بردار رسید بے دم ہو کر گر پڑا اور جان کھو بیٹھا۔ آپ نے ایک مدت تک ہمارے پاس رہ کر سواری کا طریقہ دیکھا ہے۔ اس کی خلاف ورزی کیوں کی گئی۔ بیت

آہستہ خرام بلکہ مخرام زیر قدمت ہزار جان است

آہستہ چل بلکہ نہ چل کہ تیرے قدم کے نیچے ہزار دل جانیں ہیں (جن کے پامال ہونے کا اندیشہ ہے) +

(۱۴)

فرزند سعادت توام محمد اعظم حفظہ اللہ تعالیٰ وسلم

حسن بیگ چکلہ کوڑا کا برباد کرنے والا نہایت ہی جاہل افضل کے پاس خاطر سے معزول نہیں ہوا۔ وہاں کی رعایا دُہائی دے رہی اور پتھر سے اپنا سر پھوڑ رہی ہے اور کہتی ہے۔

ع۔ اگر تو می ندہی داد روزے داوے ہست

اگر تو انصاف نہیں کرتا تو انصاف کا بھی ایک دن ہے

حقیقی محاسب ہمارے عمال کے ظلم خود ہمارے تمہارے نام درج کرتے جاتے ہیں۔ عملوں کی جزا سزا کو حق سمجھتے ہوئے وہاں کے باشندوں کی فریاد سنیں ورنہ جاگیر ضبط کر لی جائیگی اور اُس کا عوض آپ کو نہیں دیا جائیگا۔

(۱۵)

فرزند عالی جاہ !

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آں فرزند کا دیوان خاص مصطفیٰ قلی بیگ تمام کام نہایت خوبی سے انجام دیتا ہے۔ یہ غنیمت ہے۔ اگر آپ لکھیں تو اُسے اضافہ منصب اور خانی کے خطاب سے نوازا جائے۔ اچھے آدمی کُندن کی مانند ہیں۔ بیت

آنچہ پرُ جُستیم وکم دیدیم و بسیار است و نیست

نیست جُز انساں دریں عالم کہ بسیار است و نیست

جو کچھ ہم نے خوب ڈھونڈھا اور کم پایا جو بہتات کے باوجود نایاب ہے وہ اس دنیا میں انسان کے سوائے اور چیز نہیں ہے کہ بہت ہے اور نہیں ہے۔

ایک روز سعد اللہ خاں مرحوم اوراد و وظائف سے فراغت کے بعد دیر تک دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے رہے۔ ایک گستاخ ہم نشین نے پوچھ ہی لیا کہ ابھی کون سی آرزو باقی ہے۔ اس نے کہا اچھے آدمی۔ حق تو یہ ہے کہ اس نے خوب بات کہی۔ ہر چند دیانت و امانت کا جوہر انسان کی جبلت میں پایا جاتا ہے جس کسی کو اللہ تعالیٰ اس سے فیض یاب کرے لیکن اس میں آقا کے دلی ارادے اور انصاف کو بھی دخل حاصل ہے اُسے چاہئے۔

کہ نوکر کو آسودہ اور اُس کے حسب حال فکر معاش سے فارغ البال رکھے تا کہ دنیاوی احتیاجات اس کے ایمان میں خلل پیدا نہ کر سکیں +

ع کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

(۱۶)

فرزند عالی جاہ !

آپ نے نصرت جنگ کے لئے ماہی مراتب کی درخواست کی ہے اگرچہ قاعدہ یہ نہیں ہے کہ ماہی مراتب چھ ہزاری سے کم منصب رکھنے والے کو مرحمت ہو لیکن چونکہ اُس کے ہاتھ سے دو مشکل اور اٹکے ہوئے کام انجام پائے اور آں فرزند کا پاس خاطر اس کے علاوہ ہے اُسے دیا جاتا ہے انہیں ماہی مراتب میں سے جو وہاں سے لایا ہے ایک دے لے اور اس بہت بڑی بخشش کا جو اُس کے مرتبہ سے بہت بلند ہے شکر بجا لائے +

(۱۷)

فرزند عالی جاہ

آں فرزند کے حصہ سپاہ کے محالات کا متصدی میر خان پرگنہ سُکٹہ کو واگذاشت کرکے اُس کے عوض دوسری جاگیر چاہتا ہے۔ ہمارے ہاں تنخواہ کی قلت اور طلبگاروں کی کثرت ہے۔ یہاں تھوڑا بہت جو کچھ ہوتا ہے برابر تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ اُس کا عوض ملنا تو ممکن نہیں۔ اُسے لکھیں کہ کسی دوسری محال کی بیشی نکال کر اُسے وہیں سے دے دی جائے +

(۱۸)

فرزند سعادت توام محمد اعظم حفظہ اللہ تعالیٰ وسلم

صوبہ مالوہ کے وقایع سے معلوم ہوا کہ پہاڑ سنگھ کو ر باطن جو اپنے کمال غرور و مستی کی وجہ سے شور و فساد کا باعث ہوا اور ہنگامہ آرائی کا موجب ہوا آں فرزند ارجمند و اقبال پیوند کے دیوان کے پیش دست تلوک چند کے ہاتھ سے جہنم رسید ہوا۔ الحمد للہ علیٰ کل حال - ہر حال میں اللہ کا شکر واجب ہے۔

اے خدا قربان احسانت شوم | ایں چہ احسان است قربانت شوم

اے خدا میں تیرے احسان کے قربان جاؤں۔ یہ کس قدر بڑا احسان ہے میں تیرے قربان جاؤں۔

حقیقت میں اس امر کا ظہور آں فرزند کے فیض تربیت کا نتیجہ ہے کہ نوکروں کو ہمت دلا کر پادشاہی کی عمدہ خدمات کے لئے سرگرم رکھتے ہیں۔ اس خیال کے پیش نظر کہ خالی خوبی اور زبانی کلامی مبارک بادہی نہ رہے۔ ہم نے آپ کے لئے ایک مالا مروارید جس کی قیمت پچاس ہزار روپیہ ہے مرحمت فرمائی اور چونکہ اُس ہندو نے گویا چڑیا کے باز کو مار ڈالنے کی مثل سچ کر دکھائی ہے اُسے ہم نے پانچ صدی منصب ذات - دو صد سوار - رائے کے خطاب اور خلعت - گھوڑے اور تلوار کے عطیہ سے سرفراز فرمایا۔ آں فرزند بھی ایسی رعایت جو کہ ہم چشموں میں اس کے لئے وجہ امتیاز بن سکے اُس کے لئے منظور فرماویں آفرین و تحسین کے نشان کے ساتھ نیابت صوبہ پر اُس کی مستقلی کر دیں تاکہ دوسرے نوکروں کے دلوں میں حسن خدمت کی خواہش اور اچھے نتیجہ کی امید پیدا ہو +

۱۹

فرزند عالی جاہ سلمہ اللہ

فتح جنگ خان بابی سے سورٹھ (سورت) کی فوجداری واپس لے کر اپنے دیوان خانہ کے داروغہ کو دینا ایک سالم شیشہ کو خود اپنے ہاتھ سے توڑ دینا ہے۔ بابی قوم صوبہ گجرات میں مدتوں سے موقر اور سپاہ گری کی رسم و راہ سے واقف اور اس کے لئے مشہور ہے۔ ان لوگوں کے علاوہ کسی دوسرے کو اس صوبہ کی فوجداری دینا عقلمندی سے کوسوں دُور ہے۔ سورٹھ وہ جگہ ہے جس کی فوجداری حسن خان پسر الہ وردی خان اور صف شکن خان وغیرہ ایسے پنج ہزاریوں کے ہاتھ میں رہی ہے اور وہ لوگ اس کے بندوبست سے عہدہ برآ ہو سکے ہیں اگر آپ کے متصدی شجاعت خان مرحوم کے نقشہ عمل پر چلیں تو بہتر ہے۔ وگرنہ یہ صوبہ گجرات ہے۔ خدانخواستہ اگر سر رشتہ عمل دو ایک جگہ سے برہم ہو گیا تو اس کے ازالہ کے لئے ایک مدت درکار ہو گی۔ آئندہ آپ مختار ہیں۔ بیت

من نگویم ایں مکن آں کن ۔۔۔ مصلحت بین و کار آسان کن

میں نہیں کہتا کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو۔ مصلحت دیکھو اور کام میں آسانی اختیار کرو۔

العاقبۃ بالعافیۃ - عاقبتت بخیر ہو +

(۲۰)

فرزند عالی جاہ

جاسوسوں کی اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ بہادر پور سے خجستہ بنیاد تک شاہراہ پُرخطر ہے۔ رہزن سوداگروں اور مسافروں کا مال و اسباب لوٹ لیتے ہیں اور آنے جانے والے امان و اطمینان کے ساتھ سفر نہیں کر سکتے۔ اگر ہمارے اور آپ کے لشکر کے قرب میں یہ حالت ہے تو دُور دراز راستوں کا کیا حال ہوگا!

معلوم ہوتا ہے کہ مخبرِ آپ تک قابلِ اعتبار اطلاعات نہیں پہنچاتے۔ چونکہ غفلت اور بے پروائی طرق سلطنت و جہانبانی کے خلاف ہے پہلے عملہ فعلہ کو سزا دیں اور نیا عملہ خوب خبردار کر کے مقرر کریں۔ ایک مستعد فوج مقرر فرماویں کہ مفسدوں کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکے اور شاہراہ کو رہزنوں کی جماعت سے پاک کر دے۔ بدعملی کی یہ ننگ و عار کب تک گوارا کی جائیگی۔۔ بیت

من نے گویم زیاں کن یا بفکر سود باش
اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

میں یہ نہیں کہتا کہ نقصان کرو یا فائدے کے پیچھے دوڑو۔ اے کہ تم فرصت سے بے خبر ہو جو کچھ کرنا ہو اُس میں جلدی کرو +

تلمیحات :- 'خجستہ بنیاد' سے مراد اورنگ آباد ہے جس کی بنیاد حضرت عالمگیر نے رکھی +

(۲۱)

فرزند ارجمند عالی جاہ!

سفید چینی کا خوبصورت پیالہ کہ اب (اُس جیسا) باوجود تلاش میسر نہیں آتا تحفہ کے طور پر ہماری خدمت میں پیش ہوا تھا اس سلسلہ میں کچکراہ کرسی بھی ملاحظہ سے گذری تھی۔ ہم نے اُس فرزند دلبند کیلئے مقدم خیر بھیجیں دونوں عطیات کا شکریہ بجا لائیں اور آموں کی ڈالی بھیج کر تلافی مافات کی کوشش کریں +

(۲۲)

فرزند عالی جاہ!

مجھے یاد ہے کہ ایک روز ہم میاں عبداللطیف صاحب قدس سرہ الشریف کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور اثنائے کلام میں ہم نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو چند گاؤں کھر گھوں کے آس پاس خانقاہ کے اخراجات کے لئے مقرر کر دئے جائیں۔ اُن کی زبان صدق ترجمان پر یہ دو مصرعے جاری ہوئے۔ بیت

شاہ مارا دہ دہد منت نہد رازقِ ما رزق بے منت دہد

بادشاہ ہمیں گاؤں دیتا اور ہم پر احسان رکھتا ہے لیکن ہمارا رازق ہمیں بلا کسی احسان کے رزق پہنچاتا ہے ہم نے عرض کیا کہ بات درست ہے لیکن فقراء اور اہل اللہ کی خدمت کی تقدیم دنیاوی خیر و برکت۔ اپنی عافیت اور دولت و نعمت میں اضافہ کی دعا کے لئے ہوتی ہے نہ کہ نمائش کے لئے۔ انہوں نے فرمایا اگر فی الحقیقت دلی ارادہ کے ساتھ نیت نیک ہے تو رعایا کے حصہ سے نصف غلہ لیا کریں بلکہ محنت کش مظلوموں کے پاس اس (نصف) سے بھی زیادہ چھوڑیں۔ اور اُن متوکل گوشہ نشینوں کے جنہوں نے سوال کرنے سے اپنی زبان کو روک لیا ہے اور بیابانوں اور ویران گوشوں میں رہتے ہیں وظیفے مقرر کریں مظلوموں کی دادرسی کو ایسے پہنچیں کہ کسی کا حق تلف نہ ہو اور طاقتور کا ہاتھ ناتواں تک نہ پہنچ سکے۔ اس صورت میں دولت و نعمت میں اضافہ مشاہدہ میں آئیگا۔ چکلہ کوڑا کہ باشندوں کی نالش پر یہ نقل یاد آگئی جو بے اختیار اُس فرزند کو لکھی گئی۔ والدعا۔ (کھر گاؤں ریاست اندور کا ایک صوبہ تھا)

(۲۳)

فرزند عالی جاہ!

آپ نے داروغہ توپ خانہ و دیوان خانہ کو نواح احمد آباد کا فوجدار مقرر کر دیا ہے۔ اور اُس نے تعلقے اپنے رشوت خور قریبیوں اور رشتہ داروں کے سپرد کر دئے ہیں۔ انصاف چاہنے والے داروغہ مذکور کی حمایت کی وجہ سے آپ کی عدالت میں پہنچ نہیں پاتے۔ اوباش اور لوگوں کا مال کھانے والی ایک جماعت اس کے داماد کی ساتھی بن گئی ہے اور خلق خدا کی ایذا رسانی میں مصروف ہے میں حیران ہوں ہم جزائے اعمال کے وقت کیا جواب دینگے۔ حق سبحانہ وتعالےٰ منصف ہے اگر ہم ظالم کو حاکم مقرر کریں تو ہم پر اپنے مقرر کئے ہوئے ظالم حاکم کی وجہ سے جو عذاب نازل ہو وہ عین انصاف ہے اور ہم اس کے مستحق ہیں۔ کیونکہ ظالم کو قوت پہنچانا اور انصاف چاہنے والوں کی داد کو نہ پہنچنا حقیقت میں خود ہی ظالم بننا ہے

گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو

گیہوں سے گیہوں اور جَو سے جَو ہی پیدا ہوتا ہے۔ اپنے اعمال کی پاداش سے غافل مت رہو۔

(۲۴)

فرزند عالی جاہ !

زاہدہ بانو جیسی بیچاری ضعیفہ کب تک تباہ حال و برباد رہیگی۔ اُس کا ہم پر اور آپ پر حق ہے۔ اُس کے نواسوں نے جو کچھ کیا اُس کا نتیجہ پالیا۔ کسی صورت بھی کسی کا حق نہیں مارنا چاہیئے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جس روز فتح جنگ خان کے ہاتھی نے آپ پر حملہ کیا تھا میر بدھو نے کس قدر بہادری دکھائی۔ اُس نے ہاتھی کو شوخی اور شرارت سے روک رکھا اور ہماری عنایت کی ہوئی خلعت یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ "میں نے خانہ زاد ہونے کا حق ادا کیا ہے۔ اس کی اُجرت کیوں لوں" +

خدا کے لئے اور ہماری خاطر سے سینہ کو پرانے کینہ سے خالی کر دیں اور اُس ضعیفہ کو جس کا آپ کے سوائے کوئی نہیں۔ بے اپنی مہربانیوں میں شامل رکھیں۔

قدیماں خود را بیفزا ئے قدر   کہ ہرگز نیاید ز پرورده غدر

اپنے قدیم خدمتگاروں کی قدر بڑھا کہ پرورش کردہ لوگوں سے بیوفائی ظاہر نہیں ہوتی +

(۲۵)

فرزند عالی جاہ !

اعتماد خاں کا لکھنا کوئی وحی آسمانی نہیں کہ اُس پر ہر حالت میں عمل ہونا ہی چاہیئے۔ بعد تحقیقات جو کچھ لازم سمجھا جائیگا۔ اس کے مطابق حکم دیا جائیگا +

(۲۶)

فرزند عالیجاہ

ایک روز سعد اللہ خاں دربار میں دیر سے پہنچے۔ اعلیحضرت (شاہجہان) نے سبب دریافت فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ ایک بیاض میں چند فقرے نظر پڑے تھے انہیں نقل کر رہا تھا کہ عرض خدمت کر سکوں۔

(۱) سلطنت کے قیام کی بنیاد انصاف ہے +

(۲) ملک شجاعت سے اور مال سخاوت سے بڑھتا ہے +

(۳) علماء و فضلائے سے صحبت رکھنا اور جاہلوں کے قرب سے پرہیز کرنا عقل کی علامت ہے +

(۴) اپنے عقائد پر عمل کرنا اور مصیبتوں میں ثابت قدم رہنا +
(۵) دنیاوی اُمور میں تدبیر کرنے میں کوتاہی نہ کرنا +
(۶) تقدیر پر راضی اور شاکر رہنا +
(۷) خاندان یتیموں پر رحم کرنے سے قائم رہتے ہیں +
(۸) محتاجوں کی حاجت روائی انسان کو محتاجی سے بچاتی ہے +
(۹) ملکی معاملات کے انصرام میں وزراء سے صلاح و مشورہ لازم ہے +
(۱۰) فتح و ظفر فقراء سے مدد چاہنے سے حاصل ہوتی ہے +
(۱۱) تندرستی بیماروں کے دُکھ درد دُور کرنے سے نصیب ہوتی ہے +
(۱۲) مجرموں کے جرائم کی معافی کی صورت میں، اللہ کی رحمت کی امید رکھنی چاہیئے +

آں حضرت (شاہجہاں) نے حد درجہ لطف اندوزی کی بنا پر خان مزبور کی پیشانی چوم لی اور شام کو چند یک رنگ محمودی زر دوزی تھان خان مذکور کو مرحمت فرمائے۔ ہم نے چاہا کہ ان سے تنہا لذت اندوز نہ ہوں۔ اس لئے فرزند دلبند کو بھی لکھ بھیجا۔ خدا سب کو توفیق عمل عطا فرمائے +

(۲۷)

فرزند سعادت توام حفظہ اللہ تعالےٰ وسلم :-

آں فرزندِ عالی جاہ کے دیوان خانہ کے ناظر کا بیٹا نقار خانہ میں جوا کھیلتا ہے۔ افسوس صد افسوس۔ دعوئے سلطنت کے ساتھ اس قدر غفلت اور بھول۔ ہرکاروں کو کیا ہوگیا ہے کہ آپ تک اطلاع نہیں پہنچاتے۔ کیا وہ اسے یار فروشی تو نہیں سمجھتے۔ نئے محرر مقرر کرکے اُن کی تنبیہ کی جائے +

نقار خانہ :- بعض نسخوں میں خانقاہ لکھا ہے لیکن نقار خانہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے +

۲۸

فرزند عالی جاہ !

آپ نے دریائے نل کی طرف ایک مہینہ کلنگ کے شکار میں گذارا۔ اگرچہ شکار ایک ایسا شغل ہے جس سے تفریح اور لذت غذا دونوں میسر آتے ہیں لیکن یہ ایسے امور متعلقہ کی انجام دہی کے بعد جنہیں بمنزلہ فرائض سمجھا جاسکتا ہے اچھا لگتا اور پسندیدہ تر نظر آتا ہے۔ خاص کر ریاست کے حقوق کی ادائیگی کے

لبعد جو شرعاً اور عرفاً لازم گردانی گئی ہے اور اُس سے متعلق بازپرس کی خبر مستند احادیث. مشہور تواریخ اور کتب سیر میں پائی جاتی ہے. تمام کاموں پر مقدم شمار ہونی چاہیئے. جاننا چاہیئے کہ اگر آپ کو ایک صوبہ کے کاموں کی انجام دہی سے اطمینان حاصل ہو چکا ہو تو آپ خان جہاں عاقل خاں. شجاعت خان اور محمد بیگ سے نظم و نسق کے جو معاملات متعلق ہیں اُن کی طرف کیوں توجہ نہیں کرتے. آپ کو شکار کا شوق ہے اور ہمیں قلعہ فتح کرنے اور ریچھ کے بچے پکڑنے کا. دنیا کہاں اور آخرت کہاں یعنی انسان اپنے مقصود سے غافل غلط طریق پر زندگی بسر کرتا ہے. بیت

ہر یکے ناصح برائے دیگراں
ناصح خود یافتم کم در جہاں

ہر ایک دوسرے کو نصیحت کرتا ہے. اپنے آپ کو نصیحت کرنے والے کم ہی نظر آتے ہیں.

عمر بیکار گذری جا رہی ہے اور ہم سے کوئی کام بن نہیں پڑتا کل خدا کو جواب دینا ہوگا +

ع کریما بہ بخشائے بر حال ما
خدایا ہمارے حال پر رحم فرما.

(۲۹)

فرزند عالی جاہ

گرچہ جوان بیٹا بوڑھے باپ کا مشتاق نہیں لیکن بوڑھا باپ جوان بیٹے کا ضرور مشتاق ہے +

ع بیا واز دلِ ما کوہ ہائے غم بردار
آؤ اور ہمارے دل سے غموں کے پہاڑ ہٹا دو

(۳۰)

فرزند عالی جاہ!

محمد انور سوداگر بندرگاہوں کی پیشکاری پر مقرر کئے جانے کے لئے کوئی مناسبت نہیں رکھتا. یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ چور کو رکھوالا مقرر کیا جائے. کمال فہم وذکا اور طبع رسا رکھتے ہوئے آئندہ ایسی تجویز عمل میں نہ آئے +

(۳۱)

فرزند عالی جاہ!

قصبہ دوحد جو مضافات صوبہ گجرات سے ہے اس گنہگار کی جائے پیدائش ہے اس جگہ کے رہنے والوں کی رعائت واجب جانیں اور کمزور بوڑھے کی جو مدت سے وہاں کا توحدار ہے. دلجوئی کریں اور اُسے بحال

رکھیں اور اُس کے خلاف مریضان غرض کی جن کے حق میں فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً (اُن کے دلوں میں بیماری اور اللہ نے اُس بیماری کو بڑھا دیا ہے) آیا ہے شکایت نہیں۔ بیت

عنایت بر ضعیفاں گوشۂ چشمے وِدگر دارد ۔ بمہر کوچک خود لطف دیگر ہست شاہاں را

بادشاہوں کے لئے چھوٹوں پر مہربانی خاص لطف رکھتی ہے۔ بعض لوگوں نے مہر کو مُہر پڑھا ہے اور یہ معنے کئے ہیں بادشاہ کو ضعیفوں پر مہربانی کرنے میں خاص لطف حاصل ہوتا ہے جس طرح بادشاہوں کی توجہ اُس چھوٹی مُہر کو جو وہ انگوٹھی کی صورت میں پہنے رکھتے ہیں زیادہ حاصل ہوتی ہے +

(۳۲)

فرزند زادہ عالی جاہ !

آپ کا نوکر محمد بیگ جو دشمن کی گمراہ اور لائق ملامت جماعت سے جا ملا ہے کہتے ہیں معتمد خان دیوان دکن اور آپ کے دیوان اور بخشی تن کے قبیلہ سے ہے۔ بلاشبہ آپ کے نئے ندیم اُس قدیم نمک خوار کی طرف آپ کی نگاہ لطف و کرم کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اُس گئے گذرے کو بلوائیے اور ہمارے پاس بھیج دیجئے کہ ناپسندیدہ مال مالک کے منہ پر ہی مارا جاتا ہے۔ ورنہ لکھیں کہ اس کے احوال سے اطلاع پانے کے بعد اُسے بلوایا جا سکے +

(۳۳)

فرزند عالی جاہ !

ابھی شجاعت خان محمد بیگ کا کفن میلا نہیں ہوا اور اُس کے حقوق خدمات تازہ ہیں۔ اُس کے وارثوں میں اس کے دو داماد اور ایک متبنےٰ ہی ہے۔ ایک معمولی قصور پر جس کے جھوٹ سچ کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اُس کی رزق ماری اور ایک مسلمان کو نکال کر اُس کی جگہ ایک ہندو کو دینے کی ناپسندیدہ حرکت کیوں کرتے ہو +

(۳۴)

فرزند عالی جاہ !

مندسور صوبہ مالوا کی عمدہ ترین محال آپ کو جاگیر میں دی جا چکی ہے۔ سابق میں سربلند خان و حسن علی خان اور نوازش علی خاں رومی کی طرح کے کم منصب اس کے فوجدار رہ چکے ہیں۔ آپ وہاں کسی تجربہ کار۔ امانتدار

اور بہادر آدمی کو بھیجیں +

ایک روز اعلیٰ حضرت کی مجلس میں ذکر ہوا کہ سعد اللہ خاں کے گھر کی رونق۔ اُس کے مال کی افزائش اور جاگیر کے محالات کی آبادکاری خان موصوف کے دیوان عبدالنبی کی وجہ سے ہے اور اس طرح خان موصوف سرکار والا کے کاروبار کی انجام دہی میں دل و جان سے مصروف ہے۔ ایک مرتبہ (اعلیٰ حضرت) نے کنایۃً خان مذکور سے فرمایا کہ ہم نے سُنا ہے آپ کے پاس سنگِ پارس ہے پیش کیجئے۔ اس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک شخص انسانی صورت میں زرافشانی کی خاصیت رکھتا ہے۔ آں حضرت نے الحمدللہ پڑھا اور زبان دُرافشاں سے فرمایا کہ ہم آپ کو بھی اس وصف سے متصف جانتے ہیں اور ہم نے آپ کو عطا کیا۔ ہوشیار۔ امین۔ خداترس اور کارگذار کمیاب ہیں ۔ بیت

آنچہ پُرجستیم و کم دیدیم و بسیار است و نیست
نیست جز آدم دریں عالم کہ بسیار است و نیست

وہ جو ہم نے بہت ڈھونڈھا اور کم پایا۔ بہتات کے باوجود کمیاب ہے۔ آدم کے سوائے کچھ نہیں ہے کہ وہ تعداد میں بہت ہے اور نہیں ہے +

خان مذکور آداب بجالایا +

(۳۵)

فرزند عالیجاہ !

آپ کی جاگیر کے محال کے عامل کا کاروبار سوانح نگار کی مرسلہ فرد سے ظاہر ہے۔ روزجزا سے غفلت کس لئے۔ ع

داد داد از دست غفلت داد داد

غفلت کے ہاتھ سے انصاف انصاف فریاد فریاد

۳۶

فرزند عالیجاہ

ہم آپ کو ہر بات میں خوش تجویز اور خوش تمیز سمجھتے ہیں ۔

ع ز چشم بد رُخ خوب ترا خدا حافظ

تیرے اچھے چہرے کو خدا چشم بد سے محفوظ رکھے ۔

محمد بیگ کو ہٹا کر سورت کی فوجداری شیر انداز خان کو دے دینا موجبِ حیرت ہے کسی آدمی کی شخصیت اور شعور سے ہی معاملات کی انجام دہی کی قابلیت کا پتہ چل سکتا ہے۔

ع سیمائے قوم آئینۂ حال باطن است

آدمی کی پیشانی اُس کے باطن کا آئینہ ہوتی ہے

اس عہدہ پر قطب الدین خان ایسے پنج ہزاری سپاہی منش فائز رہے ہیں۔ اگر آپ میر ملک ل وسید مراد کو اُس صوبہ میں کہ وہاں موقر اور معتبر ہیں۔ مقرر کر دیتے تو مضائقہ نہ تھا۔ بہرحال اُس سرکار کی فوجداری اس کے مشمولہ علاقہ جات سمیت آپ کو جاگیر میں مرحمت ہو چکی ہے۔ اپنے جاں نثار ملازموں میں سے جس کو اس قابل سمجھیں مقرر کر دیں۔ امان اللہ بیگ اور بہادر بیگ شروانی اگر اُس آنکھوں کے نور سے دوری اختیار کریں تو بظاہر اس کام کو کر سکینگے نظم معاملات ملکی ومالی کے لئے دیانت اور حالات سے واقفیت ضروری ہے مطلب پرور کام بگاڑنے والے تو ملتے ہیں لیکن سچ بولنے والے اور عمدہ عمل کرنے والے مفقود ہیں حضرت عرش آشیانی (جلال الدین اکبر) کے پاس عمدہ ملازمین تھے اسی لئے انہیں متواتر فتوحات نصیب ہوتی تھیں اور مہمات متکاثرہ میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں برزہ ہائے نادر روحیاں سپاہ۔ عاملان آزمودہ کار اور دفترداران ہوشیار کی کثرت تھی لیکن اس سب کے باوجود وہ معاملات کی انجام دہی میں پورا اہتمام اور ظاہری اور باطنی توجہ مبذول فرماتے تھے +

ہمیں یاد ہے کہ جب اعلیٰ حضرت نے مراد بخش کو قبیلہ ... کے فتح کرنے کے لئے بلخ کی طرف رخصت فرمایا۔ ایک دیوان فوج کی ضرورت پیش آئی۔ اس تجویز پر بیس افراد باکار و بیکار میسر آ گئے۔ اور اب یہ حالت ہے کہ بنگال کی دیوانی کے لئے ایک آدمی کی ضرورت ہے جو راستی اور ضروری قابلیت رکھتا ہو لیکن میسر نہیں آتا۔ کام کے آدمی کے نہ ملنے پر افسوس افسوس +

(۳۷)

فرزند عالی جاہ

آپ نیت نیک کے باوجود اُس فرقہ گمراہ کو مظالم سے روکنے اور انہیں اس کی سزا دینے سے کیوں غافل ہیں۔ حاجی پور۔ پٹنہ پور اور دوسرے فوجداری تھانوں میں ہر روز پکڑ دھکڑ جاری ہے اور دل کھول کر ظلم برپا کیا جا رہا ہے۔ پٹنہ گنج اور لشکر کے قریب کولی راہزنی کرتے ہیں اور شہر کے رہنے والوں اور

مسافروں کو شکیں کس کرے جاتے ہیں۔ آپ نے امان اللہ بیگ داروغہ توپخانہ و دیوان خانہ کو اُس نواح کا فوجدار مقرر کیا ہے۔ اُس نے تمام تھانے اپنے بددیانت اور رشوت خور رشتہ داروں کے حوالے کر دئے ہیں مظلوم اُس کی پناہ کی وجہ سے آپ تک اپنی فریاد نہیں پہنچا سکتے۔ افسوس صد افسوس وقت ٹلولی کی طرح گذرتا چلا جاتا ہے۔ اور دنیا والوں کے طعنے اور خدا تعالیٰ کا خوف دل سے اُٹھتا جا رہا ہے۔ فوجداری کسی گجراتی مثل صفدر خاں بالی اور بہلول شروانی کے بیٹوں میں سے کسی کو دینی چاہئے۔ یہ لوگ بہادری میں نیک نام ہیں اور شہر کے رہنے والوں کے متعلق خاص تجربہ رکھتے ہیں میں برملا کہتا ہوں کہ آخرت میں اپنے عمال کے احوال سے غفلت اور رعایت کی وجہ سے ہم خود پکڑے جائینگے۔ محال میں معاملہ دمعتبر واقع نگار اور ہر کارے مقرر کیجئے۔ روزانہ حکام کے اعمال سے اطلاع حاصل کریں اور وقت پر تلافی کی فکر کریں۔ بیت

چوں پُرسش گنہم روز حشر خواہد شد — تمسکات گناہاں خلق پارہ کنند

جب قیامت کے روز میرے گناہوں کی جواب طلبی شروع ہوگی تو عام لوگوں کے گناہوں کے نوشتہ جات پھاڑ دئے جائینگے +

(۳۸)

فرزند عالیجاہ!

قاضی عبداللہ انتقال فرما گئے۔ انہوں نے ہمیں اور خلق خدا کو اس خدمت میں خوش رکھا ہوا تھا۔ اُس کے بیٹوں کے احوال سے ہمیں اطلاع نہیں۔ اُس کا بڑا لڑکا عبدالمجید خاں کچھ دیر آپ کا قاضی لشکر تھا اگر اُس میں فضیلت۔ بے غرضی اور نیکی کا جوہر ہو تو لکھیں۔ قضا سے بڑھ کر کوئی معاملہ قدر و منزلت میں بڑھ کر نہیں کیونکہ بندگان خدا قاضی کے حکم اور تصدیق سے قید میں ڈالے جاتے اور قتل کئے جاتے ہیں۔ قاضیوں میں سے شیخ الاسلام جھوٹ اور سچ کی تحقیق و تشخیص میں نیک توفیقوں سے جیسا کہ حق ہوتا ہے آراستہ تھا۔ اچھے آدمی اس قدر نادر ہیں کہ گویا نہ ہونے کے برابر ہیں +

(۳۹)

فرزند عالی جاہ!

ہم نے آپ کے داروغہ عرض مکرر کے متعلق سنا ہے کہ وہ صاحب احتیاط شخص ہے یہاں سیاوش خان شاہ میر بلند منصب اور زرخیز جاگیر رکھنے کے باوجود عرض میں لتھڑا ہوا ہے۔ حالانکہ اس کام کے متصدی کیلئے

دیانت شرط ہے ۔ دلاور خان کا بیٹا اسد الدین جو آپ کے پاس ہے اگر عقل و شعور کے ساتھ یہ زائد جوہر (دیانت) بھی رکھتا ہو تو لکھیں کہ حضور میں اُسے طلب کیا جائے اور اُسے کسی خدمت پر مقرر فرمایا جائے +

یہ دل غرضمند کہ خستہ و از خود رفتہ (ہم) ہمیشہ انسان کی تلاش میں ہے اور انسان نایاب ہے ۔ ایک عقلمند سے لوگوں نے پوچھا کہ غرض کی بیماری کا کیا علاج ہے ۔ اُس نے کہا بے غرضی جو خود تو ایک جوہر فطری ہے لیکن اس کی آب و تاب کو اُس کے مالک کی نظر غور اور توجہ باطن جلا دیتی ہے جس کا نوکر کسی طرح محتاج اور لاچار رہتا ہے تاکہ اُس کے جوہر کی چمک اور صیقل ہر حالت میں روشن رہے اور احتیاج کا زنگ اس کی آب و تاب کو ماند نہ کر سکے +

(۴۰)

فرزند عالی جاہ !

بد بخت ٹھگو چمار کو بندا سے تا دو آباد تک مسلسل رہزنی میں مشغول ہیں ۔ مسافر سلامتی سے کم ہی راستہ طے کر سکتے ہیں خیال غالب ہے آپ بے خبر نہ ہونگے ۔ عاقل کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے ۔ آپ کو دُور و نزدیک کی خبر جلد پہنچتی رہتی ہے ۔ ایسے میں روز جزا کو اپنی بد حالی کا علم آپ کو کیوں نہیں ۔ عاقبت کی فکر اسی وقت کرنی چاہئیے اچھے ملازم کو مہربانیوں سے ممتاز کرنا اور نالائق ملازم کو بد عملی کی سزا دینا انصاف ہے ۔ یہ دنیا اگلے جہان کی کھیتی ہے ہم جواب کے منتظر ہیں +

ایک ظالم نے ایک عالم سے اپنے حق میں دعائے خیر کی درخواست کی ۔ عالم نے جواب دیا کہ ظالموں کے حق میں مظلوموں کی فریاد کے بغیر ہر دعا بے اثر رہتی ہے +

(۴۱)

فرزند عالی جاہ !

اے میری جان اور اے میرے عزیز ! اعلیٰ حضرت (شاہ جہان) کی بیاض سے چند فقرات بہلے معلوم ہوئے ۔ دلی شفقت کے تقاضے سے بے اختیار اُس فرزند (آپ) کے لئے قلمبند کر لئے کہ اُن سے اکیلے لطف اندوز نہ ہوں

یہ چیزیں بہترین اعمال میں سے ہیں :-

(۱) شریروں کی صحبت گوارا نہ کرنا +

(۲) مقصد کے حاصل نہ ہونے پر رنجیدہ نہ ہونا +

(۳) نیک مزاج لوگوں کو رنجیدہ نہ کرنا +

(۴) انتہائی ضرورت کے باوجود دستِ سوال دراز نہ کرنا +

(۵) اہل اللہ سے صحبت رکھنا +

(۶) قابل ہنرمندوں کی تلاش میں رہنا +

(۷) جاہل آدمیوں کو اپنی مجلس میں نہ آنے دینا +

(۸) اہل استحقاق کو سوال سے پہلے توفیق کے مطابق دینا +

(۹) اہل فضل کی تعظیم و توقیر کرنا +

(۱۰) اپنے مزاج کو عدل کی طرف مصروف کرنا +

(۱۱) بدعقیدہ لوگوں کے اقوال کی طرف رغبت نہ کرنا +

(۱۲) ایسے مشکل لوگوں کے احوال سے بے خبر ہونا جو مشہور یا نہیں ہیں +

(۱۳) ایسے یگانہ لوگوں کے وجود کو جن کا اہل دنیا سے تعلق نہیں غنیمت سمجھنا +

(۱۴) ایسے لوگوں کا اپنے پاس رکھنا جو دنیا و عقبیٰ کے معاملات کے جاننے والے ہوں +

اس زمانہ میں بھی اچھے لوگوں کی خاصی تعداد موجود ہے لیکن جستجو کرنے والا دل اور انہیں سامنے لانے کی توفیق کہاں ہے۔ بظاہر کچھ دیر کے بعد حالات اس سے بدتر ہو جائیگی ۔ بیت

من ز وضع زمانہ در فکرم — کہ مبادا ازیں بتر گردد

میں زمانہ کے انداز سے فکر مند ہوں کہ کہیں حالت اس سے بھی بدتر نہ ہو جائے

آپ کو جہانبانی کی خواہش ہے آپ تلاش کیجئے، خواہش کیجئے حاصل کیجئے اور نگاہ رکھئے +

(۴۲)

فرزند عالی جاہ

گلشن رواں نام پھلواری گھوڑا جو آپ نے ہماری سواری کے لئے بھیجا ہے ہمیں نہایت ہی پسند آیا۔ اپنی ایال اور خوبصورتی کے ساتھ اس کی چال عمدہ گھوڑے کی تمام خوبیاں رکھتی ہے۔ آپ نیلوفر اور چاندنی پر ہمیشہ سوار ہوتے ہیں اور بظاہر ان کی سواری سے نہایت حظ اٹھاتے ہیں۔ خوش خرام اور صبا رفتار دو ترکی گھوڑے جو امانت خاں کا تحفہ ہیں اور دریا خاں کے اہتمام میں طیار ہوئے ہیں آپ کے لئے بھیج رہے ہیں لیکن کنجوس داروغہ اصطبل روتا ہے کہ اچھے گھوڑے کیوں دیتے ہیں۔ بہرحال ہم ضرور بھیج دینگے +

(۴۳)

فرزند عالی جاہ !

آپ نے گھاٹ کی مہم کے سفر کی سختیوں کی تفصیل وکیل کی تحریر یا او رجاسوسوں کے بیانات سے معلوم کی ہوگی مسلمانوں اور اہلِ فوج کو ناقابلِ برداشت تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور حد درجہ تکلیف دہ حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ خدا کا شکر ہے۔ اس سراسر پُرمشقت مہم کی منزل ختم ہوئی اور خیریت و کامیابی کے ساتھ واپسی ہوئی اگرچہ ایسے واقعات کو دنیا میں گناہوں کی کثرت سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن خلق خدا کو نفع و نقصان پہنچنے میں حاکم کے اعمال کو پورا پورا دخل حاصل ہے۔ اور یہ صورت حال مجھ بیچارہ و ناکارہ کی بدعملیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ قلعہ ستارا کا نام "اعظم تارا" رکھا گیا۔ فتح کے شادیانے بجوائیے اور اپنے بچپن کی بات کہ "باباجی دھون دھون" یاد کیجئے۔ قلعہ برنالا کا نام "نول تارا" رکھا جاتا ہے۔ ہمارے حملہ کی تفصیل اپنی کنیزوں سے معلوم کیجئے ۔

(۴۴)

فرزند عالی جاہ !

آپ نے احمد آباد میں میر عرب درویش کو دیکھا ہے اُن کے پاس پھر جائیے اور مجھ دنیا کے طالب اور شرمسار آخرت کا سلام پہنچائیے اور کاموں کے نیک انجام اور سلامتی ایمان کی دل وجان سے دعا چاہئے۔ اور عرض کیجئے کہ میں نیک اعمال سے محروم ہوں موت قریب آتی جارہی ہے۔ میری عمر لاحاصل ضائع ہوئی اور جو کچھ باقی ہے وہ بھی ضائع جارہی ہے زندگی کٹتی جارہی ہے اور فکر نجات کی طرف سے غفلت ہی غفلت ہے۔

بیت۔ آنچہ ماکردیم برخود ہیچ نابینا نہ کرد   درمیان خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

جو کچھ سلوک ہم نے اپنے آپ سے روا رکھا۔ کسی اندھے نے بھی ایسا نہیں کیا۔ ہم نے گھر کے اندر گھر کے مالک کو کھو دیا ۔

(۴۵)

فرزند عالی جاہ !

میر بھوکو کی بے ادبی اور گستاخی کی کیفیت آپ کے وقائع سے تفصیل کے ساتھ معلوم ہوئی۔ مولوی معنوی (مولانائے روم) کا شعر اس کے حال پر صادق آتا ہے۔ بیت

لطفِ حق با تو مواسا ہا کند چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

خدا کا لطف وکرم تیری بہت غمخواریاں کرتا ہے لیکن جب تو حد سے گذر جاتا ہے تو رُسوا بھی کر دیتا ہے۔
ایسے شخص پر جو بوڑھی ماں کے حقوق پر نادان ہے قول سعدی سے بے خبر ہے خفگی کرنا اور اُسے نظر سے گرا دینا واجب تھا۔ بیت

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنم منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

اس بات کا احسان مت رکھ کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے۔ اس احسان کو مان کہ اُس نے تجھے خدمت کی اجازت دی ہوئی ہے۔
بہر حال بے حساب نعمتوں کے دینے والے نے آپ کو عقل کے جوہر سے آراستہ کیا اور خوش خلقی عطا کی ہے اگر بے قصور ہمارے کہنے پر معاف کر دیں تو بہتر ہے۔ ع۔ کہ مستحق کرامت گنہگار انند۔ گنہگار ہی مستحق توجہ و نوازش ہیں +

(۴۶)

فرزند عالی جاہ!

اعلیٰ حضرت (شاہ جہان) نے سعد اللہ خان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور عاقبت کی نیکی کے کیا اسباب ہیں اُس نے عرض کیا کہ عدالت اور سخاوت جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس میں جمع کر دیا ہے +
ایک شخص نے اشارۃً خان موصوف سے کہا کہ زمانہ میں دیندار لوگوں کی کمی ہے شائد آپ کی نظر سے کہیں گذرے ہوں۔ اُس نے جواب دیا کہ زمانہ اچھے لوگوں سے کسی وقت خالی نہیں۔ عقلمند کو چاہیئے کہ انہیں ڈھونڈے اور اُن کے ساتھ مشغول رہے اور اپنا کام درست کرے اور اُن کے خلاف اہل غرض کی باتیں نہ سُنے +
اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ دیندار، آبروخواہ اور کارگذار آدمی غنیمت ہے جس کسی کو اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ پر فائز کرے اُسے چاہیئے کہ ایسے لوگوں کی جستجو کرے اور جوہر قابل کو اگرچہ وہ بیگانہ ہو اپنا بنا لے اور بے جوہر جاہل سے بیگانہ ہو جائے خواہ وہ اپنے آپ کو حد درجہ یگانہ کیوں نہ سمجھتا ہو۔ رشتہ نوازی اور دوست پروری کرنے والا متصدی آج نہیں کل اپنے منصب سے ضرور گریگا +

(۴۷)

فرزند عالی جاہ!

ایک روز اعلیٰ حضرت نے خلوت میں داراشکوہ سے ارشاد فرمایا کہ وہ امراء شاہی سے بدگمانی نہ رکھے اور اُن سے کج خلقی سے پیش نہ آئے۔ ورسب کو اپنے لطف وعاطفت سے بہرہ ور رکھے اور اس جماعت کے خلاف مطلب پرست باتیں بنانے والوں کی باتوں پر دھیان نہ دے۔ کہ یہ بات کسی وقت کام آئیگی۔ چونکہ میرا دل جلتا ہے جو باتیں نہ کہنے کے لائق ہیں وہ بھی کہتا ہوں۔ کام کے لوگوں سے نااتفاقی نقصان کا موجب ہے +

(۴۸)

فرزند عالی جاہ!

ایک روز اعلیٰ حضرت غسلخانہ میں سے رنج وغمگینی کی حالت میں تشریف لائے سعد اللہ خاں اور علی مردان خان نے خاطر اشرف کے ملال کی وجہ دریافت کی تو آں حضرت نے فرمایا کہ ملک وماں کے ناظموں میں سے کچھ لوگ انتقال کر گئے ہیں اور اس شان وشوکت کے دوسرے لوگ اس وقت نظر نہیں آتے جو جلد ایسے بڑے بڑے کاموں کو سنبھال سکیں۔ اس خیال سے کہ انتظام ابتر نہ ہو جائے طبیعت میں ایک فکر وتردد ہے۔ قلیچ خاں نے عرض کیا ازل بنیاد خلافت کی مہمات کی رونق حضور والا کی ذات سے ہے۔ اس وقت اس غلام کے گھر کے پانچ ملازم تو ایسے تربیت یافتہ موجود ہیں جو حکومت کے بلند مناصب صوبجات کی خدمات اور انتظام معاملات کے ہر طرح اہل ہیں۔ اس بات کے سنتے ہی مزاج اشرف میں ایک مسرت پیدا ہوئی۔ اور حکم ہوا کہ شام کو انہیں حاضر کرے تاکہ اُن کی صورت وسیرت کی جانچ کی جائے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ تمام کام خاطر خواہ طریق پر چلتے جائیں چنانچہ وہ وقت پر حضور پُرنور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کے حضور میں حاضری کے بعد ہر ایک نے اپنا اپنا جوہر انسانیت اور کارگذاری دکھا کر پادشاہ زمانہ کی قدردانی اور عنایات سے حسب لیاقت منصب ذات وسپاہ سے عزت پائی اور آں حضرت نے خان مذکور کو بھی خاص عنایات سے یک ہزاری ذات اور دو سو سوار کے اضافہ سے سرفراز فرمایا۔ ع اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

خان موصوف نے اپنی عرض کی قبولیت — اور بادشاہ کی عنایات کے شکرانہ میں ایک ہزار مہریں مستحقین میں تقسیم کیں

(۴۹)

فرزند عالی جاہ

آپ کے بخشی کے پیشکار مقدم کامیاب خان نے لکھا ہے ۔ بیت

ہر کہ تیغ ستم کشد بیروں　　　　فلکش ہم بداں بریزد خوں

جو کوئی ظلم کی تلوار نیام سے باہر کرتا ہے ۔ آسمان اسی تلوار سے خود اس کا خون گراتا ہے

اگرچہ نظم و نسق کی خاطر جو کچھ ہو گیا سو ہو گیا ۔ لیکن اگر آپ کی طرف سے یہ ناروا جلدبازی عمل میں نہ آتی تو بہتر تھا ۔ اسی کے ساتھ اگرچہ قصاص آئین عدالت ہے لیکن دلآزاری حضرت باری تعالیٰ کی ناخوشنودی کا موجب ہے ۔ اسی لئے داناؤں نے کہا ہے ۔ ع

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

معاف کر دینے کی لذت انتقام کی لذت سے کہیں زیادہ ہے ۔

(۵۰)

فرزند عالی جاہ سعادت توام محمد اعظم حفظہ اللہ تعالےٰ وسلم

آپ نے ہماری سواری کے گھوڑوں کی حالت دیکھی ہے ۔ جہانگیر ایسے داروغہ اصطبل کو سخت تنبیہ کیا کرتے تھے ۔ ایسے بے جوہر شخص کے لئے صف شکن خان کا خطاب نہایت بے جا ہے ۔

ع　　بر عکس نہند نام زنگی کافور

یہ تو ایسا ہی کہ کسی زنگی کا نام کافور رکھ دیا جائے

اعلیٰ حضرت کا قول ہے کہ بیوقوف آدمی کام کا برباد کرنیوالا ہوتا ہے ۔ کیا کیا جائے سکتا ہے کہ ایسے لوگ سفر و ہم کی محنت مشقت کے باعث حسب موقع کوئی تجویز نہیں کر سکتے ۔ آپ بندگان رکاب میں سے کسی کا نام تجویز فرماویں ۔ بیت

باہمیں مرداں بباید ساخت　　　　چہ تواں کرد مرداں ایند

ایسے ہی لوگوں کے ساتھ گذارا کرنا چاہئے ۔ کیا کیا جائے کہ یہی لوگ میسر ہیں ۔

(۵۱)

فرزند عالی جاہ !

پرگنہ بونی کا واقع نگار اپنے بھائی کو لکھتا ہے کہ راہداری سے ہر سال پندرہ سولہ ہزار روپیہ حاصل ہوتا ہے اور امین و فوجدار زیادہ سے زیادہ ہزار دو ہزار روپیہ جمع کراتے ہیں۔ حقیقت میں یہ راہداری نہیں رہزنی ہے۔ عوام کا مال تو حرام محض ہے اگر سو میں پانچ اور چالیس میں ایک لے لیتے مضائقہ نہ تھا۔ چونکہ اس طرز عمل سے امین کی خیانت ظاہر ہوتی ہے۔ پہلے تو تحقیقات کی غرض سے یہ فرمان ناظم صوبہ اور دیوان کے نام صادر کیا جاتا ہے ثبوت ہونے پر سمجھ لیا جائیگا +

زرعی پیداوار کا نصف جاگیردار کو لے لینا مناسب ہے۔ اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ خالصہ شریفہ کا مال ہے۔ اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں سواری خاص کے دریا سے گذرنے کے وقت ایک شخص بلند آواز سے بول اُٹھا! "یہ مبارک زمانہ تمام خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔ بادشاہ عادل ہے۔ وزیر اعظم نہایت شعار ہے منشی دیندار اور رعایا نہایت خوش حال۔ ان عطیات ایزدی کا شکرانہ بادشاہ پر فرض ہے"۔ آں حضرت نے یہ بات سننے کے بعد سواری تھوڑی دیر کے لئے روک لی اور خاص آدمیوں کو دوسرے طلب فرما کر دعائے خیر کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور اُس آدمی کو خلعت مرحمت فرمائی۔ سعد اللہ خان نے اُس وقت یہ عرض کیا کہ نیک بن خواہش کے مطابق بہم پہنچیں اور خواہش جوہر پاک کے مطابق نصیب ہوتی ہے +

(۵۲)

فرزند عالی جاہ !

سعید خان بہادر ظفر جنگ نے ایک شخص کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور حسن توفیق سے اُس کے حق میں نیک کلمات کہے۔ سعد اللہ خان نے حق سے گذرتے ہوئے کہا سعید نہایت خوش نصیب ہے کہ آدمی حضور میں پیش کرتا ہے اور اس کی قابلیت بیان کرتا ہے آں حضرت نے فرمایا کہ نوکر کرنا تمہارا کام اور اچھے آدمیوں کو ترقی دینا ہمارا کام اور ہمارے کاموں کی رونق ہے اہل کار ہم پر یہ احسان کریں کہ ہمیں خوش تحریر اور خوش تقریر منشی دیں۔ ہمیں آباد کار عاملوں اور قبیلہ دار سپاہیوں کی بہت ضرورت ہے۔ جہاں کہیں ملیں بہم پہنچائے اور ہماری خدمت میں پیش کئے جائیں +

امیر الوزرا نے عرض کیا کہ اس عہد اقدس میں ہر اچھا کارگزار اپنی قابلیت کے مطابق مرتبہ پر پہنچا اور

خلعت فاخرہ کے حاصل کرنے کے امتیاز سے سرافراز ہوتا ہے۔ حکم ہوا کہ دیوان اعلیٰ اُس کی قابلیت کا امتحان لے اور اس کے لائق کوئی خدمت تجویز کرے۔ سعید خان نے اس قدردان بادشاہ کے حسن توفیق کی شکرگذاری کے طور پر دس ہزار فقیروں۔ نیکوں اور محتاجوں میں تقسیم کیا +

(۵۳)

فرزند عالی جاہ !

ایک روز پہاڑ امل دیوان سرکار برادر با مہربان (داراشکوہ) نے ایک فرد اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کی کہ نوکروں کے مہینے کی تنخواہوں کا دس لاکھ روپیہ سرکار والا کی طرف واجب الادا ہے۔ اس کی ادائیگی کے لئے حکم صادر فرمایا جائے۔ آں حضرت نے فرد سعداللہ خان کے حوالہ کردی کہ وہ سررشتہ اور دفتر دیوانی سے تحقیق کرنے کے بعد عرض کرے۔ خان مذکور نے فوراً عرض کیا کہ ایسی رقمیں خزانہ سے ادا نہیں ہوتیں دوسرے وقت مطالبہ و تصرف اور نقدی کے حساب شمار ہو جاتی ہیں +

داراشکوہ نے دربار برخاست ہونے کے بعد دیوان اعلیٰ کو سخت سست کہا۔ جب مشرف غسلخانہ کی بھیجی ہوئی فرد سے یہ باتیں اعلیٰ حضرت کو معلوم ہوئیں اُسی وقت انہوں نے برادر با مہربان کے نام ایک شقہ لکھا اور یہ فرد بھی لکھا گیا۔ بیت

باصاف دل مجادلہ با خویش دشمنی است ہرکس کشد بر آئینہ خنجر بخود کشی

جو شخص صاف دلوں سے لڑتا ہے اپنے آپ ہی سے دشمنی کرتا ہے جو کوئی آئینہ پر خنجر اٹھاتا ہے اپنے آپ پر ایسا کرتا ہے۔

جھوٹ اور سچ کا معلوم کرنا بادشاہوں کے بیٹوں کا خاصہ ہے۔ پہاڑامل تمہارے گھر کی کفائت چاہتا ہے اور سعداللہ خاں ہمارے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ جب یہ فرد آپ کے دفتر سے مرتب ہوئی تھی تو یہ تحقیق کر لینا مناسب تھا کہ اُس کی وصولی سعداللہ خان سے ممکن ہے یا نہیں۔ شاہی ملازموں خاص کر سعداللہ خاں کا رنجیدہ کرنا بہت بُرا ہے اور ایسے عمدہ کارگذاروں اور قابل اور نیک آدمیوں کا دل اپنی مٹھی میں لینا معاملہ کرنے والے کے لئے افزائش مال اور نیک نامی کا موجب ہے +

شام کو محمودی تند دوزی کے چند یک رنگ تھان اور تین ہزار دینار نقد سعداللہ خان کو انعام میں مرحمت فرمائے +

(۵۴)

فرزند عالی جاہ!

یہ بات ہم نے ایک معتبر شخص کی زبانی سُنی تھی، اُسے سرشتہ تحریر میں لے آیا گیا ہے کہ اُس فرزند تک بھی پہنچ جائے۔ ایک روز اعلیٰ حضرت نے سعد اللہ خان اور علی مردان خان کو خلوت خاص میں ملاقات کی عزت بخشی اور زبان گوہر افشاں سے فرمایا کہ ملک و مال کا بندوبست عقل و انصاف پر موقوف ہے۔ نعوذ باللہ اگر بے جوہر بادشاہ مرتبہ خلافت پر فائز ہو جائے اور ایسے وزیروں اور امیروں کو جو حُسنِ تدبیر سے آراستہ نہ ہوں مقرر کرے تو ملک کے نظم و نسق میں پورا پورا خلل رونما ہوگا۔ رعایا و برایا کی پریشانی و بے سلامانی میں کمی اور ویرانی کا موجب ہوگی۔ آپ لوگ محض اللہ سے اس کا صلہ پانے کی خاطر فقرا و صلحاء کی صحبت میں حاضر ہو کر پنجگانہ نماز کے بعد ہمارے لئے دعا منگوائیے کہ ہماری سلطنت کی رونق کم نہ ہو۔ اور کوئی شخص بھی بُرا کلمہ زبان پر نہ لائے اور میرے بعد میرے بیٹوں میں سے جو کوئی بادشاہ بنے اُسے اللہ نیک توفیقیں ارزانی فرمائے۔ بعض اوقات دل میں یہ اندیشہ راہ پا لیتا ہے کہ میں پور خلافت اگرچہ شان و شوکت کے اسباب اور تجمل و صولت کے تمام سامان رکھتا ہے لیکن نیکوں کا دشمن اور بدوں کا دوست واقع ہوا ہے۔ ع با بداں نیک و بد بہ نیکاں است

شجاع میں سیر چشمی کے سوائے کوئی خوبی نہیں۔ مراد مجہول الکیفیت کھانے پینے کا رسیا اور ہر وقت مخمور رہتا ہے۔ مگر فلاں یعنی یہ عاجز فانی صاحب عزم اور عاقبت اندیش نظر آتا ہے۔ خیالِ غالب ہے کہ ریاست کے بارِ عظیم کا تحمل ہو سکیگا۔ سعد اللہ خان نے مولوی کا یہ مصرعہ پڑھا۔

ع مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست

عاقبت پر نظر رکھنے والا ہی مبارک آدمی ہوتا ہے

آں حضرت نے فرمایا۔

ع تا دوست کرا خواہد و مَیلش بہ کہ باشد

دیکھیں دوست (اللہ) کسے چاہتا ہے اور اُس کی رغبت کس کی طرف ہے۔

(۵۵)

فرزند دلبند من !

کہتے ہیں علی مردان خاں۔ ابوسعید مرزا اور قلیچ خاں چوکی کے روز سپاہیوں کی پہلے تو قہوہ سے تواضع کرتے تھے۔ ناشتہ کے وقت ناشتہ اور کھانے کے وقت کھانا کھلاتے اور رخصت کے وقت پان اور خوشبو پیش کرتے تھے۔ اُن لوگوں کے گھر والوں کے لئے قسم قسم کے کھانے بھیجتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے بچے اور عورتیں ان کے اکیلے کھانے اور ہماری کم ہمتی پر طعنے نہ دیں اور افسوس نہ کریں +

ایک شخص نے زمانہ قدیم میں ایک بزرگ سے زمانے کی شکایت شروع کی۔ بزرگ نے فرمایا ابھی تو خدا کی حمد اور شکر گذاری کا بڑا موقع ہے کہ انسان کو نہ روٹی کا خوف۔ نہ جان و مال کا خطرہ نہ دین و ایمان کی کمزوری کا اندیشہ ہے۔ آئندہ زمانہ میں دنیا والوں کی نیتوں میں فتور آجائیگا اور طرح طرح کے ظلم ظاہر ہونے شروع ہونگے۔ عدل و احسان تو ڈھونڈنے سے نظر نہیں آئینگے۔ ولایتوں کے ناظم اور محافظ علانیہ غارت گری پر اتر آئینگے۔ وقت کا خلیفہ انصاف چاہنے والوں سے آنکھیں چرائیگا۔ امیر ایک دوسرے کے ساتھ مصلحت دوستی میں ظالموں کی امداد کرنے لگینگے۔ حق زائل اور باطل ہو جائیگا۔ عورتیں دلیر ہو جائینگی۔ لڑکیوں کو وراثتیں ملنی شروع ہو جائینگی۔ صاحب قدر آدمی بے دلی اور بے قدری کی وجہ سے اصلاح کار کی کوشش سے عمداً کنارہ کر لینگے۔ اور قابل لوگ گوشہ نشینی کے باوجود چین سے نہ رہ سکینگے اور نالائق اور ناتجربہ کار لوگ مختار کار بن بیٹھیں گے۔ بیٹے باپوں کو رنجیدہ کرینگے اور باپوں کی شفقت ختم ہو جائیگی۔ نیک عورتیں خاوندوں کی بے مہری۔ بدمعاشی اور بدکاری کا رونا روئینگی۔ بارش وقت پر نہ ہوگی۔ حاکم غلہ جات کو اپنی شوم طبعی سے مہنگا بکوائینگے۔ ملک حاکموں کے ظلم سے ویران ہو جائینگے۔ امرأ و بادشاہوں کے گھروں میں زناکار عورتیں علانیہ رہینگی۔ مرد عورتوں کا لباس پہننے کی طرف رغبت کرینگے +

(۵۶)

فرزند عالی جاہ

آپ کے فاضل خاں میر ہادی کا انتقال ہو گیا۔ دل میں ایک درد اُٹھا۔ وہ بڈھا راز دار نہایت نیک عمل تھا۔ عملہ تحویل کی حسابداری اُس سے متعلق تھی۔ اور اس بے سر و سامان کا گھر اُس کی میر سامانی کی وجہ سے روشن تھا۔ وزیر خاں حاجی کی نیک سیرتی پر بھی شبہ نہیں کرنا چاہئے۔ سید محمد خاں اور میر نیاز بھی اگرچہ

بُرے نہیں ہیں لیکن سخت گیر متصدی ہیں۔ چونکہ آپ سے نسبت رکھنے والے اکثر ہمارے ہاں ملازمت اختیار کرتے رہتے ہیں ہم اس وقت چاہتے ہیں کہ قابل خان کو آپ سے لے لیں۔ اس کام کے لئے آپ میر محمد محسن کو لے لیں۔ یہاں آدمیوں کا قحط ہے۔ اس کے آنے تک عنایت اللہ خاں اگرچہ وہ پہلے ہی بہت معروف ہے کام دیتا رہیگا۔ حافظ مریم کا بہت حق ہے۔ اُس کا بیٹا بھی ہر طرح صاحب اہلیت ہے۔ لیکن اپنوں کے ساتھ نہایت سختی کا سلوک کرتا ہے۔ ہم دوبارہ اشارہ اور تصریح کے ساتھ نصیحت کرتے ہیں کہ نگفتا تھ سعد اللہ خانی مالی خدمات اپنے بھائیوں کے سپرد نہیں کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ یہی اہلکاران شہروں کے برباد کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالےٰ بُرے رفیق کو یا ہدایت دے یا اُس کی گردن توڑ دے +

(۵۷)

فرزند عالی جاہ !

(ذائقہ پسند) نام سپڑ کے آم اس بوڑھے کو نہایت پسند آئے۔ نوجوان بیٹے کی دولت و نعمت خدا کرے بڑھے۔ ع ہر چہ از دوست می رسد نیکوست

دوست کی طرف سے جو کچھ ملے خوب ہے

(۵۸)

فرزند عالی جاہ !

جانِ پدر و حاصل زندگیِ پدر

گجرات کا صوبہ بنگالہ۔ دکن اور کابل کی طرح نہیں ہے کہ زیادہ فاصلہ اور سرحد سلطنت ہونے کی بنا پر ناظموں کی تجویز ضرور مان ہی لی جائے۔ آئندہ میرے طریق کار کو اختیار کریں۔ اُس وقت تک کہ وہ بھی قریب ہی ہے کام جاری رکھنا چاہئے۔ پرگنہ دوحد کا فوجدار بہت بوڑھا ہے بیماریوں کی وجہ سے مجرا بجا لانے سے قاصر رہا ہے۔ اُسے معزول مت کیجئے بلکہ بحال رہنے دیجئے اور اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیجئے +

(۵۹)

فرزند عالی جاہ !

ایک فقیر ایک حدیث لکھ کر لایا کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کون سا عمل سب سے اچھا ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا بادشاہوں کی خدمت کہ جن سے حاجتمندوں

مدہ پہنچا اور خوشی نصیب ہوتی ہے"۔ میں چاہتا ہوں کہ بادشاہوں کی خدمت میں رہوں اور مسلمانوں کی حاجتوں کو پورا کرتا رہوں"۔ ہم نے فرمایا کہ (رہو) کوئی ہرج نہیں +

(۶۰)

فرزند عالی جاہ !

امراء والی کے لئے جو تحفے لاتے ہیں اُن کا واپس کر دینا بیت المال کا نقصان ہے۔ اس مرتبہ تو ہم نے مصلحت کے طور پر معاف کر دیا ہے لیکن آئندہ یوں نہ کرنا چاہیئے۔

(۶۱)

فرزند عالی جاہ !

آپ نے اس مرتبہ جو ترکی گھوڑا بھیجا ہے۔ عمدہ صورت و سیرت رکھتا ہے اور پہلے گھوڑے سے بھی بہتر نکلا ہے ہم نے اس کا نام شبک سیر رکھا ہے کہ اسم بامسمّی بن جائے +

(۶۲)

فرزند عالی جاہ

آپ کی تجویز پر ہم نے موسوی خان کو بخشی اوّل مقرر فرمایا۔ اگر آدمی ایک کام ہی خوبی کے ساتھ انجام دے سکے تو بہت غنیمت ہے۔ صورت کا اچھا ہے۔ البتہ سیرت سے میں واقف نہیں۔ ع

که خبث نفس نه گردد بسالها معلوم

نفس کی خباثت مدتوں معلوم نہیں ہوتی -

قاعدہ یہ ہے کہ جس کسی سے کوئی خدمت متعلق کی جائے۔ خفیہ طور پر اُس کے احوال کی جستجو رہنی چاہیئے کیونکہ دنیا کے بندے پہلے پہلے تو حسنِ کارگذاری سے گردیدہ بنا لیتے ہیں اور پھر اغراض نفسانی پر اُن کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں (صوبہ گجرات) افتخار خان اور محمد علی خان کے بعد خان سامانی پر فاضل خان اور فضائل خان نے عمدہ کام کیا ہے کیونکہ اُن کی پیشانیوں سے نیکیوں کی علامتیں ظاہر تھیں۔ جسمانی بیماریوں کا علاج تو طبیب کر سکتے ہیں لیکن غرض کے مریضوں کی دوا تو دلوں کے پھیر دینے والے خدا کے بغیر کسی کے پاس نہیں +

(٦٣)

فرزند عالی جاہ سلمہ اللہ تعالیٰ

ہم چاہتے تھے کہ دیانت خاں (خطاب: عبدالقادر (نام) کو فرزند زادہ بہادر کی سرکار کا دیوان مقرر کریں لیکن وہ اسم بے مسمیٰ ثابت ہوا۔ اس سے دیانت کی امید رکھنا ایک عبث توقع ہے

(٦٤)

فرزند عالی جاہ

آپ قماشات کی طیاری میں اچھا سلیقہ رکھتے ہیں۔ گجرات ہندوستان کی زیب و زینت ہے اور ہر قسم کے اہل کسب و ہنر و حرفہ وہاں موجود ہیں۔ اس وقت وہاں کے شاہی کارخانہ سے جو مال آتا ہے۔ اُس میں صفائی نہیں ہوتی اور مہنگا ہوتا ہے۔ اس بارے میں کفایت و احتیاط لازم ہے۔

(٦٥)

فرزند عالی جاہ

نربدا کے وقائع سے بارگاہ والا میں مفصل معلوم ہوا کہ آں فرزند ارجمند کے داروغہ توپخانہ امان اللہ بیگ نے شیطان صفت اور بے حیا بدبخت سنتا کو قرار واقعی شکست دی اور اپنے باقی خانی چیرہ اور قافلہ کو سلامت لے آیا۔ فی الواقع اس کی تلاش اور جانفشانی قابل تعریف ہے اُس کی جس طرح چاہیں عزت افزائی کریں اور ہمیں بھی اطلاع دیں۔

نوٹ: چیرہ باقی خانی۔ پنجاب میں چالیس پچاس سال پہلے تک ایک رنگین ریشمی پگڑی استعمال ہوتی تھی۔ اُسے چیرہ کہتے تھے۔ باقی خاں کسی شخص کا نام تھا جو اس قسم کی عمدہ پگڑیاں تیار کرنے میں مشہور تھا۔ اس کے معنے باقی خانی پگڑی ہے اور مراد اس سے اپنی پگڑی سلامت لے آیا یعنی عزت و آبرو کے ساتھ واپس پہنچا۔

(٦٦)

فرزند عالی جاہ

میر جلال الدین جو آپ کی ملازمت سے علیحدہ ہے ہمارے ہمت خان مرحوم کا جو ہمارا میر بخشی تھا بھانجا ہے وہ صحیح النسب اور کریم النسب سید زادہ ہے اُسے کیوں نکال دیا گیا۔

فرزند عالی جاہ

شمشیر خاں کے بیٹے کیوں علیحدہ ہو گئے۔ اُن کا استعفیٰ بلا وجہ نہ ہوگا۔ قدیم ملازموں کو معمولی بات پر معزول کر دینا اور نئے ملازموں سے کارگذاری کی امید رکھنا عبث ہے۔ ہم آفتاب لب بام ہیں اور آپ کے یہ خیالات ہیں۔ بہر حال اگر وہ حضور اقدس میں حاضر ہوں اور پادشاہی منصب اختیار کریں تو ہم مضائقہ نہیں سمجھتے +

(۶۸)

فرزند عالی جاہ

بیت
ہمنشیں تو از تو بہ باید   تا ترا عقل و دین بیفزائد

تیرا ہمنشیں تجھ سے بہتر ہونا چاہئے تاکہ اُس کی صحبت سے تیری عقل اور تیرا دین بڑھیں۔ مدت سے سُنا جا رہا ہے کہ آپ کی جاگیر کے علاقہ میں کھُلم کھلا ظلم کا دور دورہ ہے۔ اگر کوئی مظلوم والی کے پاس نہ پہنچ سکے اور والی اُسے ظالموں سے نجات نہ دلا سکے تو دفتر قضا میں وہ ظلم ایسے حاکم کے والی کے نام درج ہو جاتا ہے۔ بخشی دوم کو اس قدر اختیار دے دینا اور اُس کا اعتبار اس قدر بڑھا دینا کہ دوسرے کو اُس کے کام میں کچھ کہنے کی مجال تک نہ ہو کیا معنے رکھتا ہے۔ اگرچہ اچھے آدمی کا اختیار جس قدر بڑھایا جائے بجا ہے۔ لیکن اُسے مختار کُل بنا دینا اور اُس کے کئے دھرے کی تفاصیل کی طرف سے آنکھ بند کر لینا نہایت بے جا ہے۔ رباعی

با بد منشیں و باش بیگانہ او   در دام افتی اگر خوری دانہ او
تیر از رخ راستی کماں را کج دید   بنگر کہ چگونہ جست از خانہ او

بُرے آدمی کی صحبت مت اختیار کر اُس سے بیگانہ رہ۔ اگر تو اُس کا دانہ کھائیگا تو اُس کے جال میں پھنس جائیگا۔ تیر نے اپنے سیدھے پن کی وجہ سے کمان کو ٹیڑھا پایا تو دیکھ لو وہ اُس سے کس طرح بھاگ نکلا۔ بیت

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن   اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

مظلوموں کی آہ سے ڈر کر جب وہ دعا کرتے ہیں تو خدا کے دروازے سے قبولیت اس دعا کے استقبال کو نکل آتی ہے

(۶۹)

فرزندِ عالی جاہ

افتخار خان نے خانسامانی کی خدمت کے دوران میں اپنی خوش فطرتی۔ ہمہ دانی اور جزرسی کی بنا پر نہایت عمدہ بات کہی "بے دیانتی صرف مال ہی کے ناجائز طریق پر حاصل کر لینے کا نام نہیں۔ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بتانا بھی کھلی ہوئی خیانت ہے"۔ ہم نہایت خوش ہوئے۔ در تمام مقربین اور اہل خدماتِ حضور کو تاکید فرمادی کہ ہر کسی کے احوال کو بلا کمی بیشی عرض کردیا کریں اور ایسا کرنے میں رشتے۔ دوستی اور بیگانگی کا لحاظ نہ کیا کریں +

(۷۰)

فرزندِ عالی جاہ

جس وقت جسونت کھتری کو اعلیٰ حضرت نے رائے کی خطاب دے کر دفترِ دیوانِ تن (دیوان تقسیم تنخواہ) مقرر فرمایا تو اُس سے ارشاد فرمایا کہ "ہمارے اور جاگیر طلبوں کے درمیان امین رہنا۔ جب نئے منصب پانے والوں اور نئی ترقیاں حاصل کرنے والوں کی یادداشت ملاحظہ میں پیش کرنے کا وقت آئے تو شام کو جب ہم غسلخانہ کے صحن میں صوبجات اور عمارات کے نقشے ملاحظہ کرتے ہیں۔ ہر روز پانچ پانچ منصب دار ملاحظہ میں پیش کیا کرو۔ تاکہ ہم ہر شخص کے حسب نسب اور ذاتی قابلیت کی خوب جانچ پڑتال کرکے حکم صادر کیا کریں" +

اسی طرح گھوڑوں کو داغ دینے والے داروغہ کو حکم تھا کہ جس قدر داغ کے کاغذات مہر برداروں کے پاس آئیں انہیں ہمارے ملاحظہ میں پیش کرکے گھوڑوں کو داغ دیا کرے۔ اور گھوڑوں کا جائزہ بھی عام میں لیا جائے۔ نہایت تکلیف دہ مہم کی دشواریوں کے باعث ہم ایسے کاموں پر پوری پوری توجہ نہ دے سکے اور اس طرح ضابطوں کی ترتیب میں سخت خلل واقع ہوگیا"۔ اعلیٰ حضرت نے دوبارہ حکم دیا کہ وہ تمام اہلِ دیوان بڑے بڑے امیتوں۔ فوجداروں۔ داروغہ عرض مکرر۔ کروڑہ بخشیوں اور گھوڑوں کے منصبداروں کی دیانت اور سوجھ بوجھ کی تحقیق کرلیا کریں کہ ان میں سے بہترین آدمی رکھے جائیں

(۷۱)

فرزند عالی جاہ

اُس ہدایت کیش پنجابی کی جو شاہ بندہ نواز گیسو دراز کے مزار پر انوار پر شراب پی کر حاضر ہوا اور وہاں اُس نے قے کی بے ادبیوں اور بے اعتدالیوں کی مفصل کیفیت سوانح نگار کے فرد سے معلوم ہوئی۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ جب وہ نابکار اس قابل اعتراض حالت میں اس مقام پر پہنچا تھا اپنے کسی آدمی کے ذریعہ باندھ منگواتے اور پھر پاؤں میں بیڑیاں ڈلوا کر ہمارے حضور بھیج دیتے +

واقعہ نگار کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر ایسا نہیں کیا گیا۔ اس بنا پر ہم نے ایک سخت گرزبردار مقرر کیا کہ اس لعین کی مشکیں باندھ کر لے آئے۔ نالائق لوگ جب با اختیار ہو جاتے ہیں تو ایسی ہی مستیاں کرتے ہیں ہمیں تو ایسے معاملات میں اپنے کسی بیٹے کی رو رعایت منظور نہیں عنایت اللہ خاں اور دوسروں کا تو ذکر ہی کیا

(۷۲)

فرمان

جو نزع کی حالت میں اپنے ہاتھ سے لکھا گیا

سلام علیکم و علی من لدیکم

تم پر اور تمہارے ہمنشینوں پر سلام ہو۔

بڑھاپا آگیا اور ناتوانی نے زور پکڑا۔ طاقت اور ہمت نے اعضا کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اکیلا آیا اور بیگانہ جا رہا ہوں، نہیں جانتا کہ کون ہوں اور کس کام کا ہوں جو نفس یادِ الٰہی سے غفلت میں گزرا اُس کا افسوس باقی ہے سلطنت اور رعایا پروری کچھ بھی مجھ سے نہ بن آئی۔ افسوس عمر عزیز ضائع گئی۔ خداوند میرے گھر میں موجود ہے اور اُس کا نور میری تاریک آنکھوں میں نظر نہیں آتا۔ زندگی گذر جانے والی ہے اور جتنی گذر چکی ہے اُس کا کوئی نشان دکھائی نہیں دیتا مستقبل سے کوئی توقع قائم نہیں۔ بخار چھوڑ گیا اور چمڑا باقی رہ گیا کام بخش بیٹا اگرچہ بیجاپور گیا ہے لیکن قریب ہے اور آں عالی جاہ اُس سے بھی نزدیک۔ عزیز القدر شاہ عالم سب سے دور ہیں۔ فرزند زادہ محمد عظیم اللہ العظیم کے حکم سے ہندوستان کے نزدیک پہنچ چکا ہوگا۔ مجھ مضطرب کی طرح کہ اپنے خداوند سے علیحدگی اختیار کر کے سیماب کی طرح بے چین ہے۔ فوج کے سپاہی سراسیمہ بے دست و پا ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اُن کا کوئی والی وارث ہے یا نہیں +

میں خالی ہاتھ آیا اور گناہوں کی کمائی ساتھ لئے جا رہا ہوں۔ نہیں جانتا کہ کس عذاب میں گرفتار ہونگا۔ ہرچند خداوند رحیم و کریم کے لطف و رحمت پر نظر ہے اور قوی امید رکھتا ہوں لیکن اپنے اعمال و افعال کو دیکھتا ہوں تو اندیشہ دامنگیر ہوتا ہے۔ جب میں اپنے آپ سے گذرا تو دوسرا کون رہ گیا۔ ع

ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

جو کچھ ہونا ہے ہو ہم نے کشتی دریا میں ڈال دی

اپنے بندوں کی حفاظت اگرچہ خدا خود ہی کریگا۔ لیکن ظاہر احالات کو دیکھتے ہوئے میرے فرزندوں پر بھی لازم ہے کہ (اس امر کا دھیان رکھیں) خلق خدا اور مسلمان ناحق نہ مارے جائیں۔ فرزند زادہ بہادر کو آخری دعا کیں جاتے وقت اُسے نہ دیکھا اور اشتیاق باقی رہ گیا۔

بیگم بظاہر رنجیدہ ہے لیکن دلوں کا مالک خدا ہے ۔ کوتاہ اندیشی کا نتیجہ ناکامی کے سوائے کیا ہو سکتا ہے: الوداع ۔ الوداع ۔ الوداع۔

(۷۳)

فرمان

جو تیسرے پادشاہزادہ سلطان محمد کام بخش کے نام آخری وقت میں صادر ہوا۔

فرزندِ من جگر بندِ من

اختیار کے زمانہ میں مَیں نے ہرچند رضائے الٰہی حاصل کرنے کی نصیحت کی اور امکان سے زیادہ کوششیں کیں لیکن چونکہ اللہ تعالٰے کو منظور نہ تھا کسی نے آمادگی کے کانوں سے نہ سُنا۔ اب جب کہ میں سب سے بیگانہ جا رہا ہوں آپ کی بے بضاعتی پر مجھے رحم آتا ہے لیکن اس سے کیا حاصل۔ عذاب اور گناہ جو کچھ میں نے کیا اُس کا نتیجہ اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں۔ عجب قدرت ہے۔ آیا تو اکیلا تھا اور جاتے میں یہ قافلہ ساتھ ہے۔ بخار نے اگرچہ بارہ روز ساتھ دیا لیکن تاب نہ لا کر رخصت ہو گیا۔ جدھر دیکھتا ہوں خدا کے سوائے کوئی نظر نہیں آتا۔ وبالِ آخرت پر نظر رکھتے ہوئے فوج اور اہل فوج کا خیال ملالِ خاطر کا موجب ہو رہا ہے۔ مجھے اپنی خبر نہیں میں نے بہت گناہ کئے۔ نہیں جانتا کہ کس عذاب میں پکڑا جاؤنگا۔ بندوں کی حفاظت اگرچہ خدا خود کریگا۔ لیکن مسلمانوں اور ہمارے بیٹوں کے لئے بھی بندوں کی نگہبانی اور احتیاط بظاہر ضروری ہے۔ جالیجا بھی قریب ہی ہے۔ آپ کے بارے میں جو کچھ ضروری تھا میں نے کہہ دیا اور اُس نے بھی دل و جان سے

قبول کرلیا۔ ایسا نہ ہو کہ مسلمان ناحق مارے جائیں۔ اور اُس کا وبال اس ناکارہ کی گردن پر رہے۔ آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو میں نے خدا کو سونپا اور خود رخصت چاہتا ہوں۔ بڑے اضطراب میں مبتلا ہوں۔ بہادر شاہ جس جگہ تھا وہیں ہے۔ فرزند زادہ عظیم الشان ہندوستان میں آگیا ہے اور فرزند زادہ بہادر نواح گجرات میں ہے حیات النسا نے دنیا کی کوئی چیز نہیں دیکھی رنجیدہ ہے۔ بیگم کا حال خود بیگم ہی جانتی ہے۔ آپ کی والدہ اودے پوری بیماری میں میرے ساتھ رہی ہے اور ارادہ رفاقت رکھتی ہے۔ دربار کے آدمی ہر چند جو فروشاں گندم نما ہیں اُن سے محبت اور نرمی سے کام لینا چاہئے جتنی چادر ہو اتنے ہی پاؤں پھیلانے چاہئیں۔

والسلام۔

نوٹ:۔ کام بخش کی والدہ اودے پوری آخری ایام میں حضرت عالمگیر کے پاس تھیں بعض لال بجھکڑوں نے 'ارادہ رفاقت دارد' کو میری موت پر ستی ہونے کا ارادہ رکھتی ہے کے معنے پہنائے ہیں اس خیال کو حضرت عالمگیر سے دُور کی بھی نسبت دینا ایک ظلم صریح ہے۔ ہندو عورتوں کو بھی اُن کی رضامندی کے بغیر ستی نہیں ہونے دیا جاتا تھا۔ اودے پوری عالمگیر کی وفات کے کئی سال بعد تک زندہ رہی +

(۴۷)

بنام شاہزادہ محمد معز الدین بہادر

پسر کلاں سلطان محمد معظم شاہ عالم بہادر۔

فرزند زادہ بہادر

آپ کا ملک غازی پر فتح پانا اور اُسے شکست دینا ایک نہایت ہی قابل تعریف اور نمایاں کارنامہ ہے۔ اس حسن خدمت کے صلہ کے طور پر آپ کے لئے لکھی جنگل کی فوجداری اور دو ہزار سوار دو اسپہ اور سہ اسپہ کا اضافہ منظور ہوا۔ اس کے بعد ایک فرمان خلعت شمشیر اور ایک گھوڑے۔ ایک ہاتھی اور جواہرات کے ساتھ پہنچے گا۔ آپ کو چاہئے کہ ملک فتح کرنے اور اُس صوبے کے مفسدوں کا کامل قلع قمع کرنے پر کہ بادشاہوں کے بیٹوں کا ایک جوہر ہے پہلے سے زیادہ توجہ صرف کریں اور سرکشوں کی تنبیہ کیلئے حکم کے منتظر رہیں لیکن نوکروں کی طرح اضافہ کے منتظر نہ رہا کریں۔ کیونکہ ملک آپ ہی کا ہے۔ اور ہم تو گویا اب ایک ڈوبتا سورج ہیں +

(۷۵)

فرزند بہادر

ہمارے مزاج کے پہچاننے والے بیٹے محافظان فرودگاہ اور واقعہ نگاروں کے اضافہ کے لئے نہیں لکھتے آپ ایسی بے جا تجویز کیوں پیش کرتے ہیں بلکہ اگر مناسب سمجھیں تو واقع نگاری کی خدمت کسی دوسرے کے سپرد فرماویں کہ اس وقت واقع نگار واقع نگار نہیں رہا - بیت

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

جب غرض پیدا ہوئی تو ہنر جاتا رہا اور دل کی طرف سے آنکھوں پر سینکڑوں پردے پڑ گئے +

(۷۶)

سلطان محمد اعظم شاہ بہادر
کے بڑے بیٹے شہزادہ محمد بیدار بخت کے نام

میرے فرزند زادہ بہادر

باہر سے معلوم ہوا ہے کہ جب آپ فتح پور میں تھے تو بے حیا سرکشوں نے موضع دوہرہ پر جو جہاں آرا کے باغ کے اخراجات پورا کرنے سے متعلق ہے حملہ کر دیا۔ اور بیگم نے اس بارہ میں آپ کو لکھا تو آپ نے اُن کی خدمت میں معذرت نامہ لکھ بھیجا۔ اس کی اطلاع ہمیں کیوں نہ لکھ بھیجی گئی۔ اور جو سوال و جواب آپس میں ہوئے وہ ہم سے کیوں چھپائے گئے +

(۷۷)

فرزند زادہ بہادر

آپ بیتی شاہ راگ کے قلعہ کی جو پہلے فتح ہو چکا ہے۔ نذر پیش کر چکے ہیں۔ یہ دوبارہ نذر دی گئی ہے۔ چونکہ فرزند عالی جاہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اس لئے اُن سے نذرانہ نہیں لیا گیا۔ لیکن عالی جاہ کی طرف سے فراموشی کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی +

نوٹ :۔ نثار= زر شکرانہ جو شہزادے قلعہ فتح کرنے پر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے +

---

(۷۸)

فرزند زادہ بہادر

ظاہری بیماریوں کے دفعیہ اور جادو کی مضرت رفع کرنے کے لئے وہ دعا اختیار کریں جو قبولیت کے قریب ہے۔ تمام علماء و فضلاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سورہ اخلاص اور سورہ شفا پانی پر دم کر کے اس پانی کا پینا نہایت جلد اثر دکھاتا ہے۔ اور اگرچہ سونے۔ چاندی۔ تانبہ۔ غلوں اور روغن وغیرہ اجناس سے وزن کرنا اس ولایت اور وہاں کے اہل اسلام کا طریقہ نہیں ہے لیکن چونکہ اس عمل کا فیض بہت سے محتاجوں اور مسکینوں کو پہنچتا ہے۔ اعلیحضرت بھی سال میں دو مرتبہ اپنے آپ کو وزن کر کے اپنے وزن کے مساوی چیزیں محتاجوں میں خیرات کے طور پر تقسیم کر دیتے تھے۔ اگر وہ نورچشم بھی سال میں دو مرتبہ اپنا وزن کریں اور ہر مرتبہ اوپر ذکر کی گئی سات اجناس اپنے وزن کے برابر محتاجوں میں بانٹ دیا کریں تو یہ جسمانی اور روحانی بلاؤں کے دفعیہ کے لئے بہتر اور مناسب ہوگا + بیت

ضعف و فقر و عجز ما دانستۂ   دردِ ما را ہم دوا دانستۂ

تونے ہماری ناتوانی۔ فقر اور بیچارگی کو سمجھ لیا ہے۔ اور ہمارے درد کی دوا بھی تجھے ہی معلوم ہے۔
اللہ شافی۔ اللہ کافی۔ اللہ صافی +

(۷۹)

فرزند زادۂ عزیز

کسی غائب شخص کی سفارش کے کیا معنے۔
منصب پادشاہی بلا خدمت اور بلند جھنڈوں تلے آئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ فرزند عالی جاہ بھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ یا ہمارے پاس بھیج دیتے ہیں یا اپنے پاس نوکر رکھ لیتے ہیں۔ یہ فیروز جنگ اور نصرت جنگ کا طریقہ ہے۔ آپ کو اس سے کیا سروکار + رباعی

دوران بقا چوں باد صحرا بگذشت   تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد   بر گردنِ او بماند و بر ما بگذشت

زندگی صحرائی ہوا کی طرح گذر گئی تلخی۔ خوشی۔ اچھائی۔ برائی سبھی گذر گئے۔ ظالم نے سمجھا کہ اس نے ہم پر ظلم کر لیا۔ ہم پر سے تو گذر ہی گیا لیکن اس کی گردن پر رہ گیا ——— آئندہ ایسا عمل میں نہ آئے۔

(۸۰)

فرزند زادہ بہادر من

اچھے مردوں اور عورتوں کے قحط کے اس زمانہ میں بدراہ لوگوں سے گفت و شنید کی بجائے کاموں کی انجام دہی کے لئے اپنے دل سے فتوے لینا چاہئے۔ اس سے زیادہ نہیں لکھا جا سکتا کہ غیبت و گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ ع

دیوار گوش دارد فہمیدہ لب بجنباں

دیوار کے بھی کان ہیں سمجھ کر زبان کھولئے

(۸۱)

فرزند زادہ بہادر من

خان عالم ظاہر و باطن کی بیماریوں میں مبتلا ہے اور نصرت جنگ میں باہم مخالفت ہے لئے دلیپ کو واسطہ بنا کر دونوں میں موافقت کرا دینی چاہئے۔ نصرت جنگ کے تالیف قلب کی کوشش کیجئے۔ مالوہ کی نیابت اپنے دیوان کے لئے مقرر فرما دیں۔ میر سامانی کے لئے فدائی خان کو بھیجا گیا ہے +

(۸۲)

فرزند زادۂ عزیز من

دین و دنیا کی بہرہ مندیاں اور کامرانیاں آپ کو میسر آئیں۔

آپ نے ترکند و نول کندہ کا قلعہ بدبخت گمراہوں سے لے لیا۔ الحمد للہ کہ اس نور چشم کے کارنامے نہایت تعریف و ستائش کے لائق ثابت ہو رہے ہیں۔ اور آپ کا شیر خاں بھی خوب صاحب تدبیر ہے۔ اچھا کام اچھے آدمیوں ہی کے ہاتھوں انجام پا سکتا ہے۔ ترکند کا نام میں نے شمشیر گڑھ رکھ دیا ہے۔ ایک کو قابو میں لانا اور دوسرے پر دعوے کرنا عالمگیری بیت المال کی حرص کا خاصہ ہے۔ بیت

کاسہ چشم حریصاں پُر نہ شد   تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد

لالچی لوگوں کی آنکھ کا پیالہ پُر نہ ہوا۔ جب تک سیپی نے قناعت اختیار نہ کی وہ موتی سے نہ بھری گئی۔

(۸۳)

فرزند زادہ بہادر

اہل فوج کی دلجوئی فتح کا سب سے بڑا جزو ہے۔ وہ نیک ذات اور عالی نسل (آپ) ہماری ہدایت سے لبریز علم کے مطابق اس مہم کے انجام دیتے ہیں پوری پوری کوشش کریں کیونکہ ہندوستان کی سلطنت میں روئی کا یہ ٹکڑا حضرت صاحب قران عرش آشیاں (تیمور) کا عطیہ ہے۔ اللہ تعالے کے فضل وکرم سے اب اس پر جو کچھ اضافہ ہوگا۔ سلطنت کے شگفتہ قلم مورخ اس کی تفاصیل قلمبند کریںگے جو زمانہ کے صفحہ پر ہمیشہ کے لئے قائم رہینگی۔ بیت

اگر بہ سیر چمن میروی قدم بردار　　　که ہیچوں رنگ حنا میرود بہار از دست

اگر تو باغ کی سیر کو جاتا ہے تو تیز تیز قدم اٹھا کہ بہار ہاتھ سے مہندی کے رنگ کی طرح اڑی جا رہی ہے۔

(۸۴)

فرزند زادہ بہادر

فیروز جنگ نے اپنے ہمراہیوں کا جو جائزہ دیا تو معلوم ہوا کہ وہ اُس کے منصب اور تنخواہ کے ضابطہ سے زیادہ ہے۔ توپ۔ رہکلہ۔ بان۔ رام جنگی۔ جزائر۔ گھڑنال۔ شترنال۔ گجنال۔ جنگی ساز وسامان والے سوار۔ چمکتے دمکتے پاکھروں والے گھوڑے ہاتھی اور دوسرا طمطراق کا سامان ضرورت کے مطابق بلکہ اُس سے زیادہ پایا گیا۔ چنانچہ اُن میں اکثر سرکار والا میں پہنچے۔ آپ کو اُن سے دگنا ملتا ہے۔ کیوں روپیہ ضائع اور بےمحل خرچ کرتے ہو۔ جو کچھ درکار ہو اُس کا بہم پہنچانا تو ضروری ہے۔ باقی تمام خود آرائی میں شامل ہے +

رہکلہ - چھوٹی توپ -

بان - ہوائی جو بارود سے پُر کر کے اور آگ دکھا کر دشمن کی فوج پر پھینکی جاتی ہے -

رام جنگی - بندوق -

جزائر - بڑی بندوق -

گھڑنال - شترنال - گجنال :- وہ توپیں جو گھوڑے - اونٹ یا ہاتھی کھینچتے تھے +

(۸۵)

فرزندزادہ بہادر

آپ کی عرضداشت بعینہٖ ملاحظہ سے گذری صورتیں دو ہی ہوسکتی ہیں ہمیں مالوہ اور اکبرآباد جانا چاہئیے اور آپ دکن میں رہیں۔ یا اس کے برعکس۔ ان دونوں صورتوں میں سے جو بہتر سمجھیں اُس سے اطلاع دیں +

(۸۶)

فرزندزادہ بہادر

وہ نورچشم (آپ) اکثر عرضداشتوں میں ہمارے لئے "بہ اقبال ابد اتصال" (ہمیشہ رہنے والے اقبال کے ساتھ) لکھتے ہیں۔ تو قرنوں تک کے لئے بھی مشکل ہے ہمیشگی کا تو ذکر ہی کیا۔ آپ اس کے بجائے ہمیشہ " بہ میامن افضال بیمال ایزد متعال " یعنی اللہ کے بے مثل فضل وکرم کی برکتوں کے ساتھ لکھا کریں کیونکہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔ بیت

از خدا داں خلاف دشمن و دوست   کہ دل ہر دو در تصرف اوست

دوست ودشمن کی موافقت اور مخالفت کو خدا ہی کی طرف سے سمجھو کہ دونوں کے دل اُسی کے قبضہ میں ہیں +

(۸۷)

محمد معظم شاہ عالم بہادر کے بیٹے محمد عظیم الدین کے نام

قرآن عظیم وقدیم کے حافظ فرزندزادے

سلطنت کے بعض نام ور پیش آ رہے ہیں اور اُن نورچشم کو دیکھنے کا بھی بے حد شوق ہے۔ آپ کو چاہئے کہ سرکار والا کے کاموں اور ہمارے اشتیاق کے پیش نظر فرمان کے پہنچتے ہی اُس جگہ اپنی نیابت مرشد قلی خاں کے حوالے کرکے خود فیل خانہ اور خزانہ شاہی کے ساتھ ہمارے حضور میں حاضر ہونے کے لئے چل کھڑے ہوں۔ بلکہ اگر فرمان کے پہنچنے سے پہلے ہی روانہ ہو پڑیں تو بہتر ہے +

(۸۸)
فرزند زادہ عظیم جو ہماری طرح خدائے عظیم سے غافل ہے

خدا کے بندوں پر جو (ہمارے پاس) اس کی امانت ہیں ظلم اچھا نہیں۔ بالخصوص بادشاہوں کے بیٹوں کے لئے تو اس کا ارتکاب نہایت ہی بُرا ہے۔ ہمیشہ "الموت حق" (مرنا حق ہے) والبعث حق" (مرنے کے بعد جی اُٹھنا حق ہے) والصراط حق" (صراط حق ہے) والجزاء حق" اور جزا حق ہے۔ بالسر والخفی۔ (ظاہر اور چھپے ہوئے کے لئے) ان اسلامی عقائد کو پیش نظر رکھئے۔ ہر گھڑی اپنے آپ کو مرنے والوں میں شمار کیجئے تاکہ انتظار کی زمین سے مراد کا پودا پھوٹ آئے اور تمناؤں کے پھول مظلوموں کی آہوں کی صرصر سے جھڑ نہ جائیں۔ یہ خاص سودا کہاں سے سیکھا۔ تمہارا باپ اور دادا دونوں اس سے بری ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ایسے پاگل پن (ظلم) کو دماغ سے خارج کر دو۔ ہم خود تم کو دوسروں سے بہتر جانتے تھے اور اچھا سمجھتے تھے۔ ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتم
جو کچھ ہم سمجھتے تھے غلط ہی تھا

(۸۹)
فرزند زادہ عظیم القدر

آپ نے شاہ عالی جاہ کی جاگیر سے پرگنہ شنکر پور کی تنخواہ کے بارے میں جو معروضہ پیش کیا معلوم نہیں کہ اس خیر خواہی کا خیال آپ کو کس طرح پیدا ہوا۔ اگر شاہ عالی جاہ نے اس مطلب کی درخواست اس فرزندزادہ سے کی ہے تو مضائقہ نہیں۔ وگرنہ سر سے اس طرح کے خیالات خام نکال دیجئے۔ کہ ان سے اخلاص و دوستی میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے تکبر اور غرور کا ایک سیلاب اٹھتا ہے +

تشریح: پہلے فقرے کے معنی اس طرح کئے گئے ہیں۔

(۱) شنکر پور میں جو لوگ متعین ہیں اُن کی تنخواہ مجھ سے وصول نہ کی جائے۔ بلکہ عالی جاہ کی جاگیر سے وصول ہو۔

(۲) شاہزادہ عظیم الشان نے اپنے چچا کی سفارش کی ہے کہ اُن کی جاگیر کچھ زیادہ میسر حاصل نہیں اس لئے پرگنہ شنکر پور جاگیر کے عوض انہیں دیا جائے +

(۹۰)

فرزند زادہ عظیم

بلاشبہ سری کی محال میں تاڑی کی کاشت سے خوب ہی نفع کمایا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کس مفت خور مفتی نے ایسا فتوے دیا ہے۔ ایسے خانماں برباد کرنے والے صلاح کار عمل کو اپنا جانی و مالی دشمن سمجھئے اور دنیا و آخرت کا بدخواہ جانئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیے کہ اُس نے آپ کو تین زرخیز اور زرریز صوبے عطا کئے ہیں جہاں ہر چیز سستی اور کثرت سے مہیا ہے۔ رعیت پروری کو دنیا و آخرت کا سرمایہ جانیں +

تشریح :- یہ رقعہ پہلے فقرہ کی املائی گوناگونی کی وجہ سے اپنا مفہوم کھوچکا ہے۔ کوئی محال کا نام 'سری بدرو' سمجھتا ہے کوئی سری بہ دردِ نذراندوزی کہتا ہے۔ دس بارہ نسخوں کی املا سے کوئی بات قطعی طور پر واضح یا درست نظر نہیں آئی۔ مطلب اس قدر ہے کہ تاڑی کی کاشت سے نفع تو کمایا جا سکتا ہے اور اس سلسلہ کی تمام مصیبتیں نفع کی امید پر اُٹھائی جاسکتی ہیں لیکن اعتراض صرف اتنا ہے کہ کمائی حرام ہے

(۹۱)

امیرالامراء شائستہ خان صوبہ دار اکبرآباد کے نام

ہمارے وفادار اور نیک اطوار دوست - اللہ تعالےٰ کی امان میں رہو -

خوشی سے سنئے کہ اس خط کے لکھے جانے کے دن کہ منگل بیس ربیع الاول سالِ حال ہے شکست نصیب شجاع نے اُس فتح نشان لشکر سے جو درگاہ باری تعالےٰ کے اس سب سے زیادہ نیازمند بندے کی رکاب نصرت نصاب میں تھا مقابلہ کرکے اپنے بدکرداری کی سزا مکمل تباہی کی صورت میں پائی۔ بیت

از دست و زبان کہ برآید   کز عہدہ شکرش بدر آید

اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر پورے طور پر ادا کرنے کی طاقت کس کے ہاتھ اور زبان میں ہے اس عظیم الشان فتح کی تفصیل بعد میں لکھی جائیگی۔ نامرد جسونت سنگھ کل رات جنگ سے پہلے جب ہم نے دشمن کے قریب آن کر منزل کی، بھاگ کر اکبرآباد کی طرف چلا گیا۔ بظاہر اپنے وطن کو جائیگا +

خسر الدنیا والاخرہ ذالک ھو الخسران المبین (اُس نے دنیا اور آخرت میں

ہانا کھایا اور یہ بہت ہی کھلا ہوا نقصان ہے) - اس منشور والا کے مضمون سے اطلاع پاتے ہی اس عضد الخلافت پر واجب ہے کہ مسرت وشادمانی کے لوازم پورے کرے اور خداوند تعالےٰ کے شکر کی بجاآوری میں مشغول ہو اور اُس صوبہ متعلقہ کے ضبط میں پوری پوری کوشش کریں - اس وقت فرزند جہاں جیوند محمد سلطان بہادر کو اس ناحق شناس کے تعاقب کے لئے مقرر فرما دیا گیا ہے اور ہم جلد اکبرآباد پہنچتے ہیں +

(۹۳)

عمدۃ الملک مدار المہام اسد خان کے نام

اُس فدوی کی گذارش کے مطابق بخشی گری دوم کی خدمت صدر الدین محمد خان صفوی کو عطا کی گئی ہے اب اُسے بلانا اور اس عطیہ سے آگاہ کرنا چاہئے - اس کے آنے تک ہمارے اس فراج دان (آپ) کو اس دفتر سے بھی پتہ لینا چاہئے کہ منشی اپنی بدسرشتی کی وجہ سے دھوکہ نہ کرسکیں - اور ضرور تمند بھی کام کے اس طرح رُک جانے کی وجہ سے نقصان نہ اُٹھائیں + رباعی

ہرکس بہ ضمیر خود صفا خواہد داد   آئینۂ خویش را جلا خواہد داد
ہر جا شکستۂ بود دستش گیر   بشنو کہ ہمیں کاسہ صدا خواہد داد

ہر شخص خود ہی اپنے ضمیر کو پاک اور مصفا کریگا - اور اپنے آئینہ کو جلا دیگا - جہاں کہیں شکستہ حال ملے اُس کی دستگیری کر سُن لے کہ آخر یہی پیالہ آواز دیگا +

آپ خان جہان بہادر کو لکھیں کہ گھوڑوں کے اور دوسرے سوداگر داد رسی چاہتے ہیں اور اُلظلم ظلمات یوم القیامہ (ظلم قیامت کے دن اندھیرے کا باعث ہوگا) حدیث صحیح ہے - اُس نے استغاثہ کیوں منظور نہ کیا - اور اُس نے موت کو جو اس کی شہ رگ سے بھی قریب ہے کیوں بھلا دیا ہے وہ خشم الٰہی اور غضب پادشاہی سے ڈرے اور انہیں راضی کرے -

حلم حق با تو مواسا ہا کند   چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

اللہ تعالیٰ کی نرمی تیری غمخواری کرتی ہے اور جب تو حد سے گذر جاتا ہے تو تجھے رُسوا بھی کر دیتا ہے -
تو اپنے گھر میں دیوان لگا کر بیٹھتا ہے -

(ع) چند گوئی خانہ و ایں خوان من

تو کب تک کہیگا کہ یہ میرا گھر اور یہ میرا خوان ہے -
آپ نصرت جنگ سے معلوم کریں کہ اُسے زمرد کا جو نگینہ مرحمت ہو رہا ہے اس پر تمام خطاب لکھا نہیں جا سکتا۔ اگر وہ کہے تو صرف "نصرت جنگ" اس پر کندہ کرا کر عنایت کیا جائے + بیت

دانی کہ بر نگین سلیماں چہ نقش بود   خطِ بزر نوشتہ کہ ایں نیز بگذرد

کیا تو جانتا ہے کہ سلیمان کی انگوٹھی کے نگینہ پر کیا لکھا ہوا تھا۔ سنہرے حروف میں لکھا ہوا تھا کہ یہ بھی گذر جائیگا +

وہ فقیر جسے آج روح اللہ خان لایا ہم نے دیکھا وہ گھٹیا لوگوں کے طریقہ پر تھا نہ کہ گذرے ہوئے بزرگوں کے شیوہ پر۔ ایسے لوگوں کو دیکھ کر میاں عبداللطیف قدس سرالشریف کی نصیحت یاد آئی جو انہوں نے اس گنہگار کو ایک روز فرمائی تھی یعنی آپ فقیروں سے نہ ملا کریں' میں نے جواب دیا "اگر گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہم دنیا دار صاحبِ کمال فقیروں کی ملاقات سے بھی تھوڑی دیر کے لئے خدا کی طرف مشغول نہ ہوں تو ہمارا کیا حال ہوگا، اور کہاں پہنچیگا"۔ انہوں نے فرمایا ممانعت اس لئے ہے کہ درویش پرانے بزرگوں کے طریق پر نہیں رہے ہیں۔ اگر آپ اُن کو دیکھیں تو بدباطنی بڑھیگی اور یہ اچھا نہیں +

نعوذ باللہ منہ (اُس سے خدا کی پناہ) آپ اُس عزیز سے کہیں استغناً لوجہ اللہ تعالیٰ العظیم وامتثالاً لمرتبۃ الکریم خدائے تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے استغنا اور اس کی فرمانبرداری میں وہ جہاں چاہے رہے۔ اس کے بعد ہمیں اور اپنے آپ کو ملاقات سے آزردہ نہ کرے۔ جو وظیفہ مقرر ہو چکا ہے پہنچتا رہیگا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس فدوی نے اس کام سے توبہ کر لی تھی جب حاکم شرع کی محکم روایات کے مطالعہ کے بعد بخشش چاہی تھی۔ جب دل میں خوب سوچا تو نفسِ امارہ کی حیلہ سازی اور کار پردازی تھی لیکن آرزو پر کسے اختیار حاصل ہے + بیت

نفس اژدرہا است ایں کے مردہ است   از غمِ بے آلتی افسردہ است

نفس ایک بہت بڑا سانپ ہے یہ کب مرا ہے۔ بے آلتی کے غم سے پژمردہ ہو گیا ہے الحمد للہ کہ اُس سے اور اس کے مکر سے راضی نہیں ہوں۔ خاص کر نقصان سے راضی ہوتا نفس کی وجہ سے ہے۔ آپ پورے خلوص سے صاحب کرامت فقیروں سے خیریت وعافیت اور نفس کے بندھنوں سے رہائی کی دعا کرایا کریں۔ آپ خود صالح اور کریم النفس سید ہیں۔ اگر خضوع قلب سے دعا کریں۔

توامید قبولیت ہو سکتی ہے +

اللّٰھم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔ آمین آمین آمین

اے اللہ مجھے درویش زندہ رکھ۔ درویش ہی مار اور درویشوں کے ساتھ ہی مجھے اُٹھا

آمین - آمین - آمین

(۹۴)

آں فدوی کے التماس پر عتیق اللہ خان کی بحالی عمل میں آئی ہے لیکن وہ حسب ذیل شرائط سے مشروط ہے۔ اول یہ کہ ہر سال پرگنہ کی آمدنی میں اضافہ ہو۔ دوسرے یہ کہ کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ ہو اور نہ کوئی گاؤں غیر آباد ہو۔ تیسرے اپنی فوجداری کی حدود و سرحدوں سے اس طرح خالی اور پُرامن کردے کہ مسافر۔ آنے جانے والے۔ سوداگر اور بیوپاری بلا وسوسہ سفر کرسکیں۔ اگر وہ یہ شرائط قبول کرے اور اُن پر عمل کرنے پر آمادہ ہو تو سند لکھ دیجئے وگرنہ نہیں +

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں جس کسی کو صوبے کا عامل مقرر فرماتے تھے اُس سے چند باتوں کا عہد لیتے تھے۔ اول یہ کہ دروازے پر دربان نہ رکھے تاکہ لوگ بلا روک ٹوک اس سے رفع احتیاج کا اہتمام کرسکیں۔ دوسرے یہ کہ اپنا تمام وقت خدا اور خلق خدا کے کام میں مصروف رکھے۔ تیسرے یہ کہ سواری نہ رکھے۔ چوتھے کوئی چیز بیت المال سے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے قبول نہ کرے۔ کام کرے اور حلال مال سے روٹی حاصل کرے۔ اور اگر کبھی بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے ایسا نہ کرسکے تو مسلمانوں سے مشورہ کے بعد ایک سے تین درہم تک لے لے اس سے زیادہ جائز نہ سمجھے پانچویں اپنی ہمت انصاف کرنے میں صرف کرے اور مقدمات کے فیصلہ میں قبیلہ داری اور دوستی کی رعایت روا نہ رکھے۔ اور بھی بہت سی شرطیں تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں درج ہیں۔ ہمیں جو اُن کے پیرو ہے چاہیئے کہ اپنی طاقت کے مطابق کوشش کریں۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم والسلام علی اھل التکریم۔

اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا اور صاحبان بزرگی پر سلام ہو۔

---

(۹۵)

آں فدوی منعم خاں کو جو شاہ عالم کا وکیل اور اُن کا دیوان بھی ہے آج روانگی کے لئے پیش کریں تاکہ اُسے اکبر ابتر کو جو ایرانی چھلاؤں کی امداد کی امید پر قندھار میں ٹھیرا ہوا ہے اور وہاں کے والی کا اشارہ پا کر کسی طرف کو نکل نہیں جاتا اور اس ناگوار معاملہ کے فیصلہ کے انتظار میں ہے اس کے ناپاک ارادے سے باز رکھنے کا حکم دیا جائے + نظم

نرفتِ از دلم قول آں کاسہ گر   کہ می گفت یا کاسہ پُر خطر

ندانم کہ سنگِ سپہر قضا   ترا بشکند پیشتر یا مرا

مجھے اُس پیالے بنانے والی کی بات جو وہ اپنے نازک پیالہ سے بناتے وقت کہہ رہا ہے۔ "کیا معلوم قضا کے آسمان کا پتھر پہلے تجھے توڑتا یا میرا خاتمہ کرتا ہے" نہیں بھولتی +

اس کی تدبیر اس مقدمہ کے فیصلہ یعنی اس فانی کے جانے اور صلح کرنے اور ملک کی تقسیم پر راضی ہونے کے وقت تک اس کے سوائے کچھ نہیں کہ ایک بیٹے کو بھاری فوج کے ساتھ کابل میں رکھا جائے اور معزالدین بہادر بہت سے ساز و سامان کے ساتھ ملتان میں ٹھیرا رہے +

وصیتوں کے طور پر کہا جاتا ہے کہ قتل و غارت کی آگ بھڑکانے کے بعد بہت سے نامور ارباب عزم سلطنت کو حسرت کے ساتھ چھوڑنے۔ ندامت اٹھانے اور اپنی زندگیاں تلخی میں بسر کرنے پر مجبور ہوئے ان میں سے ایک دارا شکوہ تھا۔ اگر وہ اعلیٰ حضرت کی نصیحتوں پر کان دھرتا تو یہ بُرا دن کیوں دیکھتا حق بھی اُسی کی طرف تھا۔ لیکن خود غرضی آدمی کو تھوڑی دیر بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتی +

اللھم اصلح امۃ محمدٍ وارحم منہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ فی الاول والآخر والسلام

یا اللہ محمد کی امت کو نیک کر اور محمد اُن پر اور اُن کی آل پر اللہ تعالےٰ کا درود ہو، اُن کی اُمت پر اوّل اور آخر رحم فرما +

(۹۶)

امجد خاں کی بھیجی ہوئی فرد جس میں امیرالامراء کے نواسوں اور محمد مظفر بخش کے بیٹے کی بے اعتدالیوں کا تذکرہ ہے آپ کو بھیج دی گئی۔ تم محمد یار خاں کو جو میری طرح خدا سے غافل ہے دارالخلافہ کے مفسدوں کو قید کرنے اور آئندہ ایسے ضروری دنیوی اُمور میں کہ فی الحقیقت دینی امور ہی ہیں غفلت نہ برتنے

سے متعلق ایک حسب الحکم، لکھ بھیجو میں فرمان بھیج دونگا اگرچہ اُس کی ضرورت نہیں - بیت

چشمے داری و عالمے درنظر است — دیگر چہ معلم و کتابت باید

جب تیرے پاس آنکھ ہے تو ایک دنیا تیری نظر میں ہے - تجھے کسی استاد اور کتاب کی ضرورت نہیں

عزیز لکھنے سے معلوم ہوا کہ محمد اعظم نے اپنے آدمیوں کو شاہراہ میں ڈاک چوکی کے طریق پر بٹھا دیا ہے اس کے کیا معنے ہیں تعجب کی بات ہے کہ وقائع کی فرد میں اُن کے پاس پہنچنے کے باوجود اس بات کی اطلاع ہم تک نہ پہنچائی گئی۔ شاید اُسے یہ بات بھول گئی ہو گر اگر اُسے کام سے واقفیت نہیں تو امورِ سلطنت میں جو درگاہ الٰہی کے معاملات کا نمونہ ہیں کیوں دخل دیتا ہے - اُسے لکھو کہ ذاتی بدعت کو جو اُس نے راستہ میں پھیلا دی ہے خود اُٹھائے وگرنہ اٹھا دی جائیگی +

استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ

ترجمہ - میں اللہ تعالیٰ سے جو میرا پروردگار ہے اپنے تمام گناہوں کی معافی چاہتا ہوں + بیت

بس کنیم و زیرکاں را ایں بس است — بانگ زد کردیم اگر در دہ کس است

ہم بس کرتے ہیں اور عقلمندوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ہم نے آواز دے دی - اگر گاؤں میں کوئی ہے تو اسی قدر کافی ہونا چاہیئے

رات زمرد کے نگینہ والی انگوٹھی جو قلیچ خان کے لئے علیحدہ کی گئی سادہ ہے - اب ہمارے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ اُس کا خطاب حسین قلیچ خان ہے جواہر خانہ کے داروغہ کو ہدایت کرو کہ مہر کن کو بلوا کر انگوٹھی پر اُس کا پورا خطاب کندہ کروا کر خان مذکور کو پہنچوا دی جائے +

(۹۷)

وہ خط جو روح اللہ خان نے تم کو بھیجا تھا وہ مثل کے ساتھ ہمارے مطالعہ سے گذرا لیکن باعثِ تشفی نہ ہوا۔ تم اپنی تحریر کے مطابق نقشہ بھیج دو۔ تم نے عبداللہ خان کے منصب میں کمی بحال کر دینے کی درخواست بھیجی ہے لیکن جب تک اس سے کوئی بڑا کام ظہور میں نہ آئے اس درخواست کی منظوری کس طرح عمل میں آئے۔ لیکن چونکہ خان مذکور برسرِ کار رہیں اُن کی درخواست منظور کر لی گئی۔

اِنَّ اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب

بیشک اللہ جسے چاہے بغیر حساب روزی دیتا ہے -

(۹۸)

امیر خان نے اس سال نذر کی ڈالی دیر سے بھیجی ہے۔ چنانچہ اکثر چیزیں خراب نکلیں۔ اُسے لکھو کہ جلد جلد بھیجا کرے۔ اگرچہ ضرورت نہیں۔ بیت

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب معاش آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

بیدل حرص ہی قناعت کرنے نہیں دیتی ورنہ زندگی کے اسباب معاش جو ہم استعمال میں لاتے ہیں ان میں سے بہت سوں کی ضرورت نہیں +

(۹۹)

ہم آں فدوی کو تعزیت پیش کرتے ہیں۔ میر خان وفات پا گئے اور ہمیں بھی مرنا ہی ہوگا۔

ع تانفس باقیست راہ زندگی ہموار نیست

زندگی بھر انسان کو اونچ نیچ پیش آتی ہی رہتی ہے۔

آپ دارالسلطنت لاہور کے دیوان کو جو اُس کا بھائی ہے لکھیں کہ وہ مذکور کا تمام مال جس میں دام و درم اور چھوٹی بڑی سب چیزیں شامل ہوں یہاں تک ایک تنکا بھی چھوٹنے نہ پائے ضبط کرے۔ باہر کی چیزوں کے متعلق بھی پوری پوری چھان بین کرکے اس کے عزیزوں اور قریبیوں سے ڈرا دھمکا کر اور امید دلا کر دریافت کرنے کے بعد جو کچھ ملے اپنے قبضہ میں کرے۔ کیونکہ یہ خدا کے بندوں کا حق ہے اگر خلیفہ وقت کسی شخص سے درست یا غلط حد شرع سے زیادہ رعایت برتتا ہے تو اس سے مومنین کا حق پامال ہوتا ہے۔ اُس کی زندگی میں ہم نے اس کے پاس خاطر سے یہ گناہ اپنے اوپر لیا ہوا تھا۔ اب کیوں واپس نہ لیں۔ بیت

گفتگو بسیار شد خامش شدم مسئلہ بسیار گفتم دم زدم

بہت گفتگو ہوئی اس لئے میں چپ ہو گیا۔ میں نے بہت سے مسائل بیان کر دے اس لئے خاموش ہوتا ہوں +

(۱۰۰)

محمد خان کے منصب میں ایک صدی کا اضافہ ہوا۔ آپ بخشی الملک کو حکم پہنچا دیں کہ کچہری میں اُس سے تسلیمات کرائے مخلص خان دیوان کی مدد کے بارے میں ناظم کو لکھے گا اور مکرم خان کو جو

کچھ کرنا چاہئے وہ کریگا +

(۱۰۱)

ہم نے مینی سرپیچ محمد امین خان کے بیٹے کو عطا فرمایا۔ جواہر خانہ کے داروغہ کو حکم بھیج دو کہ شام کو دو تین عدد مناسب قیمت کے پیش کرے۔ اگرچہ قاعدہ نہیں ہے کہ اُس شخص کو پیش کیا جائے جس کا منصب چار ہزار سے کم ہو لیکن چونکہ وہ بچہ ہے اُس کی خوشی کے لئے اس بخشش میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی صادق خاں بخشی کے بیٹے کو مرحمت فرمایا تھا۔ جب وہ سن تمیز کو پہنچا اور بڑا ہوا تو اس کے باندھنے کی ممانعت کر دی گئی +

(۱۰۲)

فدوی درگاہ حسن عالی خاں نے فرزند زادہ محمد معز الدین بہادر کے ساتھ ناراضی کا اظہار کیا اور بلا اجازت اُٹھ کر چلا گیا۔ چنانچہ شہزادہ نے اُس کی شکایت لکھی۔ اُس کے منصب میں کمی اور اُس کی جاگیر ضبط ہونی چاہیئے۔ تاکہ دوسروں کو عبرت ہو + بیت

کند تحمل بسیار مرد را بے قدر   کماں چو تن بہ کشیدن دہد کیادہ شود

زیادہ تحمل آدمی کو بے قدر کر دیتا ہے۔ جب کمان بہت زیادہ کھچ جاتی ہے تو نرم ہو جاتی ہے۔

اعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا

ترجمہ۔ میں اپنے نفس کی بدیوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(۱۰۳)

وہ نشان (فرمان) جو فرزند ارجمند نے اس مخلص فدوی (آپ) کو لکھا تھا مطالعہ سے گذرا۔ اُس میں انھوں نے خجستہ اختر کے لئے جو انہیں نہایت عزیز ہے جاگیر کی استدعا کی ہے۔ کوئی علاقہ جاگیر کے طور پر اُن کے لئے تجویز کرنا چاہیئے اور اُن کی تسلی کے لئے انہیں کچھ نہ کچھ لکھنا چاہیئے +

(۱۰۴)

آپ خود سوچیں کہ شاید فتح اللہ خاں کا کابل بھیجنا اچھا ثابت نہ ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اُس کے پاس خاصہ لاؤ لشکر ہے دوسرے وہ بہادر ہے اور تیسرے مغلوب الغضب اور باتونی بھی ہے ہم نے اُسے روح اللہ خاں کے ساتھ کر دیا تھا وہ خان مذکور سے اس طرح سلوک کرتا تھا کہ گویا خان

اسی کا مقرر کیا ہوا ہے۔ باوجود اس امر کے کہ خان مذکور کی طرف سے اس کے ساتھ شرافت اور خاطر داری برتی گئی۔ اور باوجود اس امر کے کہ اس کا منصب اور اس کی جمعیت کم تھی اور باوصف اس امر کے کہ اُسے ہماری طرف سے اطاعت کی تاکید تھی۔ فتح اللہ خان خان مذکور سے ایسی تلخ و تند گفتگو کرتا تھا کہ روح اللہ خان لوگوں کی نظر میں شرمندہ اور ہلکا پڑتا تھا۔ ایسے شخص کو جو سہ ہزاری ہو چکا ہو اور بہادری کا خطاب رکھتا ہو بجائے کہیں دور بھیجنے کے چاہئے کہ شاہ بہادر جیسے باخبر اور ہوشیار کے ساتھ رکھا جائے اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا کریگا۔ اگر آپ کو ان معاملات سے متعلق اطمینان خاطر حاصل ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ورنہ اُس کا رکاب شاہی میں ہی موجود رہنا بہتر ہے +

(۱۰۵)

فدوی با اخلاص

عنایت اللہ خان نے محمد اخلاص کی زبانی عرض کیا کہ ہمیں پورتلافت مقروض ہو گئے ہیں۔ فوج کی تنخواہ بھی ان پر بہت چڑھ گئی ہے۔ جہاں اس قدر نامناسب اور گراں قدر تنخواہیں لوگوں کے لئے لیاقت کی جانچ کے بغیر مقرر ہوں اور بے جا رعائتیں عمل میں آئیں اور عنائتیں ظاہر ہوں ایسا کیوں نہ ہوگا۔ وہ حافظ قرآن اور فاضل بے مثال ہیں "ولاتبذر تبذیرا" (فضول خرچی نہ کر)۔ اور اس کی تفسیر کبھی بھول کر بھی نہیں پڑھتے۔ بیت

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا   خیرہ ام در چشم بندیِ خدا

آنکھ کھلی ہے کان کھلے ہیں اور طبیعت میں خوب تیزی ہے لیکن خدا کی طرف سے میری آنکھ بند ہے۔

دیوان بھی جاہل سا کشمیری ہے۔ سوچ سمجھ کر کوئی نیا دیوان مقرر کرنا چاہئے۔ اسلم خان بُرا نہیں ہے

(۱۰۶)

فدوی با اخلاص

رات ابو الوفا نے عرض کیا کہ جا نماز خانہ کا سامان گھس گھسا اور پھٹ پھٹا گیا ہے۔ یہ امر مسلمان کے شایان شان نہیں کہ باقی تمام کارخانے تو ہر طرح تازہ و طیار رہوں لیکن وہی کارخانہ جو طیار رکھنے کے لائق ہے پرانا اور بوسیدہ ہو کر رہ جائے۔ خانساماں کو جلد حکم پہنچائیے کہ جو کچھ سامان درکار

ہو داروغہ سے کہہ کر حاصل کرلے۔

ع۔ حیف صد حیف کہ ما دیر خبردار شدیم
افسوس صد افسوس کہ ہمیں دیر میں خبر ہوئی۔

(۱۰۷)

رات تا لا فقیر بالکل جاہل اور زاہد خشک معلوم ہوتا ہے۔ شائد اس میں بھی کوئی ریا کاری ہو اور اس کے اکثر اقوال و افعال کہ اُن میں سے ایک نذروں کا رد کرنا ہے۔ خلاف شرع ہیں۔ خلیفہ وقت بیت المال کا امین ہے وہ جس کسی کو جو کچھ دیتا ہے وہ لینے والے پر حلال ہے اور اگر اُس نے چند دیہات کے محصول سے کہ اُس نے علمائے ملت کے فتوؤں اور ایسے امراء کے مشورہ سے جو شریک ملک و سلطنت ہیں اپنے لئے اختیار کر کے اُسے صرفِ خاص قرار دے لیا ہو کسی کی کوئی امداد کرے وہ بھی حلال ہے۔ خاص کر کسی درویش بے پروبال کو دے تو کیونکر حرام کہا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ پوچھئے۔ اگر معقول وجہ بیان کرے تو بتائیے تاکہ یہ مغلوب نفس بندہ بھی سمجھ جائے۔ وگرنہ ایسے بدعتیوں کو جو اپنی طرف سے باتیں گھڑ کر انہیں شریعت کی طرف منسوب کریں تنبیہ کرنی لازم ہے۔

سلطان محمود خدا اُن کے گناہ بخشے ایسے سست مذہبوں اور بدعتیوں کو اپنی مجلس تو کیا اپنے ملک میں ٹھیرنے نہیں دیتے تھے تاکہ دوسرے انہیں فقیری کے بھیس میں دیکھ کر نہ خود گمراہ ہو جائیں اور نہ انہیں دوسروں کو گمراہ کرنے کا موقعہ میسر آئے۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم والسلام علی الرضا والتسلیم

یا اللہ تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا اور اُن لوگوں پر سلامتی ہو جو خدا کی رضا پر ہیں اور اُس کے حکموں کے آگے سر جھکانے والے ہیں۔

(۱۰۸)

تم نے فتح اللہ خان کی شکایت لکھی ہے۔ خان مذکور کے رخصت ہونے کے وقت تک ہم جانتے تھے کہ بادشاہ زادہ کے ساتھ اس فضول کا نباہ نہ ہو سکیگا لیکن کیا کریں یہیں ہمارے حال پر نہیں چھوڑتے اور اپنا مطلب بیان کرنے میں اصرار کرتے ہیں۔ فتح اللہ خان کا پانصدی ذات اور تین سو سوار تابینان کم کر دینا چاہئے۔ کمی کی اطلاع اور بہادری کے خطاب سے محرومی کی اطلاع

بخشی دوم کے دفتر میں دبنی چاہیئے۔ اُس یاتونی کے نام حسب الحکم میں لکھنا چاہئے کہ کیا نمک حلالی
کے یہی معنے ہیں کہ اپنے مرشد زادہ کو رنجیدہ کرے۔ اور اپنی خدمات کا احسان جتاکر جو عزت پر جان
دینے والے لوگوں کا شیوہ نہیں بلکہ گھٹیا لوگوں کا طریق ہے ہمین پور خلافت کو رنجیدہ کرے +
اُسے چاہیئے تھا کہ اس بڑے وسیلہ سے ہماری رضا اور اُن کی درخواست پر اضافہ حاصل کرتا۔
اب بھی گذشتہ کی تلافی کر دے تو بہتر ہے یہ علم تو اُس کے حق میں دیا جائے اور پادشاہزادہ کو عرضداشت
لکھو کہ یہ قلعہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب فتح ہوتا ہے۔ لیکن شیطان کے ساتھی سنتا کی فکر کرنا ضرور
ہے۔ اُس کی سزا کے لئے فیروز جنگ کو تاکید سے لکھا جائے کہ حملہ سے پہلے اس کی دلبری کے ہاتھ باندھ
لے۔ ع مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

عاقبت اندیش ہی مبارک آدمی ہوتا ہے۔

(۱۰۹)

منعم خان سے یہ کام جس طرح چاہیئے تھا انجام نہ پایا۔ وہ ناتجربہ کار اور بیہودہ گو ہے۔ اُسے
سکھانا چاہئے اور اُس کا مرتبہ گھٹا کر اُسے تنبیہ کرنی چاہئے۔ اگرچہ میں خود محتاج تربیت ہوں۔

ع پیرم و سرگشتہ و گم کردہ راہ

میں ایک حیران و بھٹکا ہوا بوڑھا ہوں

ابونصر خان نے لاہور میں ایک ہنگامہ بپا کیا ہے۔ اور اہالیانِ شہر کو مصیبت میں مبتلا کر رکھا
ہے۔ شاید اُس کی چندیا کھجلا رہی ہے یا اُس نے ملک کو بے سر اسمجھ لیا ہے۔ اس کے مراتب بخشی سے
لکھوا کر منگوائیں اور آج شام یا کل عرض کریں تاکہ اُس بیہوش کا منصب گھٹا کر اُسے ہوش میں
لایا جائے + باید نواخت فرقِ خراں را بہ چوب دست

بیروں نہند چوں قدم کجروی ز راہ

گدھوں کے سر کی تواضع جب وہ سیدھے راستے سے بھٹکنے لگیں ڈنڈے سے کرنی چاہیئے۔

زبردست خان سپاہی اور سرکاری کام میں باپ سے بہتر ہے اُس نے دار السلطنت لاہور
میں خوب کام کیا۔ شہر اور ارد گرد کے اکثر مفسدوں کو خوب تنبیہ کی۔ اُن کے گھروں کو ویران کیا
ایک حسب الحکم کے ذریعہ اُسے آفرین اور شاباش لکھی جائے اور اُس کے لئے مہربانی کی خلعت

علیحدہ مہیا کی جائے ۔

ع کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

اگر مزدور کا دل خوش ہے تو وہ خوب کام کریگا۔

(۱۱۰)

فدوی با اخلاص

معاملہ نافہم کام بخش کو محمد اعظم شاہ کے پاس لے جانا چاہیئے اور معذرت پیش کرا کر آپس میں صفائی کرا دینی چاہیئے ۔

ع دنیا نہ متاعیست کہ ارزد بہ نزاعے

دنیا وہ متاع نہیں ہے جس کے لئے لڑائی جھگڑے خریدے جائیں

(۱۱۱)

بنام نواب مدار المہام

مقرب خان کو جو پرنالہ کی فتح پر مامور ہوا ہے ۔ زمیندار کے گرفتار کر لینے کے باب میں حسب الحکم لکھنا چاہیئے۔ اس وقت کہ وہ غرور کی شراب سے بدمست 'برکی' قوم سے جھگڑے کی بنا پر اکیلا قلعہ 'کھیلنا' کو گیا ہے جلد لکھئے ۔ اغلباً اس پر ہاتھ پڑ سکیگا اور وہ مسلم آزار بد راہ اپنے اعمال کی سزا کو پہنچیگا ۔ استغفراللہ اُس نے کیا کرنا ہے جو کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے اور اعمال کی پاداش کو پہنچاتا ہے ۔

(۱۱۲)

آں فدوی (اسد خاں) آپ کل باغ میں جائیں اور سیر و تفریح سے لطف اٹھائیں ۔ آج کی چوکی کے تمام لوگ یعنی سیر کرنے والے اور دوسرے آپ کے ساتھ ہونگے ۔ اور آپ کے دل کی خوشی کو بڑھانے کی کوشش میں لطف و سرور کے بڑھانے کا موجب ہونگے ۔

ع چوں از وگشتی ہمہ چیز از تو گشت

جب تو اُس کا ہو گیا تو سب چیزیں تیری ہو گئیں

(۱۱۳)

فدوی درگاہ

عالی جاہ تشریف لا رہے ہیں۔ محمد کام بخش کو استقبال کے لئے جانا چاہئے۔ اُن اُمرا کو بھی جن کے نام آپ کے سامنے لئے گئے تھے حکم پہنچا دیں +

(۱۱۴)

فدوی درگاہ

مخلص خان بیمار ہے۔ اُس مخلص کی بیمار پرسی کے لئے جانا چاہئے اور ہماری طرف سے بھی اس کی طبیعت پوچھیں۔ یہ لوگ غنیمت ہیں۔ اُس کی سرشت اعلیٰ حضرت کو حد درجہ پسند تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جوہر دیانت اور فدویت جیسا کہ چاہئے اس کے اندر موجود ہے۔ خدا اُس کو شفا دے۔ اس کا بیٹا آج نہیں آیا۔ کہاں ہے اور کیا کرتا ہے۔ اُسے یونہی نہیں چھوڑے رکھنا چاہئے بلکہ اُس کی تربیت کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اُس نے قرآن کریم کے چند سیپارے حفظ کر لئے تھے ایسا نہ ہو کہ بھلا دے +

قاسم خان کی درخواست فتح قلعہ جنجی کے بارے میں جو پادشاہزادہ محمد کام بخش نے ہمارے حضور میں بھیجی ہے اُسی طرح آں فدوی کے پاس بھیجی جا رہی ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ اس کی کوئی اصل و بنیاد بھی ہے یا محض آں فدوی کی دلکشی کا اہتمام منظور ہے۔ دنیا کے لوگ اغراض نفسانی کے لئے کیا کچھ نہیں کہتے اور اپنے کام کی آراستگی کے لئے کیا کچھ بربادیاں عمل میں نہیں لاتے۔ اگر رانا سے بے حیا کی گرفتاری اور قلعہ کی تسخیر اُس سے عمل میں آسکے تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ ورنہ سردار خاں بھی تجربہ رکھتا ہے اور بُرا نہیں ہے +

(۱۱۵)

فدوی درگاہ

کل پادشاہزادہ شاہ عالم بہادر کو شرفِ ملاقات بخشا جانا قرار پایا ہے بخشی الملک اور دوسرے لوگوں کو اپنی افواج کے ساتھ استقبال کے لئے جانا چاہئے اور انہیں پسندیدہ طریق پر لا کر ہماری آنکھیں روشن کرنی چاہئیں۔ بیت

خوشا وقتے و خرم روزگارے   کہ یارے برخورد از وصل یارے

وہ وقت کیسا اچھا اور وہ زمانہ کس قدر مسرت کا ہوتا ہے جب ایک دوست دوسرے دوست کی ملاقات سے بہرہ ور ہو +

(۱۱۶)

فدوی با اخلاص

عرضیوں پر دیوان کے دستخط کرع کی صورت میں ہوتے ہیں درکار نہیں ہیں۔ اس عینِ علت کو درمیان سے ہٹا دینا چاہیئے۔ عنایت اللہ خان کا میم معتبری کافی ہے ہمارے خیال میں پروانہ جات پر حسب المسطور بھی بلاضرورت ہے۔ یہ نہایت مشہور قول ہے کہ پہلے دنیا میں ظلم کی بنیاد تھوڑی پڑی جو کوئی آیا اُس پر اضافہ کرتا گیا اور معاملہ موجودہ حد تک پہنچ گیا۔ قاضی اور کشمیر کے دوسرے لوگوں کے جھگڑے کے فیصلہ تک ابراہیم خان کے منصب کی کمی بحال رہیگی۔

ع کلوخ انداز را پاداش سنگ

ڈھیلا مارنے والے کی سزا پتھر ہے

الحمد للہ چنجی کا قلعہ فتح ہوگیا اور رانا سے مردود بھاگ گیا۔ اس کی گرفتاری بھی چنداں مشکل نہ تھی لیکن وہ پرانے ملازمین کی چشم پوشی سے ہاتھ سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے لئے اُن کی دوکان کی ٹھنڈی پڑنے والی رونق میں گرما گرمی رہیگی۔ اُن سے کہنا چاہیئے کہ دنیا کو کھاؤ پیشتر اس کے وہ تم کو کھا جائے +

(۱۱۷)

فدوی بارگاہ

یار علی بیگ نے اپنے آپ کو اس تکلیف و تنگی میں کیوں ڈالا ہے نہ تو اس امر کی ممانعت شرع میں آئی ہے اور نہ ہی وہ ولایت کے مرتبہ پر فائز ہے۔ وہ کیوں کلو واشربو (کھاؤ پیو) پر عمل نہیں کرتا اور ہمیں اور اپنے آپ کو لوگوں میں بدنام کراتا ہے۔ انسان ایسا چاہیئے کہ ہر قوم میں مقبول ہو لیکن وہ بھی کیا کرے کہ یہ بات بھی اپنے اختیار میں نہیں + بیت

بخت و دولت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

قسمت اور دولت خدا ہی دے تو حاصل ہوتی ہیں زور بازو سے نہیں مل سکتیں +

اعلیٰ حضرت کو باغ 'حیات بخش' کی تازگی اور دوسرے مکانات جو دارالخلافہ کے دولت خانہ میں واقع ہیں، درختوں کی آراستگی۔ پھلوں کی پرورش شیشوں اور حوضوں کی صفائی۔ درختوں اور نہروں کی تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ تھی۔ یہ مسافر بھی دارالخلافت میں قیام کے زمانہ تک ان باتوں کی طرف توجہ دیتا تھا۔ اگر محمد یار خاں ہمیشہ خود جاکر اُن کی نزہت وشادابی کے لئے تاکید وتردد کرتا رہا ہے تو اس سے کیا بہتر ورنہ اب چاہیئے کہ خود ایک بار جاؤ اور پورے طور پر قلعہ کی عمارتوں اور باغات کی مرمت اور صفائی کا پورا پورا اہتمام کرے اور صاحب آباد۔ اعز آباد۔ نو باڑی اور سہرند باڑی (جو ہمشیرہ عزیزالقدر سے متعلق ہیں) وغیرہ کی کیفیات میرے چلے آنے کے زمانہ سے اب تک گھروں کا معائنہ کرنے کے بعد لکھو بلکہ نقشے بھیجو اور انگوری باغ۔ پائیں قلعہ کے دوسرے باغات اور باغ محسن خاں کی (جس کی بہت تعریف کی جاتی ہے اور ثقہ لوگوں سے بھی سُنی گئی ہے) پیش کرے حالات پورے پورے طور پر واضح ہوں تاکہ ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کے لئے روپیہ دیا جائے۔

افسوس ہم نے دل کے خرابہ کی تعمیر نہ کی، دو بچوں کی طرح عمر لہو ولعب میں گنوا ڈالی۔ میں نے زندگی کھیل کود میں کھو دی۔ اس کا افسوس ہے اور پھر افسوس ہے + رباعی

افسوس کہ عمر رفت وہوشیاری نیست　　دردا کہ امید خویشتن داری نیست

گفتم کہ چوں بیدار شوم روز بود　　ہیہات کہ روز رفت وبیداری نیست

افسوس کہ عمر گذر گئی اور مجھے ہوش نہ آیا۔ بڑا ہی دُکھ ہے کہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی امید نہیں میں نے سوچا تھا کہ میں جب سو کر اُٹھونگا تو دن ہوگا۔ ہائے دن تو گذر گیا لیکن میں سو رہا ہوں +

مدعی کو قید کرنا خلاف شرع ہے اُن کو اس پابند کے ہاتھ سے رہائی دلانا چاہیئے۔ اور قاضی القضاۃ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے تاکہ وہ شریعت روشن کے مطابق فیصلہ دے اور کسی کی رو رعایت کی وجہ سے رنج نہ پہنچے۔ خدا کا شکر ہے ہمارا قاضی دیندار نیک اور پرہیزگار ہے اور اُس کی نگاہ ادھر اُدھر نہیں جاتی اور مقدمات کے فیصلہ کرنے میں سچائی اور حساب کو مدّنظر رکھتا ہے۔ قاضی کے حکم پر راضی ہو جیئے +

شجاعت خان ناظم صوبہ احمد آباد کو ہزاری اور ہزاری سوار کے اضافہ منصب سے سرافراز فرمایا گیا اُسے لکھنا چاہیئے +

این قدر ہا کہ دیدۂ جز ئیست
کار کلی ہنوز در قدر است

یہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے صرف ایک جزو ہے جو کچھ تکمیل کے لئے ہونے والا ہے وہ ابھی پوشیدہ ہے

اگر بادشاہی کاموں میں ایسی ہی فدویت اور جانفشانی اور مفسدوں کی تنبیہ اور زمینداروں کی دل جوئی میں اُس سے اسی قسم کی کوششیں ظاہر ہوں تو اُس کے حال پر دوسری عنایات مبذول کر کے اُسے ممتاز اور اس سے بلند مرتبہ پر پہنچایا جائیگا +

نردبانِ این جہاں ما و منی ست
عاقبت زیں نردباں افتادنی ست
ہر کہ بالاتر رود ابلہ تر است
استخوانش خورد تر خواہد شکست

اس جہاں کا زینہ غرور و تکبر ہے - انجام کار اس زینہ سے گرنا ہی ہوتا ہے - جو کوئی زیادہ اونچا جاتا ہے وہ اُتنا ہی بیوقوف ہوتا ہے کیونکہ جتنی زیادہ بلندی سے کوئی گریگا - اتنی ہی زیادہ باریک اُس کی ہڈیاں پس جائینگی +

(۱۱۸)

شجاعت خان فوت ہوگیا - انا للہ و انا الیہ راجعون (تحقیق ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ جائینگے) - وہ نہایت قابل افسر تھا اور اُس نے گجرات میں خوب کام کیا - اُس علاقہ کے لئے کوئی صوبہ دار تجویز ہونا چاہیئے - سوچ سمجھ کر دو تین آدمیوں کے نام تجویز کرو - عالی جاہ بھی خواہشمند ہیں - اگر پادشاہزادگی سے کام نہ لیں اور دوسروں سے اچھا کام کر سکیں تو انہیں دی جا سکتی ہے

باللہ التوفیق و الیہ الرشاد - اللہ ہی کو توفیق ہے اور اُسی ہی کی طرف راہِ ہدایت ہے +

اس معاملہ میں خیر اندیش خان سے بہتر کوئی نہیں لیکن کہتے ہیں اُس کی آنکھیں بیکار ہوگئی ہیں - خیر اُسے یا کسی دوسرے کو مقرر کردیں عتیق اللہ خان بھی بُرا نہیں ہے - کشمیریوں اور ابراہیم خاں کے مقدمہ کا فیصلہ حفظ اللہ خان نے اچھا نہیں کیا اور اُس میں عاقبت اندیشی سے کام نہیں لیا - بیت

حیف بریں دانش و آئین او
کور شدہ دیدۂ حق بین او

اُس کی اس سمجھ بوجھ اور اس کے طریقہ پر افسوس - افسوس کہ اُس کی حق کو دیکھنے والی آنکھ اندھی ہوگئی

دینداری کے معاملہ میں حق کی تحقیق کو چھوڑ دینے کے کیا معنے ہیں - اسی لئے داناؤں نے کہا ہے کہ قاضی اور امین تحقیقات کو سخت ہونا چاہیئے ایک ہی اقرار و انکار میں مقدمہ کو ختم نہ کر دے اور

مقدمات کے فیصلوں میں ہرگز کوتاہی نہ کرے۔ فریق غالب سے کسی قسم کی رعایت ملحوظ نہ رکھے۔ اس قسم کے آدمی تو پہلے ہی کمیاب تھے۔ اس وقت جب کہ ایمان کمزور ہو چکے ہیں اور شیطان قوت پا چکا ہے کہاں ملینگے +

(۱۱۹)

ابراہیم خاں سے احکام کی تعمیل میں بہت دیر ہوتی ہے۔ اُس کے تابینان میں سے ہزار سوار کم کر دئے جائیں۔ وکیل کے کان بھی ذرا اینٹھنے چاہئیں۔ ہماری نرمی سے کام خراب ہو رہے ہیں۔ ع

راست ناید خواجگی با بندگی

غلامی کے ساتھ آقائی کا نباہ مشکل ہے

(۱۲۰)

روح اللہ خان نے دیوان دکن اور اُس طرف کے قلعہ داروں کے نام احکام صادر کرنے کی درخواست کی ہے۔ تاکہ اُس ضلع کے پرگنات کے حالات خواہ وہ سرکاری علاقہ ہو خواہ جاگیر ہو یا وہ علاقہ ہو جو اس وقت مسعود خان بدنیت کی بدطرتی کی وجہ سے ضبط ہو گیا ہے دریافت کرکے عرض کرے۔ جو کچھ خالصہ مقرر ہو اُس کے لئے امین اور کروڑی مقرر کئے جائیں اور جو کچھ جاگیر قرار پائے اس کے لئے پروانہ جاری کریں اور ضرورت کے وقت توپ خانہ اور سورچال کا مصالح جو کچھ درکار ہو بھیجیں اور لکھنا چاہئے اور ایک سزاول مقرر ہونا چاہئے کہ بیلداروں کو خزانہ کے ساتھ اُن تک پہنچائے۔ فرزند بہادر کا خط جو خان مذکور کو لکھا ہے وکیل کے حوالہ کر دینا چاہئے یا اپنے ہی خط میں لپیٹ کر بھیج دینا چاہئے بلکہ دوسری بات ہی ٹھیک ہے +

یہ شخص اُن میں سے نہیں ہے جن کے ساتھ ہمیشہ ایک سا ہی سلوک کیا جائے۔ وہ تمام عاجزی اپنا مطلب نکالنے کے لئے تھی شائد اُس کا دل بھی صاف نہ ہو۔ اُس کی رائے سمجھ لینے کے بعد عرض کی جائے + بیت

از اختلاط چسپاں بیگانہ کے شود خویش ہرچند جامہ تنگ است جزو بدن نگردد

ہر وقت قریب رہنے سے بیگانہ اپنا نہیں بن جایا کرتا۔ کپڑا خواہ کس قدر چست ہو بدن کا حصہ نہیں بن جاتا +

(۱۲۱)

ذوالفقار خان نے بظاہر سزاولوں کو توپ خانے جانے کے لئے مقرر کر کے روح اللہ خان کو عین حالتِ جنگ میں پریشان کیا ہے۔ اگرچہ یہ بھی بادشاہی کاموں میں سے ہی ہے۔ لیکن اُسے خان مذکور کو لکھنا چاہئیے کہ قلعہ کے فتح ہو جانے تک توپوں کی ضرورت ہے۔ اور اس کام کی تکمیل تک وہ اُن کی سزاولی کو معتبر نہیں گردانتا۔ اُس کا بھیجا ہوا قلعوں اور مورچالوں کا نقشہ نظر سے گذرا۔ جو سمت اُس نے مورچال کے لئے تجویز کی ہے خوب ہے اور کئی اعتبار سے دوسرے اضلاع پر فوقیت رکھتی ہے لیکن خندق کے نہ ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس طرف بظاہر زمین پتھریلی ہوگی۔ سرنگ بنانے میں مشکل پیش آئیگی۔ دو تین سرکوب دمدمے بنانے چاہئیں تاکہ توپوں کی ضربات سے قلعہ کے افسران اور محصورین کے قرار و اطمینان میں تزلزل پیدا ہو جائے اور یہ مہم جلد سر ہو جائے +

اس بارے میں ہم اپنا فرمان بھی بھیجتے ہیں اور جیسا کہ چاہئیے ہم اپنے ہاتھ سے مزید تاکید لکھ کر بھیجتے ہیں۔ بیت

به امیدهائے چنیں شاخ شاخ　　　بدار یم چشم کشائش فراخ

ایسی ہی طرح طرح کی امیدوں کے ساتھ ہماری کشائش کی آنکھ فراخ رہتی ہے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ

(۱۲۲)

فرزند زادہ بہادر کے لشکر کے سوانح نگار کے بھیجے ہوئے کاغذات سے معلوم ہوا کہ شکر اللہ خان دشمن کے اُس کے قریب ہی ظاہر ہونے کے باوجود شراب پینے میں مشغول رہا خود سوار نہ ہوا بلکہ دوسروں کو اُن کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔ اور رات کو نوازش خان کے گھر جا کر شام سے صبح تک شراب پینے اور ناچ دیکھنے میں مصروف رہا منع کرنے پر بھی باز نہیں آتا بلکہ ان ممنوعات پر قائم رہنے پر اصرار کرتا ہے۔ چونکہ وقائع نگار اغراض نفسانی کی خاطر ہمارے تربیت کئے ہوئے ملازمین پر الزام تھوپتے رہتے ہیں چاہئیے کہ آپ دیوان کو لکھیں کہ تمام مراتب کی پوری پوری تحقیقات کر کے ہمارے حضور عرض کرے + 51

(۱۲۳)

فتح اللہ خان کو لکھا جائے کہ عرائض سے تمہاری حسن خدمت کی مفصل کیفیت معلوم ہوئی۔

اور اسے خدمات جلیلہ میں شمار کیا گیا۔ لیکن اُسے وہ اس جانفشانی کے عوض خدمت فروشی اختیار نہ کرے اور سردار کو آزردہ کر کے ہماری رنجیدگی کا موجب نہ بنے +

(۱۲۴)

مستمند خاں کی وہ فرد جس میں چوروں کی چھاؤنی کی وجہ سے اُس نے اپنی جاگیر کی خرابی بیان کی اور اپنی مُہر لگا کر بھیجی تھی ہماری نظر سے گذری۔ اُس نے معمور خاں کو اس بدبخت گروہ کی گوشمالی کے لئے مقرر کئے جانے کی درخواست کی ہے۔ خاں فیروز جنگ کو ایک حسب الحکم لکھنی چاہئے کہ چونکہ دشمن زیادہ ہے اس لئے اپنے بیٹے کو مناسب فوج کے ساتھ اُس طرف بھیج دے +

(۱۲۵)

سید سعد اللہ نے ہمیں بار بار خط لکھا ہے۔ اور بہت سی باتوں کی خواہش کی ہے کہ سورت بندرگاہ کے سوانح نگار کو تبدیل کر دیا جائے اور حکیم اشرف مرحوم کے بیٹے کو شفاخانہ کی خدمت پر مقرر کر کے اُس کا روزینہ بڑھا کر اُس کے اطمینان خاطر کا اہتمام کیا جائے۔ سید صاحب کو لکھنا چاہئے کہ اس کے بعد ملازمین کے بارے میں جو آیۂ کریمہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (اور نہ مائل ہو اُن لوگوں کی طرف جو ظالم ہیں۔ ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ جلائیگی) کے مطابق واقعی ظالم ہیں۔ دخل نہ دیا کریں۔ اگرچہ یہ لوگ غیر پر کیا اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے ہیں +

سید صاحب نے ہر خط میں اپنے لئے اللہ کے راستے میں موت کی دعا کا اظہار کیا ہے بیشک ایسی موت ہی زندگی ہے۔ اللہ تعالٰے کی درگاہِ بے نیاز کا یہ نیازمند بھی ہمیشہ آیۂ کریمہ

اللھم فاطر السمٰوٰت والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ۔ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔

"اے اللہ زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا مالک ہے مجھے مسلمان مار اور مجھے نیک لوگوں کا ساتھی بنا"۔ کا ورد رکھتا ہے +

اور یلقی قبل لقاً الانبیا والاولیا اجمعین

تمام انبیا اور اولیا کی طرف سے فیض آنے سے پہلے ان فیوض کی صورتیں میرے دل میں آجانی چاہئیں +

اگرچہ ہمارے دربار کے فضلا نے عمدہ عمدہ نکتے بیان کئے ہیں لیکن جیسا کہ چاہیے دل کو اطمینان میسر نہیں آتا۔ آپ آگاہ ہیں اس مقولہ کا مفہوم لکھیں +

(۱۲۶)

یاقوت کے تیر لگنا اور بعد تحقیق محمد کام بخش کے بدبخت کوکہ کا قتل ہونا آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ چونکہ اس کی تنبیہ اور نادان شہزادہ کا اس سے جدا کرنا ضروری تھا اور اس برے ہم نشین کے سر پر جو کچھ گذرنی چاہئے تھی گذری (یعنی قتل ہوا)

ومن یکن الشیطان لہ قرینا فساء قرینا

جس کا ہم نشین شیطان ہوا اسے برا ہم نشین ملا۔ بیت

صحبت سفلہ چو انگشت نماید نقصان گرم سوزد بدن و سرد کند جامہ سیاہ

کمینے کی صحبت کوئلے کی طرح ہے کہ گرم ہو تو بدن کو جلاتا ہے ٹھنڈا ہو تو کپڑے سیاہ کرتا ہے اس کی ہم صحبتی کی برائی سے شہزادہ بھی گمراہ ہے۔ اس کے خیمہ کے گرد چند چیلے پاسبانی کے لئے بٹھا دینے چاہئیں اور اس کے حال سے اطلاع دینی چاہیئے +

(۱۲۷)

خان جہاں نے اپنی جُستی کے باوجود اس مہم میں پہلے تیرا نے عمال کی طرح سستی برتی۔ ہماری طرف سے جب حد درجہ تاکید کی گئی۔ تو اس نے چاہا کہ گذری ہوئی فرو گذاشتوں کی تلافی کرے لیکن نہ کر سکا۔ یہ تمام بے اخلاصی کی خرابی ہے اور کس طرح نہ ہو کہ اس سے برا کوئی عمل نہیں ہے +

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار

تحقیق منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے

اس کی تسلی کے لئے کچھ لکھنا چاہئے اور اس مقولہ (آیہ کریمہ) کا اشارہ بھی کرنا چاہئے تاکہ اس کی آنکھیں کھلیں اور اسے تنبیہ حاصل ہو + اگرچہ ممکن نہیں ہے کیونکہ باطن کا دشمن مضبوط ہے

اعدی عدوک نفسک من جنبک

تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ وہ اس کو کس طرح چھوڑ دیگا کہ حق اور حقیقت پر کان دھرے۔ اے خدا ہمیں نفس کی قید سے رہائی دلا اور ہمیں

اُس کی متابعت میں مت رکھ - نظم

مہربانی دید و آں لطف نخست   آنکہ کردے گمرہاں را باز جُست

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو   ایمنی از تو مہابت ہم ز تو

اللہ نے ہمارے حال پر عنایت کی - پہلا کرم یہ تھا کہ اُس نے گمراہوں کو خود تلاش کیا - ہم تیرے سامنے ہی دعا کا ہاتھ پھیلاتے ہیں اور تو ہی دعاؤں کو قبولیت بخشنے والا ہے - ہمارے دلوں کو بیخوفی کی دولت تو ہی دینے والا ہے اور تیرا ہی ڈر ہم پہ طاری ہے

(۱۲۸)

امیرالامرا فوت ہوگیا - پرانے لوگوں میں سے صرف ایک وہی رہ گیا تھا - انا للہ و انا الیہ راجعون (تحقیق ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں) - اس کے ذمہ کچھ سرکاری رقم واجب بھی تھی - اُس صوبہ کے دیوان جاگیرات کو لکھنا چاہیئے کہ وہ اُس کے تمام اموال ضبط کرلے اور اُس کے آدمیوں سے زور اور سختی کے ساتھ جس طرح ممکن ہو شاہی رقم وصول کرے - مرحوم کے دیوان کو سمجھا کر یہ بات کہہ دیں کہ حسن خدمات کے سلسلہ میں انعامات مرحمت ہونگے - مرحوم کے بیٹوں کی کیفیت پیش ہونی چاہیئے - اس معاملہ میں ہم نے ایک دوسرے شخص سے بھی کہا ہے - لیکن اُس کے خلاف قبیلہ داری کی رعایت کے گمان سے دوسری دفعہ تم کو اس کام پر مامور کیا گیا ہے - امید ہے کہ تم اپنے عمدہ رویہ کے مطابق حالات سے پورے پورے طور پر آگاہی دوگے - امان اللہ خان بھی اس کام کے لئے بُرا نہیں - اس کا تقرر کرنا چاہیئے اور اُس کے مراتب کے متعلق عرض کرنا چاہیئے تاکہ اُسے ترقی دی جائے - ایک اور رعایت بھی اس کی نسبت ہمارے ذہن میں ہے - اس پہ بھی عملدرآمد ہوگا +

تشریحات :- امیرالامرا = شائستہ خان

(۱۲۹)

یہ کام یوسف خان کے سپرد ہوا - اُس مخلص (آپ) نے جس شخص کا نام تجویز کیا ہے وہ بھی خوب ہے لیکن وہ سپاہی ہے اُس کی عملداری کی حقیقت سے ہم بے خبر ہیں - آپ کو جو کچھ معلوم ہو - لکھیں برہان پور کی دیوانی کے لئے ایک دیانت دار آدمی کی ضرورت ہے - الاہم فالاہم - یہ کام نہایت سخت ہے +

(۱۳۰)

مکرم خان کہا کرتا ہے حرمین الشریفین کی زیارت کے اشتیاق کے باوجود دیکس لئے۔ اس سے بہتر راستہ کونسا ہے۔ بیت

حج زیارت کردن خانہ بود   حج رب البیت مردانہ بود

خانہ کعبہ کی زیارت کا نام حج ہے۔ لیکن مردان خدا کا حج اس گھر کے مالک یعنی خدا کا دیدار ہے۔ اللھم ارزقنا خیرا ۔ خدایا ہمیں نیکی نصیب کر۔

(۱۳۱)

فرزند زادہ بہادر کے بھیجے ہوئے (تحفہ) کو لے لینا چاہئے لیکن پہلے اُن کے وکیل سے کہہ دینا چاہئے کہ پہلے عرض کرکے اجازت حاصل کئے بغیر نہ بھیجا کریں۔ والسلام۔

تشریحات:- فرزند زادہ بہادر سے مراد معین الدین جہاندار شاہ ہے

(۱۳۲)

مرشد قلی خان منتظم اور دیانتدار آدمی ہے اگر یہ کام اُس سے کہا جائے تو شائد دوسروں سے بہتر انجام دے۔ اپنی طرف سے اُس سے دریافت کرو۔ فضل علی خان پر جو کچھ گذری آپ نے سُنی ہوگی۔ اوباش قزل باشوں کی تنبیہ کے لئے ایک فوج مقرر ہونی چاہئے۔ تمام بہادر حمید کا کیا حال ہے یہ گنہگار چاہتا ہے کہ کسی بھی گناہ کا خاص کر ظلم کا مرتکب نہ ہو۔ لیکن چونکہ ملک رعیت داری کے بغیر اور ریاست بلا سیاست ٹھیک نہیں رہتی لبعض اوقات حالات کے موافق احکام بے اختیار صادر ہو جاتے ہیں۔ علماء سے مسئلہ پوچھو۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری نیت نیک ہے شائد بچ نکلیں۔ انما الاعمال بالنیات (اعمال نیتوں پر موقوف ہیں) صحیح حدیث ہے اور تواتر رکھتی ہے +

(۱۳۳)

خواجہ عبدالرحیم وفات پا گیا۔ وہ ایک دیندار اور بڑا صاحب حوصلہ شخص تھا۔ ایک روز وہ ہمارے حضور میں کھڑا تھا اور ایک ولایتی خنجر کمر سے لگائے ہوئے تھا۔ وہ خنجر ہمیں پسند آیا اور ہم نے کہا کہ نہایت خوش طرح ہے۔ اُس نے جواب میں عرض کیا کہ اس کا نام اس کی صورت سے بھی بہتر ہے۔ ہم نے پوچھا کیا ہے۔ اُس نے کہا 'رافضی کُش'۔ ہم نے حکم دیا کہ سرکار میں بھی دو

تین اسی طرز و نام کے تیار کرائیں۔ اُس نے خنجر کمر سے کھول کر ہماری نذر کیا اور عرض کیا کہ جب تک نئے تیار نہیں ہوتے یہ حقیر پیشکش حضور میں رہے۔ یہ کہہ کر آداب بجا لایا اور چلا گیا۔ اس کے بیٹوں کے حال سے اطلاع دو یا عنایت اللہ خاں سے کہو کہ وہ عرض کرے۔ تاکہ ہر ایک کی رعایت اس کی لیاقت کے مطابق کی جائے +

تشریحات :- خواجہ عبدالرحیم ایک متقی سوداگر تھا جسے حضرت عالمگیر کی بارگاہ میں خصوصیت حاصل تھی +

(۱۳۴)

خان جہاں بہادر فوت ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون - سبحان اللہ آدمی کس قدر غافل ہے اور اُس پر نفس کہاں تک غالب ہے۔ اِن دنوں دکن کی صوبہ داری چاہتا تھا اور کس قدر سرگرمی سے اس کا خواہشمند رہتا۔ ہاں نفس کا کام تو اس سے بھی بدتر ہے +

نظم

کشتن ایں کار عقل و ہوش نیست — شیر باطن سخرہ خرگوش نیست
عالمے را لقمہ کرد و درکشید — معدہ اش نعرہ زناں ہل من مزید
دوزخ است ایں نفس و دوزخ اژدہاست — کو بدریاہا نہ گردد کم و کاست
ہفت دریا را در آشامد ہنوز — کم نگردد سوزش ایں خلق سوز
سنگہا و کافراں سنگ دل — اندر آیند اندراں خوار و خجل
ہم نہ گردد ساکن از چندیں غذا — تا ز حق آید مر او را ایں ندا
سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز — ایں است آتش ایں است آتش ایں است سوز
حق قدم بروے نہد از لا مکاں — آنکہ او ساکن شود از کن فکاں
چوں کہ جزو دوزخ است ایں نفس ما — طبع کل دارد ہمیشہ جزو ہا
ایں قدم حق را بود کورا کشید — غیر حق خود کہ کماں او را کشید
قوت خواہم ز حق دریا شگاف — تا بسوزن بر کنم ایں کوہ قاف

او تعالیٰ توفیقے کرامت کند و ازیں تیرہ روزی رہائی بخشد بحرمت محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام

ترجمہ

(۱) نفس کو مارنا عقل و ہوش کے بس کا روگ نہیں ہے باطن کا شیر خرگوش کی بیگار میں نہیں آسکتا۔
یعنی نفس ایک شیر ہے اور عقل خرگوش کی حیثیت رکھتی ہے۔ بھلا خرگوش کے ہاتھوں کبھی
شیر بھی شکار ہوا ہے +
(۲) ایک دنیا کو کھا گیا اور چٹ کر گیا اور ابھی تک اُس کا معدہ اور لاؤ اور لاؤ کی رٹ لگا رہا ہے +
(۳) نفس دوزخ ہے اور دوزخ وہ اژدہا ہے جو دریاؤں کو پی کر بھی ویسا کا ویسا ہی پیاسا رہتا ہے +
(۴) وہ سات دریا پی جائیگا جب بھی اُس کی خلقت کو جلا دینے والی سوزش کم نہ ہوگی +
(۵) تمام دنیا کے پتھر اور سنگ دل کافر اُس میں خوار و خجل کر کے ڈالے جاتے ہیں +
(۶) اس کو اس قدر غذا سے بھی سکون حاصل نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے
ندا آتی ہے +
(۷) کیا تو سیر ہو گیا۔ دوزخ جواب دیگا نہیں میری آگ، گرمی اور جلن بدستور موجود ہے +
(۸) خداوند تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کا قدم لامکان سے اُس پر رکھیگا تو حکم الٰہی سے معترض ساکن
ہو جائیگا +
(۹) چونکہ ہمارا یہ نفس بھی دوزخ کا جزو ہے اور جزو ہمیشہ اپنے کل کی طرف مائل ہوتا ہے۔
اس لئے ہمارا نفس بھی ہمیں ایسے افعال کی طرف راغب کرتا ہے جو ہمیں دوزخ میں لے
جانے کا موجب ہوں +
(۱۰) یہ خدا ہی کا قدم ہے کہ اس نفس کو ہلاک کرتا ہے۔ بھلا خدا کے سوائے کون اس کمان کو کھینچ
سکتا ہے +
(۱۱) میں خدا سے بہتر توڑ دینے والی قوت کا آرزومند ہوں تاکہ اس کوہ قاف کو سوئی سے اکھیڑ
کر پھینک دوں یعنی اس کوہ قاف جیسے بھاری بھرکم نفس کو زیر کر کے راہ ہدایت پر چلاؤں
اللہ تعالیٰ محمدؐ اور آل محمدؐ (ان سب پر درود اور سلام ہو) کے وسیلہ سے ہمیں توفیق دے
اور اس سیاہ بختی سے ہمیں رہائی بخش +

(۱۳۵)

واقع نگار اور زبردست خان نے سید میرک کے متعلق بہت سی باتیں لکھی ہیں اُن کی کوئی اصل ہے یا نہیں۔ وہ اپنے آپ کو دیندار شمار کرتا ہے۔ عنایت اللہ خان سے دریافت کرو۔ صالح خان نے اکبر آباد کی صوبہ داری کو خوب طور پر انجام دیا ہے۔ گوپال سنگھ کو بھی اس کی امداد کے سلسلہ میں لکھنا چاہیئے۔ اور خان مذکور کے نام تسلی نامہ بھی بھیجنا چاہیئے +

ع چنار تا بکجا عیب مفلسی پوشد

چنار کب تک اپنی مفلسی چھپائے رکھ سکتا ہے

(۱۳۶)

اہتمام خان مرحوم پر جو ہنگامہ گذرا انہی لوگوں کی غفلت سے گذرا۔ انہیں منہ نہیں لگانا چاہیئے بلکہ اُن کی پیٹھ اور کمر بے توجہی کے چابک سے توڑنی چاہیئے۔ ایسے دیندار اور ہوشیار آدمی کہاں مہیا آتے ہیں۔ اُس نے گھوڑوں کو یوں تیار کیا اور اصطبل کو ایسی رونق بخشی کہ کیا کہنے!

اللّٰھم اغفرہ وارحمہ وانت خیر الراحمین

یا اللہ اسے بخش دے اور اس پر رحم کر کہ تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

سیف خان کو مفسدوں کی سرزنش کے بارے میں تاکید لکھو۔ اُسے امداد بھی مرحمت ہو چکی ہے انتظار کا کوئی سوال نہیں رہا۔ الاہم ہم فالاہم۔ یہ کام نہایت اہم اور سخت ہے +

(۱۳۷)

مہین پور خلافت !

آپ نے چوتھے بیٹے کے (اضافہ منصب) کے لئے لکھا ہے۔ بظاہر رفیع القدر کے پاس سوار زیادہ ہیں برابر کرنے چاہئیں اور چھوٹے کے منصب ذات کو بڑے کے منصب سے بڑھا دینا موزوں نظر نہیں آتا۔ آپ کے پاس خاطر سے کسی اور طریق پر رعایت کر دی جائیگی۔ رضوی خان اور ہندو کے درمیان موافقت نہیں ہے۔ "ھذان خصمان اختصموا فی ربھم الایۃ"۔ یہ دونوں فریق ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اُن کی دشمنی اپنے پروردگار کے معاملہ میں ہے — ہندو کے نام فہمائش لکھنی چاہیئے +

(۱۳۸)

روح اللہ خان نے اُس طرح روپیہ ادا کیا۔ یہ مال دار فضول خرچ چاہتا ہے کہ اس طریق سے جرمانہ کی رقم ہضم کر جائے۔ یہ غلط ہے جاگیر سے روپیہ اُس وقت وصول کیا جاتا ہے۔ جب منصبدار میں خود ادا کرنے کی ہمت نہ ہو۔ وکیل کو بٹھا کر اسی وقت بادشاہی رقم وصول کر لو اور ہماری اشرفیوں کو نقد وصول کرو۔ باقی کے سلسلہ میں نہ پڑنے دو۔ اعلیٰ حضرت (شاہجہان) خدا اُن کی قبر کو خوشبودار کرے جرمانہ کا روپیہ وصول کرنے کی سخت تاکید فرماتے تھے اور فوراً چالاک اور سخت گیر چیلے مقرر فرما کر روپیہ وصول کروالیا کرتے تھے۔ ہمیں یاد ہے کہ ایک روز جعفر خان سے اُس زمانے میں جب وہ منصب وزارت پر سرافراز تھا غسل خانہ میں بٹھا کر اشرفیاں وصول کر لی تھیں۔ خان مذکور غسل خانہ کے داروغہ سے جس کے فرائض میں جرمانہ کی رقمیں وصول کرنا بھی تھا بگڑ گئے اور اُسے تکلیف دینے اور نقصان پہنچانے پر کمربستہ ہو گئے۔ آنحضرت نے ناصر یار بھائی سے فرمایا کہ دیوان برخاست ہونے کے بعد ان دونوں کی صفائی کرادے اور داروغہ کو خان مذکور کی طرف سے دوشالہ دلوائے +

(۱۳۹)

صدر الصدور کا پیشکار امیدواروں کو کئی مرتبہ حضور میں پیش کرنے کے لئے لاتا ہے۔ شاید ایسا کرنے میں اُس کی کوئی ذاتی غرض پوشیدہ ہے۔ اُسے منع کر دیں کہ ایسا نہ کیا کرے +

(۱۴۰)

آج تربیت خان نے دو تین منگباشیوں کے لئے جنھوں نے اس معرکہ میں کوشش و ہمت دکھائی تھی عرض کیا کہ دو تین مرصع سرپیچ عنایت فرمائے جائیں۔ خان مذکور سے کہنا چاہیئے کہ باوجود اس امر کے کہ اُس نے ہمارے پاس عمر بسر کی اور تربیت پائی ہے یہ نہیں جانتا کہ وہ گروہ ایسا نہیں ہے کہ اُن پر اس قسم کی عنایات روا رکھی جائیں۔ تین مرصع کلغیاں اس کے پاس خاطر اور پادشاہی کام کے لئے دلی جوش و سرگرمی پیدا کرنے کے لئے مرحمت کی جاتی ہیں۔ جواہر خان پہنچا دیگا۔ منہ الامداد والتائید (امداد و تائید اللہ ہی کی طرف سے ہے)۔ لیکن آئندہ منگباشیوں سے متعلق ایسی عرض پیش نہ کی جائے۔ اور اگر کسی سے کوئی مشکل بادشاہی کام بن پڑے اور کسی سے کوئی بادشاہی خدمت تقید کے ساتھ ظاہر ہو اُسے نقد و خلعت انعام کی صورت میں دیا جائیگا اور اگر اُس کا گھوڑا مرکار

کی خدمت میں مرجائے تو اُسے گھوڑا عنایت فرماکر سرافراز اور دل خوش کیا جائیگا +

(۱۴۱)

تربیت خان ابھی تک محتاج تربیت ہے اُس نے جو روپیہ قلعہ جات کے ملازموں کے لیۓ حاصل کیا۔ باہر سے اطلاع ملی ہے کہ اس کا حساب کسی کو نہیں دیا۔ غافل سوانح نگار کیا کر رہا ہے۔ اسی غرض کے لیۓ اُس کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ یہ جماعت اپنی اغراضِ نفسانی کی خاطر بادشاہی کے اچھے اچھے کاموں کو بگاڑ دیتی ہے اور اپنا منہ کالا کرکے خبروں کے لکھنے میں جان بوجھ کر نادان بن جاتی ہیں۔ خطرناک مفسدوں کا مستحکم قلعے بنا لینا اور عیسوی خان کے پاس نگہبانی کے لیۓ ایک بڑی فوج رکھ چھوڑنے کے کیا معنے ہیں۔ اگر پہلے پتہ چل جائے تو نوبت یہاں تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ اس کی جاگیر واپس لینے کے بعد برہان اللہ خان کو جس نے جاگیر نہ ہونے کی شکایت کی ہے دے دی جائے وہ بظاہر لشکر میں ہی ہے۔ خان مذکور کو تہدیدی "حسب الحکم" لکھنا چاہیۓ کہ ایسا کیوں ہوا اور کیوں اُس نے انجام کار پر نظر نہ رکھی +

جب نوکروں کی تنخواہ نہ پہنچیگی۔ قلعوں میں غلہ نہ ہوگا اور چور اُن نامردوں پر قابو پالینگے اُس وقت تم کہاں ہوگے۔ اور قابوچی تنخواہ لے کر کام میں مصروف ہیں تو غنیمت ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس خیال کے علاوہ کیا چیز ممکن ہے +

اپنے ذاتی اغراض کے لئے ولی نعمت کے کاموں کو جو اصل میں خدا ہی کے کام ہیں درہم برہم کرنا۔ دو دن کی زندگی میں مردان مجاہد کے حقوق کی پائمالی جو بدعاقبت کفار کے لیۓ وجہ تقویت ہو کون سے نمک حلال مومن کا طریقہ ہے۔ بہرحال تمام ملازموں کا قبض الوصول حاصل کرو۔ اور بھیجو اور اگر اس کی تعمیل میں کوتاہی ہوئی تو خیانت کرنے والوں اور بے دینوں کے مدد کرنے والں کی سزا کے لیۓ تیار ہو جاؤ۔

وان اللہ یھدی کید الخائنین ۔ ا

تحقیق اللہ خیانت کرنے والوں کے مکر و حیلہ کو راہ نہیں دیتا +

(۱۴۲)

وہ امین جو عنایت اللہ خان کی تجویز پر ہمارے حضور سے مقرر ہو کر گیا تھا کیا ہوا -

ع ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد

جو چیز نمک کی کان میں پہنچی خود بھی نمک ہی بن گئی - وہ بے بس ہے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا کیا کرتا۔ لیکن اگر ایسا ہی تھا تو وہ اٹھ کر کیوں چلا نہیں آیا۔ اگر اُسے تنخواہ نہیں دیتے تھے - تو اُسے چلے آنے سے تھوڑے ہی روک رکھا تھا۔ اُسے بھی اپنی طرف سے تاکیداً لکھو +

(۱۴۳)

مہابت خان حیدرآبادی لاہور میں وفات پا گیا۔ اور سوائے اُس کے پوتے کے جس کا باپ اپنے باپ کی موجودگی میں فوت ہو گیا کوئی وارث نہیں رکھتا۔ اس مقام کے دیوان بیوتات کو لکھیں کہ اُس کے تمام اموال پوری دیانتداری اور ہوشیاری کے ساتھ اپنے قبضہ میں لے لے کیونکہ بیت المال بندوں کا حق ہے۔ خلیفہ اس مال کا امین اور ملازمین خلیفہ کے گماشتے ہیں۔ سوائے مستحقین اور ناتوانوں کے اس میں کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہیں +

تشریحات و تلمیحات

مہابت خان کا نام محمد ابراہیم خان تھا وہ ابوالحسن والئی گولکنڈہ کا سپہ سالار تھا۔ گولکنڈہ کی فتح سے پہلے ہی حضرت عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مہابت خاں خطاب پایا اور ہفت ہزاری کے منصب سے سرافراز ہوا۔ چالیسویں سال جلوس عالمگیری میں وفات پائی +

(۱۴۴)

مرحمت خان آج لباس فاخرہ پہن کر حضور میں حاضر ہوا۔ اُس کے پاجامہ کا پائنچہ اس قدر لمبا تھا کہ پاؤں نظر نہیں آتے تھے۔ ہم نے محرم خان کو حکم دیا کہ اُس کم عقل کا پائنچہ بقدر دو گرہ کاٹ دے۔ اں فدوی (تم) اُس سے کہے کہ دامن اُسی قدر رکھے جس قدر حضور میں مقرر ہے وگرنہ غسل خانہ میں قدم نہ رکھے۔ مرد کو چاہیئے کہ سادہ اور پرکار لباس کا عادی بنے۔ زینت اور تکلف تو عورتوں کا خاصہ ہے اور انہیں ہی کو زیب دیتا ہے اور دوسری باتیں بھی جو اس سلسلہ میں مناسب حال ہوں اُس سے نصیحت کے طور پر کہیں +

(۱۴۵)

فدوی با اخلاص (اسد خاں مدار المہام)

چونکہ ہم پان نہیں کھاتے یہ کارخانہ پھیکا پڑ گیا ہے۔ آبدار خانہ کی بھی کوئی رونق باقی نہیں رہی۔ داروغوں کی ہوشیاری اور جزرسی اس میں ہے کہ وہ ہر جگہ اور ہمیشہ اپنے متعلقہ کارخانوں کو پوری شان و شوکت سے آراستہ رکھیں۔ تاکہ کام کے وقت ان کی کارگذاری نظر آئے۔ اور اُن کے مزاج کی نفاست اور طبیعت کی پاکیزگی ہم پر ظاہر ہو اور تمام دیکھنے والوں کو ہماری سلطنت کی عظمت و شوکت نظر آجائے اور اُس کی رونق اور مرتبہ دیکھ کر تاہ نظر لوگ پست ہو جائیں۔ افسوس افسوس۔ دعویٰ فقیری اور اس قدر فخر و ناز، بخدا نامناسب اور غلط ہے۔ عاقل خاں نے اس 'حسب الحکم' کا جو دار الخلافہ کے قلعہ کی بنیاد رکھنے کے سلسلہ میں مہابت خان کے نام صادر ہوا تھا خوب جواب لکھا۔ تو کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر و احسان ہے +

(۱۴۶)

فدوی درگاہ وزارت خاں

عبدالرحمٰن فوت ہو گیا۔ مالوہ کی دیوانی کے لئے چند ایسے لوگوں کے نام بھیجئے جنہوں نے خدمات انجام دی ہوں۔ رگھناتھ سعد اللہ خانی جس زمانے میں دیوانی کی مہمات کا کام سیکھتا تھا کہتا تھا کہ سرکار والا کی خدمت ایسے شخص کے سپرد ہونی چاہیئے جس میں کارگذاری کی قابلیت اور معاملات کی آراستگی کی سوجھ بوجھ ہو۔ ایسے کے سپرد نہیں ہونا چاہیئے۔ جسے غرض کی بیماری لگی ہو +

(۱۴۷)

آں فدوی مدار المہام (تم۔ اسد خان) ہمارے قضا کے مانند حکم کے مطابق فرزند عالی کو لکھیں کہ نیک نام خان کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے پرانے دیوان کے تینوں بیٹوں کو برطرف کر دیا۔ آپ صاحب فہم ہوشمند اور مختار ہیں۔ اب کہ فضائل خان اور میر ہادی سے اُن کی اَن بن ہو گئی ہے ہم نے عنایت اللہ خاں کو اُن کا وکیل مقرر کر دیا ہے۔ یہ بات یاد رکھئے کہ کوکلتاش خان سے نظامت دکن اور روح اللہ خاں سے حیدر آباد کی صوبہ داری کے زمانہ میں بعض نازیبا حرکات ظہور میں آئی تھیں ہم نے مصلحت کے طور پر انہیں کچھ دیر زیر عتاب رکھا اور آخر اُن کی قدیم خدمات

کے صدقے میں اُن سے موافقت کرلی ہم نے اعلیٰ حضرت کی زبان سے سُنا ہے کہ ایک روز عرش آشیاں اکبر بادشاہ فرماتے تھے کہ ٹوڈرمل ملکی اور مالی معاملات کی تہ تک پہنچنے کے لئے خوب تیز دماغ ہے۔ لیکن اُس کا غرور ہمیں ناپسند ہے"۔ ابوالفضل اُسے اچھا نہ سمجھتا تھا۔ اُس نے ٹوڈرمل کی ایک گونہ شکایت شروع کی۔ اُسے جواب ملا کہ" اپنے پروردہ کو پھینک نہیں دیا جاسکتا"۔ پس کام کے آدمیوں کے ساتھ نباہ کرنا ہی چاہیئے۔ بیت

خدائے راست مُسلم بزرگی والطاف — کہ جُرم بیند و نان برقرار می دارد

بزرگی اور مہربانی خدا کے لئے مُسلم ہے کہ ہمارے گناہ دیکھتا او۔رزق بحال رکھتا ہے +

(۱۴۸)

خان فیروزجنگ (غازی الدین خان) نے اپنا کام نامکمل چھوڑا۔ باوجودیکہ فرزند زادہ برہان پور سے آیا وہ اُن کی ملاقات کو نہ گیا اور برار کوچل دیا۔ یہ اطلاع کہ وہ اپنے آپ کو سپہ سالار لکھتا ہے آپ کو وکیل سے معلوم ہوئی یا کوئی غیبی خبر ہے۔ اس معاملہ میں نہ کوئی فرمان جاری ہوا ہے نہ ہم نے اُسے کہا ہے۔ جواب دے کہ اُسے منصب "سپہ سالاری" کہاں سے ہاتھ آگیا +

(۱۴۹)

محمد یافر داروغہ کچہری دیوانی فوت ہوگیا اور شکار خاں عام لوگوں کی زبان سے چھٹکارا پا گیا۔ ایک روز ہم نے سواری کے دوران میں سنا کہ لوگ اُس کی نسبت اسے کس قدر بُرا کہتے تھے۔ ہم نے مکرر کہا کہ وہ شرارت سے یا یہ صدارت سے باز آئے۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اعمال کی جزا سزا حق ہے۔ تم خود بہتر جانتے ہو کہ اُس مرنے والے پر کیا گذری اور اِس جانے والے (مجھ) پر کیا گذریگی۔ نفس امارہ آدمی کو اجازت نہیں دیتا کہ نیک کام کرے اور توشہ آخرت مہیا کرے وگرنہ سبھی جانتے ہیں کہ ظلم کرنا بُرا ہے اور ظالموں کو عہدے دینا اُس سے بھی بُرا ہے۔ بھوکے کو افسر بنا دینا غریب ماری ہے اور ایسا کرنا جان بوجھ کر عاقبت میں سرخروئی کو جس میں پہلے ہی شک ہے مشکل بنا دینا ہے اور اپنی سرخروئی پر یقین کر لینے کا تو خیر مقام ہی نہیں۔ جاگیر دینی چاہیئے خدمت نہیں دینی چاہیئے۔ ع داد داد از دست غفلت داد

فریاد۔ فریاد۔ غفلت کے ہاتھوں فریاد

غلام محی الدین نامی ایک شخص نے جس پر بدنیتی کی تہمت لگائی گئی ہے عالی جاہ کے لشکر میں درویشی کی دوکان لگا رکھی ہے۔ اُس کا وہاں سے اخراج ضروری ہے۔ بیت

این نہ مردانند اینہا صورتند   بستہ نانند و مرد شہوتند

یہ لوگ مردوں کی صورت رکھتے ہیں مرد نہیں یہ تو ٹکڑ گدا اور خواہشات کے بندے ہیں۔
ایسے ذلیل و جاہل لوگوں کی طبیعتوں میں خلل ہوتا ہے اور اُن کی باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔ کہاں کا ایمان اور کہاں کا اسلام +

(۱۵۰)

سرکار والا میں آپ کی جو تنخواہ باقی ہے اُس کے لئے آپ نے پرگنہ لودھی کا مطالبہ کیا ہے لکھنا چاہیئے یا وکیل سے کہنا چاہیئے کہ آپ کی تنخواہ کی باقی اگر رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مطالبہ نقد۔ قیمت و جواہر وغیرہ کے حساب میں شمار ہو جائیگی۔ یہ سوداگرانہ سودا نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت شاہجہاں شہزادوں اور امراء کی جاگیروں میں سے ایک چوتھائی سے زیادہ کاٹ لیا کرتے تھے۔ ہمارے عہد میں تمام قاعدے قاعدے درہم برہم ہو گئے ہیں +

جمدۃ الملک بعض اوقات خود کہا کرتے تھے کہ باہر کے علاقوں میں کبھی ہمارا تقرر نہیں ہوا۔ اتفاق ہوا تو لوگ ہماری محنت و سرگرمی کا جوہر دیکھ لینگے۔ اُن کی یہ خواہش ہرکاروں کی زبانی ہم تک لفظ بہ لفظ پہنچی۔ اس وقت کہ مخبروں کے عریضوں سے معلوم ہوا ہے کہ کم بخت دشمن ذوالفقار خان پر حملہ کر کے رسد لوٹ لیتا ہے اور اُس کی زندگی تلخ کر دی ہے اور اسے امدادی فوج کی ضرورت ہے۔ جمدۃ الملک کے نام حکم صادر ہوا کہ بیٹے کی امداد کو جلد پہنچے اور جب اُس کے پہنچنے میں دیر واقع ہوئی تو ہمارے دستخط سے ایک شاہی پروانہ جاری ہوا کہ وہ تو اپنے آپ کو بیٹے کا عاشق سمجھتے ہیں۔ اب کہ بیٹے پر عرصۂ عافیت تنگ ہو چکا ہے اس کی مدد کو تیزی کے ساتھ پہنچنے میں کاہلی کیوں کی جا رہی ہے۔ کسی بات کا دعوےٰ کر لینا اور بات ہے اور اُس میں پورا اُترنا دوسری بات ہے

ع   دیگر بخود مناز کہ ترکی تمام شد

اب اپنے آپ پر اور نہ اِتراؤ کہ تمہاری بہادری ختم ہوئی +

(۱۵۱)

ہمارے قدیم الخدمت فدوی

اگرچہ تم نے ایک مدت تک ہمارے حضور میں تربیت پائی اور خدمت انجام دی ہے اور تمہارے متعلق شرافت اور ضابطہ دانی کا گمان سب سے زیادہ ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود تم شاہی منصبداروں کی توہین کے مرتکب ہوتے ہو۔ اور سعدی کا قول یاد نہیں کرتے + بیت

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم بندہ بارگاہ سلطانیم

میں اور تُو دونوں ایک ہی آقا کے بندے اور ایک ہی بارگاہ سلطانی کے غلام ہیں۔ نہایت تعجب کی بات ہے!

سعد اللہ خاں کا مقولہ ہے الف قلم کی صورت اور ن دوات کی شکل ہے۔ جو دیوان ملکی صفات سے آراستہ نہ ہو ایک دیو ہے جس کے سامنے قلم دوات رکھی ہوئی ہے یا وہ کوئی حیوان ہے یا عقل و ہوش سے عاری محض ایک تصویر ہے۔ آئندہ احتیاط لازم سمجھو اور درگاہ والا کے ہر نوکر کو اپنے برابر جانو اور اُس کے امتیاز میں مناسب رعایت ملحوظ رکھو +

(۱۵۲)

فرزندزادہ محمد عظیم نے آج عرض کیا کہ لشکر پور کا پرگنہ شاہ عالی جاہ کی جاگیر میں مرحمت ہو۔ اُن سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اس خیر خواہی کا خیال کس امید پر اُن کے دل میں پیدا ہوا۔ اگر شاہ نے فرزندزادہ سے اس مطلب کے لئے اشارہ کیا ہے تو مضائقہ نہیں۔ ورنہ ان خیالات سے فی الحال باز آجائیں کہ اس طرح دلی اخلاص نہیں بڑھتا بلکہ غرور اور تکبّر پیدا ہوتا ہے

کفی باللہ تعالیٰ وکیلاً و انا ادعو ان یرحم کلھم وید خلھم ظلاً ظلیلاً

اللہ تعالےٰ ہی وکیل ہے۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا ان سب کو بخشے اور انہیں ہمیشہ رہنے والے سایہ میں داخل کرے +

(۱۵۳)

آپ نے مخلص خان کی وفات کی خبر سُنی ہوگی۔ ہم اُس کی انسانی شرافتوں۔ خدا شناسی کے جوہر اور اس کی وسعت معلومات سے لطف اٹھایا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ اُس سے راضی ہو۔

اس دنیا ہیں جو حقیقت میں موت کا گھر ہے مصیبتیں اور سختیاں زیادہ ہیں اور اس کے فائدے فانی ہیں۔ لیکن جاننے والا دل اور دیکھنے والی آنکھ کہاں ہے۔ ایک شخص نے ہم سے شکایت کے طور پر کہا کہ وہ کسی کو اپنے سے اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ ہم نے جواب دیا وہ کسی کو اپنے سے بہتر نہیں پاتا تھا +

(۱۵۴)

غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ

خان فیروز جنگ یکرنگ من !

ہم چاہتے تھے کہ اُس خیر خواہ دوست (آپ) کی بیمار پُرسی کو خود آئیں۔ لیکن (اُسے حالت بیماری ہیں) کیونکر اور کس آنکھ سے دیکھیں۔ اس لئے ہم سیادت خاں کو اپنی جگہ بھیج رہے ہیں کہ تمہیں ہماری نظر سے دیکھے اور جو کچھ دل میں ہے زبان پر لائے۔ تازہ پھلوں میں سے یہاں انگور ملتا ہے لیکن یونانی طبیب انگور کو اُس مخلص مزاج دانوں میں سب سے اچھے کے لئے مضر بتاتے ہیں لہذا ہم نے خود بھی اپنے لئے اُسے ناگوار قرار دے لیا ہے۔ انشاء اللہ آپ کے جلد اور پورے طور پر صحت یاب ہونے پر اکٹھے کھائینگے + بیت

یارب ایں آرزوے من چہ خوش است   تو بدیں آرزو مرا برسان

اے خدا میری یہ آرزو کیا ہی اچھی اور نیک ہے تو اسے پورا کر +

(۱۵۵)

خان فیروز یکرنگ من

فوج میں کمی لازمی ہے۔ اپنے لڑکے کو جلد ہمارے نوازشوں سے بھرپور حضور میں بھیج دو۔ تاکہ وہ انعامات سے بہرہ ور اور دائمی بخششوں سے سرافراز ہو کر آپ کے پاس پہنچے + بیت

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از اسرارِ غیب   باشد اندر پردہ بازیہاے پنہاں غم مخور

ہاں ناامید مت ہو کیونکہ تو غیب کے بھیدوں کا جاننے والا نہیں ہے۔ غم مت کھا کہ پردے کے پیچھے کیا کیا کچھ تماشے ہوتے رہتے ہیں +

آنچہ دل از فکرآں می سوخت بیم ہجر بود   آخر از بے مہریِ گردوں بہ آں ہم ساختیم

دل ہجر کے ڈر کے خیال سے ہی دُکھتا تھا آخر آسمان کی نامہربانی کی بدولت اس سے بھی نباہ کرنا پڑا

تشریحات :- ایک گذشتہ رقعہ میں ذکر آچکا ہے کہ فیروز جنگ نے جنگی سازوسامان اپنے منصب سے زیادہ رکھا ہوا تھا۔ فیروز جنگ نے چاہا کہ اُس کے سازوسامان اور لاؤ لشکر میں کمی نہ کی جائے۔ اُسی کا جواب دیا جا رہا ہے کہ منصب سے زیادہ فوج اور سامان رکھنے کی اجازت ملنا محال ہے۔

(۱۵۶)

خان فیروز جنگ یکرنگ من !

الحمد للہ دلی دُوری نہیں ہے۔

گر در یمنی و بامنی پیشِ منی   ور پیشِ منی و بے منی در یمنی

اگر تو یمن میں ہے اور تیرا دل میرے پاس ہے تو تُو میرے ہی پاس ہے۔ اور اگر تو میرے پاس ہے اور تیرا دل میرے بغیر ہے تو تُو میرے لئے یمن ہی میں ہے۔

اپنے دن رات کے احوال سے اکثر اطلاع دیتے رہیں کہ ظاہری ملاقات حاصل ہوتی رہے۔ ہم نے عنایت اللہ خان کے خانہ زاد کو نہیں دیکھا ہے اُس کی جگہ خالی ہے۔

ع   شاخِ گل ہر کجا کہ روئید گل است

پھول سے کہیں کوئی ٹہنی پھوٹے وہ پھول ہی بنتی ہے

(۱۵۷)

بنام ذوالفقار خان بہادر نصرت جنگ

میرے بے لاگ دوست نصرت جنگ

پہلے یہ ملک فرمانروایانِ دہلی کی سلطنت میں شامل تھا۔ طاقتور برہمنوں نے اسے اُن کے ہاتھ سے چھین لیا اور اُن کو لذات نفسانی میں ڈوبا اور مٹا ہوا اور کمینہ دنیا کے کاموں میں غرق پا کر فرصت کو غنیمت جانا اور اپنے لئے تخت و چتر بنائے۔ انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس کا بدلہ منعم حقیقی (خدا) سے

پالیا یعنی وہی بے وفائی اور نمک حرامی جو انھوں نے اپنے آقاؤں کے ساتھ کی تھی اُن کے نوکروں کی طرف سے اُن کے ساتھ ظاہر ہوئی سیوا وغیرہ نے بھی اُن کے ساتھ بُرا سلوک کیا + بیت

دریاب کنوں کہ دولتت ہست بدست   کاین دولت و ملک مے رود دست بدست

اب کہ ملک وسلطنت تیرے ہاتھ میں ہے جو کچھ تجھے حاصل کرنا ہے حاصل کرلے کیونکہ ملک و سلطنت ایک کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کو پہنچتے رہتے ہیں

(۱۵۸)

زرخیز علاقہ اُس کافر حربی اور دشمن بادشاہ کے پاس کیوں رہنے دیں۔ اور حاصل ہوجانے والے کام میں ظاہری رکاوٹ کے بغیر کس طرح غفلت کریں۔ کیا ہم نے جہاد کی فضیلت صحیحین (مسلم اور بخاری) میں نہیں پڑھی ہے۔ یا ہم ملک گیری اور مفسد کی گرفتاری کے ڈھنگ نہیں جانتے +

تشریحات وتلمیحات

ولایت زرخیز سے مراد علاقہ چنجی ہے

کافر حربی سے مراد سیواجی کا بیٹا سنبھا ہے۔

(۱۵۹)

خان نصرت جنگ

ملتفت خان کے سوائے راؤ دلیپ وغیرہ اپنے ملازموں کو پادشاہزادہ عالی جاہ کے پاس چھوڑ دیں کہ وہاں بھی کام زیادہ ہے۔ اگر اُن کا ہاتھ کوتاہ نہ ہو تو کام میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا۔ یہ بہتر ہوگا۔ کیونکہ بعض بے حیا راتا کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ وہ اپنے آپ کو وبال آخرت کے تیر کا نشانہ بناتے ہیں + بیت

گندم از گندم بروید جو ز جو   از مکافات عمل غافل مشو

گیہوں سے گیہوں اور جو سے جو اُگتا ہے۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کے بدلے سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ بیت

صبا بلطف بگو آں غزال رعنا را   کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادۂ مارا

اے صبا اُس بانکے ہرن سے مروت کے ساتھ یہ کہو کہ تو نے ہمیں جنگلوں اور پہاڑوں میں اپنے

پیچھے دوڑایا ہے +   العاقبۃ بالعافیۃ - عاقبت بخیر ہو +

(۱۶۰)

میرے مخلص و بے عیب نصرت جنگ

چونکہ دکن کا فتح کرنا ضروری تھا تمام ہمت اسی کام پر صرف ہوئی۔ خدا کا شکر ہے یہ کام انجام پاگیا۔ لیکن اس خیریت اثر سفر پر جو کچھ خرچ اُٹھا اور اُٹھ رہا ہے اس کا دارومدار ہندوستان کے خزانہ پر ہے۔ تمام روپیہ تنخواہوں میں خرچ ہوا اور ہو رہا ہے۔ سُنا جاتا ہے کہ کرناٹک میں قدیم زمانے کے بڑے بڑے مدفون خزانے موجود ہیں۔ بیجاپور کا زمیندار جو بے اصل ہے اُن پر زبردستی سے قابض ہے سیوائے جہنمی کے باپ کا دوہتر ہے۔ اُس کا ملک بظاہر زیادہ استحکام نہیں رکھتا مسعود خاں مرحوم کے قول کے مطابق اس کا محصول تخمیناً اسّی لاکھ ہون ہے۔ یہ ملک اُس کے قبضہ میں کیوں رہے۔ ملک کی حقیقت اور اُس سے نزاع کی تدبیر اپنے نائب داؤد خان سے دریافت کرو۔ چشم پوشی اور غفلت کس لئے +

تشریحات و تلمیحات :- سکندر علی عادل شاہ بیجاپوری سیواجی کی بہن کا لڑکا تھا +

۱۶۱

ہمارے خان نصرت جنگ

سرکاری ملازم دیانتدار لوگوں کی خبرگیری نہیں کرتے کیونکہ ان لوگوں سے اُن کی تواضع اوّل سے آخر تک نہیں ہوتی اور ظالم لوگ لینے اور دینے سے نہیں ڈرتے یعنی دریا سے پانی بخشنے میں بخل نہیں کرنا چاہئیے۔ اس کے خلاف کرنا مشکل بات ہے۔ میں نہیں جانتا کہ روز قیامت مجھ پر کیا گزرنے والا ہے۔ اور اس کے بعد خدا کے بندوں پر کیا مصیبت نازل ہوگی + بیت

فکر شنبہ تلخ دارد جمعہ اطفال را   عشرت امروز بے اندیشہ فردا خوش است

ہفتہ کی فکر بچّوں کے لئے جمعہ کی چھٹی کو بھی تلخ کر دیتی ہے۔ آج کی خوشی کے ساتھ اگر کل کی فکر نہ لگی ہو تو کیا مزہ ہو۔ بہر حال معتبر ارباب کار کو ہر حال میں ڈرنا چاہئیے اور ہر لحظہ الحفیظ والامان پکارنا چاہئیے +

(۱۶۲)

بنام میرزا صدرالدین محمد خان صفوی بخشی دوم

میرزا بخشی - اخلاص کیش پنجابی اڑھائی صد کے منصب پر سرافراز ہوا ہے - دیوان میں حاضر ہو کر تسلیمات بجا لائے +

(۱۶۳)

میرزا بخشی

محمد ابراہیم شرمسار بیگم کی سفارش پر تین ہزاری اور دو سو اور پانچ سو سوار کے منصب پر فائز ہوا اُسے میرزا خان کا خطاب دیا گیا - اور دس ہزار روپیہ نقد کے انعام سے سرفراز ہوا - ان عطیات کی اطلاع اُسے 'حسب الحکم' میں دے دو +

فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ

جس نے گناہ معاف کر دیا اور نیکی کی اُس کا اجر خدا کے پاس ہے +

تشریحات و تلمیحات :- بیگم سے مراد زیب النساء بیگم ہے -

(۱۶۴)

عاقل خاں قلعہ دار صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد

قدیم خادم کی عرضداشت ملاحظہ سے گذری - آپ نے گوشہ نشینی اور ترک منصب کے متعلق لکھا ہے - چونکہ ہم نے خاطر اقدس کے خاص گوشہ کو کہ وہ منظور نظر ہے اور عنایات میں پرورش پایا ہوا ہے اس کے سپرد کیا ہوا ہے - اس سے بہتر آپ کونسا گوشہ چاہتے ہیں - اگر آپ کو شدید اصرار ہی ہو تو استعفےٰ منظور کیا جائیگا اور ایک ہزار روپیہ نقد ماہوار کہ بارہ ہزار سالانہ ہو - تے پنشن مقرر ہوگی

(۱۶۵)

حمید الدین خان بہادر کے نام

حمید کو معلوم ہو کہ چند روز کی بات ہے کہ شاہ عالی جاہ نے عرض کیا کہ تین شخص میرے

جانی دشمن ہیں۔ حمید الدین خاں، امیر خاں اور منعم خان۔ ہم نے کہا امیر خان نیک ذات ہے کسی کا دشمن نہیں اور شائد خان حمید بھی نہ ہو لیکن منعم خان کے احوال سے ہم آگاہ نہیں۔ آپ نے اپنی دنیا کی فکر تو کر لی ہے لیکن اپنی کیفیت نفسانی سے کیوں غافل ہیں اور موت کا مقدمہ تو یہی ہے کہ الموت قریبٌ من شراک نعل و اقرب من حبل الورید

موت جوتے کے تسمے اور شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔

ہائے ہائے۔ افسوس۔ افسوس۔ بیت

گہے از دست و گاہے از دل و گاہے تہ پا مانم
بسرعت می روی اے عمر مبترسم کہ وا مانم

کبھی اپنے ہاتھ سے کبھی دل سے کبھی پاؤں سے ہم کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اے عمر تو تیزی سے اڑی جا رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ پیچھے نہ رہ جاؤں +

اگر مناسب سمجھیں عالی جاہ کے حوالہ کر دیں اور اگر کوئی رنج ہو تو صفائی کرا دی جائے تاکہ میری امانت میں خیانت نہ ہونے پائے۔ جو کچھ دل میں آئے لکھئے یا عرض کرو +

(۱۶۶)

کل ابو الوفا موجود تھا جب ایک سادہ دل درویش آیا اور اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ مانگا ہم نے کہا فقیر کو خواہشات سے کیا تعلق۔ فقیر کا دل کٹا ہوا اور گریبان پھٹا ہوا ہونا چاہئے۔ لوگ 'فقیر' 'فقیر' پکارتے رہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ فقیر کیا ہے اور کیا معنے رکھتا ہے +

جہاں آئینہ وہم است و ایں صورت پرستانش   نفس پرداز تقلید ند و می گویند للّٰہی

دنیا وہم کا آئینہ ہے اور یہ اس کے شیدائی ہیں۔ تقلید کے بندے ہیں لیکن ظاہر یہ کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ خدا ہی کی خاطر ہے۔

اے خدا ہمیں غافلوں کی نیند سے ہوشیار کر۔ آمین آمین

(۱۶۷)

ہدایت کیش و اخلاص اندیش اپنے اسلام لانے پر بہت غرور کرتے ہیں۔ یہ بے حیائی کی بات ہے حضور میں پہلے تو یہ حال تھا اور اب اس جگہ عالی جاہ سے مزاج کی نارسائی کی یہ کیفیت ہے۔ دونوں

کو اس طرح سمجھا کر کہنا چاہئے۔

نخشی خیز و با زمانہ بساز　　ورنہ خود را نشانہ ساختنست

زیرکان زمانہ من گوئیند　　زیرکی با زمانہ ساختنست

نخشی اُٹھ اور زمانے کے ساتھ موافقت پیدا کرو گرنہ تجھے زمانہ کا نشانہ بننا پڑیگا۔ ہوشیار لوگ یہ کہتے ہیں کہ عقلمندی زمانہ سے موافقت پیدا کرنے کا نام ہے۔ اللہ تعالے سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھ عنایت کرے۔

والسلام علیٰ اھل الرشد والسداد۔ ہدایت پانے والوں اور نیکوں پر سلامتی ہو+

جو سلوک ان نمک حراموں نے بادشاہ زادہ سے کیا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا۔ کیا کریں۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ ہم نے ان نمکحراموں کے عرائض کے طبق پر دستخط کردئے اور ایک طرح اُن کی گرفتاری کی اجازت دے دی معلوم نہ تھا کہ ان بے دینوں کا حوصلہ یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ بادشاہوں کے حضور میں بھی جھوٹ بکینگے اور اس سعادت مند کے متعلق بھی بے بنیاد باتیں بنائینگے۔ کیا خوب ہوا۔ یار زندہ صحبت باقی۔ انشاء اللہ تعالے ہم سمجھ لینگے +

فرزند عالی جاہ کے نام حسب الحکم لکھ کر جلد یار علی بیگ کو دیں کہ حسن بیگ چکلہ کوڑا کا برباد کرنے والے افضل اجل سے رشتہ داری کی بنا پر ہٹایا نہ گیا اور اس جگہ کے رہنے والے پے درپے فریاد کررہے ہیں۔ زمین پر سر ٹیکتے اور کہتے ہیں + مصرعہ

اگر تو می نہ دہی داد روز داد ے ہست

اگر تو انصاف نہیں کرتا تو انصاف کا بھی ایک دن مقرر ہے

آخر الدوا الکی - آخری علاج داغ دینا ہے۔

یہ چکلہ اُن کی جاگیر سے نکال لیا جائیگا۔ اور اس کا عوض نہیں دیا گیا +

کوئی جائے قرار نہیں۔ زمین سخت ہے اور آسمان دور ہے

دیوان کو صاحب جاگیر اور رعایا اور عامل کے درمیان امین سمجھا جاتا ہے۔ دیوانی کرنا آسان ہے۔ مگر امین بننا مشکل ہے۔

آپ کے حصہ سپاہ کے بعض محالات میں ظالموں کا زور ہے۔ خدا ترس۔ آباد کرنے والے۔

چُنے ہوئے اور سمجھدار خوب سوچ سمجھ کر جلد مقرر کریں تاکہ آپ اور ہم روز جزا کو بری الذمہ قرار پائیں
عامل دیوان اور واقع نگاروں کے بھائی بند اور امین و فوجداروں کے رشتہ دار نہیں ہونے چاہئیں +

(۱۶۸)

ہدایت اللہ زرین رقم سے کہیئے کہ یہ رباعی اُس بیاض میں جو شاہزادہ کام بخش کو مرحمت ہو رہی
ہے اپنے ہاتھ سے لکھ دے + رباعی

آتش بہ دو دستِ خویش در خرمنِ خویش   من خود زدہ ام چہ نالم از دشمنِ خویش
کس دشمنِ من نیست منم دشمن خویش   اے وائے من و دستِ من و دامنِ خویش

ترجمہ :- میں نے اپنے ہی دونوں ہاتھوں سے اپنے خرمن میں خود آگ لگائی ہے میں اپنے دشمن کے
خلاف کیا شکایت کروں۔ میرا کوئی غیر دشمن نہیں ہے میں آپ ہی اپنا دشمن ہوں۔ ہائے افسوس
میں ہوں میرا ہی ہاتھ ہے اور میرا ہی دامن +

(۱۶۹)

میر جلال الدین جو شاہ عالی جاہ کی ملازمت سے علیحدہ ہوا معلوم ہوتا ہے ہمت خاں کا جو
ہمارا بخشی تھا بھانجا اور کریم النفس اور صحیح النسب سید زادہ ہے۔ وکیل سے دریافت کیا
جائے۔ اُسے کیوں نکال دیا گیا +

(۱۷۰)

معتمد خاں کی تحریر وحی نہیں ہے کہ اُس پر ہر حالت میں عمل ہونا ہی چاہیئے۔ انہیں باتوں
سے بندوبست میں خرابیاں راہ پاتی ہیں۔ بہر حال چونکہ وہ خود بخود بیزار ہے اور اُس نے استعفےٰ
دے دیا ہے۔ اُسے لکھو کہ اکبر آباد کی دیوانی پر پہنچ کر اپنا منصب سنبھالے +

(۱۷۱)

اسد خاں اور اُس کے بیٹے نے حضور میں لکھا ہے کہ پادشاہزادہ جنگ کرنے والے راجہ کی حمایت
پر کمر بستہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ قلعہ میں داخل ہو جائیں۔ چنانچہ ایک روز اسی ارادہ سے قلعہ کے نیچے
تک گئے لیکن زمیندار مردود بندہائے پادشاہی کی خبرداری کی وجہ سے قلعہ سے باہر نہ آسکا۔ اور اُن کو قلعہ
کے فتح کرنے میں دیر اسی وجہ سے ہے۔ پادشاہ زادہ کی حفاظت اور قلعہ کے فتح کرنے کے بارے میں

انہیں حسب الحکم لکھی جانی چاہیئے۔ دوبارہ لکھ کر یار علی بیگ کے حوالہ ہونی چاہیئے کہ ڈاک میں بھیج دے۔
ایسا نہ ہو کہ بادشاہزادہ مرحوم ومغفور کی طرح دشمن سے مل جائے اور بادشاہی کا کام درہم برہم ہو جائے۔ بیت

حقوق صد سالہ لعب اطفال است　　بکشور یکہ درو کودکان خداوند اند

سو سال کے حقوق اُس ملک میں جہاں بچے مالک ومختار ہیں۔ بچوں کا کھیل سمجھے جاتے ہیں۔
شریف مکہ معظمہ ہندوستان میں دولت کی کثرت کی خبر سُن کر خود فائدہ اٹھانے کی خاطر ایلچی بھیجتا ہے۔ یہ روپیہ جو ہم بھیجتے ہیں مستحقین کیلئے ہے اس معاملہ میں مناسب احتیاط برتنی چاہیئے کہ یہ اُس جماعت کو مل جائے اور اس حق کے تلف کرنے والے کا ہاتھ اُس تک نہ پہنچے۔ بندر مبارک سورت کے اچھے اچھے سوداگروں۔ مالداروں اور تاجروں کو اپنی طرف سے لکھئے اگر ان کے ذریعہ حرمین الشریفین تک پورے کا پورا پہنچ سکے تو اُن کی معرفت ہی بھیجا جائے۔ خواہ مخواہ سرکار والا کی نذر کا اظہار اور اس کی شہرت کی خواہش نہیں۔ مطلب تو صرف خداوند تعالےٰ اور اُس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ کی خوشنودی ہے۔ اس صورت میں کہ یہی مشکل ہو جائے۔ اس ملک کے محتاجوں ہی میں کیوں تقسیم نہ کر دیا جائے کہ اللہ سبحانہ کا جلوہ ہر جگہ ظاہر ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید

ہم اس کی شہ رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں +

(۱۴۲)

اسد خان کے نام

مہین پور خلافت محمد معظم بہادر کو لکھو بلکہ تاکید کرو کہ جلال آباد کی فوجداری کا عہدہ شیخ کریم اللہ کو دئے جانے کی تجویز نہایت مناسب ہے۔ اُس کا باپ سپاہی تھا اور متصدی بھی۔ اُس کے احوال سے ہمیں مفصل اطلاع نہیں لکھیں اُس کا کیا منصب ہے۔ باہر سے سُنا گیا ہے کہ اُس منصبدار کا وکیل جو صوبہ کشمیر میں جاگیر رکھتا ہے جاگیر کے محصول کے جھگڑے کی وجہ سے جو وہ کشمیر وطن عامل سے چاہتا ہے اور جو ایک مدت سے دیوانی کچہری میں دائر ہے ہم وطن ہونے کی رعایت کی وجہ سے اُس منصبدار کا حق اُس بے پیر کشمیری سے نہیں دلواتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر جاہل لوگ جہالت اور بے علمی کا عذر پیش کریں تو سب بخشنے والوں سے بڑا بخشنے والا خدا شائد کرم کر دے لیکن عالم ایسے معاملہ میں کیا بہانہ پیش کر سکتے ہیں ہم نے کئی مرتبہ بلند آواز سے کہا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہمیں احقاق اور رفع ظلم میں

اپنے کسی بیٹے کا بھی لحاظ نہیں دوسروں کا تو ذکر ہی کیا +

(۱۷۳)

ہمارے فرزند بہادر کو لکھو کہ دنیا گذر گئی اور آخرت کا وقت آن پہنچا۔ جو چیز کہ یادگار رہ جائیگی کام آئیگی اور قبر میں ساتھ جائیگی وہ نیک کام ہیں جن سے مراد باقیات الصالحات ہیں۔ اپنے آج کو جو جا چکے ہیں اُن کا کل سمجھنا چاہیئے۔ عاقل وہ ہے جو حال کو کہ ماضی اور مستقبل کے درمیان ہے غنیمت جانے اور بہتری اور نیکی کے کاموں میں سے جو کچھ انجام دے سکتا ہو اُس پر عمل کرے اور حال کو گذرا ہُوا اور مستقبل کو پہنچا ہوا سمجھے۔ کیونکہ حال کا رُخ گذرنے اور مستقبل کا آنے کی طرف ہے۔

بیت سعدی ہمہ روز پند مردم — می گوئید و خود نمی کند گوش

سعدی ہر روز دوسروں کو نصیحت کرتا رہتا لیکن خود نہیں سُنتا +

(۱۷۴)

ہم نے تمہیں اس کے ڈیرہ پر بھیجا تھا اور باپ اور بیٹے کی تنبیہ کی خاطر تمہارا اعتبار بڑھایا تھا۔ بظاہر اس امر نے تمہارے کبر و غرور کو بڑھا دیا ہے اور اس طرح تم نے اپنی قدر کم کر دی ہے۔ استغفراللہ ضروری ہے کہ تم اپنے اوپر استغفار اور عذر خواہی کے لوازم واجب سمجھ کر نصرت جنگ کے ڈیرہ پر جا کر معافی مانگو اور اپنے آپ کو اُس کے باپ کے مددگاروں میں سے جانو اور کانہ کچھو کا ذائقہ نہ بھُولو +

بیت ہیچ دانی کہ شیر مردی چیست — شیر مرد زمانہ دانی کیست

کیا تو جانتا ہے کہ شیر مردی کیا ہے کیا تجھے خبر ہے کہ زمانہ کا شیر مرد کون ہے +

آنکہ با دشمناں تواند ساخت — و آنکہ با دوستاں تواند زیست

وہ جو دشمنوں کے ساتھ موافقت پیدا کر سکتا ہے اور دوستوں کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے +

(۱۷۵)

فرزند عالی جاہ کے پاس عرضداشت بھیجیں کہ انہوں نے اعتبار خان کی تقصیرات کے لئے معافی کی سفارش کی ہے۔ گمان غالب ہے۔ سید سعد اللہ درویش نے اُن کو ایسا کرنے کیلئے لکھا ہوگا اُن کو لکھیں کہ عبدالقادر بیدل نے اس معاملہ سے متعلق دو دلچسپ مصرعے لکھے ہیں + فرد

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن — اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

مظلوموں کی آہ سے ڈر کہ جب وہ ظالم کے خلاف دعا کرتے ہیں تو خداوند تعالیٰ کی بارگاہ سے قبولیت دعا کے استقبال کو دوڑتی ہے +

(۱۷۶)

ابوالقاسم خان کے نام

(ابوالقاسم خان کو ملتفت خان کے خطاب سے سرفرازی بخشی گئی۔ امیر خان کی وفات کے بعد اُسے امیر خاں کا خطاب ملا۔ وہ آں حضرت کے خواصوں کا داروغہ مقرر ہوا اور اُسے مزاج اقدس میں نہایت کافی دخل حاصل تھا۔ وہ موقع ومحل کے مطابق لطیفے سنایا کرتا تھا)

محمد اعظم کو لکھنا چاہیئے کہ ہم اس کے حسنِ دیانت اور جوہر فراست کے دلدادہ ہیں۔ آنکہ زاہدہ بانو بیچاری کب تک تباہ حال اور دکھیاری رہیگی۔ اس کا ہم پر اور آپ پر حق ہے اور کسی کی حق تلفی خدا کی ناراضی کا موجب ہوتی ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ پیدا کرنے اور گناہوں کا بخش دینے والا خدا بدکردار گناہگاروں کے کتنے ہی جرائم اپنے بھرپور فضل سے معاف کر دیتا ہے۔ خدا کے لئے اور ہماری خاطر سے دل کو پرانے کینہ اور پہلی کدورت سے پاک کرلیں اور اُس ضعیفہ کو جس کا آپ کے سوائے کوئی نہیں ہے اپنی عنایتوں سے بہرہ ور کریں۔

اُس کے نواسوں نے اپنے اعمال بد کی سزا پائی۔ دنیا گذر جانے والی اور چھوڑ دئے جانے والی ہے۔ اس لئے سب سے نباہ کرنا ہی چاہیئے +

ع ناکردہ گناہ کیست در جہاں بگو

بتایئے دنیا میں کون ایسا ہے جو گناہ سے بری ہو۔

ہمیں میاں عبداللطیف صاحب کا ایک عجیب قول یاد ہے کہ خدا کا خوف رکھنے والے کو اپنے مزاج میں راہ دینا اور حق رکھنے والے کو اپنے دروازے سے دھتکارنا بدترین گناہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ اثر رکھنے والا ہے۔ اس گنہگار کو بھی کوئی اثر عنایت کرے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے بلکہ کیا نہ لکھا جائے +

اس افغان نے اضافہ محصول جو کچھ تجویز کیا ہے محض کاغذات میں اندراج ہی کے لئے ہوگا۔ وہ وصول ہونے والا نہیں ہے۔ پرگنات کے ذمہ باقیاں پڑی ہیں۔ اور رعایا تباہ حال و برباد ہو

بھی ہے۔ رعایا کے اُس سے خوف کھانے کی داستانیں سُنتے سُنتے کان پک گئے ہیں کہ وہ اگر ایک روپیہ کے بجائے لاکھ روپیہ بھی وصول کر دے تو منظور نہیں۔ تبدیلی۔تبدیلی۔تبدیلی۔ کاموں میں خدا کا خوف اور بادشاہ کی طرف سے بازپُرس کا خیال ضروری شرط ہے دیوان کے لئے حد درجہ نازیبا ہے کہ وہ اپنے قریبیوں اور رشتہ داروں کو عہدے عطا کرے۔ میر مرتضٰے لائق ہیں ہو گا یا کوئی دوسرا جس کے عمل پر اعتماد کیا جا سکے جائے۔ ہم نے جاگیر افسروں کی لوٹ گھسوٹ کے لئے حاصل نہیں کی ہے۔

(۱۷۷)

حکم دیا جاتا ہے کہ جب کبھی سرافراز خان عبداللطیف جمدۃ الملک مدارالمہام کے سلام کو آئے اگر وہ گھوڑے پر سوار ہوں تو ہاتھ اٹھا کر سلام کرنے کے بعد اُن کے پیچھے چلا جائے۔ اگر وہ پالکی پر سوار ہوں تو سلام کے بعد وہ مختار ہے (کہ ساتھ جائے یا نہ جائے) اور اگر وہ ہاتھی پر سوار ہوں تو ساتھ ساتھ جائے۔ اگر بات کریں تو جواب دے۔ البتہ لاؤ راؤ کا ہنو اور دوسرے پنج ہزاری گھوڑے سے اُتر کر سلام کریں وہ اُن کو پان دینگے اور دوسروں کو علیکم السلام کہینگے +

(۱۷۸)

نقل شقہ

شاہ عالی جاہ کے اُس شقہ کی نقل جو افضل خان کے نام صادر فرمایا گیا۔

سید کمال خان کا انتقال ہو گیا۔ وکیل کو لکھا جائے کہ حضرت کی خدمت میں عرض کرے کہ اس صوبہ کے افسروں کا حال حضرت سے چھپا ہوا نہیں۔ عنایت اللہ خاں ہر افسر کی کارگذاری سے واقف ہے۔ حضور پُرنور جس کسی کو اس کام کے لائق سمجھیں مقرر فرمادیں۔ اس صوبہ میں کوئی ایسا کشمیری نہیں کہ جسے ہم مقرر کریں اور عنایت اللہ خاں اس پر راضی ہو +

(اشرف پریس لاہور میں باہتمام شیخ محمد اشرف پرنٹر چھپا)

عالمگیر پر ایک نظر

از

مولانا شبلی نعمانی

عالمگیر کے جشن جلوس کی تین سو سالہ تقریب پر
اسلامیہ کالج چنیوٹ
کے مجلہ "البصیر" میں شائع ہوا۔

دیباچہ

مورخ اسلام مولانا شبلی نعمانی مرحوم کو خدام ملت میں ہمیشہ ایک بلند مقام حاصل رہے گا۔ مرحوم نے تاریخی محاذ پر مسلمانوں کی گراں بہا خدمات انجام دیں۔

انگریز نے اپنی عملداری کا استحکام اس میں دیکھا کہ ہندو مسلمانوں کے اتحاد کو مسلمان بادشاہوں کی مزعومہ بدعنوانیوں اور رعیت آزادیوں کی داستانیں وضع کی جائیں اور خوب نمک مرچ لگا کر اُن کی تشہیر کی جائے اور دو قوموں میں مستقل اختلاف بلکہ عناد کا بیج بو دیا جائے۔ اس کوشش میں جو صرف اسی محاذ پر محدود نہ تھی انگریز کو ایک گونہ کامیابی ہوئی۔ اکبر اپنی الحاد پروری اور ہندو نوازی کی بدولت اکبر اعظم کا خطاب پا گیا مگر

عالمگیر ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا،

اخلاف کے لئے لازم ہے روشن دلان سلف کے کارناموں کی یاد تازہ رکھیں اور اُن کوششوں کا جو مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ اور مسلمان بادشاہوں کو ظالم، ستمگر اور گردن زنی اور ننگ اسلام ثابت کرنے میں صرف ہو رہی ہیں، مقابلہ کیا جائے۔ ظالم کو رحمدل اور رند کو زاہد ثابت کرنے کی ضرورت نہیں لیکن چاند جیسے چہرے کو گہنا دینے کی ناپاک کوششوں کا مقابلہ لازم آتا ہے۔ سر سید احمد خاں مرحوم نے علانیہ کہا کہ مسلمان نوجوانوں کے لیے مستند تاریخی معلومات بہم پہنچانی ضروری ہیں کہ دشمنوں کی مرتب کی ہوئی داستانوں سے اُن کے دل میں اپنے اسلاف سے بیزاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ

زاغہا آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ ہا

مولانا محمد علی جوہر جو مولانا شبلی کے نامور شاگردوں سے تھے اور جنہوں نے کامریڈ اور ہمدرد کی ادارت اور متحدہ ہندوستان کی قیادت سے علی گڑھ کی تعلیم و تربیت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ ایک زمانہ میں بڑودہ میں ملازم تھے۔ انہوں نے مولانا شبلی کو بڑودہ تشریف آوری کی دعوت دی جسے مولانا نے شرف قبولیت بخشا۔ اسی ملاقات میں مسٹر محمد علی نے مولانا شبلی سے درخواست کی کہ حضرت عالمگیر کے خلاف جو نت نئے اور نو بر نو الزامات عائد کئے جا رہے ہیں، اُن سے متعلق مورخانہ تحقیق و تنقید کی اشد ضرورت لاحق ہو رہی ہے۔ چنانچہ مولانا نے یہ اہم ذمہ داری اپنے آپ پر لازم کر لی اور اسی سفر سے واپسی پر الندوۂ

میں "عالمگیر پر ایک نظر" کے نام سے مسلسل مضامین شروع کیا جس کا پہلا نمبر دسمبر ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا اور بعد میں جو قسطوں میں مکمل ہوا۔
مولانا محمد علی نے اس کا انگریزی ترجمہ کرنے کا وعدہ بھی فرمایا لیکن اُن کی عمر بھر روز افزوں مصروفیتوں نے انہیں اس کا موقع نہ دیا۔ یہ تو کیا وہ اپنی عملی زندگی کی جو خدمت ملت ہی کے لئے وقف تھی مشغولیتوں میں سیرت النبی کا ترجمہ بھی نہ کر سکے جس کا اسی طرح ارادہ اور وعدہ موجود تھا۔

بہرحال مولانا شبلی اپنی ذمہ داری سے ایسے عہدہ برآ ہوئے کہ یادگار و تاریخی کتاب "عالمگیر پر ایک نظر" اور مضامین عالمگیر کے زیر عنوان شائع ہوئی اور چونکہ مولانا نے اُس کے "حقوق محفوظ" نہیں کرائے تھے کتاب مختلف اداروں اور کتب فروشوں کی طرف سے شائع ہوئی اور اب تک ہو رہی ہے۔ حق یہ ہے کہ مولانا شبلی نے اس مختصر سی کتاب میں مورخانہ تحقیق و تنقید کا ایک مثالی نمونہ پیش کیا۔ مولانا نے جو مستند تاریخی شہادتیں پیش کی ہیں وہ بے خطا اور طرز استدلال اور واقعات کا رشتہ باہم ملانے اور ان سے نتائج کا استنباط بے مثال ہیں اور یہ کتاب آج نصف صدی سے نا مذکور رہ جانے پر اور تحقیق کے مواقع زیادہ اور سہل ہو جانے پر بھی اپنی شان یکتائی میں لاشریک ہے۔ حد درجہ تاسف کا مقام ہے کہ اس قابل قدر اور موتیوں سے تولے جانے والی کتاب کے آج جو ایڈیشن دست یاب ہوتے ہیں وہ اصل کتاب سے سراسر مختلف ہو چکے ہیں۔ اُن کی اغلاط سینکڑوں سے گذر کر ہزاروں تک پہنچ چکی ہیں۔

حضرت عالمگیر کے حضور اس کتاب سے بہتر کوئی ہدیہ عقیدت ملت اسلامیہ ہندیہ اور پاکستان کی طرف سے پیش نہیں ہوا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ حضرت عالمگیرؒ کے سہ صد سالہ جشن جلوس کی یادگار میں اس کتاب کو صحت کیساتھ شائع کیا جائے کہ یہ حضرت عالمگیرؒ اور مولانا شبلی مرحوم کی روحوں کے لئے آسودگی کا باعث ہوگا اور اس طرح ہم اہل پاکستان ان دونوں بزرگوں سے متعلق اپنے فرض کی بجا آوری سے ایک حد تک سبکدوش ہو جائیں گے۔ میں نے امکان بھر کوشش کی ہے کہ ابتدائی ایڈیشنوں سے مقابلہ کر کے ایک قابل اعتماد ایڈیشن پیش کر سکوں۔

عطاء اللہ
اسلامیہ کالج چنیوٹ
۱۲؍ جولائی ۱۹۵۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اورنگ زیب عالمگیر

فلسفۂ تاریخی کا یہ ایک راز ہے کہ جو واقعات جس قدر زیادہ شہرت پکڑتے ہیں، اسی قدر ان کی صحت زیادہ مشتبہ ہوتی ہے۔ سدِ سکندر، دیوارِ قہقہہ، چاہ بابل، آبِ حیواں، مارِ ضحاک، جامِ جم سے بڑھ کر کس واقعہ نے شہرتِ عام کی سند حاصل کی ہے، لیکن کیا ان میں ایک بھی اصلیت سے کچھ علاقہ رکھتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کے منظرِ عام پر آجاتے ہیں، پھر عام تقلید کے اثر سے، جو خاصۂ انسانی ہے، شہرتِ عام کی بنا پر لوگ اس پر یقین کرتے چلے جاتے ہیں اور کسی کو تنقید و تحقیق کا خیال تک نہیں آتا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ مسلّماتِ عامّہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت کتب خانۂ اسکندریہ کو جلانے کا حکم کسی بدنیت عیسائی نے دل سے گھڑ کر منسوب کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ صلیبی لڑائیاں جاری تھیں اور عیسائی مسلمانوں سے نفرت دلانے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں اختیار کرتے تھے، اس واقعہ کا کانوں میں پڑنا تھا کہ گویا خدا کا خاص قاصد آکر ایک ایک کے کان میں وحی پھونک گیا۔ بچے، جوان، بڈھے، جاہل، عالم، رذیل، شریف، نیک، بد، جو تھا یہی راگ گاتا تھا۔ رفتہ رفتہ تقریر، تحریر، ضرب المثل، تلمیحات، افسانہ کوئی چیز اس سے خالی نہیں رہی لیکن بالآخر تحقیق کی عدالت نے فیصلہ کیا کہ ع

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

عالمگیر کی بدنامی کا قصّہ بھی واقعۂ مذکورہ سے کچھ کم نہیں۔ اس کی فردِ قرار دادِ جُرم اتنی لمبی ہے کہ شاید کسی مجرم کی نہ ہوگی۔ باپ کو قید کیا، بھائیوں کو قتل کرایا، دکن کی اسلامی ریاستیں مٹا دیں، ہندوؤں کو ستایا، بُت خانے ڈھائے۔ مرہٹوں کو چھیڑ کر تیموری سلطنت کے ارکان متزلزل کر دیئے، ع

اُے تو مجموعۂ خوبی! بچہ نامت خوانم

لیکن اور تمام باتوں سے قطع نظر کر کے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ اسی خاندان میں عادل سے عادل بادشاہ پر قریب قریب یہی فردِ قرار دادِ جُرم قائم ہو سکتی ہے یا نہیں؛ باپ سے بغاوت کی، بھائیوں اور بھتیجوں کو قتل کرایا[1] دکن کی اسلامی ریاست (نظام شاہیہ) مٹا دی۔ ایک سال کے اندر ۷۶ بُت خانے منہدم کرا دیئے اور ہمیشہ اس پر فخر کرتا رہا۔ یہ کون؟ صاحبقرانِ ثانی شاہجہان۔

ہم اس اصول سے بے خبر نہیں کہ ایک شخص کے بُرا ثابت ہونے سے دُوسرا شخص اچھا نہیں ہو سکتا۔ شاہجہان پر اگر الزام ثابت ہو، تو اس سے عالمگیر کی برأت نہیں ہو سکتی لیکن آخر یہ مسئلہ غور کے قابل ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ شاہجہان کے الزامات کی کسی کو کانوں کان بھی خبر نہیں اور عالمگیر کے وہی الزامات ع

افسانۂ بزم و انجمن ہیں!

طالع شہرتِ رسوائیِ مجنوں پیش ست ورنہ طشتِ من و اُو ہر دو زیک بام افتاد

اس عقدہ کا حل کرنا اگرچہ ایک تاریخی فرض ہے لیکن اس سے ایک قومی تفریق کو تحریک ہوتی

---

[1] شاہجہان کا بھائی شہریار اور اس کے بھتیجے طہمورث و ہوشنگ (پسرِ دانیال) خود شاہجہان کے حکم سے قتل کیے گئے چنانچہ ان کے قتل کے لئے شاہجہان نے دستِ خاص سے جو فرمان لکھ کر بھیجا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: "دریں ہنگام کہ آسمان آشوب طلب و زمین فتنہ جواست، اگر داور بخش پسرِ خسرو و برادرِ شہریار و پسران شہزادۂ دانیال را آوارہ صحرائے عدم ساختہ دولت خواہاں را از توزّع خاطر و شورش دل فارغ سازند بصلاح و صواب قرین تر خواہد بود" (خاتمہ تزک جہانگیری مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۴۳۵) چنانچہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۷ھ کو اس حکم کی پوری تعمیل ہوئی اور بقول مورخ جہانگیری گلشن ہستی اس خس و خاشاک سے پاک کر دیا گیا[2] اس واقعہ کو عبدالحمید لاہوری نے جو شاہجہان کے دربار کا مورخ تھا شاہجہان نامہ میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے شاہجہان نے عباس صفوی کو جو خط لکھا ہے اس میں اس واقعہ کو بڑے فخر سے لکھا ہے چنانچہ شاہجہان نامہ میں یہ خط بتمامہ منقول ہے۔

ہے، اس لئے ہم اس کو قلم انداز کرتے ہیں۔

عالمگیر کی فردِ قراردادِ جرم میں سب سے بڑا نمایاں واقعہ حیدرآباد کا استیصال ہے۔ یہ واقعہ مختلف حیثیتوں سے اہمیت رکھتا ہے:

(۱) ریاست حیدرآباد ایک شیعہ ریاست تھی۔ اس لئے اس کی بربادی کے قصد سے عالمگیر کا سخت مذہبی تعصب ثابت ہوتا ہے۔

(۲) حیدرآباد کے مٹنے سے مرہٹوں کی قوت بڑھ گئی۔ اس لئے یہ پولیٹیکل جرم بھی ہے۔

اس بنا پر ہم سب سے پہلے اس واقعہ کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:۔

دکن میں پانچ ریاستیں قائم تھیں، گولکنڈہ۔ بیجاپور۔ خاندیس۔ برار۔ احمدنگر۔ یہ ریاستیں باہم لڑتی بھڑتی رہتی تھیں، جس کی وجہ سے یہ نوبت پہنچی تھی کہ جب علی عادل نے حسین نظام شاہ کی دست برد سے تنگ آ کر رام راج کو مدد کے لئے بلایا تو گو یہ شرط تھی کہ ہندو مسلمانوں کے جان و مال سے متعرض نہ ہوں گے تاہم ہندوؤں نے احمدنگر میں آ کر جو برتاؤ کیا، اس کو "فرشتہ" ان الفاظ میں لکھتا ہے:

"در مساجد فرود آمده بت پرستی می کردند و سازِ نواختہ سرود می گفتند و عدالت پناه از استماع این اخبار دلگیر شده چوں منع را قدرت نہ داشت، بہ تغافل می گذرانیدند۔"

ان خانہ جنگیوں کی بدولت تیموریوں کو مداخلت کا موقع ملا اور سب سے پہلے اکبر نے بعض ریاستیں اپنے زیرِ اثر کیں۔ جہانگیر اور شاہ جہان چاہتے تھے کہ ان ریاستوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر اکتفا کیا جائے لیکن یہ ابن الوقت مجبوری کے وقت مطیع ہو جاتے تھے اور پھر موقع پا کر دشمن بن جاتے تھے۔ مجبوراً ان کا استیصال کر کے یہ ریاستیں سلطنتِ تیموری میں شامل کر لی گئیں۔ عالمگیر جب تختِ حکومت پر بیٹھا تو صرف دو سلطنتیں، حیدرآباد اور بیجاپور باقی رہ گئی تھیں۔

اسی اثنا میں سیواجی کے باپ ساہو نے سر اٹھایا۔ ساہو اور سیواجی کی مفصل داستان اسی مضمون کے دوسرے حصے میں آئے گی۔ یہاں سلسلۂ کلام کے لحاظ سے اس قدر یاد رکھنا چاہیئے کہ عادل شاہ والیٔ بیجاپور نے پونہ اور سوپہ دو صوبے ساہو کو جاگیر میں دیئے تھے۔ سیواجی نے ان علاقوں میں بہت سے قلعے بنوائے۔ عادل شاہ بیمار ہو کر مر گیا۔ اس کے زمانۂ علالت میں سیواجی نے اپنے حدود اور زیادہ وسیع کر کے چالیس قلعے تیار کئے۔ عادل شاہ کا کوئی وارث شرعی نہ تھا۔ درباریوں نے سکندر نام ایک مجہول النسب لڑکے کو اس کا وارث قرار دیکر

تختِ سلطنت پر بٹھایا۔ وہ جب بالغ ہوا تو اس نے افضل خاں کو سیواجی کے مقابلہ پر بھیجا جس کو سیواجی نے دھوکے سے قتل کر ڈالا۔ یہی سکندر تھا جو عالمگیر کا معاصر اور ہمزمان تھا۔

سیواجی نے چند روز کے بعد انتقال کیا اور اس کا بیٹا سنبھا اس کا جانشین ہوا۔ سکندر نے اپنی کمزوری یا تیموریہ کی قدیم خاندانی عداوت سے اس سے سازش کر لی اور عالمگیر کے مقابلے میں اس کو مدد دیتا رہا۔ عالمگیر نے بار بار اس کو متنبہ کیا اور ترغیب و ترہیب ہر طرح کی تدبیریں اختیار کیں لیکن سکندر کو کچھ احساس نہ ہوا۔ خافی خاں اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے :

"چوں از فساد و نفاق بیجاپوری یعنی سکندر والیِ آنجا کہ وارث ملک ہم نبود، معہذا باغنیم رفاقت می نمود متواتر بعرض رسید و مکرر فرمانِ نصیحت آمیز از راہ تہدید و وعدہ و وعید صادر گردید، فائدہ نہ بخشید۔"

مجبوراً عالمگیر نے بیجاپور فتح کر کے ممالکِ محروسہ میں شامل کر لیا لیکن سکندر سے نہایت عزت و احترام کا برتاؤ کیا۔ اس کو سکندر خاں کا خطاب دیا۔ خلعتِ خاص مع تلوار کے جس کے پرتلہ پر موتی ٹکے ہوئے تھے پھول کٹارہ مع مالائے مروارید جس میں زمرد کا آویزہ تھا۔ کلغی مرصع اور عصائے مرصع عنایت کیا۔ اس کے ساتھ حکم دیا کہ خاص خیمۂ شاہی کے پہلو میں اس کا خیمہ نصب کیا جائے اور ہر قسم کی ضروریات خزانہ شاہی سے مہیا کی جائیں۔ چنانچہ یہ پوری تفصیل عالمگیر نامہ تصنیف مستعد خاں ساقی میں مذکور ہے۔

حیدر آباد کا فرمانروا عالمگیر کے زمانے میں ابوالحسن شاہ تھا۔ جو عوام میں تانا شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ قطب شاہ جو اس سے پہلے حیدر آباد کا فرمانروا تھا۔ اس نے جب وفات کی تو اس کی کوئی اولاد ذکور نہ تھی، نہ کوئی قریب عزیز تھا۔ مجبوراً ابوالحسن کو، جو دور کا واسطہ رکھتا تھا تختِ نشین کیا۔ ابوالحسن بچپن سے قلندروں کے ساتھ آوارہ پھرتا رہا تھا، اس لئے تخت نشینی کے بعد بھی یہ شان قائم رہی۔ صاحب مآثر الامراء اگرچہ اس کا اس قدر طرف دار ہے کہ حیدر آباد کی فتح کا جہاں ذکر آتا ہے، اس کا دل بے اختیار ہو جاتا ہے تاہم اس کے حال میں لکھتا ہے :

"ابوالحسن والیِ تلنگ کہ از غایت انہماک در عیش و عشرت گاہے در پانزدہ سالہ حکومت خویش از شہر حیدر آباد غیر از مسافت یک کروہ بہ محمد نگر گولکنڈہ سفر گزیں نہ شدہ بود۔ سواری ہر روزہ بر و دشوار بود۔"

(مآثر الامراء جلد اول صفحہ ۲۳۶ تذکرہ جاں سپار خاں)

ابوالحسن کی عیش پرستی نے تمام ریاست کو اس رنگ میں رنگ دیا اور ہر طرف علانیہ بدمعاشی اور شراب خوری

پھیل گئی۔ خافی خاں لکھتا ہے:

"از آنکہ ابوالحسن قطب الملک فرمانروائے حیدرآباد بہ افعال قبیح از سپردن ملک بہ مادنا و آکنا کہ ہر دو کافر شدید العداوت بودند و سختی و ظلم و زیادتی بر مسلماناں می گذشت و فسق و فجور علانیہ از رواج مسکرات و لہو و لعب زیادہ بعرض رسید۔"

ابوالحسن کو جس نے سلطنت دلائی تھی۔ وہ سید مظفر نام ایک اولوالعزم امیر تھا لیکن ابوالحسن نے اس کو معزول کر کے مادنا نام ایک برہمن کو وزارت کے عہدے پر مامور کیا اور حکومت اور سلطنت کے تمام اختیارات اس کو دے دیئے۔ اس کے تسلط اور اقتدار کی یہ نوبت پہنچی کہ ابوالحسن کے سپہ سالار نے جس کا نام ابراہیم خلیل اللہ خاں تھا اور بڑی سطوت اور اقتدار کا آدمی تھا۔ اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا تھا ؎

از التفات پادشاہ و پنڈت روشن رواں گشت ابراہیم سرلشکر خلیل اللہ خاں

مادنا کے تسلط اور اقتدار کی نسبت صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے:

"رتق و فتق امور ملکی و مالی باقتدار آں دو برادر یا برہمن شوم ملوم مادنا و آکنا کہ خمیرمایہ مفاسد و فتن و مورث وبال و زوال آں دودماں گشتہ تفویض یافت۔"[1]

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیواجی عالمگیر کے دربار سے بھاگ کر دکن میں آگیا تھا وہ حیدرآباد میں آیا اور ابوالحسن سے کہا کہ آپ اور ہم مل کر شاہی ممالک پر حملہ آور ہوں۔ چنانچہ ابوالحسن نے فوج اور روپے سے اس کی مدد کی۔ عالمگیر کی تخت نشینی کا اکیسواں سال تھا کہ سیواجی نے تیموری حدودِ حکومت میں گھس کر جالنہ کو برباد کر دیا۔ مآثر الامرا میں اس واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

"پیشتر با والیِ حیدرآباد متفق شدہ قرارداد کہ باتفاق با فوج بادشاہی جنگ می نمائیم۔ اول بہ تسخیر قلاع تعلقِ من باید دید بدیں تقریب فوج و زر از و گرفتہ بر تنجاور رفت و دریں سال سیوا بر ملک بادشاہی دویدہ پرگنہ جالنہ را ویراں ساخت۔"
(مآثر الامرا جلد اول از صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۹)

سیوا کے مرنے کے بعد جب سنبھا اس کا جانشین ہوا تو ابوالحسن نے اس کو بھی عالمگیر کے مقابلہ میں ہر قسم

---

[1] مآثر الامرا تذکرہ مہابت خاں حیدرآبادی جلد سوم (صفحہ ۶۲۷ تا ۶۲۹)۔ [2] مآثر الامرا تذکرہ مہابت خاں حیدرآبادی جلد سوم (۶۲۷ تا ۶۲۹)۔

کی مدد دی اور ایک لاکھ ہون (ایک طلائی سکہ کا نام ہے) نقد بھیجا۔ چنانچہ خافی خاں لکھتا ہے:

"و علاوہ آں در امداد سنبھائے جہنمی دارالحرب مدد ساخت ملک و تسخیر قلعہ جات و رسانیدن لک ہون نقد خود را بدنام و زبان زد عالمے ساختہ بود۔"

ان سب پر طرہ یہ کہ جس زمانہ میں عالمگیر بیجاپور کے محاصرہ میں مشغول تھا۔ ابوالحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا کہ ایک طرف سے سنبھا بے شمار فوج لے کر بڑھتا ہے اور دوسری طرف سے میں چالیس ہزار جرار فوج بھیجتا ہوں دیکھوں حضرت (عالمگیر) کس کس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کو ابوالحسن کے خط کی نقل کے ساتھ تمام مورخوں نے نقل کیا ہے۔ صاحب مآثر الامراء لکھتے ہیں:

" چوں آں مہم بہ امتداد کشید بادشاہ کشور کشا بہ اقتضائے صوابدید از اورنگ آباد بہ احمد نگر و از آنجا بہ شولاپور معسکر گردانید ناگاہ نوشتہ ابوالحسن بنام حاجب او کہ در فوج فیروزی بود بجنس از نظر بادشاہی گزشت بدیں مضمون کہ تا حال پاس مراسم بزرگداشت می نمودیم حالانکہ ایشاں سکندر یتیم و ناتواں دانستہ بیجاپور را محاصرہ نمود۔ کار بر تنگ سا آوردند واجب آمد کہ سوائے جمعیت موفور بیجاپور راجہ سنبھا از طرفے با قشون از شمار افزوں جہت کمک آں بیکس کمر سعی بربندد و با سرداری خلیل اللہ خاں پلنگ جنگ چہل ہزار سوار مستعد پیکار تعین نمائیم کہ ایشاں کدام کدام طرف مقاومت خواہند کرد۔" (مآثر الامراء جلد سوم از صفحہ ۶۲۷ تا ۶۲۹)

عالمگیر نے یہ خط پڑھا تو کہا ہم نے اب تک اس بندر نچانے والے کو چھوڑ رکھا تھا لیکن جب مرغی نے خود آواز دی تو اب کیا باقی رہا۔"

بایں ہمہ جب عالمگیر کے حکم سے شاہزادہ معظم شاہ حیدر آباد کی مہم پر روانہ ہوا تو اس نے ابوالحسن کو لکھا کہ شرائط ذیل منظور ہوں تو عفو تقصیر کے لئے سفارش کی جائے۔ شرائط یہ تھیں:

(۱) مادنا وزارت سے معزول ہو کر مقید کر دیا جائے۔

(۲) سیرم و رائچور وغیرہ جو ممالک محروسہ میں داخل تھے اور جن پر غصباً قبضہ کر لیا گیا ہے واپس کر دیئے جائیں۔

(۳) پیشکش مقررہ کی باقیات ادا کر دی جائیں۔

لیکن ابوالحسن نے درباریوں کے اغوا سے یہ شرطیں منظور نہیں کیں۔ چنانچہ خافی خاں لکھتا ہے:

" از آں کہ بادشاہزادہ محمد معظم می خواست کہ تا مقدور کار بجنگ نکشد بہ خلیل اللہ خاں پیغام نمود کہ اگر ابوالحسن اظہار ندامت و التماس عفو تقصیر پیش آمدہ دست اختیار مادنا و آکنا را از امور ملکی کوتاہ نمودہ مقید سازد۔

دُوم۔ آنکہ پرگناتِ سیرم و رائیگر وغیرہ کہ بہ غصب از تصرف بندہائے شاہی بدعوی بیجا آوردہ دست ازاں برداشتہ باز حوالۂ منصب‌دارانِ بادشاہی نماید دیگر آنکہ باقی پیشکش سابق و لاحق بلا توقف و اہمال روانہ بارگاہ آسمان جاہ سازد و برائے عفوِ تقصیرات او بحضور معروض داشتہ آید۔

امرائے ناقص عقل دکن از راہِ غرور بجواب ہائے مہمل پیش آمدہ در دفعیہ غضب بادشاہی نتوانستند پرداخت۔"

اس واقعہ کے بعد ایک دفعہ پھر شاہزادہ معظم نے صرف اس شرط پر صلح کی گفتگو کی کہ سیرم وغیرہ واپس کر دیئے جائیں لیکن وہاں سے یہ جواب آیا کہ سیرم ہمارے نیزے کی نوک سے بندھا ہوا ہے۔[1]

انصاف کرو کہ ان حالات کے ساتھ کہ بادشاہ کو انتظام کی قابلیت نہیں۔ رندی اور عیاشی دربارِ شاہی سے گذر کر چاروں طرف پھیلتی جاتی ہے، وزیرِ اعظم اور درباری ہندو ہیں جو مسلمانوں کو پامال کرتے جاتے ہیں، مرہٹوں کو فوج اور خزانے سے مدد دی جا رہی ہے کہ تیموری سلطنت کا تختہ الٹ دیا جائے۔ تیموری علاقوں پر غارت گریاں ہو رہی ہیں۔ ان حالات کے ساتھ اکبر تو کیا، اگر نوشیرواں اور عمر بن عبدالعزیزؒ بھی ہوتے تو کیا کرتے؟ وہی کرتے جو دنیا بھر کے الزاموں کے ہدف یعنی عالمگیر نے کیا۔ حملہ کے وقت جب ابوالحسن نے اسی قدیم طریقے پر معافی کی درخواست کی، تو عالمگیر نے حسب ذیل فرمان لکھا:

"اگرچہ افعالِ قبیح آں بدعاقبت از احاطۂ تحریر بیرون است، اما از صد یکے و از بسیار اندکے بہ شمار می آید۔ اولاً اختیارِ ملک و سلطنت بہ کفِ اقتدار کافر فاجر ظالم دادن و سادات و مشائخ و فضلا را منکوب و مغلوب ساختن و در رواج فسق و فجور بافراطِ علانیہ کوشیدن و خود از بادہ پرستی بہ ریاست و بدمستی دولت در انواع کبائر شب و روز مستغرق بودن بلکہ کفر از اسلام و ظلم از عدل و فسق از عبادت فرق نمودن و در اعانت کفارِ حربی اصرار ورزیدن خود را در عدمِ اطاعت اوامر و نواہیِ الٰہی خصوص در بارۂ منع معاونت دارالحرب کہ نصِ کلام مجید بہ تاکید واقع شدہ نزد خلق و خالق ملعون ساختن چنانچہ مکرر دریں باب فرامین نصیحت آمیز مصحوب مردم آداب داں مزاج گرفتہ حضور صادر شد و پنبہ غفلت از گوش نہ کشید بلکہ دریں تازگی فرستادن لک ہون برائے سنبھاسے بدکردار بعرض رسید بایں ہمہ غرور و مستی بادۂ ناکامی نظر بر افعال زشتی اعمال خود نمودن و امید رستگاری در ہر دو جہاں داشتن ؏ نہ ہے تصورِ باطل نہ ہے خیال محال"

ان الفاظ کو غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور انصاف کرو کیا ان میں ایک لفظ بھی واقعیت اور سچائی سے ہٹا ہوا ہے؟

---

[1] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۰۲

اس بوالعجبی کو دیکھو کہ نعمت خاں عالی مصنف مآثر الامرا، خافی خاں کے نزدیک ان سب باتوں کے ساتھ بھی حیدرآباد کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ ان کے نزدیک عالمگیر کا کانشنس خود حیدرآباد پر حملے کے نام سے کانپ اٹھتا ہے وہ حیدرآباد کا قصد کرتا ہے لیکن شیخ الاسلام سے فتویٰ پوچھتا ہے اور وہ کسی طرح اس کی اجازت نہیں دیتے۔ یہاں تک کہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جاتے ہیں[۱]۔ وہ مرزا محمد کو سفارت کے طور پر ابوالحسن کے پاس بھیجتا ہے اور خلوت میں لے جا کر اس سے چپکے سے کہتا ہے کہ ابوالحسن سے اس طرح سختی کے ساتھ بات چیت کرنا کہ وہ بھی مجبور ہو کر سختی سے پیش آئے اور مجھ کو حیدرآباد پر حملے کے لئے سند ہاتھ آئے[۲]۔ وہ ابوالحسن سے ایک بیش بہا الماس اس غرض سے طلب کرتا ہے کہ وہ انکار کرے اور لڑائی کے لئے بہانہ ہاتھ آئے۔

ان مورخوں کی دانشمندی پر غور کرو کہ مرہٹوں کی سازش، شاہی مقبوضات پر تصرف، ہندوؤں کا تسلط، ملک کی بدانتظامی، فسق و فجور کا رواج، عام مسلمانوں کی ذلت و خواری، یہ چیزیں حیدرآباد پر حملہ کرنے کے لئے سند نہیں بن سکتیں لیکن سفیر کے ساتھ سخت کلامی اور الماس کے دینے سے انکار وہ جرم ہے جس کی سند پر عالمگیر بے دریغ حیدرآباد پر حملہ کر سکتا ہے اور پھر اس کو کوئی کسی قسم کا الزام نہیں دے سکتا۔

عبدالقادر بدایونی نے نکتہ چینی کے ساتھ اکبر کے صحیح صحیح واقعات قلمبند کئے۔ جہانگیر نے اپنے زمانہ حکومت میں حکم دے دیا کہ اس کتاب کی اشاعت قطعاً بند کر دی جائے۔ نعمت خاں عالی نے وقائع نعمت میں سراپا عالمگیر کی ہجو لکھی لیکن عالمگیر کے جانشین بہادر شاہ نے شیعیت کی مناسبت سے نعمت خاں کو دانشمند خاں کا خطاب دیا اور وقائع نعمت خاں درس میں داخل ہو گئی۔ عالمگیر کو جب بہادر شاہ سا جانشین اور نعمت خاں عالی، خافی خاں، شاہ نواز خاں جیسے وقائع نگار ہاتھ آئیں تو بیچارے کو نیک نامی کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟

تاہم یہ متعصب مورخ سچ کو نہیں چھپا سکے اور خود انہیں کے مسلمہ واقعات نے بتا دیا کہ حیدرآباد کا استیصال کرنا کسی اسلامی سلطنت کا نہیں بلکہ ایک مرہٹی سلطنت کا استیصال کرنا تھا۔

ہم نے بعض شیعی احباب کو یہ کہتے سنا ہے کہ عالمگیر نے خود اپنی سلطنت برباد کی کیونکہ دکن کی ریاستیں مرہٹوں کو دبائے ہوئے تھیں ان کا دباؤ اٹھ گیا تو مرہٹے زور پکڑ گئے لیکن ہمارے دوستوں کو یہ نہیں معلوم کہ دکن کی یہ ریاستیں مرہٹوں کی باجگذار ہو گئی تھیں اور اگر عالمگیر حیدرآباد و بیجاپور کو فتح نہ کر لیتا تو آج گولکنڈہ اور بیجاپور پر بھی مرہٹوں کا علم لہراتا ہوتا۔

---

[۱] مآثر الامرا۔ [۲] خافی خاں جلد ۲ صفحہ ۲۹۴۔ [۳] مستعد خاں ساقی عالمگیر نامہ میں والی بیجاپور کے حال میں لکھتا ہے: "مغلوب کافر شقاوت سنبھائے بے دین گشتہ" ابوالحسن کا بھی یہی حال تھا۔

عالمگیر اور مرہٹے

عالمگیر کی فردِ قرارداد جرم کا یہ دوسرا نمبر ہے اور یہ جرم بجائے خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) مرہٹوں کا فساد عالمگیر کی ذات سے برپا ہوا۔

(۲) سیواجی جب عالمگیر کے دربار میں حاضر ہوا تو عالمگیر نے اس سے ایسا برتاؤ کیا جس سے وہ چار و ناچار سرکشی پر مجبور ہوا۔ ورنہ فراخ حوصلگی سے کام لیا جاتا تو وہ عالمگیر کا حلقہ بگوش ہو جاتا۔

(۳) سیواجی کو عالمگیر نے امان دے کر بلایا تھا لیکن خلافِ عہد اس کو نظر بند کر دیا۔

(۴) سیواجی کے جانشینوں کے ساتھ عالمگیر نے اچھا سلوک نہیں کیا۔

(۵) عالمگیر مرہٹوں کو زیر نہ کر سکا اور چونکہ مرہٹوں ہی نے سلطنتِ تیموریہ کو زیر و زبر کر دیا۔ اس لئے تیموریوں کی بربادی کا سبب اصلی خود عالمگیر تھا۔

ان بحثوں کے فیصل کرنے سے پہلے ہم سیواجی کے خاندان کی ابتدائی تاریخ لکھتے ہیں جس سے متنازعہ فیہ مسئلوں کے متعلق آئندہ مدد ملے گی۔

سیواجی کا خاندان | سیواجی[1] کا خاندان دراصل مہارانا اودے پور سے تعلق رکھتا ہے اس خاندان میں سورسین نام ایک

---

[1] سیواجی کے خاندان کا حال خافی خاں نے اپنی تاریخ میں (جلد دوم صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ کلکتہ) اور غلام علی آزاد نے خزانہ عامرہ (صفحہ ۱۳۹) میں تفصیل سے لکھا ہے لیکن سب سے زیادہ تفصیلی اور محقق حالات مآثر الامراء میں ہیں چونکہ سیواجی کا پوتا ساہو عالمگیر کے دربار میں (بقیہ بر ۱۳)

شخص بعض اسباب سے چتور چھوڑ کر پرگنہ کرکنب ضلع پرینڈہ ریاست دکن میں چلا آیا۔ اس کے خاندان میں سے مالوجی اہل وطن سے ناراض ہو کر ایلورہ میں جو دولت آباد کے قریب ہے آکر آباد ہوا۔ اس زمانے میں دولت آباد نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور یہاں کا دیسکھ (یعنی صوبیدار) لکھی جادو نام ایک شخص تھا۔ مالوجی نے لکھی جادو کی سرکار میں ملازمت اختیار کی۔ مالوجی کے دو بیٹے تھے چونکہ وہ شاہ شریف صاحب کا (جن کی قبر احمد نگر میں ہے) نہایت معتقد تھا۔ اس لئے اس نے بیٹوں کا نام شاہ صاحب موصوف کے تعلق سے شاہ جی اور شرف جی رکھا۔ یہی شاہ جی آگے چل کر ساہو جی کے لقب سے مشہور ہوا اور یہی ساہو جی ہے جو سیوا جی کا باپ تھا۔ لکھی جادو کے کوئی اولاد نہ تھی۔ صرف ایک لڑکی تھی۔ شاہ جی چونکہ خوش اندام اور خوش رو تھا، لکھی جادو نے اس کو اپنا متبنٰی بنایا اور چاہا کہ اپنی بیٹی اس کو بیاہ دے لیکن لکھی جادو کے خاندان والوں نے اس کو باز رکھا۔ بالآخر مالوجی نے انگ پال (ایک معزز زمیندار تھا) کے دربار میں رسائی حاصل کی اور دباؤ ڈال کر لکھی جادو کی لڑکی سے شاہ جی کی شادی کر دی۔

ساہوجی | ساہو جی نے سب سے پہلے نظام شاہی دربار میں توسل پیدا کیا۔ سنہ ۱۰۳۰ھ میں جب نظام شاہ کی فوجوں نے نربدا اتر کر مالوا کو غارت کیا اور جہانگیر نے اس کے دفعیہ کے لئے لشکر کشی کی تو نظام شاہ کے فوجی سرداروں میں ساہو جی اور اس کا خسر جادو رائے بھی تھا۔[۱]

جہانگیر نے جب اس کے انتظام کے لئے شاہجہان کو دکن بھیجا تو جادو رائے شاہجہان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے صلہ میں اس کو پنجہزاری منصب ملا اور تمام خاندان کو حسب مراتب عہدے ملے لیکن پھر باغی ہو کر سنہ ۱۰۴۰ھ میں نظام شاہ کے پاس واپس چلا گیا۔ نظام شاہ نے اس کو قتل کرا دیا۔ اس بنا پر ساہو جی نظام شاہ سے ناراض ہو کر شاہجہان کے دربار میں چلا آیا اور پنجہزاری منصب پر سرفراز ہوا۔ اس کے ساتھ خلعت اسلحہ مرصع علم۔ نقارہ۔ اسپ فیل اور دو لاکھ نقد انعام میں ملے۔ ساہو جی کے سالوں کو بھی جن کا نام بہادر اور جگدیو تھا پنجہزاری اور چار ہزاری منصب[۲] ملے۔ شاہجہان نے نظام شاہ کے بعض علاقے جو عنبر کی جاگیر میں تھے ساہو کو دے دیئے لیکن جب سنہ ۱۰۴۱ھ میں عنبر کا بیٹا فتح خان نظام شاہ سے باغی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۲) ہفت ہزاری منصب رکھتا تھا اس لئے مآثر الامراء میں اس کا حال مستقل عنوان سے لکھا ہے اور اس کی ذیل میں اس کے خاندان کے ابتدائی حالات بھی نہایت تفصیل سے لکھے ہیں ہم نے زیادہ تر حالات اسی کتاب سے لئے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] خافی خان جلد اول صفحہ ۳۱۸ و مآثر الامراء جلد اول صفحہ ۵۲۰ [۲] خافی خان صفحہ ۴۲۵ و مآثر الامراء جلد اول صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۳۔

جو کر شاہجہان کے دربار میں چلا آیا تو شاہجہان نے عنبر کے علاقے ساہوجی سے لے کر فتح خاں کو واپس کر دیئے۔ اس بنا پر ساہوجی ناراض ہو کر عادل شاہ والیٔ بیجاپور سے جا کر مل گیا اور ایک فوج گراں بہا سے کر دولت آباد کی طرف بڑھا[1]
ساہو کی تنبیہہ کے لئے شاہجہان نے فوجیں روانہ کیں اور اسی سن میں اس کے اہل و عیال گرفتار ہوئے ۱۰۴۲ھ میں ساہوجی نے ظفر نگر پر حملہ کیا۔ ۱۰۴۴ھ میں اضلاع شاہی پر غارتگری کی جس کی پاداش کے لئے اورنگزیب عالمگیر مامور ہوا۔
شاہجہان نے نظام شاہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ ساہوجی نے ایک مجہول النسب لڑکے کو نظام شاہ کا وارث قرار دیکر تخت نشین کیا اور تیموری حکومت کے بعض اضلاع دبا لئے۔[2] ان دست درازیوں میں عادل شاہ والیٔ بیجاپور بھی ساہوجی کا برابر کا شریک تھا چنانچہ ساہو کی اعانت کے لئے عادل شاہ نے رندولہ کو فوج دیکر بھیجا تھا۔[3]
یہ دست درازیاں اس حد تک پہنچیں کہ شاہجہان نے بڑے زور شور سے اس کے استیصال کا عزم کیا۔ ۱۰۴۵ھ مطابق سنہ ۹ جلوس میں اڑتالیس ہزار فوج بڑے بڑے امراء کی سپہ سالاری میں دے کر دکن کو روانہ کی۔ ان میں سے بیس ہزار فوج کا سردار خان زمان کو بنا کر حکم دیا کہ جا کر کنڈہ جو ساہو کا مستقر ہے برباد کر کے کوکن کے اضلاع کی طرف بڑھے۔ چنانچہ ان فوجوں نے ساہو کے چھبیس قلعے فتح کر کے ساہو کو بیجاپور تک بھگا دیا۔ ۱۰۴۶ھ میں ساہو نظام شاہی علاقے سے بھی نکال دیا گیا۔ (خافی خاں۔ حالات شاہجہان صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۳۹)۔

ساہوجی نے عادل شاہ کے دربار میں ملازمت اختیار کی۔ عادل شاہ نے پونہ اور سوپہ اس کو جاگیر میں دیئے۔ سیواجی اب جوان ہو چکا تھا اور حوصلہ مندی کے جوہر دکھلانے لگا تھا۔ ان اضلاع کا انتظام اس نے اپنے ہاتھ میں لیا اور جا بجا قلعے تیار کرنے شروع کئے۔ رفتہ رفتہ ایک بڑی فوج جو حسب بیان مآثر الامرا پندرہ ہزار تھی، تیار کر لی اور اپنی حکومت کے علاقے وسیع کرنے شروع کر دیئے۔ اسی اثنا میں عادل شاہ بیمار پڑا اور دربار میں سخت ابتری پیدا ہو گئی۔ سیواجی نے آس پاس کے علاقوں پر دست درازی شروع کی۔ دور دور تک کے علاقے زیر اثر کر لئے۔ تھوڑے دنوں میں کوکن کے تمام علاقے پر، جو بیجاپور کی حکومت میں داخل تھا، متصرف ہو گیا۔[4] سیواجی نے قوت پا کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو شہر یا قصبہ آباد اور خوشحال ہوتا، اس پر چھاپہ مارتا اور لوٹ لیتا۔ وہاں کا حاکم جب عادل شاہ کو خبر کرتا تو ساتھ ہی سیواجی کی عرضی پہنچتی کہ اس ضلع کی آمدنی میں بہت اضافہ ہو سکتا ہے۔ اضافہ کی شرط پر میری جاگیر میں دے دیا جائے۔ دربار میں عادل شاہ کی بیماری کی وجہ سے

---

[1] خافی خاں صفحہ ۴۷۶
[2] خافی خاں صفحہ ۵۲۰
[3] میر المتاخرین حالات سنہ ۹ جلوس شاہجہانی
[4] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۶

ابتری پھیلی ہوئی تھی اس لئے جاگیرداروں کی تحریر پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا[1] تھا اور رشوت خوار عمال سیواجی کو جاگیر کی سند لکھ کر بھیج دیتے تھے۔ اسی اثنا میں یعنی سنہ ۱۰۶۶ھ مطابق سنہ ۳۰ جلوس میں عادل شاہ مرگیا اور چونکہ اس کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی، درباریوں نے ایک مجہول النسب لڑکے کو تخت نشین کیا جو علی عادل شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ شاہجہان کو خبر ہوئی تو اس نے عالمگیر کو لکھا کہ بیجاپور پر قبضہ کرلیا جائے۔[2] عالمگیر نے بیجاپور کا محاصرہ کیا۔ عادل شاہ نے مجبور ہو کر کروڑ روپیہ نذرانہ دینا منظور کیا۔

اسی اثنا میں شاہجہان بیمار ہوا۔ داراشکوہ نے ولیعہدی کے دعویٰ سے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور چونکہ سب سے مقدم عالمگیر کا زور توڑنا تھا، تمام امراء اور فوجی افسروں کو جو عالمگیر کے ساتھ تھے حکم بھیج دیا کہ پایہ تخت میں واپس آئیں۔ عالمگیر مجبوراً محاصرہ چھوڑ کر اورنگ آباد چلا آیا۔[3]

اب حالت یہ ہے کہ شاہجہان بیمار اور مسلوب الاختیار ہے۔ داراشکوہ نے بھائیوں کے استیصال کی تیاریاں کی ہیں۔ مراد نے گجرات میں سکہ و خطبہ جاری کیا ہے۔ شجاع بہ ارادہ حکومت بنگالہ سے دارالسلطنت کی طرف بڑھتا آتا ہے۔ عالمگیر دکن سے روانہ ہوگیا ہے۔ سیواجی کو کھل کھیلنے کے لئے اس سے زیادہ اور کیا موقع نصیب ہوسکتا تھا۔ اس نے ہر طرف دست درازیاں شروع کردیں۔ چالیس قلعے تیار کرائے۔ جزیروں میں بحری قوت کا سامان کیا۔[4] مرہٹوں کی ایک فوج گراں تیار کی اور رفتہ رفتہ بیجاپور کے اکثر اضلاع پر متصرف ہوگیا۔

دستِ گلچیں قتلِ عامِ لالہ و گل می کند　　باغباں در صحنِ گلشن مست خواب افتادہ است

علی عادل شاہ نے ہوش سنبھالا تو اپنے سپہ سالار افضل خاں کو سیواجی کے استیصال کے لئے بھیجا۔ افضل خاں نے اس کو محصور کرلیا۔ سیوا نے مکر و فریب سے کام لینا چاہا۔ خافی خاں لکھتا ہے:

"افضل خاں کہ از امرائے عمدہ و از شجاعان با سرانجام بود، بعد رسیدن بر سر او کار بر و تنگ کرد و آں مفسد بد سگال چوں دید کہ در جنگ بصف و محصور گردیدن صرفہ او نمی کند، بہ حیلہ و تزویر روباہ بازی پیش آمدہ مردم معتمد را درمیان انداختہ باظہارِ ندامت والتماس قبولِ عفوِ تقصیرات رجوع آورد۔"

مآثر عالمگیری میں ہے کہ جب عادل خاں نے سیوا پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو سیوا نے پیش دستی کر کے عفو تقصیر کی درخواست کی اور لکھا کہ افضل خاں کو بھیجئے کہ میں ان کے ہمرکاب آکر رو در رو اپنی معروضات پیش کروں۔ غرض افضل خاں دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ ہوا۔ شرط یہ قرار پائی کہ ملاقات کے وقت کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو۔ چنانچہ افضل خاں جریدہ گیا لیکن سیوا

---

[1] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۱۱۴ و ۱۱۵ [2] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۴۵۴ [3] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۵۰۷ [4] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۱۱۵

بچھوا آستین میں چھپائے ہوئے تھا معانقہ کے ساتھ اس نے افضل خاں کا کام تمام کر دیا۔

عالمگیر کی لشکر کشی | سیوا نے اس پر اکتفا نہ کر کے تیموری حدود حکومت میں بھی دست اندازیاں شروع کیں۔ عالمگیر اگرچہ ابھی رقیبانِ سلطنت کے معرکوں سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ تاہم سنہ ۳ جلوس[۲] مطابق جمادی الاولیٰ ۱۰۷۰ھ میں شائستہ خاں امیر الامراء کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لئے دکن بھیجا۔ امیر الامراء جب ۱۰۷۰ھ میں سیوگاؤں میں داخل ہوا سیوا اس وقت سوپہ میں تھا۔ امیر الامراء کی آمد سن کر وہاں سے نکل گیا۔ امیر الامراء نے سوپہ پر قبضہ کیا اور رفتہ رفتہ پونا اور سیوا پور فتح ہو گئے پھر چاکنہ کا محاصرہ ہوا اور کئی مہینے کے بعد محصورین چاکنہ نے امان طلب کی اور قلعہ حوالے کر دیا۔

امیر الامراء نے پونا کو صدر مقام قرار دے کر خود اس محل میں قیام کیا جو سیوا نے اپنے لئے تعمیر کرایا تھا اور ہر طرف سیوا کے تعاقب کے لئے فوجیں بھیج دیں سیوا جا بجا بھاگتا پھرتا تھا یہاں تک کہ دشوار گزار پہاڑوں کی گھاٹیوں میں بھی ایک ایک دو دو ہفتے سے زیادہ کہیں ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ خافی خان لکھتا ہے:

"وسیوا چناں منکوب و مغلوب ہراس گردیدہ بود کہ میانِ کوہ ہائے دشوار گزار ہر ہفتہ و ہر ماہ جائے بسر می برد۔"

(جلد دوم، صفحہ ۱۷۷)

سیوا نے اب اپنے قدیم طریقے سے کام لیا ۱۰۷۳ھ مطابق سنہ ۶ جلوس میں امیر الامراء پر شبخون مارا۔ چونکہ امیر الامراء کی بے احتیاطی سے سیوا کو یہ موقع ہاتھ آیا تھا، اسلئے عالمگیر نے امیر الامراء کو معزول کر کے شہزادہ معظم کو اس مہم پر مامور کیا۔

سیوا نے اب اور ہاتھ پاؤں نکالے، سورت کے پاس جو بندرگاہ تھے یعنی جیول و پائل وغیرہ، ان پر قبضہ کر لیا اور عام غارت گری کے ساتھ حجاج کے جہاز کو لوٹنا شروع کر دیا۔ عالمگیر نے مہاراجہ جے سنگھ کو جو ریاست جے پور کا راجہ اور سپہ سالاری کا منصب رکھتا تھا اس مہم پر مامور کیا اور فوج کا ہراول دلیر خاں کو مقرر کیا۔ جے سنگھ ۱۰۷۵ھ مطابق سنہ ۸ جلوس میں پونہ میں داخل ہوا اور ہر طرف فوجیں پھیلا دیں۔ دلیر خاں نے سات ہزار سواروں سے کہ پانچ مہینے کی مدت میں سیوا کے تمام علاقے پامال کر دیئے۔ سیوا کا خاص دار السلطنت راج گڑھ تھا اور اس کی ننہیال کے لوگ کنڈانہ میں رہتے تھے۔ سیوا نے دیکھا کہ یہ مقامات بھی فتح ہوئے تو تمام اہل و عیال برباد ہو جائیں گے۔ مجبوراً اس نے اطاعت کی سلسلہ جنبانی کی۔ خافی خاں لکھتا ہے:

"کوتاہی سخن کار بر محصوراں از سعی بہادرانِ قلعہ کشا تنگ گردید و راہ فرار از اطراف چناں مسدود ساختند کہ ہر چند آں حیل

---

[۱] ان واقعات کو مصنف مآثر عالمگیری اور خافی خاں نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ [۲] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۱۷۷

(یعنی حیلہ ساز) اخاست قبائل را از انجا بدر بردہ بہ مکان دشوار گذار دیگر رساندہ لشکر را برائے تعاقب آنہا سرگرداں ساختہ توانست دوانست کہ بعد مفتوح گردیدن آں عجائز مادی مستقر الریاست آں واجب السیاست تمام اہل و عیال آں بہ چنگال پامال مکافات کردار خواہد گردید لہٰذا چند نفر زباں فہم نزد راجہ جے سنگھ برائے التماس عفو تقصیرات و سپردن بعض قلعہ جات باقیماندہ و ارادۂ دیدن راجہ فرستادہ" (جلد دوم صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱)

مآثر الامراء میں لکھا ہے کہ قلعہ رودرمال کے محاصرے میں جب قلعے کا ایک برج توپوں سے اڑا دیا گیا تو دلیر خاں نے فوج کو قلعے کے برج پر چڑھا دیا۔ سیوا نے دیکھا کہ اب قلعہ پورندھر بھی فتح ہوا چاہتا ہے جس میں سیوا کے تمام اہل و عیال محصور تھے، مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی (مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۵۰ و ۵۱ تذکرہ دلیر خاں) لیکن راجہ جے سنگھ کو سیوا کی مکاری کی وجہ سے اس کی باتوں پر اعتماد نہیں تھا۔ اس لئے حکم دیا کہ حملہ اور یورش کے سامان اور بڑھا دیئے جائیں۔ اتنے میں خبر پہنچی کہ سیوا قلعہ سے جریدہ نکل کر آرہا ہے ساتھ ہی چند برہمن جو اس کے معتمد تھے راجہ کے پاس پہنچے اور نہایت عجز و زاری کے ساتھ سخت قسمیں کھائیں۔ خافی خاں لکھتا ہے:

"راجہ نظر بر مکاری و عیاری او اغماض نمودہ برائے یورش زیادہ از سابق تاکید فرمودہ تا آنکہ خبر رسید کہ سیوا جریدہ از قلعہ فرود آمدہ برہمنانِ معتمد او رسیدہ قسم ہائے شدید بہ عجز و زاری تمام بہ بیان آوردند۔"

غرض جب اطمینان ہو گیا کہ سیوا حاضر آتا ہے تو راجہ جے سنگھ نے اجازت دی اور اودے راج اپنے منشی کو استقبال کے لئے بھیجا لیکن چند مسلح راجپوت بھی ساتھ کر دیئے کہ سیوا سے ہوشیار رہیں۔ یہ بھی کہلا بھیجا کہ "اگر خلوص کے ساتھ آتا ہے تو بے ہتھیار آئے ورنہ اجازت ہے کہ واپس چلا جائے۔ سیوا جریدہ آیا جے سنگھ نے مہربانی سے اٹھ کر گلے لگا لیا۔ سیوا نے ہاتھ جوڑ کر کہا[2] "ادنیٰ گنہگار غلاموں کی طرح حاضر ہوا ہوں۔ اب آپ کو اختیار ہے ماریئے یا چھوڑ دیجئے" خافی خاں کے الفاظ یہ ہیں:

"بہ طریق بندہائے ذلیل مجرم رو بدیں درگاہ آوردہ ام خواہے بہ بخش و خواہے بکش۔"

سیوا نے عرض کی کہ تمام بڑے بڑے قلعے پیشکش ہیں۔ میرا بیٹا سنبھاجی ملازمانِ شاہی میں داخل کیا جائے — میں مطلق العنان کسی قلعے میں بسر کروں گا لیکن جب کبھی ضرورت ہو گی فوراً حاضر ہوں گا۔ جے سنگھ نے اطمینان دلایا اور دلیر خاں کو کہلا بھیجا کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے۔ چنانچہ سات ہزار زن و مرد قلعے سے باہر نکلے اور ان کو امان دی گئی۔ دلیر خاں نے اپنی

---

[1] خافی خاں صفحہ ۱۸۱ جلد دوم بے ہتھیار آنے کی شرط مآثر عالمگیری میں مذکور ہے [2] خافی خاں صفحہ ۱۸۲ جلد دوم

طرف سے تلوار جڑاؤ مع مرصع پر، دو عربی گھوڑے مع ساز طلائی سیوا کو عنایت کئے اور اس کا ہاتھ جے سنگھ کے ہاتھ میں دیا۔ جے سنگھ نے خلعت، گھوڑا اور ہاتھی عطا کیا۔ دلیر خاں نے اپنے ہاتھ سے سیوا کی کمر میں تلوار باندھی لیکن سیوا نے تھوڑی دیر کے بعد کھول کر رکھ دی اور کہا کہ میں بلا ہتھیار کے خدمت گزاری کروں گا۔

اس سے پہلے جے سنگھ نے سیوا کی معافی کے لئے دربار شاہی میں لکھ بھیجا تھا چنانچہ وہاں سے فرمان اور خلعت آیا۔ سیوا کو پہلے خلعت اور فرمان کے قبول کرنے کے آداب سکھلائے گئے چنانچہ فرمان کے استقبال کے لئے سیوا تین میل تک پیادہ گیا اور خلعت کے سامنے آداب بجالایا۔[1]

سیوا نے ۳۵ قلعوں میں سے ۲۳ قلعے خدام شاہی کے حوالے کر دیئے۔ سیوا کے بیٹے سنبھا کے لئے راجہ جے سنگھ نے پنجہزاری منصب کی سفارش کی تھی چنانچہ وہ منظور ہوئی اور سنبھا کو فرمان شاہی عنایت ہوا۔ سیوا ۸ ذی الحجہ ۱۰۷۵ھ کو جے سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس وقت سے اب تک تلوار نہیں باندھتا تھا لیکن ۲۶ ربیع الاول یعنی قریباً چار مہینے کے بعد جے سنگھ نے اس کو ہتھیار لگانے کی اجازت دی اور مرصع تلوار عنایت کی۔

اس موقع پر یہ بات بھی ذکر کے قابل ہے کہ عالمگیر نے جب جے سنگھ کو سیوا کے استیصال کے لئے بھیجا تھا تو عادل شاہ والی بیجاپور کو لکھا تھا کہ وہ بھی اپنی فوجیں سیوا کے مقابلے کے لئے بھیجے۔ عادل شاہ نے بظاہر اس حکم کی تعمیل کی لیکن وہ دراصل سیوا کے وجود کو پولیٹکل اغراض کے لئے ضروری سمجھتا تھا۔ اس لئے مخفی سیوا کو ہر طرح کی مدد دیتا تھا اور قطب شاہ والی حیدرآباد کو بھی اس کی سفارش کی۔ مآثر عالمگیری میں اس واقعہ کو نہایت صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"فرمان کرامت عنوان بہ عادل خاں عز صدور یافت کہ او نیز افواج خویش بر سر آں بدکیش تعین نماید اگرچہ بظاہر چنیں وا نمود کہ بنابر امتثال امر اعلیٰ وارفع او ساعیست و برخے از لشکرہائے خود بحدود ولایت آں مخذول تعین نمودہ بود لیکن ازیں جہت کہ دفع آں بدنہاد و قلع ریشہ فساد او را بالکلیہ از مقدمات خرابی حال خویش باندیشیدہ صواب چناں می دانست کہ آں مقہور میان عساکر منصورہ و اہل بیجاپور حائل باشد و دریں اوقات بنابر مصلحت کار خود با او نامہ و پیام و عہود و مواثیق سلسلہ جنباں یک دلی و موافقت گشتہ متفق و ہم داستان شدہ بود و نہانی در مراتب امداد و معاونتش کوشید۔ بہ تفویض اقطاعات و ارسال نقود و دیگر مایحتاج او را معاونت می کرد و بدان تدبیر ناقص و اندیشہ واہی قطب الملک را نیز بریں واداشتہ بود"[2]

---

[1] یہ تمام تفصیل خافی خاں میں ہے۔

[2] مآثر عالمگیری صفحہ ۹۱۲ و ۹۱۳

کیا ان واقعات کے بعد بھی عالمگیر کا حملہ بیجاپور اور حیدرآباد پر بے وجہ کہا جا سکتا ہے: یہ ایک اتفاقی جملہ بیچ میں آگیا تھا اب پھر ہم سیوا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

سیوا نے اطاعت قبول کی اور تیئیس قلعوں کی کنجیاں حوالہ کیں ۹ سنہ جلوس مطابق ۱۰۷۶ھ میں وہ پایہ تخت یعنی آگرہ کو روانہ ہوا۔ شہر کے قریب پہنچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ کو جو راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا مخلص خاں کے ساتھ استقبال کے لئے بھیجا سیوا دربار میں پہنچ کر آداب بجالایا اور نذر پیش کی۔ عالمگیر نے اشارہ کیا کہ پنجہزاری امراء کی قطار میں اس کو جگہ دی جائے لیکن سیوا کی توقعات اس سے زیادہ تھیں۔ اس نے ایک گوشہ میں جا کر رام سنگھ سے شکایت کی اور درد شکم کے بہانے سے وہیں فرش پر لیٹ گیا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ فرودگاہ کو واپس جائے۔[1]

یورپین مورخین اور ان کے مقلدین نے عالمگیر کی ناعاقبت اندیشیوں اور غلط کاریوں کی جو یادداشت مرتب کی ہے، اس کا پہلا نمبر یہیں سے شروع ہوتا ہے الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہند میں لکھتے ہیں:

"اورنگ زیب کو یہ موقع حاصل تھا کہ سیواجی سے اہیت برتتا اور نہایت سلوک سے پیش آکر اس سے فائدہ اٹھاتا مگر جیسا کہ اس کی رائیں دین وملت کے معاملہ میں تنگ و تاریک تھیں ویسے ہی تدبیر ممالک میں پست و کوتاہ تھیں چنانچہ وہ اپنی طبیعت کو سیواجی کی یکایک تذلیل و اہانت سے روک تھام تو سکا مگر اپنے تعصبوں سے بالکل کنارہ کش نہ ہو سکا۔ حاصل یہ کہ جب سیواجی دہلی کے متصل پہنچا تو ایک کمتر درجہ کا سردار اس کی پیشوائی کو جے سنگھ کے بیٹے رام سنگھ کے ساتھ بھیجا گیا اور جب کہ وہ خود دربار میں حاضر ہوا تو بات اس کی نہ پوچھی گئی۔ یہاں تک کہ سیواجی نے کمال ادب سے پیشکش پیش کیں اور غالباً یہ چاہا کہ دستور کے موافق تعریف وثناء کے فقرے ادا کرکے بخضوع وخشوع تخت کی طرف کو آگے بڑھے مگر جب اس نے یہ دیکھا کہ بادشاہ نے کچھ توجہ نہ فرمائی اور بلا امتیاز تیسرے درجے کے سرداروں میں اس کو کھڑا کیا تو وہ اپنے رنج وغیرت کو نہ روک سکا چنانچہ غصہ اور حمیت کے مارے رنگ اس کا پلٹ گیا اور درباریوں کی صف سے کچھ پیچھے ہٹا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ بعد اس کے جب ہوش اس کے ٹھکانے آئے تو رام سنگھ کو اس کے باپ کی دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی پر برا بھلا کہا اور جل بھن کر بادشاہ کے ملازموں سے یہ درخواست پیش کی کہ اب مناسب یہ ہے کہ جیسا میری بات کو خاک میں ملا دیا ویسا ہی مجھ کو بھی خاک میں ملا دیں یعنی جب آبرو گئی تو جان کی کیا پروا ہے!"[2]

---

[1] مآثر الامراء تذکرہ راجہ ساہو

[2] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۱۰۵۲ و ۱۰۵۳

لین پول، فرائر، برنیئر وغیرہ یورپین مصنفین نے بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہے بعض یورپین مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عالمگیر نے سیواجی کو قید کر لیا اور اس پر پہرے بٹھا دیئے۔

اس بحث کے تصفیہ میں امورِ ذیل تنقیح طلب ہیں؛

(۱) جو برتاؤ سیواجی کے ساتھ کیا گیا، کیا تحقیر اور اہانت کی غرض سے تھا؟

(۲) کیا سیواجی قید کر لیا گیا تھا؟

(۳) اگر سیواجی کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا تو کیا وہ مطیع بن جاتا؟

(۴) اس واقعہ کے متعلق یورپین اور مسلمان مورخوں میں سے کس کی شہادت زیادہ معتبر ہے؟

اس امر کو سب مورخین تسلیم کرتے ہیں کہ سیواجی کی پیشوائی کے لئے رام سنگھ اور مخلص خاں بھیجے گئے تھے۔ رام سنگھ راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا جو امرائے عالمگیری میں سب سے زیادہ ممتاز اور سپہ سالار لشکر تھا۔ رام سنگھ شاہجہان کے سنہ ۱۹ جلوس میں پانچ سو سواروں کے ساتھ دربار میں آیا تھا اور اس کو ہزاری منصب اور خلعت عطا ہوا تھا۔ سنہ ۲۷ جلوس شاہجہانی میں اس کا منصب سہ و نیم ہزاری تک پہنچا۔ عالمگیر کے زمانہ میں وہ معتمد خاص رہا۔ یہاں تک کہ سلیمان شکوہ کو لانے کے لئے عالمگیر نے اسی کو راجہ جے سنگھ کا قائم مقام بناکر بھیجا تھا۔ سیواجی کی اطاعت کی جس دن خبر آئی۔ عالمگیر نے اس کو زیور مرصع ہاتھی اور خلعت عطا کیا۔ چونکہ سیواجی راجہ جے سنگھ کے توسط اور ضمانت سے دربار میں آیا تھا۔ اس لیے اس کے استقبال کے لئے رام سنگھ سے زیادہ کون موزوں ہوسکتا تھا جو اپنے باپ کا فرزند رشید اور اس کا قائم مقام تھا۔ مخلص خاں اس کے ساتھ اس لئے بھیجا گیا تھا کہ یہ نہ خیال ہو کہ ہندوؤں کے تعصب سے کوئی مسلمان درباری نہیں بھیجا گیا۔

الفنسٹن صاحب کی اس چالاکی کو دیکھو کہ استقبال کا اصلی ممبر مخلص خاں کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رام سنگھ اس کے ساتھ بھیج دیا گیا تھا۔ حالانکہ تمام تاریخوں میں رام سنگھ کا نام مقدم رکھا گیا ہے۔

سیواجی کو جو منصب عطا ہوا وہ پنج ہزاری تھا جس کو الفنسٹن صاحب اپنی کتاب کے نوٹ میں تیسرے درجے کا منصب قرار دیتے ہیں لیکن ہمارے نامور مورخ کو یہ معلوم نہیں کہ خود راجہ جے سنگھ کا منصب اس وقت تک پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا اس فتح عظیم کے صلے میں جب اس کے منصب پر دو ہزار کا اضافہ ہوا ہے، تب جاکر وہ ہفت ہزاری ہوا ہے۔ مآثر عالمگیری میں ہے:

"نوزدہم ذوالحجہ کہ خبر فتح قلعہ پورندھر و کیفیت آمدن سیوا بہ اسلام جاہ و جلال رسید دو ہزار سوار تابینا فتشو دو اسپہ سہ اسپہ

---

[1] رام سنگھ کا مفصل اور مستقل تذکرہ مآثر الامرا میں مذکور ہے۔

مقرر فرمود کہ منصبش از اصل و اضافہ ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ باشد[1]

راجہ جے سنگھ ریاست جے پور کا رئیس دربار عالمگیری کا سب سے معزز سوار اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ سیواجی کا فاتح اور شر شکن تھا۔ کیا ہمارے یورپین دوست یہ چاہتے ہیں کہ ایک مفتوح باغی ایک فاتح حکمران کا ہمسر بنا دیا جاتا۔

راجہ جے سنگھ پر موقوف نہیں خود وزیر اعظم فاضل خان کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مہارانا اودے پور سے زیادہ ہندوستان میں کوئی راجہ معزز نہ تھا لیکن جب اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا تو جہانگیر نے رانا کرن کو یہی پنجہزاری منصب دیا۔ اس کے بعد رانا راج سنگھ کو دربار عالمگیری سے یہی منصب حاصل ہوا۔ چنانچہ رانا کرن کے تذکرے میں مآثر الامراء کے مصنف نے یہ تمام واقعات درج کیے ہیں۔ کیا سیواجی اودے پور کے مہارانوں سے بھی زیادہ معزز درجہ رکھتا تھا؟ ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے باپ ساہو نے ۳ جلوس میں جب شاہجہان کے دربار میں رسائی حاصل کی تو شاہجہان نے اس کو یہی پنجہزاری منصب عطا کیا تھا۔[2]

سیواجی کی اطاعت کا سلطنت پر کیا احسان تھا۔ شاہی فوجوں نے اس کے تمام علاقے فتح کر لئے تھے۔ وہ قلعے میں چاروں طرف سے گھر چکا تھا۔ اس کے خاص صدر نشین قلعے کے برجوں پر شاہی فوج کا پھریرا اڑ چکا تھا۔ ان مجبوریوں سے وہ ہتھیار رکھ کر غلاموں کی طرح آیا اور دربار میں روانہ کیا گیا۔ تاہم اس کے استقبال کے لئے عالمگیر نے دربار میں سب سے زیادہ جو شخص موزوں ہو سکتا تھا، اس کو بھیجا۔ پنجہزاری امراء کی صف میں جو خود راجہ جے سنگھ کا منصب تھا، اس کو جگہ دی۔ اس سے زیادہ وہ اور کیا چاہتا تھا؟ کیا شہنشاہ ہند ایک مفتوح رہزن کے لئے تخت سے اتر آتا؟ بے شبہ یورپ اس قسم کی جھوٹی اور مکارانہ خوشامدوں کی مثالیں پیش کرتا ہے لیکن اسلام سے اس کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔

منصب کی بحث چھوڑ کر سیواجی کا جو اعزاز کیا گیا، اس کی کیفیت مآثر عالمگیری کی عبارت ذیل سے معلوم ہوگی:

"چوں بہ بارگاہِ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل سدہ سینہ گردیدہ بعد از تقدیم آداب ملازمت بہ اشارہ والا بر بساط قرب و منزلت باریافت و در مقام مناسب کہ جائے مقربان پیش گاہ دولت بود با امرائے نامدار و ترنیان رفیع مقدار دوش بدوش ایستاد۔"

جس کتاب کی یہ عبارت ہے وہ خاص عالمگیر کے حکم سے روزنامچہ کے طور پر لکھی گئی ہے اور عالمگیر کو اس کا مسودہ دکھلا کر منظور کرا لیا جاتا تھا۔ اس بنا پر یہ الفاظ گویا عالمگیر کی زبان کے ہیں۔ ان الفاظ میں صاف تصریح ہے کہ سیوا کو دربار میں وہ جگہ دی گئی جو مقربان دولت اور امرائے نامدار کی جگہ تھی۔ اگر عالمگیر سیواجی کی تحقیر چاہتا تو اپنے روزنامچہ میں یہ کیوں لکھواتا کہ

[1] عالمگیر نامہ کاظم شیرازی صفحہ ۹۰۷

[2] مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۳۴۴

اس کی توقیر اور عزت کی گئی۔ دربار میں جو کچھ ہوا وہ ایک وقتی کارروائی تھی جو گھنٹہ دو گھنٹہ سے زیادہ نہیں رہ سکتی تھی لیکن تاریخ کی عمر قیامت کے دامن سے بندھی ہے۔ اس لئے اگر عالمگیر کو سیوا کی تحقیر مقصود ہوتی تو کیا وہ پسند کرتا کہ گھڑی دو گھڑی کے لئے اس کو ذلت دے اور قیامت تک کے لئے اس کی توقیر اور عزت کا واقعہ تاریخ میں درج ہو جائے۔

یورپین مورخوں کی سند خافی خاں کا بیان ہے جس نے ناراضی کے حسب ذیل اسباب بتائے ہیں:

(۱) سیوا جی کے بیٹے کو اس سے پہلے پنج ہزاری منصب عطا ہو چکا تھا اس لئے باپ کی عزت بیٹے سے زیادہ ہونی چاہئے تھی۔

(۲) جے سنگھ نے جو اس کو امیدیں دلائی تھیں، بادشاہ کی طرف سے اُس کا اظہار نہیں ہُوا۔

(۳) اس کا استقبال اس شان سے نہیں ہُوا جو اس کے خیال میں تھا۔

استقبال کے متعلق تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ باقی دو اعتراض توجہ کے قابل ہیں:

اصل سوال یہ ہے کہ راجہ جے سنگھ نے سیوا کی نسبت کیا سفارش کی تھی جس کی بنا پر سیوا نے دربار میں جانا منظور کیا تھا عالمگیر نے اس سفارش کو منظور کیا یا نہیں، اور جو امیدیں سیوا کو دلائی تھیں وہ عالمگیر کی طرف سے پوری کی گئیں یا نہیں۔

اس بات پر تمام مورخین متفق ہیں کہ جب سیوا دربار سے ناراض ہو کر چلا آیا تو عالمگیر نے حکم دیا کہ راجہ جے سنگھ کو کیفیت واقعہ سے اطلاع دی جائے۔ وہاں سے جو جواب آئے، اس پر عمل کیا جائے۔ خود خافی خاں لکھتا ہے:

"حکم نمودند کہ حقیقت بہ راجہ جے سنگھ نوشتہ تا رسیدن جواب آنچہ مصلحت صوابدید اللہ بعمل آید سیوا بہ مجرا نیائد۔"

مآثر عالمگیری میں ہے:

"منشور متضمن ایں کیفیت بہ راجہ جے سنگھ اصدار یافت کہ آنچہ صلاح داند معروض دارد تا بآں معاملہ رود"

جے سنگھ نے جو جواب بھیجا وہ صرف اس قدر تھا کہ اس کا جرم معاف کر دیا جائے۔

مآثر عالمگیری میں ہے:

"دریں اثنا عرضداشت راجہ جے سنگھ نیز رسید کہ با او عہد و قول درمیان آوردہ ام گذشتن از جرم آں مخذول بہ اکثر مصالح اقرب است۔"

چنانچہ اس عرضی کے آنے کے بعد سیوا کی نگرانی کا جو حکم تھا، اٹھا لیا گیا۔ اور وہ مطلق العنان کر دیا گیا۔

میں نے بنارس میں ایک مشہور کائستھ خاندان کے ہاں ایک قلمی بیاض دیکھی جس میں راجہ جے سنگھ کے وہ خطوط ہیں جو اس نے سیوا کے معاملات اور مہمات کے متعلق عالمگیر کو لکھے تھے۔ ایک خط خاص اس معاملہ کے متعلق ہے یہ خط ایشیائی

عام طریقے کے مطابق بہت لمبا چوڑا ہے لیکن تمام خط میں یہ کہیں نہیں کہ میں نے سیوا سے ہفت ہزاری منصب کا وعدہ کیا تھا۔ نہ اس قسم کی اور کوئی خواہش مذکور ہے، صرف اس قدر ہے کہ اس کی خاطر داری کی جائے۔

تمام موافق و مخالف مورخوں نے لکھا ہے کہ راجہ جے سنگھ نے سنبھاجی (فرزند سیواجی) کے لئے پنجہزاری منصب کی سفارش کی تھی، وہ منظور ہوئی۔ اسی طرح نیتوجی (سیواجی کا داماد اور سرلشکر) کے متعلق پنجہزاری کی سفارش راجہ جے سنگھ نے کی، اور منظور ہوئی۔

جب یہ مسلم ہے کہ جے سنگھ کی سفارشیں سنبھاجی وغیرہ کی نسبت پوری پوری منظور ہوئیں، جب یہ مسلم ہے کہ کوئی مورخ کنا یتہً بھی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ جے سنگھ نے سیواجی کے ہفت ہزاری وغیرہ منصب کی سفارش کی تھی، جب یہ مسلم ہے کہ اس واقعہ کے بعد جب عالمگیر نے جے سنگھ سے حقیقت حال اور اصلاح پوچھی تو اس نے عفو تقصیر اور استمالت کی درخواست کی، تو بداہتہً ثابت ہے کہ سیوا سے ہفت ہزاری وغیرہ کا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا تھا اور نہ کوئی امر وعدے کے خلاف عمل میں آیا۔ اسی بنا پر جے سنگھ نے صرف یہ درخواست کی کہ سیوا کی گستاخی جو اس دربار میں سرزد ہوئی معاف کر دی جائے چنانچہ کوتوال کو جو حکم دیا گیا تھا کہ سیوا کی نگرانی رکھی جائے وہ اٹھا لیا گیا۔

خافی خاں کا یہ اعتراض کہ سنبھاجی کو جو منصب عطا ہوا تھا سیوا کو اس سے زیادہ عطا ہونا چاہئے تھا، بظاہر لگتی ہوئی بات ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ دربار تیموری میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ باپ بیٹے کو ایک درجے کا منصب عطا کیا جاتا تھا اور چونکہ ابتداءً کسی شخص کو پنجہزاری سے زیادہ منصب نہیں مل سکتا تھا، اسی لئے سیوا کو بھی پہلے پہل یہی منصب دیا جا سکتا تھا۔ جن لوگوں کو ہفت ہزاری اور دہ ہزاری وغیرہ منصب ملے ہیں، سب ترقی کرتے کرتے اس درجے تک پہنچے ہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ سیوا کے لئے توڑا نہیں جا سکتا تھا۔

یورپین مورخین کا یہ دعویٰ کہ اگر سیوا سے اچھا برتاؤ کیا جاتا تو وہ حلقہ بگوش بن جاتا، کس قدر تاریخی شہادتوں کے خلاف ہے سیوا کی تمام زندگی میں پابندیٔ عہد کا کونسا واقعہ ہے؟ افضل خاں کا دغابازانہ قتل، بیجاپور اور گلکنڈہ کے ساتھ مکارانہ سازشیں شہروں اور قصبوں پر غفلت اور بے خبری میں چھاپے مارنا۔ کیا ان واقعات سے اسی قسم کے نتائج کی امید ہو سکتی ہے۔

شدم آگاہ زود از خوئے آں بیداد گر وحشی

اگر بعد از وفا ایں کارہا کردے چہ مے کردم

پچھلے بیانات سے اس قدر تو قطعاً ثابت ہو گیا کہ مرہٹوں کو عالمگیر نے نہیں چھیڑا تھا بلکہ شاہجہان کے زمانے میں وہ اس قدر قوت پکڑ چکے تھے کہ شاہجہان کو تمام اپنی قوت ان کے مقابلے میں صرف کر دینی پڑی تھی اور اس نے اس مہم کے سر کرنے

کے سلئے خود دکن کا سفر کیا تھا یہ بھی واضح ہو چکا کہ عالمگیر کی فوج نے سیوا کو اس قدر دست پاچہ کر دیا تھا کہ وہ ہتھیار کے بغیر سپہ سالار کے پاس حاضر ہو گیا۔ یہ امر بھی تمام تاریخی شہادتوں سے فیصل ہو چکا کہ عالمگیر نے سیوا کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ کسی طرح سیوا کے مرتبے اور شان کے خلاف نہ تھا۔ اب گفتگو اس میں ہے کہ کیا سیوا نے اپنی قوت قائم کر لی اور آخیر تک وہ عالمگیرؒ کا حریف مقابل رہا اور اس کے مرنے کے بعد اس کے جانشینوں نے عالمگیر کی سلطنت کا سارا انتظام درہم برہم کر دیا۔

تمام یورپین مورخوں کا بیان ہے کہ عالمگیر مرہٹوں کے مقابلے سے بالکل عاجز آگیا تھا یہاں تک کہ اس نے مرہٹوں کو چوتھ یعنی دکن کے چھ صوبوں کی چوتھائی آمدنی دینی منظور کر لی۔ الفنسٹن صاحب اگرچہ چوتھ دینے کے واقعہ سے منکر ہیں تاہم لکھتے ہیں کہ اورنگ زیب کے سرداروں کے تغیر و تبدل سے سیواجی کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ اس لئے کہ راجہ جسونت سنگھ شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندوؤں کا زیادہ خیرخواہ تھا۔ علاوہ اس کے لوگوں کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ لالچی ہے اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت مانتا ہے۔ غرضیکہ ان وسیلوں سے سیواجی نے رفیق اس کو بنایا اور نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ اس کی اور شاہزادہ معظم کی تائید و اعانت سے ایسی ایسی عمدہ شرطوں پر بادشاہ سے آشتی کی کہ وہ اس کی توقع سے خارج تھیں چنانچہ بہت سا ملک اس کا اس کو واپس دیا گیا اور صوبہ برار میں اس کو جاگیر عنایت کی گئی اور راجائی کا خطاب اس کا تسلیم کیا گیا اور سارے قصوروں سے چشم پوشی برتی گئی[1]۔

مفصل بحث سے پہلے ہم دکھلاتے ہیں کہ یورپین مورخ کس طرح واقعہ کی اصلی حیثیت بدل کر دوسرے قالب میں ڈھال لیتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب سیوا بھاگ کر دکن پہنچا اور سنہ ۱۰ جلوس میں معظم شاہ بہمراہی جسونت سنگھ دکن کی صوبہ داری پر مامور ہوا تو سیواجی نے جسونت سنگھ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اپنے بیٹے سنبھاجی کو بھیجتا ہوں۔ اس کو فوج میں کوئی عہدہ عنایت کیا جائے۔ جسونت سنگھ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ سیواجی نے سنبھا کو ایک ہزار فوج کے ساتھ شاہزادہ معظم شاہ کی خدمت میں بھیجا۔ چونکہ سنبھاجی کو پہلے بھی پنجہزاری منصب عالمگیر کے دربار سے مل چکا تھا اور سیواجی کے نظر بند ہونے کی حالت میں بھی وہ دربار کی حاضری سے روکا نہیں گیا تھا بلکہ روزانہ حاضر ہو کر مجرا بجا لاتا تھا۔ اس لئے معظم شاہ نے سنبھا کو پنجہزاری منصب عنایت کیا اور صوبہ برار میں اس کو جاگیر عنایت کی۔ مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۲۸۴ میں ہے:

"بعد رسیدن بادشاہزادہ بمہاراجہ جسونت سنگھ پیغام کرد کہ سنبھا پسر خود را می فرستم، بمنصب سرفراز شود و با جمعیت بملازمت پردازد و پس از پذیرا شدن این معنی پسر مذکور را با پرتاپ راؤ نامی کار پردازد و جمعیت یک ہزار فرستادہ

---

[1] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۱۰۲۵

بعد ملازمت بہ منصب پنجہزاری پنج ہزار سوارہ عطائے فیل با یراق مرتبع وتیول در صوبہ بلاد غیرہ سربلندی یافت۔"

یہی عبارت ہے کہ جس سے الفنسٹن صاحب نے واقعات مذکورہ بالا اخذ کئے ہیں لیکن اس سے کس رنگ آمیزی سے کام لیا ہے سیواجی نے اطاعت کی درخواست کی اور اپنے بیٹے کو ملازمت میں بھیجا۔ درخواست منظور ہوئی اور عہدہ بحال ہؤا۔ عہدے کی بحالی اور جاگیر کا عنایت ہونا دربار کی معمولی باتیں تھیں سینکڑوں عہدے دار جرم کرتے تھے، برطرف ہوتے تھے پھر معافی مانگ کر بحال ہوتے تھے اور ان کے منصب وجاگیر واپس ملتے تھے۔ اس میں غیر معمولی اور غیر متوقع کیا بات ہے؟ لیکن الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ "قلعیسی ایسی عمدہ شرطوں پر بادشاہ سے آشتی کی کہ وہ اس کی توقع سے خارج تھیں" یہ غیر توقع شرطیں کیا تھیں، وہی عہدے کی بحالی اور جاگیر۔ راجائی کے خطاب کا ماثر الامرا میں ذکر نہیں لیکن ہو بھی تو کیا؛ راجائی کا خطاب بار بار میں چھوٹے چھوٹے عہدیداروں تک کو ملتا تھا۔ سنبھاجی کو بھی یہی خطاب ملا تھا لیکن الفنسٹن صاحب اسی خطاب کو اس حیثیت سے ظاہر کرتے ہیں گویا سنبھاجی رئیس خود مختار تسلیم کیا گیا۔ ان سب کے علاوہ راجائی کا خطاب سنبھاجی کو عطا ہؤا تھا، الفنسٹن صاحب اس کو سیواجی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ سنبھاجی کو صرف جاگیر عطا ہوئی تھی جو معمولاً عہدے داروں کو عطا ہوا کرتی تھی۔ الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا ملک اس کو واپس ہؤا۔ گویا عالمگیر نے اس کا صاحبِ ملک ہونا تسلیم کر لیا تھا۔ غور کرو ایک فارسی عبارت کے مطلب میں الفنسٹن صاحب نے کس قدر تصرفات کیے اور کس قدر تو بر تو تحریفات۔

چوتھ کا یہ واقعہ ہے کہ دکن میں ایک مدت سے یہ قاعدہ چلا آتا تھا اور زمانہ حال تک باقی تھا کہ تحصیلدار اور کلکٹر کی بجائے دیسکھ ہوتے تھے۔ یہ مالگذاری وصول کر کے سرکار میں داخل کرتے تھے اور ان کو رقم موصولہ کا دسواں حصہ یا اس سے زاید ملتا تھا سیواجی اور اس کے جانشین سنبھاجی اور رام راجہ جب مر گئے تو تارا بائی نے جو رام راجہ کی زوجہ اور نہایت بہادر اور صاحب حوصلہ تھی، مدت تک شورش اور فساد کا سلسلہ قائم رکھا لیکن بالآخر عاجز آ کر یہ درخواست کی کہ نو روپیہ فی صدی پر دیسکھی کا منصب عطا کیا جائے لیکن عالمگیر نے منظور نہ کیا۔ خافی خان لکھتا ہے:

"در اواخر عہدِ خلد مکان عالمگیر اہر چند وکلائے تارا بائی رانی کہ زن رام راجہ باشد وبعد فوتِ شوہر تا دوازدہ سال دمِ مخالفت با بادشاہ می زد، التماس مصالحہ بشرطِ عطائی نمودن سر دیسکھی ششں صوبہ دکن بدستور فی صد نو روپیہ رجوع آوردہ بود، بادشاہ منفور از غیرت اسلام وبہ میان آوردن بعض سبب قبول نہ نمود۔ (خافی خان صفحہ ۴۸۳)

الفنسٹن صاحب بھی باوجود سخت مخالفت کے تسلیم کرتے ہیں کہ عالمگیر نے مرہٹوں کو چوتھ وغیرہ دینا منظور نہیں کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

اب بادشاہ کا حال ایسا پتلا ہوگیا تھا کہ کام بخش کے سمجھانے بجھانے سے آشتی کا خواہاں ہوا۔ یہاں تک

کہ اگر مرہٹوں کی بیہودہ درخواستوں اور ناشائستہ حرکتوں سے آشتی کی لکھا پڑھی منقطع نہ ہوتی تو گمان غالب تھا کہ وہ ساہو کو قید سے رہائی بخشتا اور دکن کے محاصل سے فی صدی سالانہ اسی طرح عنایت کرتا کہ اس کی بات کو بٹہ نہ لگتا۔" (صفحہ ۱۱۲۹)

عالمگیر کے بعد سنہ ۱۱۱۹ھ بہ زمانہ بہادر شاہ راجہ ساہو کے وکیل نے ذوالفقار خان کے ذریعہ سے سردیسکھی کی سند کی درخواست کی۔ بہادر شاہ نے منظور بھی کر لیا لیکن خود مرہٹوں کی آپس کی نااتفاقی کی وجہ سے ملتوی رہ گئی۔ مولوی غلام علی آزاد نے "خزانۂ عامرہ" میں غلطی سے لکھ دیا ہے کہ عالمگیر نے سند لکھ دی تھی لیکن پھر اس کی رائے پھر گئی۔ آزاد کی عبارت یہ ہے:

"آخر رائے بادشاہ برگشت و میر منگ راکہ ہنوز اسناد حوالۂ غنیم (مرہٹہ) نکردہ بود بحضور طلبید۔"[2]

آزاد کا بیان اگرچہ تمام مورخوں کے خلاف ہے تاہم اس کا ماحصل بھی یہی ہے کہ بالآخر عالمگیر نے مرہٹوں کی درخواست منظور نہیں کی۔ ان شہادتوں کے مقابلہ میں یورپین مورخوں کا بیان کس قدر تعجب انگیز ہے لیکن اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو سردیسکھی کا عہدہ رعایا اور ماتحتوں کو دیا جاتا ہے۔ بالکل اس طرح جس طرح یہاں انگریزی گورنمنٹ سے پہلے چودھری اور مکھیا ہوتے تھے۔ آج بھی دکن میں سینکڑوں دیسکھ موجود ہیں لیکن یورپین مورخوں نے اس کی تعبیر اس طرح کی کہ آج تمام تعلیم یافتہ یہ سمجھتے ہیں کہ عالمگیر نے دب کر بطور خراج یا ٹیکس کے مرہٹوں کو یہ رقم دینی منظور کر لی تھی۔ ان واقعات سے قیاس ہو سکتا ہے کہ صرف ایک لفظ کے مفہوم بدل دینے سے تاریخ کا رخ کس طرح بدل جاتا ہے۔

چوتھ یا دیسکھی کا منظور کرنا تو محض افترا ہے۔ تاہم اس سے اصل بحث کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ مخالف کہہ سکتا ہے اور کہتا ہے کہ گو عالمگیر نے کوئی رقم دینی منظور نہ کی ہو لیکن مرہٹوں نے اس کی سلطنت کے ارکان متزلزل کر دیئے تھے۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں:

"جوں جوں کہ مرہٹے لوگ اورنگ زیب کی فوج اکبر کے قریب آتے گئے، اسی قدر اس کی مشکلات زیادہ ہوتی گئیں یہاں تک کہ کبھی کبھی دامن لشکر تک لوٹنے مارتے آتے تھے اور رسدوں کو کاٹتے تھے اور مویشیوں کو سامنے سے اٹھا لے جاتے تھے اور پرگنوں کو مار لیتے تھے۔ اور ایسا تنگ کر رکھا تھا کہ جب تک قوی محافظوں کا گروہ ہمراہ نہ ہو تا غاتیت تک اکیلا دکیلا چھاؤنی سے باہر نہیں جا سکتا تھا اور اگر کوئی معمولی ٹکڑا فوج کا ان کی دوست دیک کے لئے روانہ کیا جاتا تھا تو وہ لوگ اس کو مار پیٹ کر بھگاتے تھے یا بالکل تباہ کر دیتے تھے۔"

"عالمگیر کا پچھلا جنگی کام یہ تھا کہ وہ احمد نگر کو لوٹا اور لوٹنے کا حال اس کی ہاری تھکی اور ٹوٹی پھوٹی فوجوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ لشکر کی بھیڑ بھاڑ، افسردگی، پژمردگی اور بے انتظامی سے پیچھے کو ٹوٹتی تھی اور بندوقچیوں کے متواتر گولی

---

[1] خافی خاں صفحہ ۶۲۶ ، ۶۲۷ و ۶۲۷ [2] خزانہ عامرہ مطبوعہ نول کشور صفحہ ۴۳

چلانے سے کان ان کے بہرے ہو گئے تھے اور بھالے والوں کے دھاوؤں اور للکاروں سے بہت گھبرا گئے تھے اور ہر وقت ان کو یہی کھٹکا رہتا تھا کہ اب مرہٹوں کی طرف سے عام دھاوا ہوگا اور ہماری بربادی کمال کو پہنچے گی۔

ان واقعات کے طے کرنے کے لئے ہم کو پہلے سیواجی اور اس کے جانشینوں کی مختصر تاریخ پیش نظر رکھنی چاہئے سیواجی جب اکبرآباد سے نکل کر دکن پہنچا تو ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے شاہی علاقوں پر غارتگری شروع کی۔ اور متعدد قلعوں پر قابض ہو گیا۔ عالمگیر نے اس کی تنبیہ کے لئے وقتاً فوقتاً فوجیں متعین کیں جو کبھی فتح پاتی تھیں اور کبھی شکست کھاتی تھیں۔ بالآخر سنہ ۲۳ جلوس مطابق سنہ ۱۰۹۰ھ میں سیوا نے وفات[1] پائی۔ سیوا کے بعد اس کا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا۔ اس نے برہان پور پر دفعتہً حملہ کر کے نہایت سفاکی اور بے دردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر میں آگ لگا دی۔ علماء اور مشائخ برہان پور نے ایک محضر تیار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ ملک اب دار الحرب ہو گیا اور اب یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں۔

عالمگیر نے اب تک مرہٹوں کی شرارتوں پر چنداں توجہ نہیں کی تھی لیکن اس واقعہ نے اس کو متاثر کیا اور محضر کے جواب میں لکھا کہ میں خود آتا ہوں۔ سنہ ۲۵ جلوس میں وہ دکن کو روانہ ہوا اور اورنگ آباد میں قیام کر کے اپنے بڑے بیٹے معظم شاہ کو مرہٹوں کے استیصال کے لئے روانہ کیا۔ معظم شاہ کوکن کے تمام علاقوں کو پامال کرتا ہوا انتہائے حد تک پہنچ گیا لیکن آب و ہوا کی رداءت اور رسد کی نایابی کی وجہ سے ہزاروں آدمی اور مویشی تباہ ہو گئے اور بالآخر عالمگیر نے اس کو واپس بلا لیا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً فوجیں متعین ہوتی رہیں لیکن چونکہ سنبھاجی کو بیجاپور اور حیدرآباد سے مدد ملتی رہتی تھی، اس لیے کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ عالمگیر نے مرہٹوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر حیدرآباد کی طرف رُخ کیا اور اس کو فتح کر کے ممالک مقبوضہ میں داخل کر لیا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر سنہ ۳۲ جلوس مطابق سنہ ۱۱۰۰ھ میں مقرب خان کو سنبھا کے استیصال کے لئے روانہ کیا۔ مقرب خاں نے کولاپور میں پہنچ کر مقام کیا۔ یہاں اس کو خبر لگی کہ سنبھا دو تین ہزار سواروں کے ساتھ سنگمیز میں مقیم ہے۔ اگرچہ یہ مقام کولاپور سے ۴۵ کوس کے فاصلہ پر تھا اور راستہ اس قدر دشوار گذار تھا کہ جا بجا مقرب خاں کو گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلنا پڑتا تھا۔ تاہم اس تیزی سے یلغار کرتا ہوا پہنچا کہ سنبھا خبردار بھی نہ ہونے پایا اور مقرب خاں نے اس کو جا لیا چونکہ مقرب خان کے ساتھ صرف دو تین سو سوار تھے سنبھا نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور مع اہل و عیال کے زندہ گرفتار ہوا۔ چونکہ سنبھا سخت سفاک اور ظالم تھا اور نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی اس کی سفاکیوں اور بے رحمانہ غارتگریوں سے نالاں تھے، اس لئے جب اس کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو تمام ملک میں خوشی کے غلغلے بلند ہوئے اور جب وہ پابہ زنجیر عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا تو راہ میں جدھر گذر ہوتا تھا۔ شریف عورتیں تک گھر سے نکل آتی تھیں اور خوشیاں کرتی تھیں خافی خاں لکھتا ہے:

---

[1] خافی خاں صفحہ ۲۷۱

"از زنانِ مستورات گرفتہ تا مردان دست و پا باختہ از خوش وقتی این خبر خواب نہ نمودہ تا دو منزل بہ تماشای آمدہ شکر گیان استقبال نمودہ بودند و در ہر قصبہ و دیہات سرِراہ، اطراف ہر جا خبر می رسید دہلِ شادی نواختہ می گردید و ہر جا گذر می نمودند در بام پا از زن و مرد گشتہ شادی کنان تماشا می نمودند۔"

غرض سنبھا عالمگیر کے دربار میں حاضر کیا گیا اور چونکہ اس نے رُو در رُو عالمگیر کو سخت گالیاں دیں، عالمگیر نے اُس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا پھر آنکھیں نکلوا کر قتل کر دیا گیا۔ اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عالمگیر کی پچاس برس کی حکومت کا صرف یہ ایک مستثنیٰ واقعہ ہے ورنہ اس نے کبھی کسی کو اس قسم کی وحشیانہ سزا نہیں دی۔

سنبھا کے ساتھ اس کا بیٹا ساہو اور اس کی ماں بھی گرفتار ہوئی تھی۔ عالمگیر نے اس موقع پر ایسی فیاض دلی اور وسعتِ حوصلہ سے کام لیا جس کی نظیر تاریخوں میں بہت کم مل سکتی تھی۔ اس نے ساہو کو جو سات آٹھ برس کا لڑکا تھا ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا اور اس کی سرکار قائم کر کے دیوان اور بخشی مقرر کئے اور حکم دیا کہ اس کا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جائے۔ اس کے چھوٹے بھائیوں یعنی مدن سنگھ اور ادھو سنگھ کی بھی اسی طرح قدر افزائی کی۔

بے شبہ یہ بڑی فیاضی کا کام تھا لیکن دُور اندیشی سے دُور تھا۔ خافی خاں نے سچ لکھا کہ "افعی کشتن بچہ اش نگاہ داشتن" تھا۔ ہندوؤں کے مذہب میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے۔ اس بنا پر ساہو صرف مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کرتا تھا۔ عالمگیر کو یہ حال معلوم ہوا تو حمید الدین خاں کو بھیجا کہ جا کر ساہو سے کہو کہ "تم قید میں نہیں، بلکہ اپنے گھر میں ہو، اس لیے تم کو بے تکلف کھانا چاہیئے۔"

عالمگیر کو اس کے مخالف متعصب اور تنگ دل کہتے ہیں لیکن اگر تعصب اسی کا نام ہے تو ہزار بے تعصبیاں اس پر نثار کر دینی چاہئیں۔ عالمگیر کا برتاؤ آخر تک ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا۔ چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے بعد ساہو نے خود مختاری کا علَم بلند کیا لیکن عالمگیر کے احسانوں کا پھر بھی اتنا اس کو پاس تھا کہ سب سے پہلے اس نے عالمگیر کی قبر کی جا کر زیارت کی۔

سنبھا کے مرنے کے بعد اس کا بھائی رام راجہ اس کا جانشین ہوا اور متعدد موقعوں پر شاہی فوجوں کو سخت شکستیں دیں۔ اس کی فوج کے دو بڑے سردار سنتا اور دھنتا تھے جو دس دس بارہ بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ تمام ملک کو لوٹتے پھرتے تھے اور ان کا اس قدر رعب چھا گیا کہ بادشاہی افسران کے مقابلہ سے جی چرانے لگے تھے۔

مخالفوں نے ان واقعات کو بڑے آب و رنگ سے بیان کیا ہے لیکن بہرحال نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۱۰۶ھ میں سنتا مقتول

۱۔ مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۳۵۱

پڑا اور رام راجہ جو اپنے مقبوضہ مقامات سے بھاگ کر آوارہ گرد برار کے علاقہ میں قصبات اور دیہات کو لوٹتا پھرتا تھا، ۱۱۱۱ھ میں مرگیا۔ رام راجہ کے بعد اس کی بیوی تارا بائی نے مرہٹوں کی سرداری حاصل کی اور رام راجہ کی طرح اس نے بھی عالمگیر کو متواتر پریشان رکھا۔

اب عالمگیر نے قطعی ارادہ کیا کہ مرہٹوں کا استیصال کر دے۔ اس کے لئے سب سے مقدم امر یہ تھا کہ مرہٹوں کے قلعے جو ان کے جائے پناہ تھے، فتح کر لئے جائیں۔ یہ قلعے ایسے محفوظ، بلند، مستحکم اور چاروں طرف سے غاروں اور خندقوں سے گھرے ہوئے تھے کہ ان کا فتح کرنا آدمی کا کام نہ تھا۔ بعض بعض دو دو میل کی بلندی پر واقع تھے۔ راج گڑھ کا قلعہ جو سیواجی کا گویا پایۂ تخت تھا، اس کا دور بارہ میل کا تھا۔ راستے اس قدر دشوار گذار تھے کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر میں ایک ایک کوس طے ہوتا تھا۔ لین پول صاحب مصائب راہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"کوچ کی حالت میں ناممکن العبور دریاؤں، سیلابی وادیوں، پر غلاب نالوں اور تنگ راستوں نے کس قدر تکلیفیں دی ہوں گی۔ جہاں سامانِ رسد مہیا نہ ہوتا تھا۔ اس کو ٹھہر جانا ہوتا تھا اور چارہ گھانس کے نہ ملنے سے جانورانِ باربرداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ فوج بے دست و پا ہو جاتی تھی۔ برسات کے سوا گرمیوں میں منزلوں کی سختی، خیموں کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت بیان سے باہر ہے۔"

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۰ برس کی تھی۔ تاہم اس جواں ہمت بادشاہ نے بذاتِ خود اس مہم کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لئے۔ الفنسٹن صاحب نہایت ناگواری اور مجبوری سے شہادت دیتے ہیں:

"اورنگ زیب اپنی چال چلے گیا۔ یہاں تک کہ اگلے چار برس میں سارے بڑے بڑے قلعوں کو اپنے تصرف میں لایا۔ بہت سے محاصرے لمبے چوڑے اور خونوں کے پیاسے واقع ہوئے اور دونوں طرف سے طرح طرح کی تدبیریں اور بھانت بھانت کی فطرتیں برتی گئیں مگر وہ تدبیریں ایسی متواتر مرۃ بعد اخریٰ واقع ہوئیں کہ تفصیل ان کی بغایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے۔ حال انجام ان کا یہ ہوا کہ وہ قلعے مذکورہ بالا فتح ہو گئے"[1]

غرض ۱۱۱۷ھ مطابق ۴۹ سنہ جلوس یعنی عالمگیر کی وفات سے دو برس قبل مرہٹوں کے تمام قلعے اور محفوظ مقامات فتح ہو گئے اور عالمگیر نے دیوا پور میں جو دریائے کرشنا کے قریب ہے قیام کر کے حسین قلیچ خاں کو اس مقام پر معین کیا کہ تمام ملک میں امن و امان کی منادی کرا دے اور رعایا کو ترغیب دی جائے کہ اپنے اپنے گھر پر آ کر آباد ہو جائیں۔[2]

مرہٹے اب بالکل بے خانماں ہو گئے تھے اور خانہ بدوش ہو کر اِدھر اُدھر قزاقوں اور ڈاکوؤں کی طرح چھاپے مارتے

---

[1] تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۱۱۱۷ [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۰۷

پہنچتے تھے جب کوئی نیا ملک مفتوح ہوتا ہے تو عموماً مدت تک یہ حالت باقی رہتی ہے۔ برہما کو جب انگریزی گورنمنٹ نے فتح کیا تو باوجود اس کے کہ ان بےچاروں کے پاس جنگ کا کوئی سروسامان نہ تھا۔ تاہم کئی برس تک اس قسم کی برہمی قائم رہی جس کے پاداش میں انگریزی فوجیں دیہات اور قصبات کو آگ لگاتی پھرتی تھیں۔ خود ہندوستان میں ابتدائی عملداری میں مدتوں تک پنڈارے کئی کئی سو میل تک کے دھاوے کرتے پھرتے تھے اور اس وقت تک امن قائم نہ ہو سکا جب تک گورنمنٹ نے ان کو بڑی بڑی جاگیریں دے کر راضی نہیں کیا۔

اس سے بڑھ کر تعصب اور ناانصافی کیا ہوگی کہ یورپین مورخ ان قزاقیوں کو اس صورت میں دکھاتے ہیں کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش تھی جس کو مرہٹے چاروں طرف سے نوچنے لگے تھے۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں:

"جوں جوں کہ مرہٹے لوگ اورنگ زیب کی فوج اکبر کے قریب آتے گئے، اسی قدر مشکلات اس کی زیادہ ہوتی گئیں یہاں تک کہ کبھی کبھی دامنِ لشکر تک لوٹتے مارتے آتے تھے اور رسدوں کو کاٹتے تھے اور مویشیوں کو سامنے سے اٹھا لے جاتے تھے اور چرکٹوں کو مار ڈالتے تھے اور پہرہ چوکی والوں سے نوک جھونک کر جاتے تھے اور ایسا آتنک پڑا تھا کہ جب تک قوی محافظوں کا گروہ ہمراہ نہ ہوتا تھا تب تک اکیلا دکیلا چھاؤنی سے نہ جا سکتا تھا۔۔۔ الخ

الفنسٹن صاحب نے گو مرہٹوں کی قوت اور عالمگیر کی بےبسی کو بڑے آب و رنگ سے دکھانا چاہا ہے لیکن مرہٹوں کے جو اوصاف بیان کئے گئے یعنی رسد پر ڈاکہ ڈالنا، مویشیوں کو اٹھا لے جانا، پہرہ چوکی والوں کو چھیڑنا، چرکٹوں کو مار ڈالنا۔ یہ تو وہی ڈاکوؤں اور رہزنوں کے اوصاف ہیں۔ آج اس قوت و تسلط پر سرحدی مقامات میں خود انگریزی گورنمنٹ کے ساتھ سرحدی قومیں اسی قسم کی شرارتیں کرتی رہتی ہیں۔ کیا اس سے انگریزی گورنمنٹ کی کمزوری اور سرحدی قوموں کا تسلط اور استیلا ثابت کیا جا سکتا ہے؟

یہ بات ملحوظ رکھنا چاہئے کہ کسی طاقت و حکومت یا قوم کا استیصال دفعتہً نہیں ہو سکتا۔ اودے پور کی ریاست کو بابر نے شکست دی لیکن اکبر کے زمانے میں اس کی وہی قوت موجود تھی۔ اکبر نے بڑے زور شور سے حملہ کیا اور مہینوں کے محاصرے کے بعد اودے پور کو کامل طور سے فتح کر لیا۔ مہارانا نے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لی۔ تاہم جہانگیر کے زمانے میں اودے پور کا پھر وہی شباب تھا۔ اب شاہجہان ولی عہدی کی حالت میں گیا اور اس زور شور سے لڑا کہ مہارانا نے سپر ڈال دی اور اپنے بیٹے کرن کو اظہار اطاعت کے لئے دربار میں بھیجا۔ کرن نے دربار میں آکر جہانگیر کو سجدہ کیا لیکن جب شاہجہان خود تخت پر بیٹھا تو یہ جھکی ہوئی گردن پھر بلند تھی۔ شاہجہان نے دوبارہ مہم سر کی لیکن عالمگیر کے زمانے میں اودے پور وہی اکبر کے زمانے کا اودے پور تھا۔ البتہ عالمگیر نے پے درپے حملوں سے اس کو بالکل تباہ کر دیا اور پھر وہ کبھی سر نہ اٹھا سکا۔

مرہٹے شاہجہان کے زمانہ میں پوری قوت حاصل کر چکے تھے۔ دکن سے مدراس تک پھیل گئے تھے۔ سینکڑوں نہایت

مشہور اور سربفلک قلعے ان کے قبضے میں تھے۔ ان سب باتوں کے علاوہ ایک وہ جدید زندہ قوم بن رہے تھے اور یہ ان کا عین عروج شباب تھا۔ اسی حالت میں عالمگیر کو ان سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اب دیکھو نتیجہ کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ عالمگیر کے جیتے جی سیوا مر گیا، سنبھا مارا گیا۔ رام راجہ آوارگی اور صحرانوردی کی نذر ہوا۔ سنتا کا سر کٹ کر دربار میں پہنچا۔ غرض علم بردارانِ بغاوت ایک ایک کر کے مٹا دیئے گئے۔ تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکن سے لے کر مدراس تک سناٹا ہو گیا ۔

یک ہیچ خارے نیست کز خون شکارے سرخ نیست
آخفتہ بود آں شکار افگن کہ زیں صحرا گزشت

اب مرہٹے کوئی حکومت یا کوئی قوم نہ تھے بلکہ خانہ بدوش راہزن تھے جو اِدھر اُدھر آوارہ پھرتے تھے اور موقع پا کر چوری چھپے لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ عالمگیر اس کے بعد ہی دنیا سے اٹھ گیا۔ اب یہ اس کے جانشینوں کا کام تھا کہ اُن اڑتے ہوئے ذرّوں کو بھی فنا کر دیتے لیکن خرابیٔ قسمت سے تیموری مسند معظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بیدرد مورخوں نے نالائق اخلاف کا الزام بلند پایہ اسلاف کے نامۂ اعمال میں لکھا۔ اس سے بڑھ کر کیا ناانصافی ہو سکتی ہے؟ اب یہ حالت ہے کہ اسکول کا ایک بچہ جس کے منہ سے دودھ کی بو آتی ہے عالمگیر پر نکتہ چینی کے لئے تیار ہے۔ لیکن درحقیقت ان ناوانوں کا قصور نہیں ؎

"قلم از عشوہ نمائے ست کہ من مے دانم
سرِ ایں فتنہ ز جائے است کہ من مے دانم

عالمگیر اور ہندو

عالمگیر کی فردِ قراردادِ جرم کا یہ چوتھا نمبر ہے لیکن یہ جرم بجائے خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے یعنی:
(۱) عالمگیر نے اپنے طرزِ عمل سے راجپوت رئیسوں کو جو اب تک حکومت تیموری کے دست و بازو تھے، ناراض کر دیا۔
(۲) عالمگیر نے عام ہندوؤں کو ناراض کر دیا۔
پہلے جرم کو لین پول صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"وہی قوم راجپوت جو اورنگ زیب کی آغازِ حکومت میں سلطنت مغلیہ کا داہنا بازو تھی، اب اس طرح علیٰحدہ ہوئی کہ پھر ملنے کی توقع نہ رہی۔ جب تک اکبر کے تخت پر یہ بڑا دین دار متمکن رہا، اس کی حمایت و حفاظت میں ایک راجپوت نے بھی اپنی انگلی ہلانا نہ چاہی۔"

اس جرم کی تشریح لین پول صاحب نے اس طرح کی ہے:

"۱۶۶۸ء میں اورنگ زیب کے سب سے زیادہ دوست لیکن زبردست راجپوت راجہ جے سنگھ نے انتقال کیا، دوسرا مشہور راجپوت جنرل جسونت سنگھ کابل میں گزرنی پر تھا اور اس کے مرنے کے دن قریب آ رہے تھے، آخر کار اورنگ زیب آزاد ہو گیا کہ ہندوؤں کی پامالی کی حکمتِ عملی کو جو ہر سچے مسلمان کا مقصد ہونا چاہئے، اختیار کرے۔ اس وقت تک ہندو کسی طرح ستائے نہیں گئے تھے اور نہ کوئی مذہبی روک ٹوک عمل میں آئی تھی لیکن اس میں شک نہیں کہ اورنگ زیب اپنے جوشِ اسلام کو دل ہی دل میں پرورش کر رہا تھا کہ بلا خوف و نقصان اس کے اظہار کا وقت آئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۶۶۹ء میں یہ گھٹا اٹھی۔

اورنگ زیب نے ایک اور کوتاہ اندیش کارروائی جسونت سنگھ کے معاملہ میں کی کہ اس نے خواہش کی کہ جسونت سنگھ کے دونوں بیٹے تعلیم کے لئے دہلی بھیج دیئے جائیں اور بے شک وہ اس کی نگرانی میں مسلمان کر لئے جاتے۔ راجپوتوں نے اس کی تعمیل نہ کی اور جب راجپوتوں نے سنا کہ اورنگ زیب نے وہی قدیم اسلامی ٹیکس یعنی جزیہ از سرِ نو ہر ایک ہندو پر قائم کر دیا ہے تو ان کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔

یورپین مورخوں کے اعتراضات (جیسا کہ آگے ثابت ہوگا) اگرچہ نہایت پا در ہوا ہوتے ہیں اور اس لئے ان کا جواب دینا نہایت آسان بات ہے لیکن بایں ہمہ جواب دینے والا سخت مشکل میں پڑ جاتا ہے یورپین مورخین ایک اعتراض کے بیان میں جو خود غلط ہوتا ہے اپنے درپے اور بہت سے جھوٹ ملاتے جاتے ہیں۔ جواب دینے والا ایک جھوٹ کا جواب دینا چاہتا ہے تو سامنے ایک اور جھوٹ نظر آتا ہے اور وہ متوجہ ہوتا ہے تو ایک اور جھوٹ نمایاں ہوتا ہے مسلسل دروغ بیانی اور افتراؤں کے ہجوم پر بے اختیار اس کو طیش آجاتا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ سکون اور اطمینان کے ساتھ اصل واقعہ کے انکشاف پر متوجہ ہو غصہ سے بے قابو ہو جاتا ہے۔

خود مجھ پر یہی اثر پڑا ہے لیکن میں ان حریفوں کو یہ موقع نہ دونگا کہ وہ میرے طیش وغضب سے فائدہ اٹھائیں۔ یورپین مورخوں نے ہندوؤں کی ناراضی کے جو اسباب بتلائے ہیں، ان میں خلطِ مبحث ہو گیا ہے یعنی مذہبی اور پولیٹیکل باتیں مل جل گئی ہیں۔ اس لئے مسئلہ زیر بحث کی تحلیل اور تحقیق کے لئے ضرور ہے کہ دونوں سے الگ الگ بحث کی جائے۔

پہلے ہم پولیٹیکل اسباب سے شروع کرتے ہیں:

ہندوؤں کے زور وقوت کے تین مرکز تھے۔ جے پور، جودھپور اور اودے پور۔ ان میں سے جے پور اور جودھپور بالکل مطیع ہو گئے تھے لیکن اودے پور کی یہ حالت تھی کہ بابر سے لے کر شاہجہان کے زمانے تک حملہ کے وقت اس کی گردن جھک جاتی تھی لیکن جب حملہ آور چلے آتے تھے تو پھر وہی سرکش کا سرکش بن جاتا تھا۔ شاہجہان نے جب بیماری کی حالت میں داراشکوہ کو ولی عہد بنا کر اس کو سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا تو اس زمانے میں جے پور اور جودھپور کے جانشین، راجہ جے سنگھ اور جسونت سنگھ تھے۔ عالمگیر جب دکن سے اکبرآباد کو چلا تو داراشکوہ کی طرف سے جسونت سنگھ ایک فوج گراں لئے ہوئے اوجین میں پڑا تھا۔ عالمگیر نے نہایت الحاح سے کہلا بھیجا کہ میں صرف اعلیحضرت کی عیادت کو جاتا ہوں تم سدِ راہ نہ ہو۔ لیکن جسونت سنگھ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا جسونت سنگھ نے شکست کھائی اور بھاگ نکلا۔ عالمگیر پر جب چترِ حکومت سایہ افگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگھ نے عفوِ قصور کی سلسلہ جنبانی کی اور عالمگیر نے دریا دلی سے معاف کر دیا۔ شجاع سے (عالمگیر کا بھائی) جب معرکہ پیش آیا تو عالمگیر نے جسونت سنگھ کو فوج برانغار کا افسر مقرر کیا لیکن جسونت سنگھ نے پہلے سے مرزا شجاع سے سازش

کر لی تھی۔ چنانچہ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے مقابل پڑی ہوئی تھیں تو جسونت سنگھ رات کے پچھلے پہر دفعتہ اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکل کر شجاع کی طرف چلا۔ اس کی فوج نے شاہی اسباب وخزانہ پر دست درازی کی اور اس قدر بھی ہوئی کہ عالمگیر کی کل فوج میں سے نصف کے قریب جسونت سنگھ کے ساتھ ہو کر شجاع سے جا ملی۔ یہ ایسا نازک موقع تھا کہ اس کے سنبھالنے کے لئے صرف عالمگیر کا دل ودماغ درکار تھا۔ عالمگیر کی جبین استقلال پر شکن تک نہیں پڑی اور اس بے سروسامانی پر بھی میدان اس کے ہاتھ رہا۔ چند روز کے بعد جسونت سنگھ کا جب کہیں ٹھکانہ نہ رہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا۔ عالمگیر نے پھر فیاض دلی سے کام لیا اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا، عالمگیر نے غائبانہ اس کا منصب اور خطاب وجاگیر بحال کر کے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کر دیا اور وقتاً فوقتاً اس کو بڑی بڑی مہمات پر مامور کیا۔

یہاں تک کہ دکن میں سیواجی کے مقابلہ پر بھیجا لیکن یہ غدار یہاں بھی اپنی فطری عادت سے باز نہ رہا۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں "راجہ جسونت سنگھ شہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندوؤں کا زیادہ خیرخواہ تھا۔ علاوہ اس کے لوگوں کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ لوبھی لالچی ہے اور روپے کی بات تھوڑی بہت مانتا ہے۔ غرضیکہ ان وسیلوں سے سیواجی نے اس کو اپنا رفیق بنایا۔"[۲]

جسونت سنگھ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ راؤ بہاؤ سنگھ ہاڑا کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا اور اس مہم میں اس کا شریک تھا، اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا اور جب اس نے نمک حرامی سے انکار کیا تو اس کی بہن کو جو جسونت سنگھ کے عقد نکاح میں تھی، وطن سے بلوا کر بیچ میں ڈالا لیکن اس وفادار نے اب بھی حق نمک کو قرابت پر مقدم رکھا۔ مآثر الامراء میں راؤ بہاؤ سنگھ کے تذکرے میں لکھا ہے:

"چوں ہمشیرہ راؤ بہاؤ سنگھ بدست مہاراجہ جسونت سنگھ بود، مہاراجہ زن خود را از وطن طلب داشتہ واسطہ نمود کہ با وے ساز موافقت کوک نماید۔ اما راؤ بہاؤ سنگھ حق نمک مقدم داشتہ تن بہ موافقتش در نداد۔"

بالآخر جسونت سنگھ کابل کی مہم پر مامور ہوا اور سنہ ۲۲ جلوس عالمگیری میں قضا کر گیا۔ جسونت سنگھ جب مرا تو اس کی کوئی اولاد نہ تھی لیکن اس کے کارپردازوں نے دربار میں اطلاع دی کہ اس کی دو بیبیوں کو حمل ہے۔ لاہور میں پہنچ کر ان لوگوں نے دفتر شاہی میں رپورٹ کی کہ دونوں بیویوں سے دو لڑکے پیدا ہوئے اس کے ساتھ درخواست کی کہ ان لڑکوں کو منصب اور ریاست اور خطاب عطا کیا جائے۔ عالمگیر نے فرمان بھیجا کہ دونوں کو دربار میں بھیج دو جب وہ سن تمیز کو پہنچیں گے تو خطاب

---

[۱] یہ تمام حالات اگرچہ خافی خاں وغیرہ تمام تاریخوں میں ہیں لیکن مفصل ومسلسل تذکرہ مآثر الامراء جلد سوم میں ہے۔

[۲] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۱۰۵۔ مآثر الامراء سے بھی اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔

اور منصب عطا کیا جائے گا۔ مآثر عالمگیری میں ہے:

"حکم اقدس اعلیٰ صادر شد کہ ہر دو پسر راجہ درگاہ سپہر بارگاہ بیارند و ہرگاہ پسران بہ سن تمیز خواہند رسید بہ عنایت منصب و راج نوازش خواہند یافت" (صفحہ ۱۷۷)

تیموریوں کے دربار کا یہ ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدیدار چھوٹے بچے چھوڑ کر مرجاتا تھا تو بادشاہ خود ان کو طلب کر کے اپنے دامنِ تربیت میں پالتا تھا اور شہزادوں کی طرح ان سے سلوک کیا جاتا تھا۔ اسی اصول کے موافق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچوں کو طلب کیا تھا لیکن جسونت سنگھ کا جو طرزِ عمل ہمیشہ سے رہا، اس کے افسروں پر بھی وہی رنگ چھا گیا تھا چنانچہ انہوں نے شاہی حکم کے وصول ہونے کا انتظار بھی نہ کیا اور دلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ دریائے اٹک پر میر بحر نے اس بنا پر روکا کہ پروانۂ راہداری دکھاؤ۔ اس پر آمادۂ جنگ ہوئے اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے بزور دریا کے پار اترے۔ دار السلطنت کے قریب آئے تو ان کی گستاخانہ اور باغیانہ حرکات کی بنا پر عالمگیر نے حکم دیا کہ شہر سے باہر مقام کریں اور کوتوال کو حکم دیا کہ ایک جمعیت کے ساتھ ان کو نظربند رکھے۔ چند روز کے بعد راجپوتوں نے وطن جانے کی اجازت طلب کی۔ عالمگیر نے منظوری دی۔ یہ فریب کا دھوکہ دیکر جسونت سنگھ کے بچوں کو چپکے چپکے اڑا لے گئے اور ان کی جگہ دو جعلی بچے چھوڑ گئے چونکہ یہ ایک اہم بحث طلب واقعہ ہے جس پر آئندہ واقعات کی بنیاد قائم ہوتی ہے اس لئے ہم مزید اعتبار کے لئے خافی خاں کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں:

"بعدہ ظاہر گردید کہ بعد فوتِ راجہ معتمدانِ جہالت کیش ہمراہ او ہر دو پسر خورد سال راجہ را کہ در آخر عمر بہمان دو فرزند باہم اجیت سنگھ و دلتھمن داشت مع رانی بہمراہ گرفتہ بے آنکہ انتظار حکم حضور کشند یا دستک رخصت صوبہ دار حاصل نمایند، روانۂ حضور شدند، بعدہ کہ بہ معبر اٹک رسیدند و میر بحر بعلتِ عدم دستک مانع آمد باو بہ پرخاش پیش آمدہ کار بہ فساد و کشتن و زخمی ساختن میر بحر و جمعے رسانده بہ سرخنگی عبور نمودند و بعد از آنکہ نزدیک دار الخلافہ رسیدند از آنکہ از اداے خارج سابق جسونت غبار ملال در خاطر مبارک جا گرفتہ بود و ایں شوخی راجپوتیہ علاوہ آں گردید فرمودند کہ نزدیک شہر طرف بارہ پلہ فرود آرند کوتوال را مامور ساختند کہ مردم خود را با جمعے از منصبداران و تعینہ توپخانہ اطراف خیمہ ہائے وابستگان راجہ چوکی نشاندہ بطریق نظربند نگاہ دارند الخ"[1]

جسونت سنگھ کے افسر جسونت سنگھ کے بچوں کو لے کر جودھ پور پہنچے اور دہارانا اودے پور نے ان کو اپنی حمایت میں لیا عالمگیر نے دہارانا کو فرمان بھیجا کہ باغیوں کی حمایت سے دست بردار ہو جائے اور جسونت کے بچوں کو حوالہ کر دے۔ دہارانا نے نہ مانا اس پر عالمگیر نے جودھ پور فوجیں بھیجیں اور بالآخر دہارانا نے اطاعت قبول کی اور اقرار کیا کہ جسونت کے بچوں کی اعانت نہ کرے گا۔

---

[1] اس کے بعد کا واقعہ چونکہ چنداں اہم اور مختلف فیہ نہ تھا اس لئے ہم نے وہ عبارت نقل نہیں کی۔

لیکن مہارانا بہت جلد اس اقرار سے پھر گیا۔ اب عالمگیر نے اس کے انتقام کے لئے ہر طرف سے فوجیں طلب کیں اور اپنے چھوٹے بیٹے اکبر کو اس کا سپہ سالار مقرر کر کے اُودے پور کی طرف روانہ کیا لیکن مہارانا نے اکبر کو یہ ترغیب دلا کر ہم آپ کو بادشاہ تسلیم کر لیں گے آپ خود تاج و تخت کا دعویٰ کیجئے اکبر کو توڑ لیا۔ ناخلف شہزادہ کئی ہزار فوج لے کر خود عالمگیر کے مقابلہ کو بڑھا عالمگیر کی رکاب میں اس وقت صرف ہزار سوار تھے لیکن اس کے استقلال میں فرق نہ آیا اور بالآخر اکبر شکست کھا کر بھاگ گیا۔

سلسلۂ بیان کی ترتیب اور تمام واقعات کی یکجائی پیشِ نظر ہونے کے لئے ہم نے واقعات کو سادہ طور سے لکھ دیا۔ اب امور ذیل تنقیح طلب ہیں:

(۱) کیا عالمگیر نے راجپوت ریاستوں کے ساتھ ناجائز سلوک کیا تھا جس کی وجہ سے وہ بغاوت پر مجبور ہوئے۔

(۲) کیا عالمگیر ان راجپوتوں کو زیر نہ کر سکا۔

(۳) کیا راجپوت اس واقعہ کے بعد ہمیشہ کے لئے عالمگیر سے الگ ہو گئے۔

یورپین مورخوں کی رائے کے موافق ان سوالوں کا اجمالی جواب یہ ہے کہ عالمگیر نے خود راجپوتوں کو چھیڑا اور ان کو بغاوت پر مجبور کیا اور پھر ان سے اچھی طرح عہدہ برآ نہ ہو سکا اور راجپوت ہمیشہ کے لئے تیموری حکومت کے حلقہ اطاعت سے نکل گئے اور تفصیل گذر چکی کہ راجپوتوں کے تین مرکز تھے ان میں سے جے پور تو ہمیشہ مطیع رہا۔ الفنسٹن صاحب بھی اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

> جب کہ راجپوت راجاؤں نے منجملہ اپنے گروہوں کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا ناروا ظلم دیکھا اور جزیہ کی ناگواری اس پر زیادہ ہوئی تو سارے راجپوت آپس میں متفق ہو گئے مگر راجہ رام سنگھ جے پور والا جس کے گھرانے کو بادشاہی خاندان سے رشتے ناطوں اور کئی پشتوں سے معزز عہدوں کی بدولت مضبوط اور مستحکم علاقہ تھا ان سے مستثنیٰ رہا۔

اب صرف جودھ پور اور اودے پور رہ گئے۔ جودھ پور کا رئیس جسونت سنگھ تھا۔ اس نے عالمگیر کے ساتھ جو برتاؤ کئے وہ یہ تھے کہ سب سے پہلے عالمگیر کے ساتھ بر سرِ مقابلہ آیا۔ عالمگیر نے فتح پا کر اس کو معاف کر دیا اور فوج کا افسر مقرر کیا لیکن شجاع کی لڑائی میں نہایت غدارانہ طریقہ سے رات کو چھپ کر دشمن سے ملا جس سے عالمگیر کی تمام فوج درہم برہم ہو گئی۔ عالمگیر نے پھر عفو سے کام لیا اور جاگیر و خطاب و منصب عطا کر کے دکن پر بھیجا۔ وہاں سیواجی سے سازش کی۔ اب اس کے مرنے پر راجپوت عالمگیر سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کا ایک ماہہ بچہ والیٔ ریاست بنا دیا جائے۔ عالمگیر جواب دیتا ہے کہ اس کو دربار میں بھیج دو سنِ شعور کے بعد اس کو سب کچھ مل جائے گا۔ راجپوت جواب کا بھی انتظار نہیں کرتے اور دریائے اٹک پر شاہی عہدیداروں کو مارتے دھاڑتے دلی پہنچتے ہیں۔ عالمگیر ان کو نظر بند کرتا ہے۔ ان تمام واقعات میں کون سی

بات انصاف کے خلاف ہے[1]؟

الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ جب راجپوت راجاؤں نے منجملہ اپنے گروہوں کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا ظلم دیکھا" آخر یہ کیا ظلم تھا؟ جسونت سنگھ کے ساتھی راجپوتوں کا طرز عمل ایسا تھا کہ عالمگیر ان پر بالکل اعتماد کر لیتا؟ کیا معترض بچوں کا دربار میں بلانا کوئی ظلم کی بات تھی؟ کیا راجپوتوں کا بغیر شاہی اجازت کے دار السلطنت کا قصد کرنا مُدل حکمی نہ تھی؟ کیا میر بحر کا ان کو روکنا میر بحر کے فرائض منصبی میں داخل نہ تھا؟ کیا میر بحر اور شاہی ملازموں سے مقابلہ کرنا باغیانہ حرکت نہ تھی؟

کیا ان سب حرکات کے بعد ان کا نظر بند کیا جانا عدل وانصاف کے خلاف تھا؟

لین پول صاحب راجپوتوں کی عدول حکمی اور برہمی کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ جسونت سنگھ کے بچوں کو عالمگیر مسلمان کر لیتا لیکن عالمگیر نے سیواجی کے پوتے ساہوجی کو جب گرفتار کیا تو اس کی عمر سات برس کی تھی، عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی میں رکھا شاہی خیمہ کے برابر اس کا خیمہ کھڑا کرایا۔ اس کو ہفت ہزاری کا منصب اور خطاب نوبت وعلم عطا کیا اور یہ برتاو آخیر عمر تک قائم رکھا۔ باوجود اس کے اس کو کیوں مسلمان نہیں کیا؟ سیواجی کا پوتا تو جسونت سنگھ کے بیٹوں سے زیادہ جبر وظلم کا مستحق تھا۔

ایک اور وجہ لین پول صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ راجپوتوں کو جزیہ لگانے کی خبر پہنچ چکی تھی اس لئے ان کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جزیے کی بحث مذہبی امور کی بحث میں آگے آئے گی۔ اس لئے ہم اس کو نہیں چھیڑتے۔

دوسرا امر تنقیح طلب یہ ہے کہ عالمگیر راجپوتوں کو زیر کر سکا یا نہیں؟

لین پول صاحب لکھتے ہیں:

"راجپوت سانپ کو ہلکا سا خراش تو لگ گیا لیکن وہ مرا نہ تھا جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار اودے پور کے رانا نے جس کو راجپوتوں کی طرف سے سب سے زیادہ نقصان پہنچا تھا اورنگ زیب سے ایک معزز صلح کر لی کیونکہ اس جنگ سے اب اورنگ زیب عاری ہو گیا تھا۔ اس صلح نامہ میں نفرت خیز جزیہ کا نام تک بھی نہ آیا لیکن رانا کو اپنے ملک کا ایک قلیل جزو اس فعل کی پاداش میں کہ وہ شہزادہ اکبر کا شریک ہو گیا تھا، دینا پڑا۔ اودے پور کے رانا نے تھوڑے ہی دنوں میں شرائط صلحنامہ پر پانی پھیر دیا۔"

اللہ اکبر! ان سطروں میں کس قدر جھوٹ کا انبار ہے۔

الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں:

"خود اورنگ زیب کو ایسی لڑائی کے اختتام کی خواہش ہوئی چنانچہ تدبیر وحکمت سے اودے پور کے راجہ

---

[1] تفصیل ان واقعات کی اوپر گزر چکی ہے۔

کو آشتی کی درخواست پر آمادہ کیا اور جب کہ درخواست اس کی طرف سے گذری ترقی الفور اس کی طرف توجہ کی چنانچہ جزیہ سے اغماض برتا گیا اور ملک کے بعض ٹکڑے کو جزیہ کے معاوضہ میں لیا تھا۔ اکبر کی اعانت کے جرمانے میں رکھا گیا۔[1]

لیکن واقعہ یہ ہے کہ جودھپور اودے پور دونوں ریاستوں کو عالمگیر کی فوجوں نے پامال کر دیا اور مہارانا اودے پور اپنے مستقر سے بھاگ کر انتہائے سرحد تک پہنچ گیا۔ آخر جب ہر طرح سے مجبور ہوا تو شہزادہ محمد اعظم کے ذریعہ سے سفارش کرائی اور پرگنہ ماندل پور اور بدھنور جزیے کے عوض میں دینے منظور کیے۔ عالمگیر نے پھر اپنی معمولی فیاض دلی سے کام لیا اور ۲۴ سنہ جلوس میں جب رانا دربار میں حاضر ہوا تو خلعت و خطاب اور پنج ہزاری منصب عطا کیا۔ مآثر عالمگیری میں ہے:

"چوں رانا از ملک و مسکن راندہ شد و تا سرحدش گریخت مفرے جز رضا جوئی و امان طلبی او را نماند بہ دامان استشفاع بادشاہزادہ کریم عطا پیشہ محمد اعظم دست عجز و ضراعت در آویخت و گزرانیدن پرگنہ ماندل پور و بدھنور را عوض جزیہ وسیلہ عفو جرائم آورد و ملازمت بادشاہزادہ را ذریعہ بختیاری خود اندیشید۔"[2]

مآثر الامراء میں ہے:

"چوں رانا اودے پور راہ خالی گذاشتہ راہ فرار نمود فوجے بسر کردگی حسین علی خاں بہ تعاقب او متعین شد و پسر محمد اعظم شاہ و سلطان بیدار بخت نامزد شدند و پس از آنکہ ملک رانا لگدکوب عساکر فیروزی گردید او از وطن مالوف بر آمدہ بے ملجا و ماوے گشت۔ سال بست و چہارم دست ضراعت بہ دامان شاہزادہ زدہ پرگنہ ماندل و بدھنور در عوض جزیہ بہ سرکار بادشاہی گذاشت۔"

(مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۸۰۱ در ضمن تذکرہ راجگان)

غور کرو ان معتبر تاریخوں میں تصریح ہے کہ رانا عاجز آکر خود معافی کا خواستگار ہوا۔ الفنسٹن صاحب وغیرہ فرماتے ہیں کہ عالمگیر نے خود مجبور ہو کر سلسلہ جنبانی کی۔ ان تاریخوں میں ہے کہ رانا نے دو پرگنے جزیے کے عوض میں پیش کیے۔ یورپین مورخ کہتے ہیں کہ جزیہ کا نام تک نہ آیا اور وہ پرگنے اکبر کی اعانت کا معاوضہ تھے۔ الفنسٹن اور لین پول صاحبان کی عام عادت ہے کہ ہر موقع پر تاریخوں کا حوالہ دیتے ہیں لیکن ان واقعات کے بیان میں حوالہ کا نام نہیں۔

لیکن ان سب دروغ بیانیوں سے بالاتر لین پول کا یہ بیان ہے کہ رانا نے کچھ عرصہ کے بعد اس صلح پر بھی پانی پھیر دیا۔ چونکہ اس دروغ بیانی میں لین پول کا اور کوئی شریک نہیں اس لئے ہم کو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ اخیر بحث یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد کیا راجپوت ہمیشہ کے لئے تیموریوں سے الگ ہو گئے اور کیا انہوں نے کبھی بقول لین پول عالمگیر کی حمایت میں اپنی انگلی بھی ہلانی نہ چاہی۔

---

[1] صفحہ ۲۰۸ [2] اس کے بعد واقعات بحث طلب نہ تھے اس لئے ہم نے قلم انداز کیا۔

گذشتہ تمام واقعات عالمگیر کے سنہ ۲۴ جلوس تک ختم ہو گئے ہیں جگت سنگھ مہارانا اودے پور اسی سن میں مرا ہے۔ اور عالمگیر نے اس کے بیٹے جے سنگھ کو خلعت، تعزیت اور خطاب وغیرہ عطا کیا ہے۔ سنہ ۲۵ جلوس میں عالمگیر دکن کو روانہ ہوا اور اخیر عمر تک انہیں اطراف میں مرہٹوں سے لڑتا بھڑتا رہا۔ ان لڑائیوں میں اس کی فوج میں راجپوت اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح اور مسلمان قومیں۔ چنانچہ تاریخوں میں جہاں فوجوں کا ذکر آتا ہے، راجپوتوں کا نام بھی خاص طور پر آتا ہے مثلاً خافی خاں سنہ ۱۱۱۶ھ کے واقعات میں مرہٹوں کے ایک محاصرے میں لکھتا ہے:

"از ہر یک بندہائے کارطلب شرطِ جانفشانی بہ عرصہ ظہور رسید خصوص حمید الدین خاں و راجپوت ہائے جلادت پیشہ و دیگر بہادرانِ رزم جو تردداتِ نمایاں بروئے کار آوردند تا آنکہ جمشید خاں با جمعے از راجپوتانِ روشناس بہ ہمراہ راؤ دلپت و چندے دیگر بکار آمدہ"[1]

یہی مورخ سنہ ۳۶ جلوس کے واقعات میں لکھتا ہے:

"اوائل ذی الحجہ سیہ چہل و ششم سنہ ۳۶ جلوس راجہ جے سنگھ کہ عمر او بحد بلوغ نرسیدہ بود باتفاق مردم بادشاہزادہ یورش نمودہ بہ حملہ پیاپے کہ از بالا گولہ و سنگ و اقسام آتشبازی چوں تگرگ بے فاصلہ میریخت۔ راجپوت بسیار و اکثر مردم شاہزادہ بکار آمدند"[2]

یورپین مورخ کہتے ہیں کہ ایک راجپوت نے بھی عالمگیر کی حمایت میں انگلی نہ ہلائی لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوتوں کے بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر کے ساتھ فوجی مہمات میں شریک رہے اور مرہٹوں کے پامال کرنے میں وہ مسلمان افسروں کے داہنے ہاتھ تھے۔ راجپوتوں کی اصلی طاقت جودھ پور، جے پور اور اودے پور تھی — اودے پور کے دو شہزادے خود عالمگیر کی فوج میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے اور اخیر وقت تک ساتھ رہے چنانچہ سنہ ۴۳ جلوس میں ان میں سے اندر سنگھ کو دو ہزاری اور بہادر سنگھ کو یک ہزاری و پانصدی کا منصب عطا ہوا تھا[3]۔ یہ دونوں مہارانا راج سنگھ کے بیٹے تھے جس نے سنہ ۲۵ جلوس میں وفات پائی تھی اور اس کے مرنے پر اس کے بیٹے رانا جے سنگھ کو عالمگیر نے خلعت ماتم عطا کیا تھا۔ اندر سنگھ جو جسونت سنگھ رئیس جودھپور کا عزیز تھا جسونت کے انتقال کے بعد عالمگیر نے اس کو راجہ کا خطاب دیا اور دکن کے مہمات پر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مامور کیا۔ اس نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمت انجام دی۔ چنانچہ سنہ ۴۲ جلوس میں اسکو سہ ہزاری کا منصب ملا[4]۔

مان سنگھ راٹھور جس کو پچھ ہزاری کا منصب حاصل تھا۔ سنہ ۳۵ جلوس عالمگیری میں ذوالفقار خاں کے ساتھ دکن کی سب سے

۱؎ خافی خاں حالات عالمگیر صفحہ ۵۳۵ ۲؎ صفحہ ۴۹۹ ۳؎ مآثر عالمگیری صفحہ ۵۰۴ مطبوعہ کلکتہ ۴؎ مآثر الامراء ذکر اندر سنگھ

مشہور چنجی کی مہم پر مامور ہوا جے پور کے رئیسوں کی وفاداری یورپین مورخوں نے بھی تسلیم کی ہے۔
ماثر الامراء میں اور بہت سے راجپوت راجاؤں اور رئیسوں کے تفصیلی حالات درج ہیں جو عالمگیر کے ساتھ دکن کی مہمات میں شریک تھے اور نہایت جانبازی اور وفاداری کے ساتھ خود اپنے ہم مذہب مرہٹوں سے لڑتے تھے شکیبی شاعر نے اکبر کے زمانے میں کہا تھا ؂

ہماں در عہد او احوال دیدم ✲ کہ ہندومی زند شمشیر اسلام

یہ شعر نہ صرف اکبر بلکہ عالمگیر کے زمانے میں بھی سچ تھا اور اگر آج اسلامی سلطنت ہوتی تو آج بھی سچ ہوتا۔
غور کرو ان واقعات کے ثابت ہونے کے بعد کہ جے پور، جودھ پور، اودے پور کے فرمانروا عالمگیر کے ساتھ دکن میں مرہٹوں سے لڑائیاں لڑ رہے ہیں۔ راجپوت فوجیں مسلمانوں کے ساتھ برابر کی شریک ہیں۔ راجپوت افسروں کو سہ ہزاری و چار ہزاری منصب عطا ہوتے ہیں، اودے پور کا راجہ نابالغ ہونے کے ساتھ اس بے جگری سے مرہٹوں کا مقابلہ کرتا ہے تو کیا یورپین مورخوں کے اس قول میں سچائی کا کچھ بھی شائبہ ہے کہ عالمگیر نے راجپوتوں کو اس قدر ناراض کر دیا کہ وہ پھر کبھی تیموری علم کے نیچے نہ آئے ؂

داستانِ عہدِ گل را بشنو از مرغِ چمن
زاغہا آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ را

لہ ماثر عالمگیر و ذکر روپ سنگھ۔

عالمگیر اور مذہبی تعصّب

عالمگیر کے جرائم میں سب سے بڑا جرم بلکہ مجموعہ جرائم ہے۔ عالمگیر نے ہندوؤں کو ملازمت سے یک قلم برطرف کر دیا۔ ان کے مذہبی میلے ٹھیلے موقوف کرا دیئے۔ ان کی درسگاہیں بند کرادیں۔ ان پر جزیہ لگایا۔ ان کے بت خانے تڑوا دیئے۔ غرض اس حد تک ان کو ستایا کہ وہ زبانِ حال سے بول اٹھے ؎

آں قدر جور کن کہ گر جائے   گفتہ آید، کس استمداد کند

ان جرائم کا یہ حال ہے کہ بعض جزوی اور مختص الحالتہ واقعات ہیں مخالفین نے ان کو عام کر دیا ہے۔ بعض کی تعبیر غلطی ہے۔ بعض کے ناگزیر اسباب ہیں۔ چنانچہ ہم ایک ایک کو الگ الگ بیان کرتے ہیں لیکن سب سے پہلے ایک ضروری امر کا تذکرہ کرنا ضرور ہے۔

اکبر نے جو پالیسی قائم کی اس نے ہندوؤں کو تختِ سلطنت کا شریک بنا دیا لیکن بایں ہمہ چونکہ اکبر کی سطوت اور جبروت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا ہندوؤں نے اپنی حد سے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ جہانگیر کی نرمی اور مستی نے ان کو جرأت دلائی اور اب ان کی خودسری کے جوہر چمکنے لگے۔ جہانگیر کے اشارے سے نرسنگھ دیو بندیلہ نے جہانگیر کی ولیعہدی کے زمانہ میں ابوالفضل کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا اور اس کا مال و اسباب اور شاہی خزانہ جو ساتھ تھا لوٹ لیا تھا۔ جب جہانگیر تختِ سلطنت پر بیٹھا تو اس کارگزاری کے صلہ میں نرسنگھ دیو نے متھرا میں بت خانے بنانے کی اجازت طلب کی۔ جہانگیر نے اجازت دی۔ نرسنگھ نے اس روپے سے جو ابوالفضل کی غارتگری سے ہاتھ آیا تھا بت خانے کی تعمیر کی۔ شیر خاں لودھی جو ابوالفضل کو ملحد قرار دیتا ہے اور اس بات سے خوش ہے کہ ملحد کے مال سے بت خانہ بنا تو کہتا ہے

مال حرام بود بجائے حرام رفت

اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے :

"آں فاضل مقتول (ابوالفضل) در راہ دکن بہ اشارۂ نورالدین محمد جہانگیر در ملک راجہ نرسنگھ دیو بہ قتل رسیدہ مال ہائے کہ بہ دست آمد بے راسے گرد آوردہ بود و با اہتمام راجہ مذکور معبد ہنود کہ در سواد شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید و حکم آیۂ کریمہ اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ بہ ظہور پیوست آخر آں بت خانہ نیز بہ تیشۂ حکم حضرت عالمگیر بادشاہ بہ خاک برابر شد"[1]

اکبر کے زمانہ میں بایں ہمہ آزادی مذہبی غالباً کوئی نیا بت خانہ تعمیر نہیں ہوا۔ جہانگیر اگرچہ اکبر کی نسبت متعصب تھا چنانچہ کوٹ کانگڑہ کی فتح میں گاؤ کشی کی رسم قائم کرنے پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ تاہم چونکہ حکومت میں وہ زور نہیں رہا تھا۔ صرف بنارس میں ۷۶ نئے بت خانے تعمیر ہوئے۔ چنانچہ تفصیل اس کی آگے آئے گی۔ اس واقعہ کے اظہار سے ہمارا یہ مقصود نہیں کہ ہم مذہبی آزادی کے خلاف ہیں۔ بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ واقعہ آئندہ واقعات کا پیش خیمہ ہے۔

غرض اب ہندوؤں نے علانیہ مسلمانوں پر تعدی اور ظلم شروع کیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہندو مسلمان عورتوں سے بہ جبر شادی کرتے تھے اور ان کو گھروں میں ڈالتے تھے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مسجدوں کو توڑ کر اپنی عمارتوں میں داخل کرتے تھے۔ شاہجہان نامہ عبدالحمید لاہوری جو شاہجہان کی شاہی تاریخ ہے اور خود شاہجہان کے حکم سے لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے :

"و چوں ہدایات جلال بحوالی گجرات پنجاب رسید جمعے از سادات و مشائخ آں قصبہ استغاثہ نمودند کہ برخے از کفار نابکار حرائر و اماے مومنہ در تصرف دارند و چندے از ینان مساجد بہ تعدی در عمارات خود آوردہ بنابراں شیخ محمود گجراتی کہ از رسمے دانش بہرہ وراست داروغگی مردم جدید الاسلام بود مقرر رخصت یافت تا بعد از ثبوت نساء مسلمہ را از تصرف کفار بر آرد و مساجد و عمارات آں ملاعین جدا سازد و مطابق حکم بہ عمل آوردہ ہفتاد حرہ و جاریہ مومنہ را از تصرف کفرہ فجرہ بر آورد و ہر جا کہ مسجدے در زیر عمارت ہنود مشاہدہ بعد از تحقیق آنرا افراز نمودہ زرے از انجا بطریق جرمانہ گرفتہ بدستور سابق مسجد ساخت پس از آنکہ ایں ماجرا بہ مسامع جلال رسید بیرلیغ قضا نفاذ صادر شد کہ بیت تقدیم ہر کہ مسلمان شود مسلمہ را بہ عقد جدید باو بگزارند پس از ورود فرمان جمعے از سعادت یاوری بہ پایۂ اسلام رسیدہ زنان مسلمہ را بہ نکاح جدید متصرف گشتند و حکم شد کہ در کل ممالک محروسہ ہر جا چنیں واقع شدہ باشد بدیں دستور عمل نمایند چنانچہ اناث بسیار از دست کفار بر آمدہ در نکاح مسلمانان در آمدند و گروہے از کفار بہ قبول دین مبین از آتش دوزخ رہائی یافتند و بت خانہا منہدم گردید و

---

[1] تذکرہ مراۃ الخیال شیر خاں لودی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۵ ، ۱۲۶

بجائے آں مساجد بنا یافت[1]

ان واقعات کو دیکھو اور غور سے دیکھو شاہجہان نہایت پُرجوش مسلمان تھا اور ہر موقع پر اس کا اظہار ہو چکا تھا۔ سنہ ۶ جلوس میں اس نے بنارس کے جدید تعمیر شدہ بت خانے گروا دیئے تھے۔ باوجود اس کے ہندوؤں کا یہ زور قائم ہو چکا تھا کہ جبر اور زبردستی سے مسلمان عورتوں کو ہندو گھر میں ڈال لیتے تھے اور ان سے نکاح کرتے تھے۔ مسجدوں کو توڑ کر بُت خانے اور شمار تیں بناتے تھے۔

شاہجہان کو خبر ہوئی اس نے کوئی عام سزا نہیں دی بلکہ صرف یہ کیا کہ عورتوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا اور جن مسجد ملّی کو گرا کر بت خانہ بنایا گیا تھا، بدستور پھر مسجدیں بن گئیں۔

شاہجہان جب تک زور اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ ہندوؤں کی تعدیاں رکی رہیں لیکن اخیر شاہجہان کی بجائے تمام اختیارات دارا شکوہ کے ہاتھ میں آگئے۔ دارا شکوہ کا یہ حال تھا کہ علانیہ ہندو پن کا اظہار کرتا تھا۔ اپنشد کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں صاف لکھتا ہے کہ قرآن مجید اصل میں اپنشد میں ہے چنانچہ اُس کی عبارت حسب ذیل ہے:

"ازیں خلاصہ کتاب قدیم کہ بے شک و شبہ اولین کتب سماوی و سرچشمہ بحر توحید است و قدیم است انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسّہ الا المطہرون۔ تنزیل من رب العالمین یعنی قرآن کریم در کتاب است کہ آں کتاب پنہاں است و او را درک نمی کند مگر دلے کہ مطہر باشد و نازل شدہ از پروردگار عالم شخص معلوم می شود کہ ایں آیت در حق زبور و توراۃ و انجیل نیست چوں اپنکھت کہ سر پوشیدنی است اصل ایں کتاب است و آیت آں قرآن مجید بعینہ در آں یافتہ می شود پس تحقیق کہ کتاب مکنون ایں کتاب قدیم باشد۔

اب غور کرو وہ ہندو جن کو اکبر تہ بیک سلطنت کر چکا تھا جو جہانگیر کے زمانہ میں مسلمانوں کے مال سے بت خانے تعمیر کرتے تھے جو شاہجہان کے عہد میں مسجدوں کو توڑ کر بُت خانے بنواتے اور مسلمان عورتوں سے بہ جبر نکاح کرتے تھے، جو اپنے پاٹ شالوں میں مسلمان بچوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ خود عالمگیر کے عہد حکومت میں اسکی تخت نشینی کے بارھویں سال تک یہ طریقہ جاری رہا (تفصیل آگے آئے گی)۔ اب دارا شکوہ کے سایہ حمایت میں ان کے زور و قوت تسلط و اقتدار، جبر و تعدی، جور و ستم کا مقیاس الحرارت کس درجہ تک پہنچا ہوگا۔ یاد رکھو یہی ہندو تھے جن سے عالمگیر کو سابقہ پڑا تھا۔ اب ہم اصل مباحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

---

[1] شاہجہان نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد دوم واقعات سنہ جلوس صفحہ ۵۷، ۵۸۔ اس عبارت میں جن بت خانوں کو گرانے کا ذکر ہے وہی ہیں جو مسجد تھے اور ہندوؤں نے گرا کر بت خانے بنوائے تھے۔

ہندوؤں کی ملازمت سے علیحدگی | یورپین مورخوں نے اپنی معمولی عادت کے موافق اس واقعہ کی اصلی ہیئت بدل دی ہے یعنی عالمگیر نے تمام ہندوؤں کو سرکاری ملازمتوں سے موقوف کر دینا چاہا، گو ایسا نہ کر سکا۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں: "گو یہ کہتی حکم بھی سارے حاکموں اور اختیار والوں کے پاس بھیجا کہ آئندہ سے ہندو بھرتی نہ کئے جائیں اور ان تمام عہدوں پر مسلمان رکھے جائیں جو تمہارے تحت حکومت میں ہووں۔" لیکن واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ۱۰۸۲ھ میں اس نے یہ حکم دیا تھا کہ صوبہ داروں اور تعلقداروں کے محاسب و منشی، پیشکار اور دیوان نیز محالات خالصہ کے مال گذاری وصول کرنے والے ہندو مقرر نہ کئے جائیں چنانچہ خافی خاں لکھتا ہے:

"صوبہ داران و تعلقہ داران پیشکاران و دیوانیان ہنود را بر طرف نمودہ مسلمانان مقرر نمایند و کروری محالات خالصہ مسلمانان می نمودہ باشند۔"[1]

یہ ظاہر ہے کہ ان عہدوں پر اکثر کائستھ مقرر ہوتے تھے جو رشوت لینے میں مشہور ہیں۔ اس حکم کو مذہبی تفریق سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن یہ حکم بھی قائم نہ رہا بلکہ اس کی اصلاح اس طرح کر دی گئی کہ ایک پیشکار ہندو اور ایک مسلمان مقرر کیا جائے خافی خان لکھتا ہے:

"بعد چناں قرار یافت کہ از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار یک پیشکار مسلمان و یک ہندو مقرر می نمودہ باشند۔"[1]

اس انتظام سے اس کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا تھا کہ ہندوؤں کی رشوت خواری اور غبن کی نگرانی رہے ورنہ اگر مذہبی تعصب اس کا باعث ہوتا تو ہندوؤں کو شریک کرنے سے اس کو کیا تعلق تھا؟

یہ بحث اگرچہ یہیں تک ختم ہو جاتی ہے لیکن چونکہ یورپین مورخوں نے نہایت بلند آہنگی سے اس غلط واقعہ کو مشہور کیا ہے اس لئے ہم عالمگیر کے ہندو عہدہ داروں کی ایک فہرست اس موقع پر درج کرتے ہیں۔ اس فہرست کے متعلق امور ذیل محفوظ رکھنے چاہئیں:

(۱) یہ فہرست سرسری طور سے آثر عالمگیری سے تیار کی گئی ہے جو عالمگیر کے حالات میں سب سے مقدم تاریخ ہے۔

(۲) صرف ان عہدیداروں کو لیا ہے جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے۔ عام عہدیداروں اور اہل فوج کا ذکر نہیں۔

(۳) صرف ان عہدیداروں کو لیا ہے جو اس زمانے کے بعد مقرر ہوئے یا اس کے بعد تک رہے ہیں جب سے عالمگیر کے تعصب کے ظہور کا وقت بیان کیا جاتا ہے۔

---

[1] خافی خاں حالات عالمگیری صفحہ ۲۵۲

(۴) ان عہدیداروں میں اکثر مرہٹوں کی مہم میں شریک رہے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اکبر کے زمانے میں ہندو مسلمانوں کے ساتھ ہو کر خود اپنے ہم مذہبوں سے لڑتے تھے۔ عالمگیر کے عہد تک یہ طریقہ قائم رہا۔

(۵) ان میں سے بعض آزیری عہدیدار تھے اور فخر کے لحاظ سے عہدہ قبول کرتے تھے۔

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر یا اضافہ عہدہ یا عطائے منصب (سنہ جلوس عالمگیری مراد ہے)
راجہ بھیم سنگھ	راج سنگھ مہارانا اودے پور کا بیٹا اور مہارانا جے سنگھ کا بھائی تھا۔	۳۱ سنہ جلوس عالمگیری میں دکن آیا اور برہان پور کی مہم میں شریک ہوا ۳۵ سنہ میں پنجہزاری کے منصب تک پہنچ کر مرگیا۔
اندر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اودے پور کا بھائی تھا۔	۴۳ سنہ میں دو ہزاری ہوا اور ۴۴ سنہ میں سہ ہزاری پر اضافہ ہوا
بہادر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اودے پور کا بھائی تھا۔	۴۳ سنہ میں یک ہزار و پانصدی ہوا۔
راجہ مان سنگھ	پسر راجہ روپ سنگھ	۲۶ سنہ میں ماندل پور و بدھنور کا فوجدار مقرر ہوا ۴۳ سنہ میں سہ ہزاری تک پہنچا۔
اچلاجی	سیواجی کا داماد تھا	۲۹ سنہ میں پنجہزاری منصب اور علم و نقارہ وغیرہ ملا۔
ارجوجی	سنبھا پسر سیواجی کا عم زادہ بھائی تھا	۳۸ سنہ منصب دو ہزاری
مانکوجی	سنبھا کے نوکروں میں تھا	۳۱ سنہ منصب دو ہزاری
راؤ انوپ سنگھ	پسر راؤ کرن	۳۱ سنہ میں خلعت ملازمت ملا۔
راجہ انوپ سنگھ	"	۳۱ سنہ میں بیکز کا قلعہ دار مقرر ہوا
راجہ اودیت سنگھ	"	۳۶ سنہ میں ایرج کا فوجدار اور دو و نیم ہزاری ہوا
اودے سنگھ	قلعہ کھیلنا کا قلعہ دار تھا	۴۷ سنہ میں سہ ہزار و پانصدی ہوا
باسدیو سنگھ	ہندن کرا کا زمیندار تھا	۴۹ سنہ میں سہ ہزاری ہوا۔
کانھوجی سرکیہ		پہلے پنجہزاری تھا ۴۹ سنہ میں ایک ہزار کا اضافہ ہوا۔
ستر سال بوندیلہ		۴۴ سنہ میں قلعہ نارا کا قلعہ دار ہوا۔

[1] یہ وہ پرگنے ہیں جو مہارانا اودے پور نے جزیئے کے عوض میں دیئے تھے۔

بشن سنگھ	پسر کنور کشن سنگھ پسر راجہ رام سنگھ	سنہ ۲۵ میں ہزاری و ۴ صد سوار ہوا۔
رام چند	لمناؤں کا تھانہ دار تھا	سنہ ۴۰ میں دو و نیم ہزاری ہوا
تلوک چند	نائب و ملازم شہزادہ اعظم شاہ	سنہ ۲۹ میں پہاڑ سنگھ کے شکست دینے کے صلہ میں رائے رایاں کا خطاب ملا
بھاکو بنجارا		سنہ ۴۲ میں پنجہزاری منصب ملا
جگیا	نصرت آباد کا دیسمکھ تھا۔	سنہ ۵۰ میں سہ ہزاری ہوا
درگاداس راٹھور		سنہ ۲۹ میں سہ ہزاری کا منصب پھر بحال ہوا
سروپ سنگھ	ولد راجہ اودت سنگھ	سنہ ۴۱ میں ایکہزاری منصب پر ترقی ہوئی۔
سوبھان	ستارہ کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۳ میں پنجہزاری منصب مع خلعت و نقارہ وغیرہ
شیو سنگھ	راہیری کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۷ میں یک و نیم ہزاری ہوا۔
مانڈھاتا	پسر راؤ کا تھو متعینہ فوج نصرت جنگ	سنہ ۵۱ میں قلعہ ھمنت کی تسخیر پر مامور ہوا۔
کشور داس	ولد منوہر داس گور	سنہ ۲۶ میں شولاپور کا قلعہ دار ہوا
راجہ کلیان سنگھ	بھداور کا زمیندار تھا	سنہ ۴۰ میں حاضر دربار ہو کر ہفت صدی پر دو صدی کا اضافہ ہوا۔

اس فہرست میں بعض اور باتیں لحاظ کے قابل ہیں سب سے مقدم یہ کہ اس میں مہاراناادے پور کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہیں اور اس سے عجیب تر یہ کہ سیواجی کے متعدد عزیز اور رشتہ داروں کے نام نظر آتے ہیں۔ حالات پڑھو تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف نام کے عہدیدار نہ تھے بلکہ معرکوں میں حیرت انگیز جاں فشانیاں دکھاتے تھے۔ ان عہدے داروں میں ہر قسم کے عہدے دار ہیں یعنی فوجی بھی، ملکی بھی۔ غور کرو، فوجوں کی افسری، قلعوں کی قلعہ داری، اضلاع کی نظامت و فوجداری، ان سے بڑھ کر ذمہ داری اور اعتماد کے کیا عہدے ہو سکتے ہیں، یہ سب عہدے ہندوؤں کو حاصل تھے۔ ان واقعات کے بعد لین پول صاحب کے اس قول پر ایک دفعہ اور نظر ڈالو کہ:

"راجپوتوں نے عالمگیر کی حمایت میں ایک انگلی بھی ہلانی نہ چاہی"۔

جزیہ لگانا

یہ الزام اس لئے قائم کیا جاتا ہے کہ لوگ جزیے کی حقیقت اور ماہیت سے واقف نہیں۔ جزیے پر ہم نے ایک مفصل علیحدہ رسالہ لکھا ہے جس کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے، اس کے دیکھنے سے سمجھ میں آسکتا ہے

کہ جزیہ کوئی ناگوار چیز نہ تھی بلکہ غیر قوموں کے حق میں رحمت تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں نے اس سے ناخوشگی ظاہر کی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو محصول ایک مدت سے موقوف ہو چکا تھا اس کا نئے سرے سے قائم کیا جانا کیونکر گوارا ہو سکتا تھا۔

میلوں کا موقوف کرنا اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ عالمگیر نہایت روکھا پھیکا آدمی تھا۔ اس کو میلوں ٹھیلوں، ناچ رنگ گانے بجانے، شراب کباب اور تمام ظاہری نمائش و تکلفات سے نفرت تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ ان چیزوں سے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے۔ اس نے خانگی جھگڑوں سے فارغ ہونے کے بعد ہی اس طرف توجہ شروع کی سلاطین تیموریہ کے آئین میں داخل تھا کہ بڑے بڑے مشہور گویئے دربار میں ملازم رہتے تھے اور بادشاہ ہر روز ایک وقت خاص اس تفریح میں بسر کرتا تھا۔ اسی طرح دربار میں شعراء اور منجمین نوکر تھے۔ عالمگیر نے سنہ ۱۰۷۰ھ میں حکم دیا کہ گویئے دربار میں آئیں لیکن گانے نہ پائیں۔ پھر سرے سے موقوف کر دیئے۔ ملک الشعرائی کا عہدہ توڑ دیا۔ منجمین نکال دیئے گئے۔ دربار میں آداب و کورنش کا جو طریقہ تھا، موقوف کر دیا۔ بادشاہ جھروکہ میں بیٹھ کر درشن کراتا تھا اور اس سے ایک خاص درشنی فرقہ پیدا ہو گیا تھا جو بغیر بادشاہ کی زیارت کئے ہوئے کچھ کھاتا پیتا نہ تھا۔ یہ رسم بھی حالانکہ سلطنت کے لئے مفید تھی، موقوف کر دی، محرم میں تابوت نکالا جاتا تھا سنہ ۱۰۷۹ھ میں برہان پور میں تابوت کے گشت کے متعلق دو گروہوں میں مٹ بھیڑ ہو گئی اور بلوۂ عظیم ہوا اور بڑی خونریزی ہوئی، اس پر اس کو حکم دیا کہ تابوت نہ نکالے جائیں اس مد میں ہندوؤں کے میلے ٹھیلے بھی بند کرا دیئے۔ اس سے بدگمان مورخوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس نے تعصب مذہبی کے لحاظ سے ایسا کیا۔

مدارس کا بند کرانا ایرانی مورخین جو عالمگیر کی ہر بات کو عیب کے پیرائے میں بیان کرتے ہیں، اس بات کے علاوہ ہیں کہ مختص الحالہ واقعات کو عام کر کے دکھاتے ہیں۔ اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہجہان کے زمانے میں ہندو مسلمانوں پر مذہبی جبر کرنے لگے تھے۔ داراشکوہ کے طرزِ عمل نے ان کو اور جری کر دیا تھا۔ وہ اپنے پاٹ شالوں میں مسلمان بچوں کو اپنے مذہبی علوم سکھاتے تھے اور ایسی ترغیب دیتے تھے کہ دور دور سے مسلمان ان کے مدرسوں اور پاٹ شالوں میں آتے تھے۔ عالمگیر نے انہی مدرسوں کو بند کرایا تھا۔ بدگمان مورخوں نے یہ لکھ دیا کہ ہندوؤں کے تمام مدرسے اور عبادت گاہیں ڈھا دیں تاہم ان کی تحریر میں بھی اصلیت کا سراغ لگ جاتا ہے۔ مآثر عالمگیری میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھا ہے:

"بعرض خداوند دین پرور رسید کہ در صوبہ ٹھٹھہ و ملتان خصوص بنارس برہمنان بطالت نشان در مدارس مقرریہ تدریس کتب باطلہ اشتغال دارند و راغبان و طالبان از ہنود و مسلمان مسافت طے بعیدہ طے نمودہ جہت تحصیل علوم شوم نزد آں جماعہ گمراہ می آیند احکام اسلام نظام بہ ناظمان کل صوبہ جات صادر شد کہ معابد و مدارس بے دیناں دستخوش انہدام سازند

لہ خافی خاں نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے دیکھو صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴

"و بہ تاکید اکید طور درس و تدریس و رسم شیوع مذہب کفر آئیاں برانداختند"

اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کن وجوہ سے یہ حکم دیا گیا تھا۔ اس کی کیا غرض تھی؛ لیکن متعصب مؤرخ نے اس حکم کو عموم کے پیرائے میں لکھ دیا اور یہ اس کی عام عادت ہے۔ عالمگیر نے بعض خاص ملازمتوں سے ہندوؤں کو موقوف کیا تھا جس کا ذکر اوپر گذر چکا لیکن یہ مؤرخ کہتا ہے کہ ہندو اہل قلم سرے سے موقوف کر دیئے گئے تھے چنانچہ خاتمہ کتاب میں لکھتا ہے:

"و ہنود اہل قلم یک قلم از عمل معزول گشتہ بودند۔ (صفحہ ۵۲۸)"

پچھلے مورخوں نے بھی اس کا اعتبار نہیں کیا۔ خافی خاں عالمگیر کے ان احکام کو بھی کھول کر لکھتا ہے جو اس نے ہندوؤں کے خلاف دیئے تھے لیکن اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتا۔

بُت شکنی | الزامات عالمگیر کی فہرست میں یہ الزام سب سے زیادہ جلی حرفوں میں لکھا جاتا ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر عالمگیر نے امن و امان کی حالت میں اپنی رعایا کے بت خانے گرائے ہیں تو وہ اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا تھا۔ خلفائے راشدین سے زیادہ کون اسلام کا حامی ہو سکتا ہے۔ انہوں نے سینکڑوں ہزاروں شہر فتح کئے، دنیا کے بڑے بڑے حصے ان کی زیر حکومت آئے۔ ان کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف اسلامی تاریخوں میں موجود ہے ایک واقعہ بھی منقول نہیں جس میں ان کے ہاتھ سے کسی قوم کے معبد اور پرستش گاہ کو ٹھیس بھی لگی ہو چنانچہ ہم اس بحث کو نہایت مفصل **حقوق الذمیین** میں لکھ چکے ہیں عالمگیر نے ان سب کے خلاف کیا تو بے شبہ اس خاص معاملے میں وہ اسلام کا جائز قائم مقام نہیں ہے لیکن ہم کو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ واقعہ کی اصلیت کیا ہے۔ ایک بڑی غلطی عموماً یہ ہوتی ہے کہ لوگ آج کل کے تمدن اور معاشرت کی عینک سے پچھلے زمانے پر نظر ڈالتے ہیں۔ آج کل مذہب اور پالٹیکس بالکل الگ الگ ہیں۔ گورنمنٹ انگریزی اس بات کی بے تکلف اجازت دیتی ہے کہ جس کا جی چاہے۔ شارع عام پر کھڑے ہو کر عیسائی مذہب پر (جو گورنمنٹ کا مذہب ہے) اعتراض و نکتہ چینیاں کرے اور لوگوں کو اپنے مذہب میں لائے لیکن یہی گورنمنٹ یہ کبھی جائز نہ رکھے گی کہ کوئی شخص مجمع عام میں گورنمنٹ کے طریقہ سلطنت پر اعتراض کرے اور لوگوں کو مخالفت میں اپنا ہم آہنگ بنائے۔ آج مسلمانوں کی مسجدیں اور ہندوؤں کے شوالے کوئی ملکی اثر نہیں رکھتے لیکن قدیم زمانے میں یہی چیزیں بغاوتوں اور ہنگاموں کا صدر مقام بن جاتی تھیں۔ یہی بات تھی کہ ہندو اور مسلمان دونوں جب قابو پاتے تھے تو ایک دوسرے کی پرستش گاہوں کو صدمہ پہنچاتے تھے۔ تاریخیں بھری پڑی ہیں کہ ہندو راجاؤں نے جب کبھی قوت اور اقتدار حاصل کیا ہے مسجدیں گرا کر برباد کر دی ہیں۔

لہ صفحہ ۸۱

علی عادل شاہ دکنی نے ۹۷۲ھ میں رام راج کو، جو بیجانگر کا راجہ تھا، نظام شاہ بحری کے مقابلہ میں اپنی مدد کو بلایا تھا لیکن رام راج جب مدد کو آیا تو خود علی عادل شاہ کے ملک میں تمام مسجدیں جلا دیں۔ تاریخ فرشتہ میں ہے:

" علی عادل شاہ در سنہ ستین و تسعمائۃ ۹۷۲ھ رام راج را بہ مدد خواندہ باتفاق او بہ صوب احمد نگر نہضت نمود۔ از پرندہ تا خیبر و از احمد نگر تا دولت آباد اثر معموری نہ ماند و کفار بیجانگر کہ ز سالہائے دراز طالب چنیں مضروبہ بودند دست بیداد دراز کردہ مساجد و مصاحف سوختند"[1]

اسی واقعہ کو مورخ مذکور نے دوسرے موقع پر زیادہ تفصیل سے لکھا ہے یعنی یہ کہ علی عادل شاہ نے رام راج کو اس شرط سے اپنی مدد کو بلایا تھا کہ کفار مساجد وغیرہ کی بے حرمتی نہ کریں۔ بایں ہمہ ان لوگوں نے اس کے خلاف کیا۔ چنانچہ اس کے اصلی الفاظ یہ ہیں:

" چوں در دفعہ اول علی عادل شاہ از ستیزہ حسین نظام شاہ بحری بہ تنگ آمدہ ناچار رام راج را بہ مدد طلبید، چناں عہد و شرط در میان آورد کہ کفار بیجانگر بہ واسطہ عداوت دینی اہالی اسلام را مضرت جانی رسانیدہ دستبرد و دستگیر نہ نمایند و مساجد را خراب نہ گردانند لیکن خلاف آں بہ ظہور آمدہ کفار نابکار در بلدہ احمد نگر در تخریب و تعذیب مسلماناں و ہتک حرمت ایشاں دقیقہ نامرعی نہ گذاشتند و چنانکہ گذشت در مساجد فرود آمدہ بت پرستی می کردند و ساز نواختہ سرود می گفتند"[2]

اسی قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ ہندوؤں نے عالمگیر کی سلطنت سے پہلے کس قدر زور پکڑ لیا تھا۔ عالمگیر نے جب ان کی تعدیل کو روکنا چاہا، تو ان میں ایک شورش پیدا ہوئی۔ ذیقعدہ ۱۰۷۹ھ یعنی تخت نشینی کے بارھویں برس عالمگیر کو جب اطلاع ملی، کہ ہندو مسلمانوں کو اپنے مذہبی علوم پڑھاتے ہیں تو اس نے اس کے انسداد کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے مہینہ ہی بھر کے بعد متھرا کے اطراف میں ہندوؤں نے شورش کی جس کے فرو کرنے کے لئے عبدالنبی خاں متھرا کا فوجدار متعین کیا گیا اور مارا گیا۔ اسی زمانہ کے قریب یعنی ۱۰۸۰ھ میں بنارس کا بت خانہ کاشی ناتھ اور متھرا کا وہ بت خانہ جو ابوالفضل کی لوٹ سے نرسنگھ دیو نے بنوایا تھا، منہدم کر دیئے گئے۔ اس کے بعد اودے پور وغیرہ کے بت خانوں پر آفت آئی۔

ایرانی مخالف اور خود کم کیا غرض تھی کہ وہ بت خانوں کے انہدام کے اسباب و وجوہ لکھتے۔ لیکن واقعات ذیل آج بھی معلوم ہیں۔ ان کو فلسفیانہ اصول سے ترتیب دو۔ اصل حقیقت صاف معلوم ہو جائے گی:

(۱) شاہجہان کے ساتویں سال حکومت تک ہندوؤں کا یہ زور تھا کہ مسجدوں کو توڑ کر اپنے تصرف میں لاتے تھے اور شریف

---

[1] تاریخ فرشتہ مطبوعہ نولکشور جلد دوم صفحہ ۳۶ [2] صفحہ ۷۰ جلد دوم [3] مآثر عالمگیری

مسلمان عورتوں کو بہ جبر گھر میں ڈال لیتے تھے۔

(۲) دارا شکوہ جو شاہجہان کے اخیر زمانے میں سلطنت کے کاروبار کا مالک ہو گیا تھا، ہمہ تن ہندو پرست تھا۔

(۳) عالمگیر کے بارھویں سال حکومت تک ہندوؤں کا یہ حال تھا کہ علانیہ مسلمانوں کو اپنے مذہبی علوم کی تعلیم دیتے تھے

(۴) عالمگیر نے جب اس تعلیم کو بند کرنا چاہا تو ہندوؤں میں شورش شروع ہوئی۔ ۱۰۸۹ھ مطابق سنہ ۲۲ جلوس عالمگیری میں کھنڈیلہ کے راجپوتوں نے شورش کی اور ان پر فوج کشی کی گئی اور وہاں کے بت خانے توڑے گئے اسی سال عام شورش برپا ہوئی اور جودھ پور اور اودے پور کی ریاستیں بغاوت کا مرکز بنیں۔

(۵) عالمگیر نے اس بنا پر جودھ پور اور اودے پور پر فوج کشی کی اور وہاں کے بت خانے غارت کرا دیئے۔

جس قدر بت خانے توڑے گئے، ان ہی مقامات کے توڑے گئے جہاں پُر زور بغاوتیں برپا ہوئیں۔

عالمگیر ۲۵ برس تک دکن میں رہا۔ ان ممالک میں ہزاروں بُت خانے تھے لیکن کسی تاریخ میں ایک حرف بھی نہیں مل سکتا کہ اس نے کسی بت خانے کو ہاتھ بھی لگایا ہو۔

الورہ کے مشہور مندر میں سینکڑوں تصویریں اور بت ہیں۔ عالمگیر اسی نواح میں الورہ سے میل دو میل کے فاصلہ پر مدفون ہے بڑے بڑے بزرگان دین کے یہاں مزار ہیں، جو عالمگیر سے بہت پہلے گزرے لیکن یہ بت اور تصویریں آج تک موجود ہیں۔

مآثر عالمگیری کا مصنف جو خود عالمگیر کا ایک عہدیدار تھا اور جس کو بت خانوں کے توڑنے کے ذکر میں مزا آتا ہے اور مزے لے لے کر اس کا ذکر کرتا ہے۔ الورہ کا ذکر نہایت تعریف کے ساتھ کرتا ہے اور اخیر میں لکھتا ہے: "بدیع سیر گاہ ایست نظر فریب۔ جز دیدن تحریر بر ماہیت راست نیاید خامہ تا کجا صفحہ اخبار بر آراید"[۱]

یورپین اور ہندو مورخ کہتے ہیں کہ عالمگیر نے چونکہ بت خانے گرائے اس لیے بغاوت ہوئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ بغاوت ہوئی، اس لئے بت خانے گرائے گئے۔ عالمگیر کا بت خانوں کا گرانا ایسا ہی تھا، جیسا کہ آج ایسے روشن زمانے میں مہدی سوڈانی کے مقبرے کو برباد کرا دیا گیا۔

سنہ ۲۵ جلوس میں جب ہندوستان میں امن و امان قائم ہو گیا اور عالمگیر دکن کو روانہ ہو گیا تو بت خانوں کے گرانے کا ایک واقعہ بھی کہیں تاریخوں میں نظر نہیں آتا۔ دکن میں اسلامی سلطنتوں یعنی گولکنڈہ اور بیجاپور سے مقابلہ تھا۔ اس لئے کسی بت خانہ سے تعرض نہیں کیا گیا۔ ورنہ اگر مذہبی تعصب ہوتا تو یہاں اس کا سب سے اچھا موقع تھا۔

عالمگیر تو خیر بہ قول مخالفوں کے متعصب تھا لیکن نہایت عادل اور غیر متعصب بادشاہ شاہجہان کو بھی ایسے

---

[۱] صفحہ ۲۳۸

موقع پہ عالمگیر بنا پڑا۔ شاہجہان نامہ عبدالحمید لاہوری میں جو خود شاہجہان کی زیر نگرانی لکھا گیا ہے، یہ واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

"چوں پیشتر بعرض اقدس رسیدہ بود کہ در ایام دولت حضرت جنت مکانی (یعنی جہانگیر) در بنارس کہ منشائے کفر و ضلال و قبیلہ‌ئے زور و وبال است، بت خانہ بسیار احداث یافتہ ناتمام ماندہ است و برخے از متمولان کفرہ مجرمی خواہند کہ باتمام رسانند، شہنشاہ دین پناہ حکم فرمودہ بودند کہ چہ بنارس و چہ دیگر محال ممالک محروسہ ہر جا بت خانہ احداث یافتہ باشد آنرا بر اندازند دریں ولا از عرضداشت وقائع نگار صوبہ الہ آباد معروض گشت کہ ہفتاد و شش بت خانہ در خطہ بنارس بہ خاک برابر گردید۔" [1]

شاہجہان کوئی متعصب بادشاہ نہ تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کثرت سے نئے نئے بت خانوں کا بلا اجازت تعمیر کرنا اسی سلسلے میں داخل ہے جس کی بدولت ہندو اسلامی مساجد و معابد کو بت خانے بنانے کی جرأت کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ اس نے ۷۶ بت خانوں کو تڑوا کر ہندوؤں کی ملکی قوت کا استیصال کر دیا۔ عالمگیر نے بھی یہی بلکہ اس سے کم کیا۔ اس نے بنارس کا صرف ایک بت خانہ تڑوایا اور متھرا کا وہ بت خانہ جو مسلمانوں کے مال سے بنا تھا۔ اگر یہ جرم ہے تو ہم عالمگیر کو اس جرم سے نہیں بچا سکتے۔

---

[1] شاہجہان نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۵۲ حالات سنہ ۶ جلوس شاہجہانی۔

۱

عالمگیر اور باپ بھائیوں کے ساتھ بے رحمی

عالمگیر کے فردِ جرم کا یہ سب سے اخیر نمبر ہے لیکن اس کے دامن اوصاف کا سب سے زیادہ بدنما داغ ہے۔ اور جرائم کی نسبت عالمگیر کا ایک حامی کہہ سکتا ہے کہ اگر غیر سلطنتوں کا تسخیر کرنا جرم ہے تو مجرموں کی صف میں سکندر اور نپولین کو سب سے آگے کھڑا کرنا چاہیئے۔ اگر مرہٹوں کی بغاوت کا دبانا گناہ ہے تو پہلا مجرم شاہجہان صاحبقران ثانی ہے۔ اگر راجپوت ریاستوں پر لشکر کشی کرنا الزام ہے تو فردِ جرم میں سب سے اوپر اکبر اعظم کا نام ہونا چاہیئے جس نے سب سے پہلے جے پور پر چڑھائی کی اور اس وقت تک اس ارادے سے باز نہ آیا جب تک راجہ زادیاں تیموری حرم میں نہ آگئیں۔

اگر ہندوؤں کو بڑے معزز عہدے نہ دینا خلافِ انصاف ہے تو یورپ کی نسبت کیا کہا جائے گا جس نے آج تک اپنی قوم کے سوا کسی کو وزارت یا سپہ سالاری کے عہدے پر ممتاز نہیں کیا لیکن عالمگیر کا حامی اس کا کیا جواب دے سکتا ہے کہ عالمگیر کے دامن پر بھائیوں کے خون کی چھینٹیں ہیں اور اس کے مظلوموں میں خود اس کا نامور باپ شاہجہان بھی قید خانے کی کڑیاں جھیل رہا ہے۔ بے شبہ ہم کو ٹھنڈے دل سے بے رو رعایت ان جرائم کی تحقیقات کرنی چاہیئے اور نہایت احتیاط رکھنی چاہیئے کہ میزانِ عدل کا پلہ طرفداری کے رُخ نہ جھک جائے۔

عالمگیر کے حالات کے متعلق آج بہت سی کتابیں موجود ہیں لیکن اصول تاریخ کی رُو سے ہم کو صرف ان کتابوں پر اعتماد کرنا ہوگا جو عین عالمگیر کے عہد میں لکھی گئیں۔ اس قسم کی کتابیں حسب ذیل ہیں:

عالمگیر نامہ کاظم شیرازی: اس میں ابتدا سے دس برس تک کے حالات ہیں۔ اس کا مسودہ خود عالمگیر کو دکھایا جاتا تھا۔

مآثرِ عالمگیری: مستعد خاں ساقی کی تصنیف ہے جو عالمگیر کا عہدیدار تھا لیکن دس برس اوّل کے حالات اس نے صرف عالمگیر نامہ کے حوالہ سے لکھے ہیں اور اسی کو مختصر کر دیا ہے۔

منتخب اللباب: خافی خاں۔ اس کا باپ عالمگیر کی فوج میں شریک تھا۔ خود خافی خاں بھی اخیر زمانہ میں عالمگیری عہدیداروں میں داخل ہو گیا تھا۔ یہ کتاب عالمگیر کی وفات کے دس برس بعد لکھی گئی ہے (یہ تینوں کتابیں کلکتہ میں چھپ گئی ہیں)

واقعاتِ عالمگیری: عاقل خاں کی تصنیف ہے جو عالمگیری امرا میں ہے یہ کتاب گو عالمگیر کے زمانے میں لکھی گئی ہے لیکن اس سے چھپا کر لکھی گئی، چنانچہ خافی خاں نے خود تصریح کی ہے اور اس بنا پر نہایت آزادی سے پوست کندہ حالات لکھے ہیں۔

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر: اس نے اپنے چشم دید حالات لکھے ہیں۔

فیاض القوانین: اس میں سلاطین ہندوستان و ایران اور مرزا مراد، شجاع، عالمگیر اور امرائے تیموریہ کے خطوط ہیں۔ مرزا مراد کے خطوط عین اس حالت کے ہیں جب وہ عالمگیر کے ساتھ مل کر دارا شکوہ کے مقابلہ پر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا ان خطوط اور فرامین کو مُلّا فیاض نے سنہ ۱۱۳۴ھ میں جمع کیا تھا۔ اس کا قلمی نسخہ ہمارے دوست نواب علی حسن خاں کے کتب خانے میں موجود ہے اور ہمارے پیشِ نظر ہے۔

ان میں سے پہلی اور دوسری کتاب میں اگرچہ تفصیلی حالات ہیں اور وہ عالمگیر کی حمایت کے لئے زیادہ مفید ہیں لیکن ہم اس لئے ان سے استناد نہیں کر سکتے کہ عالمگیر نامہ گویا خود عالمگیر کی تصنیف ہے اور مآثر کا وہ حصہ جس میں واقعات متنازعہ ہیں، عالمگیر نامے ہی سے ماخوذ ہے، ان کتابوں سے ہم صرف ان موقعوں پر استناد کریں گے۔ جہاں اور مورخین بھی ان کے ہم زبان ہیں۔ شیعہ و سنّی کا تفرقہ کرنا اگرچہ ہم کو نہایت ناگوار ہے اور ہم ان دشمنانِ قوم کو نہایت کمینہ خصلت سمجھتے ہیں جو اسلامی فرقوں میں باہم ناگواری پیدا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعضوں نے اس کو معاش کا ذریعہ بنا لیا ہے لیکن واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے مجبوراً یہ کہنا پڑا ہے کہ عالمگیر سُنّی تھا اور اس کے تمام مورخین یعنی نعمت خاں، کاظم شیرازی، عاقل خاں خافی خاں شیعہ تھے۔ اس سے یہ غرض نہیں کہ ان مورخین کا بیان اختلاف مذہب کی بنا پر ناقابلِ اعتبار ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ایشیائی مورخین کی طبیعتوں پر اختلافِ مذہب کا خواہ مخواہ اثر پڑتا ہے اور سچ پوچھو تو یورپ کے مورخین بھی اس سے خالی نہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ یورپین مورّخ جس حسن سے تعصب کا استعمال کرتے ہیں، ایشیائی مورّخ نہیں کر سکتے۔

شاہجہان کی قید شاہجہان کی قید کا الزام اگرچہ ایسا مہتم بالشان واقعہ ہے جس کے لئے مستقل اور جداگانہ عنوان

قائم کرنا چاہتے تھا لیکن اس کا سلسلہ داراشکوہ کے واقعہ سے اس قدر ملا ہوا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔

داراشکوہ شاہجہان کا سب سے بڑا اور سب سے چہیتا بیٹا تھا۔ ۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ میں شاہجہان حبسِ بول کے عارضے میں گرفتار ہو کر کاروبارِ سلطنت سے معذور ہو گیا۔ داراشکوہ نے موقع پاکر عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مرزا شجاع، مراد، عالمگیر کے جو سفراء دربار میں رہتے تھے، ان کو بلا کر مچلکا لیا کہ دربار کی کوئی خبر بھیجنے نہ پائیں اس کے ساتھ بنگال، گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیئے کہ مسافر آنے جانے نہ پائیں جس سے مقصد یہ تھا، کہ مراد، شجاع اور عالمگیر کو جو ان صوبوں میں حکومت پر مامور تھے، خبر نہ ہونے پائے لیکن یہ واقعہ ایسا نہ تھا کہ چھپائے چھپ سکتا۔ چنانچہ تمام صوبوں میں خبر پہنچ گئی اور تمام ملک میں بغاوتیں برپا ہونے لگیں۔ سب سے پہلے شجاع نے جو داراشکوہ سے چھوٹا اور عالمگیر سے بڑا تھا، بنگال میں اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ اسی طرح مراد نے احمد آباد گجرات میں سکہ و خطبہ جاری کیا لیکن عالمگیر نے کسی قسم کی خودسری اختیار نہیں کی۔ عالمگیر اس زمانہ میں شاہجہان کے حکم سے گلبرگہ کے محاصرہ میں مصروف تھا اور قریب تھا کہ وہ فتح ہو جائے۔ دفعتہً ان تمام افسروں کے نام جو عالمگیر کی فوج میں شامل تھے، داراشکوہ نے شاہجہان کی طرف سے حکم بھجوایا کہ فوراً عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر دربار میں چلے آئیں، مجبوراً عالمگیر نے والیٔ بیجاپور سے ایک کروڑ روپیہ نذرانہ پر صلح کر لی اور یہ مہم ناتمام رہ گئی۔ داراشکوہ نے اسی پر قناعت نہ کی بلکہ عیسیٰ بیگ کو جو عالمگیر کی طرف سے پایۂ تخت میں سفیر تھا، قید کر کے اس کا گھر ضبط کر لیا۔ اسی کے ساتھ مہاراجہ جسونت سنگھ والیٔ جودھپور کو فوج اور توپ خانہ دے کر گجرات کی طرف روانہ کیا کہ عالمگیر اپنی جگہ سے اگر حرکت کرے تو اس سے معرکہ آرا ہو۔

عالمگیر جمادی الاول ۱۰۶۸ھ کی بارھویں تاریخ یعنی شاہجہان کی بیماری کے پانچویں مہینے بیجاپور سے روانہ ہو کر ۲۵ کو برہان پور میں آیا۔ یہاں ایک مہینے تک ٹھیرا اور پایۂ تخت کی خبریں برابر پہنچاتا رہا۔ اس سے پہلے مرزا مراد سے قرارداد ہو چکی تھی کہ فلاں مقام پر دونوں کا اجتماع ہو گا، چنانچہ ۲۰ رجب ۱۰۶۸ھ کو دونوں بھائی دیال پور میں نربدا اتر کر ملے۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ جسونت سنگھ فوجیں لئے ہوئے بڑھا اور عالمگیر کے پڑاؤ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔ عالمگیر نے کب کلس برہمن کو جو بھاکا کا مشہور شاعر تھا، راجہ کے پاس بھیجا کہ ہم لوگ صرف والد قبلہ کی عیادت کی غرض سے جا رہے ہیں۔ آپ سدِ راہ نہ ہو جیئے لیکن راجہ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا۔ راجہ نے شکست کھائی اور وطن کی طرف بھاگا۔ تاریخ میں یہ واقعہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ راجہ جب بھاگ کر وطن میں پہنچا تو اس کی بیوی نے

۱؎ یہ مسلسل واقعات تمام تر خافی خاں سے لئے گئے۔ جہاں کوئی بات اس سے الگ ہے وہاں خاص ماخذ کا حوالہ دے دیا ہے۔

اس کو اپنے پاس آنے نہ دیا اور تمام عمر کبھی اس سے ہم بستر نہیں ہوئی کہ پیٹھ دکھانے والا میری ہم صحبتی کے قابل نہیں۔

شاہجہان آگرے سے دلی جا رہا تھا کہ جسونت سنگھ کی شکست کی خبر پہنچی۔ ہر چند شاہجہان کو آگرے کی آب و ہوا ناموافق تھی اور اس وجہ سے آگرے کو واپس آنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس وقت وہ مردہ بدست زندہ تھا۔ دارا شکوہ اس کو اٹھا آگرے میں لایا اور خود ساٹھ ہزار سوار کے ساتھ عالمگیر کے مقابلہ کو نکلا۔ شاہجہان نے بار بار نہایت اصرار کے ساتھ سمجھایا کہ تمہارا جانا خلاف مصلحت ہے۔ میں خود جا کر اس فتنہ کو فرو کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ حکم دیا کہ پیش خیمہ باہر نصب کیا جائے لیکن دارا شکوہ نے جانے نہ دیا اور ۱۶ شعبان ۱۰۶۸ھ کو آگرے سے روانہ ہو کر سموگڑھ میں خیمہ زن ہوا۔ جہاں عالمگیر اور مرزا مراد فوجیں لئے ہوئے پڑے تھے۔ بڑے زور شور کا معرکہ ہوا نتیجہ عالمگیر کی فتح تھی۔ اس معرکہ میں مرزا مراد نے اس ثابت قدمی سے جنگ کی کہ اگرچہ اس کے ہاتھی کا ہودہ تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا اور خود لہو لہان ہو گیا تھا تاہم پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا تیر برساتا رہا۔ یہ ہودہ فرخ سیر کے زمانے تک یادگار کے طور پر قلعہ میں محفوظ رہا اور جب سادات بارہہ نے سرکشی کی تو بادشاہ بیگم نے (عالمگیر کی بیٹی) اسی ہودے کو دکھلا کر کہا کہ تیموری نسل کی یہ یادگاریں ہیں۔

دارا شکوہ نے آگرے میں جا کر دم لیا اور شرم کے مارے شاہجہان کے پاس نہ گیا۔ شاہجہان نے مشورہ اور صلاح کے لئے بار بار بلا بھیجا لیکن دارا شکوہ اسی رات اہل و عیال کے ساتھ نکل کر لاہور کے ارادے سے دلی[1] روانہ ہوا۔ ۱۷ رمضان ۱۰۶۸ھ کو عالمگیر نے شہزادہ محمد سلطان کو بھیجا کہ قلعہ شاہی پر جا کر قبضہ کرلے اور شاہجہان کی خدمت میں جا کر عرض کرے کہ حضور اب قلعہ سے باہر تشریف نہ لائیں۔ یہی آخر واقعہ ہے جو عالمگیر کے اخلاقی مرقع کی سب سے زیادہ بدنما تصویر ہے۔

تمام واقعات کا یہ سرسری خاکہ ہے جو سر تا پا خافی خاں کے بیان سے ماخوذ ہے۔ اصل بحث کے طے کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے ہم کو شاہجہان سے رخصت ہو کر دارا شکوہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے:

واقعات گزشتہ میں دارا کے کارنامے حسب ذیل ہیں:

(۱) شاہ جہان کے بیمار ہونے کے ساتھ مرزا مراد عالمگیر اور شجاع کے جو وکلا شاہ جہان کے دربار میں رہتے تھے، ان سے مچلکا لیا کہ شاہجہان اور دربار کے حالات نہ لکھنے پائیں۔

(۲) بنگال، گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیئے کہ مسافروں کے ذریعے سے کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔

---

[1] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۴۳ - [2] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۰

عالمگیر اور باپ بھائیوں کے ساتھ بے رحمی

عالمگیر کے فردِ جرم کا یہ سب سے اخیر نمبر ہے لیکن اس کے دامنِ اوصاف کا یہ سب سے زیادہ بدنما داغ ہے۔ اور جرائم کی نسبت عالمگیر کا ایک حامی کہہ سکتا ہے کہ اگر غیر سلطنتوں کا تسخیر کرنا جرم ہے تو مجرموں کی صف میں سکندر اور نپولین کو سب سے آگے کھڑا کرنا چاہیئے۔ اگر مرہٹوں کی بغاوت کا دبانا گناہ ہے تو پہلا مجرم شاہجہان صاحبقران ثانی ہے۔ اگر راجپوت ریاستوں پر لشکر کشی کرنا الزام ہے تو فردِ جرم میں سب سے اوپر اکبرِ اعظم کا نام ہونا چاہیئے جس نے سب سے پہلے جے پور پر چڑھائی کی اور اس وقت تک اس ارادے سے باز نہ آیا جب تک راجہ زادیاں تیموری حرم میں نہ آگئیں۔

اگر ہندوؤں کو بڑے معزز عہدے نہ دینا خلافِ انصاف ہے تو یورپ کی نسبت کیا کہا جائے گا جس نے آج تک اپنی قوم کے سوا کسی کو وزارت یا سپہ سالاری کے عہدے پر ممتاز نہیں کیا لیکن عالمگیر کا حامی اس کا کیا جواب دے سکتا ہے کہ عالمگیر کے دامن پر بھائیوں کے خون کی چھینٹیں ہیں اور اس کے مظلوموں میں خود اس کا نامور باپ شاہجہان بھی قید خانے کی کڑیاں جھیل رہا ہے۔ بے شبہ ہم کو ٹھنڈے دل سے بے رو رعایت ان جرائم کی تحقیقات کرنی چاہیئے اور نہایت احتیاط رکھنی چاہیئے کہ میزانِ عدل کا پلہ طرفداری کے رُخ نہ جھک جائے۔

عالمگیر کے حالات کے متعلق آج بہت سی کتابیں موجود ہیں لیکن اصولِ تاریخ کی رُو سے ہم کو صرف ان کتابوں پر اعتماد کرنا ہوگا جو عین عالمگیر کے عہد میں لکھی گئیں۔ اس قسم کی کتابیں حسبِ ذیل ہیں:

عالمگیر نامہ کاظم شیرازی: اس میں ابتدا سے دس برس تک کے حالات ہیں۔ اس کا مسودہ خود عالمگیر کو دکھایا جاتا تھا۔

مآثرِ عالمگیری: مستعد خاں ساقی کی تصنیف ہے جو عالمگیر کا عہدیدار تھا لیکن دس برس اوّل کے حالات اس نے صرف عالمگیر نامہ کے حوالہ سے لکھے ہیں اور اسی کو مختصر کر دیا ہے۔

منتخب اللباب: خافی خاں۔ اس کا باپ عالمگیر کی فوج میں شریک تھا۔ خود خافی خاں بھی اخیر زمانہ میں عالمگیری عہدیداروں میں داخل ہو گیا تھا۔ یہ کتاب عالمگیر کی وفات کے دس برس بعد لکھی گئی ہے (یہ تینوں کتابیں کلکتہ میں چھپ گئی ہیں)

واقعاتِ عالمگیری: عاقل خاں کی تصنیف ہے جو عالمگیری امراء میں ہے یہ کتاب گو عالمگیر کے زمانے میں لکھی گئی ہے لیکن اس سے چھپا کر لکھی گئی۔ چنانچہ خافی خاں نے خود تصریح کی ہے اور اس بناء پر نہایت آزادی سے پوست کندہ حالات لکھے ہیں۔

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر: اس نے اپنے چشم دید حالات لکھے ہیں۔

فیاض القوانین: اس میں سلاطین ہندوستان و ایران اور مرزا مراد، شجاع، عالمگیر اور امرائے تیموریہ کے خطوط ہیں۔ مرزا مراد کے خطوط عین اس حالت کے ہیں جب وہ عالمگیر کے ساتھ مل کر داراشکوہ کے مقابلہ پر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا ان خطوط اور فرامین کو ملّا فیاض نے ۱۰۳۴ھ میں جمع کیا تھا۔ اس کا قلمی نسخہ ہمارے دوست نواب علی حسن خاں کے کتب خانے میں موجود ہے اور ہمارے پیشِ نظر ہے۔

ان میں سے پہلی اور دوسری کتاب میں اگرچہ تفصیلی حالات ہیں اور وہ عالمگیر کی حمایت کے لئے زیادہ مفید ہیں لیکن ہم اس لئے ان سے استناد نہیں کر سکتے کہ عالمگیر نامہ گویا خود عالمگیر کی تصنیف ہے اور باقی کا وہ حصہ جس میں واقعات متنازعہ ہیں، عالمگیر نامے ہی سے ماخوذ ہے، ان کتابوں سے ہم صرف ان موقعوں پر استناد کریں گے۔ جہاں اور مورخین بھی ان کے ہم زبان ہیں۔ شیعہ و سنی کا تفرقہ کرنا اگرچہ ہم کو نہایت ناگوار ہے اور ہم ان دشمنان قوم کو نہایت کمینہ خصلت سمجھتے ہیں جو اسلامی فرقوں میں باہم ناگواری پیدا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعضوں نے اس کو معاش کا ذریعہ بنا لیا ہے لیکن واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ عالمگیر سنّی تھا اور اس کے تمام مورخین یعنی نعمت خاں، کاظم شیرازی، عاقل خاں، خافی خاں شیعہ تھے۔ اس سے یہ غرض نہیں کہ ان مورخین کا بیان اختلاف مذہب کی بنا پر ناقابلِ اعتبار ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ایشیائی مورخین کی طبیعتوں پر اختلافِ مذہب کا خواہ مخواہ اثر پڑتا ہے اور سچ پوچھو تو یورپ کے مورخین بھی اس سے خالی نہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ یورپین مورخ جس حسن سے تعصب کا استعمال کرتے ہیں، ایشیائی مورخ نہیں کر سکتے۔

شاہجہان کی قید | شاہجہان کی قید کا الزام اگرچہ ایسا مہتم بالشان واقعہ ہے جس کے لئے مستقل اور جداگانہ عنوان

ختم کرنا چاہتے تھا لیکن اس کا سلسلہ داراشکوہ کے واقعہ سے اس قدر ملا ہوا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔

داراشکوہ شاہجہان کا سب سے بڑا اور سب سے چہیتا بیٹا تھا۔ ۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ میں شاہجہان حبسِ بول کے عارضے میں گرفتار ہو کر کاروبارِ سلطنت سے معذور ہو گیا۔ داراشکوہ نے موقع پا کر عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مرزا شجاع، مراد، عالمگیر کے جو سفرا دربار میں رہتے تھے، ان کو بلا کر مچلکا لیا کہ دربار کی کوئی خبر بھیجنے نہ پائیں اس کے ساتھ بنگال، گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیئے کہ مسافر آنے جانے نہ پائیں جس سے مقصد یہ تھا، کہ مراد، شجاع اور عالمگیر کو جو ان صوبوں میں حکومت پر مامور تھے، خبر نہ ہونے پائے لیکن یہ واقعہ ایسا نہ تھا کہ چھپائے چھپ سکتا۔ چنانچہ تمام صوبوں میں خبر پہنچ گئی اور تمام ملک میں بغاوتیں برپا ہونے لگیں۔ سب سے پہلے شجاع نے جو داراشکوہ سے چھوٹا اور عالمگیر سے بڑا تھا، بنگال میں اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ اسی طرح مراد نے احمد آباد گجرات میں سکہ و خطبہ جاری کیا لیکن عالمگیر نے کسی قسم کی خود سری اختیار نہیں کی۔ عالمگیر اس زمانہ میں شاہجہان کے حکم سے گلبرگہ کے محاصرہ میں مصروف تھا اور قریب تھا کہ وہ فتح ہو جائے۔ دفعتہً ان تمام افسروں کے نام جو عالمگیر کی فوج میں شامل تھے، داراشکوہ نے شاہجہان کی طرف سے حکم بھجوایا کہ فوراً عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر دربار میں چلے آئیں۔ مجبوراً عالمگیر نے والیٔ بیجاپور سے ایک کروڑ روپیہ نذرانہ پر صلح کر لی اور یہ مہم ناتمام رہ گئی۔ داراشکوہ نے اسی پر قناعت نہ کی بلکہ عیسیٰ بیگ کو جو عالمگیر کی طرف سے پایۂ تخت میں سفیر تھا، قید کر کے اس کا گھر ضبط کر لیا۔ اسی کے ساتھ مہاراجہ جسونت سنگھ والیٔ جودھپور کو فوج اور توپ خانہ دے کر گجرات کی طرف روانہ کیا کہ عالمگیر اپنی جگہ سے اگر حرکت کرے تو اس سے معرکہ آرا ہو۔

عالمگیر جمادی الاول ۱۰۶۸ھ کی بارھویں تاریخ یعنی شاہجہان کی بیماری کے پانچویں مہینے بیجاپور سے روانہ ہو کر ۲۵ کو برہان پور میں آیا۔ یہاں ایک مہینے تک ٹھیرا اور پایۂ تخت کی خبریں بہم پہنچاتا رہا۔ اس سے پہلے مرزا مراد سے قرارداد ہو چکی تھی کہ فلاں مقام پر دونوں کا اجتماع ہو گا۔ چنانچہ ۲۰ رجب ۱۰۶۸ھ کو دونوں بھائی دیال پور میں نربدا اتر کر ملے۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ جسونت سنگھ فوجیں لئے ہوئے بڑھا اور عالمگیر کے پڑاؤ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔ عالمگیر نے کب کلس برہمن کو جو بھاکا کا مشہور شاعر تھا، راجہ کے پاس بھیجا کہ ہم لوگ صرف والد قبلہ کی عیادت کی غرض سے جا رہے ہیں۔ آپ سدِّ راہ نہ ہوجیئے لیکن راجہ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا۔ راجہ نے شکست کھائی اور وطن کی طرف بھاگا۔ تاریخ میں یہ واقعہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ راجہ جب بھاگ کر وطن میں پہنچا تو اس کی بیوی نے

---

[1] یہ مسلسل واقعات تمام ترخافی خاں سے لئے گئے۔ جہاں کوئی بات اس سے الگ ہے وہاں خاص ماخذ کا حوالہ دے دیا ہے۔

اس کو اپنے پاس آنے نہ دیا اور تمام عمر کبھی اس سے ہم بستر نہیں ہوئی کہ پیٹھ دکھانے والا میری ہم صحبتی کے قابل نہیں۔

شاہجہان آگرے سے دلی جا رہا تھا کہ جسونت سنگھ کی شکست کی خبر پہنچی۔ ہر چند شاہجہان کو آگرے کی آب و ہوا ناموافق تھی اور اس وجہ سے آگرے کو واپس آنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس وقت وہ مردہ بدست زندہ تھا۔ داراشکوہ اس کو اٹھا آگرے میں لایا اور خود ساٹھ ہزار سوار کے ساتھ عالمگیر کے مقابلہ کو نکلا۔ شاہجہان نے بار بار نہایت اصرار کے ساتھ سمجھایا کہ تمہارا جانا خلاف مصلحت ہے۔ میں خود جاکر اس فتنہ کو فرو کئے دیتا ہوں، چنانچہ حکم دیا کہ پیش خیمہ باہر نصب کیا جائے لیکن داراشکوہ نے جانے نہ دیا اور ۱۶ شعبان ۱۰۶۸ھ کو آگرے سے روانہ ہوکر سمو گڑھ میں خیمہ زن ہوا۔ جہاں عالمگیر اور مرزا مراد فوجیں لئے ہوئے پڑے تھے۔ بڑے زور شور کا معرکہ ہوا۔ نتیجہ عالمگیر کی فتح تھی۔ اس معرکہ میں مرزا مراد نے اس ثابت قدمی سے جنگ کی کہ اگرچہ اس کے ہاتھی کا ہودہ تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا اور خود لہولہان ہو گیا تھا تاہم پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا تیر برساتا رہا۔ یہ ہودہ فرخ سیر کے زمانے تک یادگار کے طور پر قلعہ میں محفوظ رہا اور جب سادات بارہہ نے سرکشی کی تو بادشاہ بیگم نے (عالمگیر کی بیٹی) اسی ہودے کو دکھلا کر کہا کہ تیموری نسل کی یہ یادگاریں ہیں۔

داراشکوہ نے آگرے میں جاکر دم لیا اور شرم کے مارے شاہجہان کے پاس نہ گیا۔ شاہجہان نے مشورہ اور صلاح کے لئے بار بار بلا بھیجا لیکن داراشکوہ اسی رات اہل و عیال کے ساتھ نکل کر لاہور کے ارادے سے دلی روانہ ہوا[1]

۱۷ رمضان ۱۰۶۸ھ کو عالمگیر نے شہزادہ محمد سلطان کو بھیجا کہ قلعہ شاہی پر جاکر قبضہ کرلے اور شاہجہان کی خدمت میں جاکر عرض کرے کہ حضور اب قلعہ سے باہر تشریف نہ لائیں۔ یہی آخیر واقعہ ہے جو عالمگیر کے اخلاقی مرقع کی سب سے زیادہ بدنما تصویر ہے۔

تمام واقعات کا یہ سرسری خاکہ ہے جو سرتاپا خافی خاں کے بیان سے ماخوذ ہے۔ اصل بحث کے طے کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے ہم کو شاہجہان سے رخصت ہوکر داراشکوہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے:

واقعات گزشتہ میں دارا کے کارنامے حسب ذیل ہیں:

(۱) شاہجہان کے بیمار ہونے کے ساتھ مرزا مراد عالمگیر اور شجاع کے جو وکلا شاہجہان کے دربار میں رہتے تھے، ان سے مچلکا لیا کہ شاہجہان اور دربار کے حالات نہ لکھنے پائیں۔

(۲) بنگال، گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیئے کہ مسافروں کے ذریعے سے کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔

---

[1] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۴۳۔ [2] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۳۰

(۳) عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کرکے اس کو قید کر دیا۔
(۴) عالمگیر جب بیجاپور کے محاصرے میں مشغول تھا تو تمام افسروں کو جو اس کے ساتھ تھے، بلوالیا۔
(۵) بغیر اس کے کہ کسی شہزادے کی طرف سے کوئی پیش قدمی ہو، مراد، عالمگیر اور شجاع کے مقابلے کے لئے فوجیں روانہ کیں۔

یہ وہ واقعات ہیں جن سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں لیکن ہم مزید اطمینان کے لئے بعض ضروری واقعات کے متعلق نہایت مستند شہادتیں بھی نقل کرتے ہیں۔

عین محاصرۂ گلبرگہ کے وقت عالمگیر کے افسران اور فوج کو بلوالینا

دریں اثنا دو قطعہ فرمان، کہ حسب التماس دارا شکوہ بنام مہابت خاں و راؤ ستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود پر تو صدور یافت در مآثر مطاعہ حسن اندراج یافتہ بود کہ مہابت خاں و راؤ ستر سال با کل راجپوتیہ اصلا بر خصت شاہزادہ والا گہر (یعنی عالمگیر) مقید نشدہ روانہ گردند ازیں راہ دہن وسستی تمام بحال اردوئے معلے شاہی (یعنی عالمگیر) راہ یافتہ استقلال و بنائے اثبات و قرار جنود و نصرت موعود متزلزل و متخلل گردید۔

(واقعات عالمگیری از عاقل خاں)

ان سب باتوں پر بھی عالمگیر نے کسی قسم کی پیش دستی نہ کی۔ بلکہ جب مراد اور شجاع نے اپنے اپنے صوبوں میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تب بھی عالمگیر نے کوئی کارروائی نہ کی بلکہ مراد کو خط لکھا کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہیں ہم لوگوں کو اپنی جگہ سے ہلنا نامناسب ہے اور سورت پر تم نے جو فوج بھیجی، یہ نامناسب تھا چنانچہ مراد نے عالمگیر کو جو خط لکھا ہے، اس میں لکھتا ہے:

"آنچہ اندراج یافتہ کہ چوں تا حال خبر وقوع تعفیہ ناگزیر (یعنی شاہجہان کی وفات) بمازبیدہ بلکہ آثار صحت ظاہر می شود از جائے خود حرکت کردن و باظہار بعض مراتب پرداختن مناسب نہ نماید۔ اگرآں برادر نیز بعد از تحقیق اخبار افواج بہ سورت می فرستادند دریں کار تعجیل نہ می رفت بہتر بود ... (الی آخرہ)

(فیاض القوانین یعنی مکاتیب تیموریہ وغیرہ)

عالمگیر و مراد کے وکلا کا نظر بند کرنا اور واقعہ نویسی سے روکنا

وکلائے ہر دو برادران بہ معنی نظر بند اند کہ ملحد (یعنی دارا شکوہ) جمعے را گماشتہ کہ در حضر و سفر برود رخانہ آنہا می باشد و متقرر مزدہ کہ اخبار و سوانح آنجا را مطابق گفتہ میر صالح برادر روشن قلم بما بنویسد

(فیاض القوانین)

المگیر کے وکیل کا گھر ضبط کرنا عیسیٰ بیگ وکیل سرکار (یعنی عالمگیر) را بے صدد جرمے محبوس ساختہ ضبط اموال و امتعہ او فرمان دادند۔ (مآثر عالمگیری مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۴)

واقعات مذکورہ بالا کے ثابت ہونے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ آغاز کارروائی سے اخیر تک داراشکوہ اور عالمگیر
ؔنوں میں سے کون تقصیروار ہے۔ خبروں کا روکنا، عالمگیر کے وکلاء کا نظربند کرنا، عالمگیر کی جاگیر کا ضبط کرنا، عین جنگ
ؔی حالت میں عالمگیر کے امراء اور فوج کا اس کے پاس سے بلوا لینا، مہاراجہ جسونت سنگھ کو عالمگیر کے مقابلے پر مامور کرنا
ؔیسے افعال ہیں؟ اور کیا ان میں سے کسی فعل کے جائز ہونے کی کوئی وجہ بتائی جا سکتی ہے؟ تم کہہ سکتے ہو کہ یہ سب
ؔراشکوہ کے افعال ہیں۔ ان کو شاہجہان کے واقعہ کی بحث میں پیش کرنا کس قدر غلط طریق استدلال ہے؟ لیکن عالمگیر کی
ؔتمام کارروائیاں جواب تک اس نے کیں، یعنی دکن سے روانہ ہوا، راہ میں جسونت سنگھ نے داراشکوہ کی طرف سے روکا،
ؔاس کو لڑ کر شکست دی، آگرے میں آیا، یہ سب داراشکوہ ہی کے مقابل میں تھیں، شاہجہان کی بحث میں ان واقعات
ؔذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ سادہ دل مورخین ان واقعات کو بھی اس بنا پر عالمگیر کی ناجائز حرکات میں شمار کرتے ہیں کہ
یہ سب باتیں گویا شاہجہان کے مقابلہ میں تھیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس زمانہ میں شاہجہان ہمہ تن مجبور ہو کر داراشکوہ کے قبضے میں آگیا تھا اور جو کچھ وہ چاہتا
تھا، شاہجہان کے نام سے کرتا تھا۔

خافی خان کے بیان میں اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہجہان آگرے میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ داراشکوہ نے مجبور کیا
داراشکوہ جب فوج لے کر چلا تو شاہجہان نے بہت روکا لیکن داراشکوہ نے نہ مانا۔ شاہجہان نے عالمگیر کے معاملے
طے کرنے کے لئے خود جانا چاہا، داراشکوہ نے نہ جانے دیا۔ ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے:

"ان دنوں شاہجہان کلفی الواقعہ بہت پتلا حال تھا اور علاوہ شدائد و تکالیف مرض کے وہ حقیقتاً داراشکوہ
کے پنجہ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا۔" (ترجمہ سفرنامہ برنیر جلد اول صفحہ ۶۵)

مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے:

"اما بہ اجمال ظاہر شد کہ آں طرف (یعنی داراشکوہ) استقلال و تسلط تامی کہ نداشت یافتہ حل و عقد امور
حضور اقدس (شاہجہان) بہ قبضہ اقتدار خود آورد۔"

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ داراشکوہ نے یہ مشق بہم پہنچائی تھی کہ شاہجہان کے خط میں بالکل خط ملا دیتا تھا اور فرامین

ؔصوبہ برار عالمگیر کی جاگیر میں تھا۔ داراشکوہ نے اس کو ضبط کر لیا۔ مراد بخش کے خطوط میں بار بار اس کا ذکر آیا ہے۔

پر شاہجہان کے دستخط اپنے ہاتھ سے بناتا تھا۔ مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے:

"ملعون دارا شکوہ خود تقلید خط اقدس (شاہجہان) را بہ مرتبہ کمال رسانیدہ بر فرامین دستخط می کند"

ان موقعوں پر مراد کا بیان اس لئے نہایت وثوق کے قابل ہے کہ وہ یہ واقعات عالمگیر کو لکھ رہا ہے۔ اس لئے یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ عوام کے دھوکا دینے کے لئے لکھتا ہو۔ مراد اور عالمگیر اس وقت تک ہمراز اور ہمدرد ہیں۔

واقعات مذکورہ کی بنا پر عالمگیر کو صرف انہی احکام کی پابندی ضروری تھی جو شاہجہان کے اصلی احکام تھے اور ظاہر ہے کہ جسونت سنگھ کا عالمگیر کے مقابلہ پر بھیجنا داراشکوہ کی شرارت تھی، شاہجہان اس پر راضی نہ تھا۔

داراشکوہ کے مقابلہ میں عالمگیر کا آمادہ جنگ ہونا حفاظت خود اختیاری کا ضروری فرض تھا۔ ڈاکٹر برنیئر عالمگیر کا سب سے بڑا دشمن ہے تاہم ان بھائیوں کے ارادہ جنگ کے متعلق لکھتا ہے:

" واقعی ان کو اپنے اس ارادے سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتح یابی کی حالت میں تو تخت کی امید تھی اور شکست کی صورت میں جان جانے کا یقین کلی تھا اور اب صرف دو ہی باتیں تھیں یا موت یا سلطنت۔ اور جس طرح شاہجہان اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ بھر کر تخت نشین ہوا تھا، اسی طرح ان کو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امیدوں میں ناکامیاب رہیں گے تو غالب اور فتحیاب حسد کے مارے ہم کو ضرور قتل کرا دیگا۔"

(سفر نامہ برنیئر صفحہ ۴۵ و ۴۶)

لین پول صاحب لکھتے ہیں:

"اورنگ زیب یہ ضرور جانتا ہوگا کہ بھائیوں میں کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائے گا یا مار ڈالا جائے گا اور اس نے اپنے دل میں ایک مصمم ارادہ کر لیا ہوگا بحفاظت خود اختیاری میں اس کا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کے لئے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے۔ (ترجمہ اورنگزیب مصنفہ لین پول صفحہ ۴۱)

بہر حال عالمگیر جسونت سنگھ اور داراشکوہ سے لڑا اور ان کو شکست دی لیکن ایک عرضداشت کے ذریعہ سے شاہجہان کو ان تمام واقعات کی خبر دی۔ شاہجہان نے دست خاص سے تسلی نامہ لکھ کر بھیجا۔ پھر انعام کے طور پر ایک تلوار بھیجی جس پر "عالمگیر" کا لفظ منقوش تھا، چنانچہ خافی خاں نے ان واقعات کو تفصیلاً لکھا ہے۔

عالمگیر کا نکتہ چین اس موقعہ پر یہ کہہ سکتا ہے کہ عالمگیر نے اور جو کچھ کیا حفاظت خود اختیاری کی وجہ سے کیا لیکن جب وہ جسونت سنگھ کو شکست دے کر آگرہ کے قریب پہنچ گیا اور شاہجہان نے اس کو بار بار بلایا۔ اور

---

۱ مراد کے خطوط کی عبارتیں مکاتیب تیموریہ سے نقل کی گئی ہیں جس کا نام فیاض القوانین ہے۔

نہایت شفقت آمیز خط لکھے، تحفے اور انعام بھیجے اور سب سے بڑھ کر سلطنت کی تقسیم اس طرح کرنی چاہی جس سے بڑھ کر عالمگیر کے حق میں کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی یعنی یہ کہ دارا شکوہ کو پنجاب و کابل اور مراد کو گجرات اور شجاع کو بنگال دیا جائے اور عالمگیر کو ولی عہدی کا منصب اور پایہ تخت کی سلطنت دی جائے تو اس حالت میں باپ کی نافرمانی کرنا، گستاخی سے پیش آنا اور بالآخر قلعے میں نظر بند کر دینا، اخلاق کے مذہب میں کفر سے بدتر ہے۔

لیکن تحقیق طلب یہ ہے کہ کیا شاہ جہان نے فی الواقعہ وہی کیا چاہا تھا جو کہتا تھا؟

اسلامی تعلق سے شاہجہان اور عالمگیر دونوں یکساں واجب التعظیم ہیں۔ گو وہ خلیفہ نہیں لیکن لغوی معنوں میں (نہ شرعی) امیر المومنین ہیں۔ میرا دل دکھتا ہے کہ ان میں سے کسی کو ملزم ٹھہراؤں لیکن سچائی اور تاریخ نویسی کا کیا فرض ہے؛ شاہجہان اور عالمگیر دونوں قابل ادب ہیں لیکن دونوں سے بڑھ کر بھی ایک چیز ہے۔ حق اور راستی اور مجھ کو اسی اعلیٰ ترین چیز کے سامنے گردن جھکا دینی چاہئے۔

تمام مورخین میں عاقل خاں نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ عالمگیر کے نام شاہ جہان کے دردانگیز خطوط جن سے پتھر کا دل پانی ہو جاتا ہے بعینہ نقل کئے ہیں۔ نواب جہاں آرا بیگم نے شاہجہان کے اشارے سے جو خط عالمگیر کو لکھا ہے وہ بھی نقل کیا ہے۔ عالمگیر کو جو لوگ شاہجہان کی خدمت میں حاضر ہونے سے روکتے تھے ان کو فتنہ پرداز اور مفسد سے تعبیر کیا۔ اور یہ تمام داستان اس تفصیل اس زور اور اس درد کے ساتھ لکھی ہے کہ پڑھنے والے کے منہ سے بے اختیار عالمگیر کے حق میں نفرین نکل جاتی ہے لیکن بالآخر جب یہ موقع آتا ہے کہ عالمگیر باپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے قیام گاہ سے نکلتا ہے اور اس کے مقربین اس کو روکتے ہیں تو اسی مورخ عاقل خاں کو یہ لکھنا پڑتا ہے:

"دریں اثنا کہ آنحضرت (عالمگیر) بسمع مبارک بہ سخنان دولت سگالاں داشتہ متردد بودند ناگاہ ناہر دل خاں چیلہ برسید۔ فرمانے کہ بندگان اعلیٰ حضرت (شاہجہان) بہ خط مبارک بہ دارا شکوہ نوشتہ از راہ اعتماد بہ کمال اہتمام و احتیاط بدو حوالہ فرمودند کہ اصلاً احدے را بریں راز وقوف ندادہ و خود را بعنوان شبگیر و یلغار بہ دار الخلافت شاہجہان آباد نزد دارا شکوہ رساند و فرمان را بہ آنجناب رسانیدہ جواب بیاورد و در نظر انور حضرت جہاں پناہی درآورد و مضمون آں منشور عالم حداں بود کہ دارا شکوہ خاطر خود جمع کردہ در شاہ جہان آباد بثبات قدم ورزد و از آنجا پیشتر نگذرد ما در ایں جا مہم را فیصل می فرمائیم۔ ایں فرمان مصدق و مصداق قول خیر خواہاں آمدہ۔

ترجمہ: یعنی اس وقت کہ عالمگیر خیر خواہان دولت کی باتیں سن کر متردد تھے کہ کیا کیا جائے۔ دفعتہ

نامہ ول خان چیلہ سامنے سے نکلا۔ شاہجہان نے خود اپنے ہاتھ سے دارا شکوہ کے نام خط لکھ کر بڑی احتیاط سے اس کے حوالہ کیا تھا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے اور یلغار کرتے ہوئے دارا شکوہ کے پاس سے جواب لاؤ۔ خط کا مطلب یہ تھا کہ تم (دارا شکوہ) مطلق مت ہو کر دہلی سے آگے نہ بڑھو۔ اور وہیں قیام کرو۔ ہم یہاں قصہ تمام کئے دیتے ہیں۔

اس خط سے عالمگیر کے ہوا خواہوں کی رائے کی بالکل تصدیق ہو گئی۔ مآثر الامراء میں بھی یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ اخیر کے فقرے یہ ہیں:

"دریں اثنا کہ خلد مکان (عالمگیر) گوش بر دولت سگالان داشتہ متردد بودند نامہ ول چیلہ رسید و فرمانے کہ اعلیٰ حضرت بہ خط خود بہ دارا شکوہ نوشتہ از روئے اعتماد بدو حوالہ نمودہ بود کہ خود بہ عنوان سبکروی بہ شاہجہان آباد نزد دارا شکوہ رساند جواب بیارد۔ آوردہ گذرانید مضمون آنکہ او لشکر ہا فراہم آوردہ در دہلی ثبات قدم ورزد ما دریں جا مہم را فیصل می فرمائیم۔"

(مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۷۹۶)

ایک غیر قوم کا شخص جو عالمگیر کا پورا دشمن تھا اور ان تمام جھگڑوں میں موجود تھا، اس کے بیان سے اس اجمال کی گرہ کھل جاتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"شاہجہان نے ایک معتبر خواجہ سرا کو اورنگ زیب کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ بے شک دارا شکوہ نے جو کچھ کیا، نامناسب تھا اور اس کی بے سمجھی اور نالائقی کی باتیں یاد دلا کر کہا کہ تم پر تو ہم ابتدا ہی سے دلی شفقت رکھتے ہیں پس تم کو ہمارے پاس چلا آنا چاہئے تاکہ تمہارے مشورے سے ان امور کا انتظام کیا جائے، جو اس افراتفری کے باعث خراب اور ابتر پڑے ہوتے ہیں۔" مگر اس محتاط شہزادہ (یعنی عالمگیر) نے بدگمانی سے بادشاہ پر اعتماد کر کے قلعہ میں چلے جانے کی دلیری نہ کی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ بیگم صاحب (یعنی جہاں آرا بیگم) کسی وقت بادشاہ سے جدا نہیں ہوتی اور اس کے مزاج پر اس قدر حاوی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتی ہے وہی ہوتا ہے اور یہ پیغام اس کا ایک چکمہ ہے اور اس نے قلماقنیوں (تاتاری عورتیں) میں سے جو محلسرا میں چوکی پہرے کے کام پر متعین رہتی ہیں کچھ قوی ہیکل اور مضبوط اور مسلح عورتیں اس قصد سے لگا رکھی ہیں کہ جب وہ قلعہ میں داخل ہو تو فوراً اس پر آن پڑیں۔

(سفر نامہ ڈاکٹر برنیر مترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۱۱۴)

لین پول نے سچ لکھا کہ اس جال میں جو شاہجہان نے اپنے بیٹے کو پھانسنے کیلئے بچھایا، شاہجہان خود پھنس گیا۔[1]

---

[1] ہمیر ہن پول صفحہ ۵۲

عالمگیر نے بار ہا شاہجہان کی خدمت میں حاضر ہو کر عفو تقصور کرانا چاہا لیکن شاہجہان اب بھی داراشکوہ کا خواب دیکھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ جہاں آرا بیگم جو شاہجہان کو دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز تھی، داراشکوہ کی نہایت طرفدار تھی۔ شاہجہان نے ہندی زبان میں خفیہ ایک خط شجاع کو عالمگیر کے برخلاف لکھا اور اس قسم کی اس کی کوششیں برابر جاری رہیں۔ عالمگیر اب مایوس ہو کر بیٹھ رہا۔ خافی خاں لکھتا ہے:

"خلد مکان (عالمگیر) اکثر ارادہ دیدن پدر والا قدر بہ قصد معذرت والتماس عفو تقصیرات کہ از تقدیرات الٰہی و شوخی برادر ناہنجار بلا اختیار ظہور آمدہ نمودند آخر چوں دانستند کہ مرضی اعلیحضرت (شاہجہان) طرف رعایت و اعانت داراشکوہ غالب و راغب است و سررشتہ اختیار بر حکم قلم تقدیر از دست رفتہ مصلحت در فسخ عزیمت ملاقات پدر ندانستہ

(جلد اول صفحہ ۳۴)

اسی زمانہ میں شاہجہان نے ایک خط مہابت خاں سپہ سالار کو جو اس وقت کابل میں تھا لکھا۔ یہ خط خافی خاں نے پورا نقل کیا ہے۔ اس کے چند فقرے یہ ہیں:

"چوں فرزند مظلوم داراشکوہ بعد از شکست روانہ لاہور شدہ، بہ مدد و رفاقت داراشکوہ بابا پرداختہ بہ مقابلہ و جزائے اعمال ہر دو نابرخوردار (یعنی عالمگیر و مراد) پردازد۔"

شاہجہان کی ان تمام سازشی اور مخالفانہ کارروائیوں کے ساتھ بھی عالمگیر نے یہ سلوک کیا کہ اپنے بیٹے شہزادہ اعظم کو شاہجہان کی خدمت میں عفو تقصیرات کے لئے بھیجا اور پانسو اشرفیاں اور چار ہزار روپے نذر بھیجے اور چند روز کے بعد جب قلعے کی حفاظت کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا تو شاہجہان کے لئے ہر قسم کے آرام و راحت کے سامان مہیا کر دیئے۔ ڈاکٹر برنیئر کو بھی مجبوراً یہ شہادت دینی پڑی:

"غرضیکہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہجہان کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا اور حتی الامکان وہ اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطرداری کرتا اور نہایت کثرت سے تحفے تحائف بھیجتا رہتا اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں اس کی رائے اور مشورے کو مثل ایک پیر و مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور اس کے عریضوں سے جو اکثر لکھا کرتا تھا، ادب اور فرماں برداری ظاہر ہوتی تھی پس اس طرح سے شاہجہان کی گردن کشی اور اس کا غصہ آخرکار یہاں تک ٹھنڈا پڑ گیا کہ معاملات سلطنت میں بیٹے کو لکھنے پڑھنے لگ گیا بلکہ اپنے باغی فرزند کی سب گستاخانہ حرکتیں معاف کر کے اس کے حق میں دعائے خیر بھی کر دی۔"[1]

---

[1] ترجمہ سفرنامہ ڈاکٹر برنیئر جلد اول صفحہ ۲۸۹۔ اس کے بعد برنیئر نے لکھا ہے کہ "عالمگیر شاہجہان کی (باقی بر صفحہ ۶۲)

انصاف کرو۔ شاہجہان اتنی بات پر برسوں جہانگیر سے ناراض رہا کہ اس نے شاہجہان کی جاگیر نور جہاں کو دے کر دے دی تھی۔ حالانکہ اور طرح کی عنائتیں بحال تھیں۔ تاہم شاہ جہان نیک نام ہے۔ عالمگیر نے اس حالت میں کہ اس کی جاگیر چھین لی گئی، تنخواہ بند کر دی گئی، عین دشمنوں سے مقابلہ کے وقت اس کی فوج اس کے پاس سے بلا لی گئی ہ، ہزار فوج خود اس کے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے روانہ ہوئی۔ قلعے میں اس کے قتل کا بندوبست کیا گیا۔ ان سب باتوں کے ساتھ وہ شاہ جہان کا نہایت ادب و احترام کرتا رہا، تاہم وہ بدنام ہے۔

رندو صوفی ہمہ سرمست گزشتند و گزشت

قصۂ ماست کہ در کوچہ و بازار بہ ماند

مورخین کو اپنے محکمہ عدالت میں اس بات کا بہت کم موقع حاصل ہو سکتا ہے کہ خود مجرم کا بیان تحریری بھی حاصل کر سکیں لیکن عالمگیر کی نسبت مورخ کو اس کا افسوس نہیں ہو سکتا۔ عالمگیر نے شاہجہان کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں ان الزامات کی خود جواب دہی کی ہے۔ عالمگیر کو اس کے مخالفوں نے ہمیشہ سخن ساز اور متفنی بیان کیا ہے لیکن اب تمام واقعات ایک ایک کر کے سامنے آ گئے ہیں اور رازہائے سربستہ کے چہرے سے نقاب اٹھ گئی ہے۔ اس لئے موقع ہے کہ عالمگیر کو اپنے عذرات کے پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔ ہم اس کا اصل خط خافی خاں کی تحریر کے مطابق نقل کرتے ہیں۔ دیکھو اس سخن ساز اور متفنی شخص کا ایک حرف بھی سچائی کے مرکز سے ہٹا ہوا ہے؟

"بعد از ادائے مراسم عقیدت و عبودیت بعرض اشرف می رساند۔ صحیفہ کہ بخط خاص پس از تمادی ایام صادر شدہ بود پرتو ورود انداخت بہ مطالعہ ارقام سرمایہ سعادت حاصل کرد۔ کیفیتے کہ نگارش یافتہ بود، بہ وضوح انجامید از سبب گرفت و گیر خلوط استفسار شدہ بود، بر خاطر دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ازیں مرید در ابتدائے حال و آغاز وقوع مرلتبے کہ بہ تقدیر ایزد متعال رو دادہ باعتقاد آں کہ چوں آں حضرت عقل کل اند و اکثر اوقات گرامی در تجارب پست و بلند روزگار گزشتہ۔ شاید ظہور ایں امور از قضا و قدر دانستہ در شکست کار ایں مرید و رونق بازار دیگراں کہ ارادت اللہ بداں تعلق نہ گرفت، کوشش نہ فرمایند۔ سلوک را بہ نہجے مستحسن قرار دادہ بود و می خواست کہ بعد دفع شورش و راستر ضائے خاطر والا کما اہتمام بہ میان میان بستہ بدیں وسیلہ سعادت دارین حاصل کند و ہر چہ مے شنید کہ موجب ارتفاع غبار فساد و برہم خوردگی مہمات عباد

(بقیہ ۱۰۱) ہدایتوں کے برخلاف بھی کرتا تھا لیکن وہ عام سلطنت کے متعلق ہدایتوں کی مخالفت تھی جس کو اس موقع سے کوئی تعلق نہیں۔

؎ جلد دوم مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۰۲

بہ تحریک آں حضرت است و برادران بر فرمودہ اقدس دست و پا می زنند و جانی می کنند گوش بہ سخنان مردم نینداختہ اندیشہ انحراف از شاہراہ عقیدت می نمود لیکن از انجا کہ اخبار بے توجہی حضرت بہ تواتر رسیدہ چنانچہ از نوشتہ کہ بہ خط ہندوی بہ شجاع قلمی گردیدہ بود و خان دوران او بر سر آں خراب گشتہ ہویدا است یقین حاصل شد کہ آنحضرت ایں مریدانہ می خواہند و آں کہ از دست رفتہ ہنوز تلاش دارند کہ دیگر استقلال پذیرد و سعی نزد ایں فدوی کہ معروف بہ اجرائے احکام دین متین و انتظام مہمات مملکت است ضائع شود بہ ہیچ طریق ازیں فکر باز نیامدہ دریں کار مصر اند ناگزیر بہ مراعات لازم حزم و احتیاط پرداختہ از حدوث مفسدہ ہائے ممتنع التدارک اندیشہ مند گشتہ آنچہ بخاطر داشت تو انست از قوت بہ فعل آمدہ و بر صدق ایں دعوی خدائے توانا شاہد است۔ انشاء اللہ تعالی بعد ازاں کہ کار معاندان بہ یکے ازیں دو وجہ ساختہ شود چرا ایں ہمہ عبث احتیاط خواہد نمود و در باب آب دار خانہ قلمی نمودہ بودند آب خاصہ در غسل خانہ دریں وقت کہ آنحضرت پیوستہ در محل می باشند چہ در کار است۔ و مہر بر کار خانہ ملبوس نمودن باز نہ گنند تصدیق شدن خواجہ معہود می شد محال کہ دیگر چہ مامور گردید پوشاک مبارک بہ دستور سابق بے تعلل خواہد رسید۔

داراشکوہ کا قتل

موافق اور مخالف دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ داراشکوہ اپنی بدتدبیری، خود رائی، کج طبعی کی وجہ سے اس قابل نہ تھا کہ تیمور کے تخت کا مالک[1] ہوتا۔ اس سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ بھائیوں کی جنگ میں ابتدا اس کی طرف سے ہوئی اور عالمگیر و مراد و شجاع کو مجبوراً اس کے حملوں کو روکنا پڑا۔ یہ بھی کچھ الزام کی بات نہیں کہ داراشکوہ گرفتار کر کے دربار میں لایا گیا لیکن اعتراض یہ ہے کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ کسی محفوظ مقام میں نظر بند رکھا جاتا۔ وہ کتنا ہی برا سہی لیکن بھائی

[1] ڈاکٹر برنیئر سے زیادہ کون شخص داراشکوہ کا دوست ہو سکتا ہے اس نے سخت مصیبت کی حالت میں داراشکوہ کا ساتھ دیا تھا۔

تاہم وہ داراشکوہ کی ذاتی خوبیوں کو گن کر لکھتا ہے:

"...... مگر بایں ہمہ بڑا ہی خود پسند اور خود رائے تھا اور اس کو گھمنڈ تھا کہ میں اپنی عقل کی رسائی اور خود تدبیری سے ہر امر کا بندوبست اور انتظام کر سکتا ہوں اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو مجھے صلاح و مشورہ دے سکے وہ ان لوگوں سے جو اس کو ڈرتے ڈرتے کوئی صلاح دینے کی جرأت کر بیٹھتے تھے، تحقیر اور اہانت سے پیش آتا تھا چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب سے اس کے دلی خیر خواہ بھی اس کے بھائیوں کی پوشیدہ اور مخفی سازشوں سے اسے آگاہ نہ کر سکے وہ ڈرانے اور دھمکانے میں بڑا تیز تھا۔ یہاں تک کہ وہ بڑے بڑے امرا کو بھلا برا کہہ بیٹھتا اور ان کی ہتک کر ڈالتا لیکن اس کا غصہ اور بدمزاجی ایک آن کی آن میں جاتی رہتی تھی۔" (ترجمہ سفرنامہ برنیئر صفحہ ۱۱ جلد اول)

کیا ایسا شخص سلطنت کے بار گراں اٹھانے کے قابل تھا؟

تھا مگر عالمگیر اس کے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرتا تو اخلاقی مرقع میں اس کی تصویر اس قدر نفرت انگیز نہ ہوتی۔

بے شبہ یہ اعتراض بظاہر نہایت قوی ہے لیکن تیموری خاندان بلکہ تمام ایشیائی سلطنتوں میں دعیان سلطنت قید اور نظر بند ہو کر بھی سلطنت کے منصوبوں سے دست بردار نہیں ہوتے۔ اس کے ساتھ ان کے طرف داروں کا ایک گروہ ہمیشہ موجود رہتا ہے اور اس وقت تک نچلا نہیں بیٹھتا جب تک تخل آرزو کے تمام رگ و ریشے کٹ نہ جائیں تم نے تمام تاریخوں میں پڑھا ہو گا کہ دارا شکوہ جب دلی میں گرفتار ہو کر آیا ہے اور بازار میں اسی حالت سے نکلا ہے تو تمام شہر میں ہنگامہ برپا تھا۔ زن و مرد دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ بالاخانوں سے سرکاری آدمیوں پر پتھر اور ڈھیلے پھینکے جاتے تھے۔ ملک جیون پر جس نے دارا کو گرفتار کیا تھا، گالیوں کا مینہ برس رہا تھا۔ ظاہر بین خیال کرتے ہیں کہ یہ دارا شکوہ کی ہر دلعزیزی کا اثر تھا اور اس لئے اس کا مالک تاج و تخت ہونا زیادہ موزوں تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ایک فتنہ گر کا شعبدہ تھا۔ خافی خاں لکھتا ہے:

" روزِ دیگر کہ کوتوال بموجب حکم در پئے تحقیق بانیٔ آں فساد پرداخت۔ ظاہر شد کہ ہیبت نام احدی پیش قدم ایں جرأت گشتہ مادہ فساد و آشوب تمام شہر گردیدہ بود[1] "

بے شبہ لوگوں کو خود بھی رقت ہوئی ہو گی لیکن یہ ملکی ہر دلعزیزی کا ثبوت نہیں ہے۔ دارا شکوہ جس شان و شوکت کا شہزادہ تھا جس کرّ و فر سے اس کی سواری شہر میں لوگوں نے نکلتی دیکھی تھی، جس طرح وہ روپے برساتا ہوا بازار سے گزرا کرتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں جب لوگوں نے اس کو شکستہ حال پا بزنجیر بے کس و بے یار بازار سے گزرتے دیکھا ہو گا تو کون سنگ دل ہو گا جس کے دل سے آہ نہ نکل گئی ہو گی۔ اس وقت اس بات کا فیصلہ کرنے کا کیا وقت تھا کہ وہ تختِ شاہی کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ ایسی حالتوں میں تو دشمن کے لئے بھی آنسو نکل آتے ہیں اور دارا شکوہ تو پھر بھی صاحبقرانِ ثانی کا شہزادۂ اعظم تھا۔

یہ قطعی ہے کہ دارا شکوہ جب تک زندہ رہتا سازشیں برپا رہتیں اور ملک کو امن و امان نصیب نہ ہوتا۔ اس لئے عالمگیر کو وہی کرنا پڑا جو خود اس کے باپ شاہجہان سے اس کو ترکہ میں ملا تھا۔ شاہ جہان نے اپنے بھائیوں (داور بخش و شہریار) اور حقیقی بھتیجوں کو قتل کرا دیا تھا۔ عالمگیر کو بھی اس قسم کی بھینٹ چڑھانے کا حق تھا ؏

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

مراد کا واقعہ یہ مسئلہ شاہ جہان کی قید اور دارا کے قتل سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ شاہ جہان اور دارا شکوہ دونوں

---

[1] جلد دوم خافی خان صفحہ ۸۶

عالمگیر کے صریح مخالف تھے لیکن مراد عالمگیر کا دست و بازو تھا جسونت سنگھ کے معرکے میں اسی کی پامردی اور اندھا دھند جانبازی سنے داراشکوہ کی فتح کا پانسہ الٹ دیا تھا۔ وہ ابتداء سے عالمگیر کا ہوا خواہ اور اطاعت گزار تھا اور جو کچھ کرتا تھا۔ عالمگیر کے تیور دیکھ کر کرتا تھا۔ ایسے جانباز اور مطیع دوست کو عالمگیر کے ہاتھ سے یہ صلہ ملا کہ قید ہوا اور پھر قید زندگی سے آزاد ہو گیا۔

لیکن اس مسئلہ نے اس وجہ سے یہ صورت اختیار کی ہے کہ مورخوں سنے پورا واقعہ بیان نہیں کیا۔ عالمگیر نامہ اور مآثر عالمگیری اور مآثر عالمگیری کے مصنف تو اس قسم کے واقعات کے اسباب و علل سے مطلق بحث نہیں کرتے۔ اس لئے ان سے کوئی شکایت نہیں ہو سکتی لیکن خافی جو ان مصنفوں پر ترجیح حاصل کرنے کی غرض سے دوسرے ماخذوں سے اور بالخصوص عاقل خاں کی تصنیف سے حالات بہم پہنچاتا ہے، جب اس واقعہ کو لکھتا ہے، تو صرف یہ لکھ کر رہ جاتا ہے :

"اول روز محمد مراد بخش را بحسن تدبیر کہ تقدیر براں موافقت نمود کہ بہ ذکر تفصیل آں نمی پردازد دستگیر ساختہ زنجیر بہ پا انداختہ . . . . الخ (جلد دوم صفحہ ۲۳۸)

خافی خان اس واقعہ کی تفصیل نہیں بیان کرتا لیکن کیوں؟ کیا عالمگیر پر احسان ہے کہ وہ زیادہ بدنام نہ ہونے پائے لیکن شاہجہان کی گرفتاری کا واقعہ تو اس سے بھی زیادہ بدنام کن تھا۔ اس کو خافی خان نے بڑی تلاش سے بہم پہنچایا۔ چنانچہ خود لکھتا ہے :

"اگرچہ مولفان عہد نویس ہر سہ عالمگیر نامہ منزوی ساختن اعلیحضرت را موافق مرضی مبارک مجمل بہ زبان قلم دادہ اند اما عاقل خاں خافی در واقعات عالمگیری تالیف خود بہ شرح و بسط ذکر کردہ خلاصہ کلام آں کہ . . . الخ (صفحہ ۳۲)

اسی عاقل خان سنے مراد کی گرفتاری کو بھی تفصیل سے لکھا تھا۔ اس کو خافی خاں کیوں قلم انداز کرتے ہیں؟

اصل واقعہ یہ ہے کہ مراد گو نہایت دلیر اور جانباز تھا لیکن اس کے ساتھ نہایت سادہ لوح اور نہایت آسانی سے لوگوں کے دام میں آ جاتا تھا۔ داراشکوہ پر جب اس کو فتح حاصل ہو چکی تو اب اس کو لوگوں کے بہکانے سے یہ خیال آیا، کہ یہ معرکے میں سنے سر کئے ہیں میں ہی تنہا تخت سلطنت کا حق دار ہوں۔ اس خیال سے اس نے عالمگیر سے علیحدگی اختیار کی اور عالمگیر کے بڑے بڑے امراء کو بھاری تنخواہوں اور انعاموں کی طمع دلا کر توڑنا شروع کیا چنانچہ بیس ہزار فوج اس کی رکاب میں جمع ہو گئی اور روز بروز عالمگیر کی فوج گھٹتی جاتی تھی۔ مجبوراً عالمگیر کو اس کا بندوبست کرنا پڑا۔ عاقل خان لکھتا ہے :

درین منزل بعرض باریافتگان محفل والا رسید کہ سلطان مراد بخش ازاکبرآباد کوچ نہ کردہ از رفاقت پہلو تہی ساخت و
جمعے از ملازمانِ بادشاہی مثل ابراہیم خاں ولد علی مرداں خاں امیرالامراوغیرہ ملازمت آنجناب (مراد بخش) اختیار کردہ در سلک ملازمانش
انتظام یافتند و چوں مواجب و مناصب بیست وده پانزدہ مقرر کردہ جمیعتے کہ بداں جناب رجوع می آرند رعایت کلی میفرمایند
قریب بست ہزار سوار در ظل رایتش فراہم آمدہ روز بروز مردم ظاہر بین صورت پرست کہ از منزل معنی و حقیقت چندیں مرحلہ
دور افتادہ اند بواسطہ طمع منصب و چشم رعایت انبار و دستہ مثلی (یعنی از فوج عالمگیر) جدا شدہ بآں جناب (مراد بخش) می پیوند
و جمعیت سپاہش آناً فاناً سمت ازدیاد می پذیرد۔

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے مراد بخش کو قابو میں لانا پڑا لیکن انصاف یہ ہے کہ عاقل خاں کی تحریر کے موافق جس طرح
مراد کو گرفتار کیا گیا یعنی عالمگیر نے اس کو درد شکم کے بہانے سے بلایا اور قیلولہ کرنے کے لئے جب وہ خوابگاہ راحت میں
گیا تو ایک لونڈی بھیج کر اس کے ہتھیار منگوا لئے۔ پھر شیخ میروغیرہ کو بھیج کر اس کو گرفتار کرالیا۔ یہ ایک ایسا کام ہے جو
پولیٹیکل قانون کی رُو سے گو جائز ہو اور گو مراد سے علانیہ جنگ کرنے میں ہزاروں کا خون ہوتا ہے لیکن اگر عالمگیر اور
خونریزیوں کی طرح اس کو بھی گوارا کرتا اور مراد پر تدبیر سے نہیں بلکہ شمشیر سے قابو پاتا تو ہم اس کی مردانہ روش کی زیادہ داد دیتے
لیکن یہ سچ ہے کہ عالمگیر نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ خلیفہ منصور عباسی سے جس نے ابومسلم اصفہانی بانی دولت عباسیہ کو
دھوکے سے بلاکر قتل کرادیا تھا، زیادہ مدح کا مستحق ہے۔

یورپین مورخوں کی غلط بیانیاں یورپین مورخوں نے ان تمام واقعات کے متعلق جو غلط بیانیاں اور فریب کاریاں کی
ہیں ان سب کو اگر کوئی لکھنا چاہے تو ایک مستقل کتاب لکھنی ہوگی میں نے ابتدائے بحث سے اس وقت تک قصداً ان
کو نظر انداز کر رکھا تھا کہ ان میں الجھ کر کہیں رہ نہ جاؤں لیکن اب جب کہ میں ضبط نفس کر کے بحث کے خاتمہ پر آگیا ہوں تو نہایت
اجمال کے ساتھ اس مسئلہ پر اس غرض سے کچھ لکھنا ضرور ہے کہ یورپین مورخوں کی غلط کاری، ناواقفیت، فریب بازی،
اور دانستہ تحریف کا اندازہ ہوسکے۔ شاہجہان، داراشکوہ، مراد ہر ایک کے واقعہ کے متعلق ان مورخوں کا یکساں طرز عمل ہے۔
لیکن میں اختصار کی غرض سے صرف مراد کے واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں:

(۱) تمام یورپین مورخین لکھتے ہیں کہ شاہجہان کے مقابلہ میں بغاوت اور داراشکوہ سے لڑنے پر مراد کو عالمگیر نے اکسایا
اور مختلف فریبوں سے اس کو اس پر آمادہ کیا لیکن علاوہ تاریخی کتابوں کے خود مراد کے خطوط موجود ہیں جن سے صراحتاً ہر جگہ
ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر اپنی جگہ سے حرکت کرنا بھی نہیں چاہتا تھا اور بار بار مراد کو روکتا تھا ایک خط میں جو ۲۳ صفر یعنی
شاہ جہان کی بیماری سے دو مہینے بعد مراد نے عالمگیر کو لکھا ہے تمام واقعات کی اطلاع دے کر اور عالمگیر سے شرکت جنگ

ہونے کی درخواست کر کے لکھتا ہے:

"اگر آں صاحب مہربان نیز ازاں طرف متوجہ شوند بہتر والا مخلص بہ ہیچ وجہ دریں باب توقف بخود قرار نمی تواند داد۔"

جب عالمگیر نے ان خطوط کے جواب میں لکھا ہے کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہیں، ہم لوگوں کو جگہ سے حرکت نہ کرنی چاہیئے اور آپ نے بندر سورت پر چڑھائی نہ کی ہوتی تو بہتر ہوتا تو مراد نے متعدد خطوں میں عالمگیر کو آگرہ کی طرف بڑھنے پر اُبھارا ہے۔ ایک خط میں جو ۱۰ ربیع الاول کا لکھا ہوا ہے، لکھتا ہے:

"آنچہ از تقریر و تحریر گرامی مفہوم شدہ کہ در وقوع آں واقعہ (وفات شاہجہان) تردد دارند بہ خود معقول نمی تواند کرد بہر حال چوں ہرچہ بعد از تیقن ایں معنی بالستی کرد بہ عمل آمدہ برگشتن ازاں امکان ندارد"

پھر ایک اور خط لکھتا ہے:

"آنچہ اندراج یافتہ کہ چوں تا حال خبر وقوع قضیہ ناگزیر (یعنی وفات شاہجہان) بما نرسیدہ بلکہ آثار صحت ظاہر می شود از جائے خود حرکت کردن و با اظہار بعضے مراتب پرداختن مناسب نمی نماید اگرچہ برادر نیز بعد از تحقیق اخبار افواج بہ سوئے مستقر ساختہ دریں کار تعجیل نمی کرد بہتر می بود (یہاں تک عالمگیر کا قول نقل کیا ہے) در واقع نظر بہ نوشتہ جات وکیل چنیں بایستے کرد کہ مرقوم فرمودہ اند۔ اما دریں ایام بریں اعتماد نیست کہ از متعاریر جاسوسان معتمد بہ یقین پیوستہ کہ در اواسط شہر ذالحجہ حضرت را ہنگام موعود رسیدہ و کلائے ما برادران بمعنی نظر بند اند بہر وہ تقدیر از اشتہار خبر بردن وقت و قابو را از دست دادن و بہ گفتگوئے ارباب عناد بازی خوردن و اطاعت او کہ اصلاً بر نمی تابد کردن است۔"

اسی خط کے اخیر میں لکھتا ہے:

"ملخص ایں ہمہ مقدمات آں کہ قرار مدار کار خود را بر محاربہ و جنگ گذاشتہ ہمہ جا مستعد و آمادہ کار زار است و سوائے ایں فکرے دیگر ندارد و پیرامون خاطر نمی گردد و اگر انتظار آں صاحب والا قدر مانع نمی بود تا حال خود را بہ آں نواحی می رسانید۔

(مرقومہ ربیع الاول)

اس پر بھی عالمگیر مراد کو بار بار روکتا ہے اور مراد بڑھنے کیلیئے بیقراری ظاہر کرتا ہے چنانچہ ایک خط میں لکھتا ہے:

"مخلص را سوائے اجازت آں صاحب مہربان مانعے نیست۔"

اس کے بعد جب مراد نے سورت کا قلعہ فتح کر لیا تو ۱۰ ربیع الثانی کو عالمگیر کو ایک خط میں لکھتا ہے:

"لشکرے کہ مشغول آں جا (یعنی سورت) بود دریں زودی بحضور می رسد منتظر اشارہ و اجازت آں صاحب مہربان است۔"

اسی زمانے میں یعنی ۱۴ ربیع الثانی کو ایک خط میں عالمگیر لکھتا ہے:

"چوں آں صاحب والاقدر دریں وادی متردد خاطر بوده در کار باشتے ضروری آں وقت را موقوف بہ تشخیص خبری دارند۔
ہر چند روز می گذرد۔ مخالف دینی داراشکوہ قوت واستقلال دیگر می گیرد۔ ایں قدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلیٰ را از شاہجہان مطلق
اختیاری نماندہ است و آں حضرت را ملحد (داراشکوہ) البتہ بہ صید خویش در آوردہ است کہ افواج بر سر پادشاہ شجاع رفتہ و در پئے برہم
زدن ما است بمحض رفتن بہر بہجے کہ روئے دہد آں ملحد را از میان برداشتہ حضرت اعلیٰ را از دست او برمی آریم بہر حال عازم
مقصد شدن اولیٰ است۔ مگر ایں طرز پسند خاطر اقدس صاحب و قبلہ بھائی جیو (یعنی شجاع) راہم دریں باب متفق ساختہ و یک
ساعت و یک وقت از جاہائے خود روانہ مطلب می باید شد۔"

اس قسم کے اور بہت سے خطوط ہیں جن سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر بار بار روکتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور اقدس
کی زندگی تک ہم لوگوں کو اپنی اپنی جگہ پر رہنا چاہیے لیکن مراد کبھی تو یہ کہتا ہے کہ درحقیقت حضرت اقدس رحلت کر گئے کبھی لکھتا
ہے کہ حضور اقدس اگر زندہ بھی ہیں تو داراشکوہ کے قابو میں ہیں۔ کبھی لکھتا ہے کہ اب تو جا ارادہ کر لیا اب آپ بھی ساتھ دیتے ہیں
تو دیجئے ورنہ بندہ تنہا روانہ ہوتا ہے۔

انصاف کرو ان تصریحات کے بعد یورپین مورخوں یا خافی خاں کا یہ بیان کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے کہ عالمگیر نے مراد کو دم
دلاسا دے کر اپنی شرکت پر آمادہ کیا۔

(۲) یورپین مورخ عموماً لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے مراد سے معاہدہ کیا تھا کہ سلطنت آپ کو ملے گی میں داراشکوہ کے استیصال
کے بعد حج کو چلا جاؤں گا۔ برنیر صاحب لکھتے ہیں کہ اسی بنا پر عالمگیر ہمیشہ مراد کو حضرت کے لفظ سے خطاب کرتا تھا۔ خافی خان کے
طرز تحریر سے پایا جاتا ہے کہ مراد کو سلطنت کی امید دلائی گئی تھی لیکن یہ ایک نہایت تاریخی غلطی ہے سب سے شبہ تینوں بھائیوں میں
ایک معاہدہ ہوا تھا لیکن خافی خاں اور یورپین مورخوں نے اس کی تحقیق کرنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ وہ معاہدہ کیا تھا۔ مرزا مراد
نے اپنے خطوط میں، جو عالمگیر اور شجاع کو لکھے ہیں جا بجا اس کا اشارہ کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ داراشکوہ جب ہم
میں کسی ایک پر چڑھائی کرے تو اور بھائی اعانت میں شریک ہوں چنانچہ ایک خط میں لکھتا ہے:

"از عہود ات میا بین آں است کہ ہر گاہ ملحد (داراشکوہ) بہ یکے از برادراں بپیچد، دیگراں امداد بکنند۔"

اس کے سوا یہ بھی معاہدے میں داخل تھا کہ فتح کے بعد ایک ثلث مال غنیمت اور کابل و پنجاب و کشمیر کے علاقے
مراد کو دیئے جائیں۔ عاقل خاں واقعات عالمگیری میں لکھتا ہے:

"قرار یافت کہ ثلث از غنائم نصیبہ سلطان (یعنی مراد) آنشان بر سر کار فیض آثار (یعنی عالمگیر) عاید گردد و بعد تسخیر کل

۱؎ مراد اپنے خطوط میں عموماً داراشکوہ کو ملحد لکھتا ہے۔

قلمرو حضرت صاحبقران و فتح ممالک محروسہ ہندوستان ولایت پنجاب و ملتان و کشمیر و کابل بجناب سلطانی تعلق گیرد و آنجناب (یعنی مراد) در ولایات مذکورہ علم سلطنت برافرازد و آں بھی سر دو کس فرمانروائی بہ نوازد و خطبہ و سکہ بنام خود بسازد۔"

چنانچہ داراشکوہ کی شکست کے بعد جب مراد نے عالمگیر سے ناراضی اور علیحدگی ظاہر کی تو عالمگیر نے اسی معاہدے کی بنا پر بیس لاکھ روپے نقد بھیج دیئے اور کہلا بھیجا کہ داراشکوہ کے قضیئے فیصل ہونے کے بعد کابل اور پنجاب و کشمیر بھی حوالہ کیا جائے گا۔ عاقل خان لکھتا ہے:

"لاجرم آنحضرت عالمگیر مبلغ بست لک روپیہ نقد بہ ایں سطرا و ارسال داشتہ پیغام کرد کہ بالفعل ایں مبلغ را بہ ضروریات خاصہ خود و سپاہ صرف نمائند بموجبے کہ آں برادر والا تبار مقرر کردہ شد کہ ثلثے از غنائم بہ سرکار ایشاں عائد گردد و تتمہ نیز خواہد رسید و انشاء اللہ تعالیٰ بعد از اتمام پذیرفتن مہم دارا شکوہ ولایت پنجاب و کابل و کشمیر بآں مسند آرائے سلطنت جہانداری ارزانی خواہد شد۔"

ان واقعات کے مقابلہ میں ڈاکٹر برنیر صاحب اور دیگر یورپین مورخوں کا یہ بیان کہ عالمگیر نے مراد کو اس بھرتے پر چڑھایا کہ ہندوستان کی سلطنت کے صرف آپ مستحق ہیں اور میں آپ کو سلطنت دلا کر گوشہ نشین ہو جاؤں گا، کس قدر صریح افترا اور بہتان ہے۔ ڈاکٹر برنیر نے اس مضمون کو بار بار بڑے زور سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"اورنگ زیب اگرچہ بظاہر مراد بخش کو برابر شاہ ہندوستان کہہ کر گفتگو کرتا رہا اور خلیل اللہ سے کہا کہ صرف حضرت ہی تخت نشینی کے لائق ہے (صفحہ ۱۰۴)

ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ عالمگیر نے مراد کو ایک خط لکھا جس کے جستہ جستہ فقرے یہ ہیں:

"بھائی! تم کو اس بات کے یاد دلانے کے لئے کچھ حاجت نہیں کہ امور سلطنت کی محنت اٹھانی میرے اصلی مزاج اور طبیعت کے کس قدر مخالف ہے؟ اور اگرچہ سلطنت کے حق حقوق اور دعووں سے میں بالکل دست بردار ہوں یہی نہیں کہ داراشکوہ فرمانروائی کے اوصاف سے خالی ہے بلکہ لامذہب اور کافر ہونے کی وجہ سے بالکل تاج و تخت کے لائق نہیں پس اس صورت میں اس عظیم الشان ملک کی سلطنت کی عنان روائی کے لائق صرف آپ ہی ہیں اور میری بابت تو یہ تصور کر لیجئے کہ اگر آپ کی طرف سے وثوق اور مستحکم طور پر مجھے یہ وعدہ مل جائے گا کہ جب بفضل خدا آپ بادشاہ ہو جائیں گے تو مجھ کو اپنی قلمرو میں کوئی گوشہ عافیت بہ اطمینان خاطر عبادت الٰہی بجا لانے کو عنایت فرما دیجئے پس ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیجئے اور موقع کو غنیمت سمجھئے اور جلدی سے سورت کے قلعے پر قبضہ کر لیجئے۔"

انصاف کرو۔ ڈاکٹر صاحب کے یہ بیانات کس قدر صحیح ہیں اور خصوصاً یہ بیان کہ آپ فوراً سورت پر قبضہ کر لیجئے

اور ویرنہ لگائیے کس قدر صحیح ہے۔ مراد کے خطوط میں خود تصریح ہے کہ عالمگیر مہینوں مراد کو نقل وحرکت سے روکتا رہا۔ بالخصوص قلعہ سورت پر اس کی پیش قدمی کی نسبت صاف لکھا کہ نامناسب تھی۔ ڈاکٹر برنیئر صاحب الٹا عالمگیر کو مراد کی پیش دستی کا محرک بتاتے ہیں۔ ہم کو مراد اور ڈاکٹر برنیئر صاحب میں سے کس پر اعتبار کرنا چاہیے۔

(۴) تمام یورپین مورخ لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے شراب پلوا کر مراد کو گرفتار کیا لیکن ڈاکٹر برنیئر کے سوا کسی مورخ نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ طرہ یہ ہے کہ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہندوستان کے ایک نوٹ میں لکھتے ہیں:

"اگرچہ برنیئر صاحب بھی اسی زمانے کے قریب تھے اور وہ عمدہ لکھنے والے ہیں مگر تقریری اور تحریری واقفیت ان کی محدود ہوگی اور ہندوستانیوں پر انے لگنے کے ذریعے ان کے پاس کچھ تھوڑے سے موجود ہوں گے۔ علاوہ اس کے ان کے بیان میں ایسی ایسی حکایتیں مذکور ہیں جو لوگوں کو بناوٹی معلوم ہوتی ہیں۔" (صفحہ ۹۹۹ مطبوعہ علی گڑھ)

الفنسٹن صاحب نے برنیئر صاحب کے متعلق نہایت محققانہ رائے دی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ان کے نزدیک برنیئر کا بیان وہیں تک ناقابلِ اعتبار ہے جہاں تک عالمگیر کے موافق ہے ورنہ عالمگیر کی مخالفت میں اس کا ایک ایک حرف وحی ہے اور نہ صرف الفنسٹن صاحب بلکہ تمام یورپین مورخین اس کو صحیفہ آسمانی سمجھتے ہیں۔

عالمگیر کے الزامات کی تمام روداد اب تمہارے سامنے ہے۔ غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور ایک ایک امر کو جانچو۔ اور پھر دیکھو کہ مخالف مورخوں نے عالمگیر کے برا ثابت کرنے کے لئے کیا کیا غلط بیانیاں کی ہیں۔ کس کس طرح واقعات کو بدلا ہے؟ کیا کیا غلط نتائج قائم کئے ہیں؟ کن کن پرفریب طریقوں سے کام لیا ہے؟ عالمگیر کیا اگر یہ کوششیں نوشیرواں کے متعلق صرف کی جاتیں تو وہ بھی شیطان مجسم نظر آتا۔

عبرت

عالمگیر کے دوستوں میں ایک صاحب لین پول ہیں۔ انہوں نے عالمگیر کے حالات میں ایک کتاب لکھی اور اپنی دانست میں عالمگیر کے تمام الزامات کا جواب دیا اور عالمگیر کو قابلِ مدح ثابت کرنا چاہا ہے لیکن اس کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ عالمگیر کی ہر قسم کی برائیاں، یعنی داراشکوہ وغیرہ کا قتل، ہندو ریاستوں سے بگاڑ کر کے بنیاد سلطنت کا متزلزل کر دینا، بت خانوں کو توڑنا، ہندوؤں کو ملازمت سے موقوف کرنا، دکن کی اسلامی سلطنتوں کا برباد کرنا، مرہٹوں کے پیچھے فوج، ملک، اور سلطنت کو غارت کرنا وغیرہ وغیرہ ثابت کی ہیں اور لکھا ہے کہ عالمگیر چونکہ نہایت دین دار پکا راسخ مسلمان تھا۔ اس لئے فرائض مذہبی کے لحاظ سے ایسا کرنا اس کا فرض مذہبی تھا۔ چنانچہ منجملہ اور بہت سے مقامات کے ایک جگہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"مغلوں کی تاریخ میں یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو پکا مسلمان تھا۔ جو ممنوعات سے خود پرہیز کرتا تھا اور دوسروں

کو جو اس کے گرد تھے، باز رکھتا تھا سو ایسا بادشاہ ہوا جس نے محض مذہب کی بدولت اپنے تخت کو معرض خطر میں ڈال دیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میل جول سب سے محفوظ طریقہ تھا جو مختلف قوموں اور متناقض مذاہب کی بنی ہوئی سلطنت کے قائم رکھنے میں اختیار کیا جا سکتا تھا۔ وہ ضرور اس پرخطر راستہ سے واقف ہوگا جس پر وہ گام فرسائی کر رہا تھا اور خوب جانتا ہوگا کہ ہندوؤں کی ہر ایک خیال سے علیحدگی کرنا اور ایرانی متوسلوں کو جو اس کی فوج اور اس کے دربار میں بڑے بڑے سردار تھے، علانیہ مخالفت کرکے دشمن بنانا، گویا انقلاب کو خود بلانا تھا۔ تاہم اس نے یہی راستہ اختیار کیا اور بڑے استقلال سے اپنی پچاس برس کی عدیم المثال فرماں روائی میں اسی پر چلا گیا۔ یہ جملہ کارروائیاں اورنگ زیب نے کسی گہری حکمت عملی کی وجہ سے نہ کی تھیں بلکہ ان کو وہ قطعی حق سمجھتا تھا۔ (ترجمہ لین پول صفحہ ۶۳-۶۴)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

"اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ناکامی ہوئی لیکن ناکامی بڑی رفیع الشان ناکامی تھی۔ دنیا کا راستہ اس نے اپنی قوت ارادیہ پر بند کر دیا تھا۔ اس نے اپنے ادائے فرض کا راستہ منتخب کر لیا تھا اور باوجودیکہ قطعی غیر ممکن العمل تھا لیکن پھر بھی وہ بڑے استقلال سے اسی پر چلا گیا۔ اگر اورنگ زیب ایک دنیادار شخص ہونے کے قابل ہوتا تو اس کا راستہ فرش گل سے ڈھکا ہوتا لیکن اس کی شان و کامرانی تو اسی پر ہے کہ اس نے اپنی روح کو مجبور نہیں کیا۔ اور علم عقائد کو پیٹھ دکھانے کی جرأت نہ کی۔ ہندوستان کا یہ دیندار اعظم ایسے مادہ کا شخص تھا کہ اس نے تاج شہداء جیت لیا۔ (صفحہ ۲۰۱)

لین پول کی یہ مہربانی چنداں قابل تعجب نہیں، وہ یورپین مورخ ہیں اور ان کو یہی کرنا چاہئے تھا لیکن عبرت کا یہ مقام ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ لین پول صاحب کی کتاب کو عالمگیر کی حمایت خیال کرتا ہے چنانچہ ایک صاحب نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور قوم کے ایک مشہور اور معزز بزرگ کے نام معنون کیا کہ یہ ایک اسلامی خدمت ہے ؎

ز نادانی برو کردست ہم دم کار من ضائع
عجب تر ایں کہ بر من منت بسیار ہم دارد

ع عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

ایک طویل طول افسانہ جو مدت میں جا کر ختم ہوا اس کا حاصل صرف اس قدر نکلا کہ عالمگیر اتنا برا نہ تھا جتنا اس کے مخالف اس کو بتلاتے ہیں لیکن کیا عالمگیر کی قسمت میں اسی قدر ہے کیا اس کو اسی پر قناعت کر لی چاہئے کہ تحسین نہ سہی نفرین سے بچ جائے ہم کو مخالف

مورخوں کی حق گوئی کی داد دینی چاہیئے کہ انہوں نے گو عالمگیر کے معائب بھی لگا کر لکھے لیکن محاسن کے اظہار میں بھی کچھ کمی نہیں کی۔ یہ البتہ ہے کہ معائب کا صدا اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ خوبیوں کی بھنک بھی کانوں میں نہ آسکی لیکن اب جب کہ الزامات کا تیرہ و تاریک مطلع کسی قدر صاف ہو گیا ہے۔ عالمگیر کی حقیقی خوبیوں کے پیش نظر کرنے کا موقع ہے۔

ملکی اصلاحات اور انتظامات

تیمور اپنے جانشینوں کے کارناموں میں ہمیشہ ملکی فتوحات اور وسعت حدود ڈھونڈیگا عالمگیر اس امتحان میں پورا اتر سکتا ہے وہ آسام اور تبت کو مسخر کر چکا ہے۔ دکن کی دو سلطنتیں حدود حکومت میں شامل ہو گئی ہیں۔ مختصر یہ کہ اس کے عہد میں تیموری حکومت کے حدود جس قدر وسیع ہوئے کبھی نہیں ہوئے تھے لیکن ہم کو عالمگیر کی تاریخ حکومت میں تیمور کے مذاق کی پیروی کی ضرورت نہیں چنگیز خان نے بھی ملک فتح کئے تھے سکندر بھی بہت بڑا کشورستان تھا لیکن ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ملکی انتظامات اور اصلاحات میں عالمگیر نے کیا کیا کیا ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ٹیکسوں کی موقوفی

(۱) تمام سلاطین کے زمانے میں مالگذاری کے علاوہ بیسیوں ناجائز ٹیکس اور محصول جاری تھے جن کی مجموعی تعداد مال گزاری کے برابر پہنچ جاتی تھی (مثلاً چنگی، پاندری (مکان کا ٹیکس) اثر شماری، برشماری، بگری، اطوغانہ، جرمانہ، شکرانہ وغیرہ وغیرہ ان محصولوں کی تعداد اسّی تک پہنچی تھی اور ان کی آمدنی جیسا کہ خافی خان نے لکھا ہے۔ اکروڑوں سے زیادہ تھی۔ عالمگیر نے تمام محاصل یک قلم موقوف کر دیئے۔

قانون مالگذاری اور بندوبست اراضی

(۲) اکبر کے زمانے میں مالگذاری اور خراج کا جو دستور العمل مرتب ہوا تھا۔ اس کی پھر تجدید اور ترمیم کبھی نہیں ہوئی۔ عالمگیر نے اپنے زمانہ میں ترمیم و اصلاح کر کے ایک جدید دستور العمل تیار کیا چنانچہ ہمارے ایک بنگالی دوست جدو ناتھ سرکار پروفیسر پٹنہ کالج نے اس کو مع انگریزی ترجمہ کے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے جرنل میں چھاپا ہے ہم تطویل کے لحاظ سے اس کو نقل نہیں کر سکتے۔ اس موقع پر یہ ظاہر کرنا مناسب ہوگا کہ عالمگیر کے زمانے میں محاصل سلطنت اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ اکبر اعظم کے عہد سے اس وقت تک کبھی نہیں ہوا تھا چنانچہ ہم عہد بہ عہد کی تفصیل لکھتے ہیں[۱]:

اکبر	شاہجہان	عالمگیر
ایک کروڑ نوے لاکھ پونڈ	دو کروڑ، ۲ لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ	چار کروڑ پونڈ یعنی ۴۰ کروڑ روپیہ

[۱] لین پول صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷ لین پول نے نہایت صحیح ماخذوں سے اس کے متعلق مفصل رپورٹ لکھی ہے۔

عالمگیر کے عہدِ حکومت میں جو اضافہ ہوا تھا وہ حیدرآباد، بیجاپور، آسام، چاٹگام اور تبت تھا لیکن ان تمام ممالک کی آمدنی دس بارہ کروڑ روپیہ سے زیادہ نہیں ہوسکتی تھی۔ باقی جو اضافہ ہے وہ بندوبست کی خوبی اور ملک کی آبادی کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔

عہدے داروں کے مرنے پر اُن کی جائیداد و مال کی ضبطی کا موقوف کرنا

(۳) عالمگیر کے زمانے تک یہ عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی عہدے دار سلطنت مرجاتا تھا تو اس کی تمام جائیداد اور اسباب ضبط ہوکر شاہی خزانہ میں داخل ہوجاتا تھا۔ اگرچہ یہ قاعدہ جیسا آج ظالمانہ نظر آتا ہے اس زمانہ میں نہ تھا اور درحقیقت بعض خاص مصالح پر مبنی تھا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ طریقہ بہت سی برائیوں اور بے رحمیوں کا سرچشمہ بن گیا تھا۔ عالمگیر نے اس قاعدے کو سرے سے موقوف کر دیا۔ مآثر عالمگیری میں ہے۔ (صفحہ ۵۳۱):

"واگذاشت متروکات امرائے عظام کہ مطالبہ دار سرکار معلی نباشند از اعقاب آنہا کہ متصدیانِ بادشاہی در ایام سلاطین سابق بہ فراوان احتیاط ضبط می نمودند و ایں معنی سبب آزار ماتم زدگان و اقربا، و حیران می شد عفو فرمودہ بودند۔"

خافی خان اور لین پول بھی اصل واقعہ سے انکار نہیں کرتے لیکن کہتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل کم ہوتی تھی کیونکہ عالمگیر کے امرا اس کے احکام کی پوری تعمیل نہیں کرتے تھے۔ اس کا فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے۔

(۴) سب سے بڑا کام جس سے شاید دنیائے اسلام کی تاریخ خالی ہے یہ ہے کہ بادشاہ وقت کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص دادرسی چاہے تو نہ اس کی مجال تھی نہ اس کا کوئی قاعدہ مقرر تھا۔ عالمگیر نے سنہ ۱۰۸۲ھ میں یہ فرمان نافذ کیا کہ تمام اضلاع میں سرکاری وکیل مقرر کئے جائیں اور عام منادی کرادی جائے کہ جس کسی کو بادشاہ پر کوئی دعوی ہو، پیش کرے اور سرکاری وکیل اس کی جواب دہی کرے اور اس کا حق ثابت ہو تو سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ وصول کرے۔ خافی خان لکھتا ہے۔ (صفحہ ۲۴۹):

"دریں سال از راہ حق پرستی و عدالت گستری حکم فرمودند کہ در حضور و شہرہا منادی نمایند ہر کہ بر ذمہ بادشاہ طلب و دعوی شرعی داشتہ باشد حاضر گشتہ بہ وکیل بادشاہی رجوع نمایند بعد اثبات حق خود بستانند و فرمودند کہ وکیل شرعی از طرفِ آں بادشاہ دادگر برائے جواب خلق اللہ کہ دسترس بہ رسیدنِ حضور نہ داشتہ باشند در حضور و بلاد دور و نزدیک مقرر نمایند در ہمہ صوبہ جات وکیل شرعی تعین گردیدند۔"

واقعہ نگار اور پرچہ نویس

(۵) ملک اور رعایا کی حالت دریافت کرنے کے لئے پرچہ نویسی اور واقعہ نگاری کے صیغے کو نہایت وسعت دی۔ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ یہ محکمہ خطرے سے خالی نہیں اگر پرچہ نویس خود غرض اور راشی ہوں تو ان سے بڑھکر کوئی چیز ملک کو برباد

کرنے والی نہیں ہو سکتی لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ملک کے ایک ایک جزئی واقعہ سے واقف ہونے کا کوئی ذریعہ اگر ہے تو یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو خلفاء اور سلاطین مثلاً عمر فاروق، مامون الرشید، ناصر لدین اللہ عدل اور انصاف کے نمونے تھے، سب نے یہ محکمہ قائم کیا تھا اور اس کو نہایت وسعت دی تھی۔ البتہ بڑی احتیاط سے اس کے متعلق کام لیتے تھے۔ عالمگیر بھی نہایت احتیاط برتتا تھا اور اس کے خطرات سے بخوبی واقف تھا۔ ایک موقع پر خود ایک رقعہ میں لکھتا ہے:

"ازانجاکہ سوانح نگاراں برائے اغراض نفسانی چیز ہائے بسیار بر خانہ زاداں تربیت کردہ ماہی بندند، باید کہ آں فدوی بدایراں برنگارد کہ ہمہ مراتب راچنانچہ باید تحقیق نماید و بحضور معروض دارد۔

معزالدین اپنے پوتے کو ایک رقعہ میں ایک واقعہ نگار کے متعلق لکھتا ہے:

"اگر وانند خدمت واقعہ نگاری بدیگرے مقرر نماید کہ عملا واقعہ نگار و اقعہ نگار نماند۔"

اعظم شاہ کو ایک رقعہ میں لکھتا ہے:

"واقعہ نگار و ہر کارہ ہائے معتبر و محتاط در محال بگزارند و روزمرہ احکام عمال تجوانند۔"

پرچہ نویسی کے انتظام کی بدولت ہندوستان جیسے وسیع ملک کے ایک ایک کونے کی خبر عالمگیر کو پہنچتی تھی۔ اس کے عہد کی یہ مخصوص بات ہے کہ وہ جس قدر رعایا کی اصلی حالت سے خبر رکھتا تھا اور ان کی آسائش و آرام کا انتظام کرتا تھا، کسی سلطنت میں اس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے۔ اس کے رقعات پڑھو، شہزادوں، صوبہ داروں، عاملوں کی ایک ایک فروگذاشت کو پکڑتا ہے اور واقعہ نگار کا حوالہ دیتا ہے۔ ہزاروں کوس پر کسی سوداگر یا کسی راہ چلتے کی کوئی چیز ضائع ہو جاتی ہے تو فوراً اس کو خبر لگ جاتی ہے اور وہاں کے عامل سے بازپرس کرتا ہے۔

(۹) عالمگیر کی تاریخ حکومت کا سب سے حیرت انگیز واقعہ اس کا کلیات اور جزئیات پر یکساں حاوی اور باخبر ہونا ہے۔ وہ ایک طرف تو ایسے جہمات میں مصروف رہتا تھا جن سے دم لینے کی مہلت بھی نہیں مل سکتی ہے، دوسری طرف چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اس کی آگہی سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ ان کو بھی اسی توجہ اور غور رسی سے انجام دے سکتا تھا۔ الفنسٹن صاحب سے زیادہ عالمگیر کا کوئی دشمن نہیں گزرا ہے۔ ان کو بھی مجبوراً لکھنا پڑا:

"وہ خود تن تنہا اپنی حکومت کی ہر شاخ کی کارگزاری جزوی کاموں کے لحاظ و حیثیت سے کرتا رہا۔ فشکر کشیوں کے نقشے سوچتا تھا۔ لشکر کشیوں کے زمانہ میں ہدایتیں جاری کرتا تھا۔ سردار اس کے قلعوں کے نقشے بابِ مقصود اس کی خدمت میں ارسال کرتے تھے کہ حملوں کے مقاموں کو مقرر کرے۔ اس کے رقعوں میں پٹھانوں کے ہمار ملکوں میں سڑکوں کے جاری کرانے اور ملتان آگرے کے فسادوں کو دبانے بلکہ قندھار کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیریں مندرج

پائی جاتی ہیں۔ اور اسی عرصے میں فوج کا کوئی ٹکڑا یا باربرداری کی کوئی رسد نہ تھی جس کا کوچ مقام دکن سے ایسے حکموں کے بدون پایا جاتا ہے جن میں سے تھوڑے بہت حکموں کو اورنگزیب نے خاص اپنے ہاتھوں سے جاری نہ کیا ہو۔ ضلع کی مال گزاری کے ادنی افسر کا تقرر، یا کسی دفتر کے کسی محرر کا انتخاب اپنی توجہ فرمائی کے نامناسب نہ سمجھتا تھا اور سارے کارگزاروں کی کارگزاری کی نگرانی، جاسوسوں اور آنے جانے والوں کے ذریعے سے کرتا تھا اور ایسی خبروں کی اصل بنیاد پر ہمیشہ نمائش اور ہدایتوں کے وسیلہ سے ان کو آگاہ اور خبردار رکھتا تھا مگر تفصیل جزئیات پر ایسے ذوق و شوق سے متوجہ ہوتا جیسے کہ ہوشیاری اور بیدارمغزی کی دلیل ہے ویسے ہی کام کاج کی اصل ترقی اور اجرائے کار کی ذاتی عروج کے لئے چنداں مفید نہیں مگر چونکہ اورنگ زیب کی ذات طبیعت میں التفات جزئیات کے ساتھ بڑی چابکی و چالاکی سلطنت کے عمدہ عمدہ کاموں میں بھی پائی جاتی تھی تو اس سے اس کی طبیعت کی آمادگی اور گرم جوشی ایسی معلوم ہوتی ہے جو ہر زمانے میں بڑی عجیب و غریب سمجھی جاتی ہے۔[۱]

(۷) ایشیائی سلطنتیں اس بات میں ہمیشہ بدنام رہیں کہ عمال اور عہدیدار اکثر رشوت خوار ہوتے تھے۔ اس رشوت خواری کے اسباب میں سے بہت بڑا قوی سبب پیشکش اور نذرانہ کی رسم تھی۔ یعنی تمام وزراء، امراء، عمال سالانہ جشن میں بادشاہ کو نہایت گراں قیمت نذرانے پیش کرتے تھے۔ یہ نذرانے اکثر ان لوگوں کی سالانہ تنخواہ کے قریب قریب برابر پہنچ جاتے تھے۔ اس بنا پر ان لوگوں کو اس نقصان کی تلافی کے لئے خواہ مخواہ رعایا سے رشوت لینی پڑتی تھی۔ جہانگیر اپنی تزک میں ان نذرانوں کا ذکر بڑے لطف اور مسرت کے لہجے سے کرتا ہے اور ایک ایک چیز کی تفصیل لکھتا ہے بعض نذرانوں کی تعداد کروڑ سے زائد پہنچ گئی ہے۔ اگرچہ اس کے مقابلہ میں بادشاہ بھی بے شمار انعامات و اکرامات کرتا تھا لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان انعامات سے نذرانوں کا پورا بندوبست ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ انعامات اکثر نقد کی صورت میں نہیں ہوتے تھے اور نذرانے میں جو چیزیں پیش کی جاتی تھیں خرید کر مہیا کرنی پڑتی تھیں۔ بہرحال یہ قطعی ہے کہ یہ نہایت برا طریقہ تھا اور سینکڑوں مفاسد اس سے پیدا ہوتے تھے۔

عالمگیر نے اس طریقہ کو بالکل بند کر دیا چنانچہ تفصیل اس کی آگے آتی ہے۔

عدل و انصاف

(۸) عالمگیر کے عہد حکومت کا سب سے بڑا روشن کارنامہ اس کا عدل و انصاف ہے۔ عزیز و بیگانہ غریب و امیر دوست و دشمن کی تمیز نہ تھی۔ ایک رقعہ میں خود لکھتا ہے کہ معاملات انصاف میں شہزادوں کو بھی عام آدمیوں کے برابر سمجھتا ہوں۔ یہ محض دعوی نہیں بلکہ غیروں نے بھی اس کی تصدیق کی ہے یعنی پول صاحب عالمگیر کے سوانح میں لکھتے ہیں:

---

[۱] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب۔ ۱۱۹ - ۱۲۰ -

"اورنگمٹن جس کی ذاتی سند تو چنداں قابلِ اعتبار نہیں لیکن جس نے اپنی رائے ایسے نکتہ چینوں کی تحریر سے اخذ کی ہے جن کو اورنگ زیب کی ذرا بھی پاسداری نہ تھی یعنی نکتہ چین بمبئی اور سورت کے تاجر ہیں۔ کہتا ہے مثل اعظم عدل کا دریائے اعظم ہے بیچ تلے انصاف سے وہ عموماً تجویز کرتا ہے کیونکہ شہنشاہ کے حضور میں سفارش امارت اور منصب کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی اورنگ زیب اس مستعدی سے بات سنتا تھا جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی۔ ڈاکٹر کاریری نے بھی جس نے اورنگ زیب کو بمقام دکن ۱۶۹۵ء میں دیکھا تھا اس کا یہی چال چلن بیان کیا ہے[۱]۔"

ایک اور موقع پر لین پول لکھتا ہے :

"سیاحوں کی مخالفانہ نکتہ چینیاں اورنگ زیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک ہیں جب تک وہ شاہزادہ تھا۔ لیکن وہ سیاح جس وقت اس کے زمانہ شاہنشاہی کا حال لکھتے ہیں تو سوائے کلمات تحسین اور کچھ نہیں لکھتے۔ اس کے پچاس برس کی دراز حکومت میں ایک ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کے ستانے میں بھی جو اس کی دین داری کا ایک جزو تھا سب کو تسلیم ہے کہ کوئی قتل یا جسمانی تکلیف رسانی پیش نہیں آئی[۲]۔"

عالمگیر نے اپنی زندگی کا مقصد سلطنت کے جاہ و جلال، شان و شوکت، ناز و نعم کے بجائے صرف رعایا کی خدمت اور راحت رسانی قرار دیا تھا۔ وہ انتہائے پیری تک دربار میں کھڑے ہو کر رعایا کی عرضیاں لیتا تھا اور خود اپنے ہاتھ سے پر حکم لکھتا تھا۔ ڈاکٹر جیلی کریری نے اٹھتر برس کی عمر میں عالمگیر کو دیکھا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ :

"وہ صاف و سفید ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیروں کے جھرمٹ میں کھڑا ہوا تھا اور اس کی پگڑی میں بڑا ٹکڑہ زمرد کا ٹکا ہوا تھا۔ دادخواہوں کی عرضیاں لیتا جاتا تھا اور بلا عینک پڑھ کر خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا اور اس کے ہشاش بشاش چہرے سے صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شاداں و فرحاں ہے[۳]۔"

وہ دن میں دو تین دفعہ دربار عام کرتا تھا اور مطلق کسی کی روک ٹوک نہ تھی۔ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی جو چاہتا تھا کہتا تھا اور نہایت توجہ سے سنتا تھا۔ مرزا کام بخش عالمگیر کا نہایت چہیتا بیٹا تھا۔ اس کے کوکہ پر قتل کا الزام قائم ہوا۔ عالمگیر نے حکم عدالت میں تحقیقات کی جائے۔ کام بخش نے اس کی حمایت کی۔ عالمگیر نے دربار میں کام بخش کو بلا بھیجا۔ کام بخش اس ک

۱؎ ترجمہ لین پول صفحہ ۷۵، ۷۶ ۲؎ ترجمہ لین پول صفحہ ۵۷ ۳؎ ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۱۳۳

ساتھ لاتا تھا اور اپنے آپ سے جدا نہیں کرتا تھا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ کام بخش بھی کوکہ کے ساتھ قید کیا جائے چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی [۱]

سنہ ۱۷ جلوس مطابق ۱۰۸۵ھ میں حسن ابدال کے سفر میں عالمگیر نے ایک دن ایک باغ میں قیام کیا۔ دیوار کے نیچے ایک بڑھیا کا مکان تھا۔ بڑھیا کی ایک پن چکی تھی جس میں باغ سے پانی آتا تھا۔ سرکاری آدمیوں نے پانی روک دیا اور پن چکی بند ہو گئی۔ عالمگیر کو خبر ہوئی۔ اسی وقت پانی کھلوا دیا۔ رات کو جب خاصہ پر بیٹھا تو دو قاب کھانے کے اور پانچ اشرفیاں شیخ ابو الخیر کو دیں کہ جا کر بڑھیا کو دو اور میری طرف سے معذرت کرو کہ افسوس: ہمارے آنے کی وجہ سے تم کو تکلیف ہوئی۔ تم معاف کر دو۔ صبح ہوئی تو پالکی بھیج کر بڑھیا کو بلوایا اور حرم میں بھیجا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ بڑھیا کی دو بن بیاہی بیٹیاں اور دو بچے ہیں۔ دو سو روپے عنایت کئے۔ مستورات نے اس کو زر و جواہر سے مالا مال کر دیا۔ دو تین دن کے بعد پھر بلوایا اور لڑکی کی شادی کے لئے دو ہزار روپے عنایت فرمائے۔ بیگمات اور شہزادوں نے روپے اور اشرفیاں برسا دیں۔ یہاں تک کہ چند روز کے بعد بڑھیا اچھی خاصی امیر ہو گئی [۲]۔

درشن کے طریقے کو اس نے نہایت سختی سے بند کیا تھا لیکن یہ اجازت دی کہ کوئی دادخواہ آئے تو اس کی عرضی رسی میں باندھ کر اوپر پہنچا دی جائے [۳]

اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں لیکن ایک آرٹیکل میں یہ تمام کارنامے سما نہیں سکتے۔ عالمگیر کے رقعات پڑھو ہر ہر سطر میں نظر آتا ہے کہ کس تاکید، کس اہتمام، کس شفقت سے انصاف رسانی کے متعلق احکام و فرامین بھیجتا رہتا ہے اور دل سے لگی ہے کہ ایک شخص کا بھی بال بیکا نہ ہونے پائے۔

بادشاہ پرستی مٹانا (۹) تیموری سلاطین اگرچہ درحقیقت شخصی حکومت کے بہتر سے بہتر نمونے تھے لیکن حکومت کا نظام تمام تر بادشاہ پرستی پر مبنی تھا۔ بادشاہ ایک وجود مافوق الفطرت ہے۔ وہ خدا کا سایہ نہیں، بلکہ خدا کا مظہر ہے۔ اکبر کی زیارت عبادت تھی اور ہر روز صبح کے وقت ایک گروہ کثیر یہ عبادت بجا لاتا تھا۔ دربار میں بادشاہ کو علانیہ سجدہ کیا جاتا تھا۔ شاہ جہان نے سجدہ بند کیا لیکن زمین بوس قائم کیا کہ وہ سجدے کی دوسری صورت تھی۔ بادشاہ کے مصارف خورد و نوش، لباس و پوشاک، سیر و سفر، ان سب پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ ہوتے تھے اور سمجھا جاتا تھا کہ دنیا کے احکم الحاکمین کا یہ اصلی حق ہے۔ بادشاہ سے کوئی شخص بجز طریقہ عبودیت کے عرض معروض نہیں کر سکتا تھا۔ غرض آسمان پر کوئی اور خدا ہو تو ہو لیکن دنیا کا خدا تو بادشاہ ہی ہوتا تھا۔ اسی بنا پر تیمور کہا کرتا تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہے، زمین پر بھی ایک ہی بادشاہ ہونا چاہئے۔

[۱] مآثر عالمگیری ۵۲۷ [۲] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴ [۳] مآثر عالمگیری صفحہ ۹۵

لیکن یہ طریقہ اسلام کے اصول کے بالکل برخلاف تھا۔ اسلام نے مساوات کا اصول قائم کیا تھا جس کی رو سے بادشاہ، رعایا امیر و غریب شریف و رذیل سب کا ایک درجہ ہے۔

جو طریقہ تیمور کے عہد سے شاہجہان تک روز افزوں وسعت حاصل کرتا آیا تھا۔ عالمگیر اس کو سرے سے بدل تو نہ سکا لیکن نہایت کوشش کی کہ خدایانہ عظمت و جلال کا رنگ سلطنت کے چہرے سے اتر جائے۔

درشن کے طریقے کو بند کیا ۱۰۷۹ھ میں درشن کا طریقہ یعنی جو لوگ صبح کو بطور عبادت بادشاہ کا جمال مبارک دیکھنے آتے تھے اور جب تک زیارت نہیں کر لیتے تھے کچھ کھاتے پیتے نہ تھے اس کو قطعاً موقوف کر دیا۔[1]

شاعری کے عہدے کی تخفیف دربار میں شعرا مقرر تھے جو بادشاہ کی مدح لکھ کر لاتے تھے اور بادشاہ کو خدا کا ہمسر بتاتے تھے، ان کی بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی تھیں اور ایک شخص سب کا افسر یعنی ملک الشعراء ہوتا تھا اسی سنہ میں عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی سرے سے بند کر دیا۔[2]

نذرانہ کا بند کرنا نوروز کے جشن میں تمام امرا، بادشاہ کی خدمت میں بڑی بڑی نذریں پیش کرتے تھے بعض بعض نذروں کی تعداد کروڑ سے متجاوز ہو جاتی تھی۔ جہانگیر ان نذروں کو نہایت تفصیل سے مزے لے کر لکھتا ہے۔ عالمگیر نے سنہ ۲۱ جلوس مطابق ۱۰۸۸ھ میں یہ طریقہ موقوف کر دیا۔ مآثر عالمگیری میں ہے۔ (صفحہ ۱۶۲)

"بخشی الملک صفی خان مخاطب شد کہ ما جشن موقوف کردیم پیشکش امیرالامراء واپس دہند و دیگر نوئیاں ہم نگزارند۔"

تکلفات سلطنت کا مٹانا دربار میں جس قدر تکلف اور ساز و سامان کیا جاتا تھا سب بند کر دیا۔ یہاں تک کہ چاندی کی دوات کے بجائے چینی کی دوات کا حکم دیا۔ انعام کی رقمیں چاندی کی کشتیوں میں لاتے تھے حکم دیا کہ سپر میں رکھ کر لائیں[3]۔ زربفت وغیرہ کے خلعت بھی موقوف کر دیئے۔

دربار میں یہ خلاف ادب سمجھا جاتا تھا کہ کوئی کسی کو سلام کرے اس لئے صرف سر پر ہاتھ رکھ دیتے تھے ۱۰۸۰ھ میں عالمگیر نے حکم دیا کہ اس طریقے کے بجائے لوگ معمولاً السلام علیکم کہا کریں۔[4]

عالمگیر نے مختلف موقعوں پر صاف صاف اپنے طریق عمل سے بتا دیا کہ بادشاہ ایک معمولی آدمی ہے۔ اس کے حقوق عام لوگوں کے برابر ہیں۔ سنہ ۱۶ جلوس مطابق ۱۰۸۳ھ میں عالمگیر بقر عید کی نماز کو جا رہا تھا۔ واپسی میں ایک شخص نے لکڑی پھینک کر ماری جو عالمگیر کے زانو پر آ کر لگی۔ گرز بردار اس کو گرفتار کر کے لائے۔ عالمگیر نے کہا چھوڑ دو۔[5]"

سنہ ۳۰ جلوس میں جب وہ جامع مسجد سے واپس آ رہا تھا۔ ایک شخص تلوار علم کئے ہوئے اس کی طرف دوڑا۔ لوگوں

---

[1] خافی خان صفحہ ۲۱۳ حالات عالمگیر [2] خافی خان۔ [3] و [4] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۶۲ [5] مآثر عالمگیری

نے گرفتار کرلیا اور قتل کر دینا چاہا۔ عالمگیر نے روکا اور ۸ روپیہ اس کا روزینہ مقرر کر دیا (مآثر عالمگیری)

جیب خاص کے مصارف کا کم کرنا | سلاطین سابق کے زمانے میں بادشاہ کی جیب خرچ کیلئے کروڑوں روپے آمدنی کے علاقے مخصوص ہوتے تھے جن سے بادشاہ کے مصارف ادا ہوتے تھے۔ عالمگیر نے چند گاؤں اور چند نمک سار اپنے مصارف کے لئے مخصوص کر لئے تھے۔ باقی کو بیت المال قرار دیا۔[1]

اس کی زندگی بالکل سادی اور زاہدانہ تھی۔ ٹورنیر نے اس کو ۱۶۶۵ء میں دیکھا تھا۔ وہ لکھتا ہے:

"وہ نحیف و نزار ہوگیا تھا اور اس لاغری میں اس کی روزہ داری نے اور اضافہ کر دیا۔"

لین پول صاحب لکھتے ہیں:

"اور تخیب فرصت کے وقت کلاہیں بنایا کرتا تھا۔"

کلاہوں کا بنانا یقینی ہو یا نہ لیکن اس قدر یقینی ہے کہ عالمگیر خود اپنے ہاتھ کی محنت سے اپنی خوراک بہم پہنچاتا تھا اور یہ سب باتیں اسی طرزِ عمل کے مٹانے کے لئے تھیں جن سے بادشاہ کا درجہ خدا کے قریب قریب قائم کر دیا گیا تھا۔

تعلیمات کی ترقی | عالمگیر نے تعلیم اور درس و تدریس کو جس قدر ترقی دی ہندوستان میں کبھی کسی عہد میں نہیں ہوئی تھی۔ ہر ہر شہر اور قصبے میں تمام علماء اور فضلا کے وظائف اور روزینے مقرر تھے جسکی وجہ سے وہ مطمئن ہوکر تعلیم اور تعلم میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہر جگہ طالب علموں کے لئے وظائف مقرر تھے۔ مآثر عالمگیری میں ہے:

"در جمیع بلاد و قصبات این کشور وسیع فضلا و مدرساں را بہ وظائف لائقہ از روزانہ و املاک مؤظف ساختہ برائے طلبہ علم وجوہ معیشت در خورِ حالت و استعداد مقرر فرمودہ اند (صفحہ ۵۲۹)

ندوۃ العلما کی نمائشگاہ علمی میں جو بنارس میں قائم ہوئی تھی، ہم نے کثرت سے سلاطین تیموریہ کے عہد کے فرامین بہم پہنچائے تھے، ان میں دو ثلث سے زیادہ عالمگیر کے فرامین تھے اور یہ کل فرامین کسی عالم یا درویش کی جاگیر یا مدد معاش کے متعلق تھے۔ اہلِ علم کے وظائف کے لئے جو فرمان ہم کو ہاتھ آتا تھا عموماً عالمگیر کے دربار کا ہوتا تھا۔

تمام ملک میں سرائیں، کارواں سرا، مسافر خانے بنوائے اور اکثر اضلاع میں غلہ خانے قائم کئے کہ قحط کے وقت غرباء کو مفت غلہ تقسیم کیا جائے۔

مذہبی حیثیت | عالمگیر کو اگرچہ خلافت کا دعویٰ نہ تھا۔ تاہم وہ مسلمان بادشاہ تھا۔ اس کا فرض تھا کہ وہ حکومت میں اس قدر اسلامی شان باقی رکھے جس قدر ایک اسلامی حکومت کے لئے اصل عنصر کے لحاظ سے ضروری ہے۔ اکبر نے جس رنگ

---

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۹۲۵

میں سلطنت کو رنگنا شروع کیا تھا اور جس کی یادگاریں شاہجہاں کے زمانے تک بھی باقی تھیں وہ اگر قائم رہتا تو تیموری سلطنت ایک ہندو سلطنت بن چکی ہوتی۔ اسلامی شعار بالکل مٹ چکے تھے۔ عام دربار کا لباس گھیردار پاجامہ اور ہندوانی پگڑی تھی۔ راجاؤں کی طرح سلاطین زیور پہنتے تھے۔ دربار میں سلام وغیرہ کی بجائے سجدہ یا پالاگی رائج تھی۔ یہ بے غیرتی اس قدر بڑھی کہ بے غیرت مسلمانوں نے ہندوؤں کو لڑکیاں دینی شروع کیں چنانچہ اس کی تفصیل ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ عالمگیر نے عنانِ سلطنت ہاتھ میں لی تو اس کا یہ فرض تھا کہ اسلامی شعائر دوبارہ قائم کرے۔

تبدیلِ سن اس نے سب سے پہلے ۱۰۶۹ھ میں یعنی تاریخ جلوس کے ایک ہی برس کے بعد سنہ شمسی کو جو پارسیوں کی تقلید سے قائم کیا تھا قمری سے بدل دیا۔ یہ اگرچہ بظاہر معمولی سی بات ہے لیکن اسی قسم کی معمولی باتوں سے دنیا میں سینکڑوں قومیں بنیں اور فنا ہو گئیں۔

درشن کا طریقہ درشن کا طریقہ بالکل اسلام کے مخالف تھا۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ اس نے انسان کو ہمیشہ انسان کے درجے پر رکھا کبھی کسی انسان کی پرستش اور عبادت کی اجازت نہیں دی لیکن درشن کا طریقہ صریح ایک قسم کی عبادت تھی۔ چنانچہ عالمگیر نے ۱۰۷۹ھ میں اس کو سرے سے بند کر دیا۔

سلام علیک کا طریقہ ۱۰۸۲ھ میں سلام مسنون کا طریقہ جاری کیا اور حکم دیا کہ عام طور پر مسلمان آپس میں ملتے جلتے وقت یہی طریقہ برتیں۔

گانا بجانا بھی دربار کا ایک لازمہ قرار پا گیا تھا اور ہر روز ایک وقت معین تک دربار شاہی رقص و سرود کا تماشہ گاہ بن جاتا تھا۔

گانا بجانا بند عالمگیر اگرچہ خود جیسا کہ مآثر عالمگیری میں بہ تصریح لکھا ہے فن موسیقی کا ماہر تھا لیکن مزامیر کے ساتھ گانا چونکہ شرعاً ممنوع ہے اور دربار شاہی کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی بند کر دیا۔ گویوں نے اس پر ایک مصنوعی جنازہ نکالا۔ عالمگیر نے دیکھ کر کہا "ہاں! مگر ایسا دفن کرنا کہ پھر نہ اٹھے۔"

احتساب احتساب کا مستقل محکمہ قائم کیا اور تمام اضلاع میں محتسب مقرر کیے جن کا کام یہ تھا کہ لوگوں کو منہیات اور ممنوعات سے باز رکھتے تھے۔ اس محکمہ کے افسر ملا وجیہ الدین تھے۔

مساجد کا انتظام تمام ملک میں جس قدر مسجدیں تھیں سب میں امام، موذن، خطیب مقرر کیے جن کی تنخواہیں سرکاری خزانہ سے ملتی تھیں۔[1]

---

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۹

فتاویٰ عالمگیری سب سے مقدم کام یہ تھا کہ شرعی مقدمات کے فیصلے کے لئے کوئی ایسی جامع مانع کتاب فقہ کی موجود نہ تھی جس میں تمام مفتیٰ بہ مسائل جمع کر دیئے گئے ہوں اور جن سے ہر شخص بآسانی مسائل کا استخراج کر سکے۔ عالمگیر نے تمام علماء اور فضلاء کو جمع کر کے تصنیف کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا جس کے افسر ملا نظام تھے۔ اس کام کے لئے شاہی کتب خانہ جس میں بے شمار کتابیں فراہم تھیں، وقف کر دیا۔ کئی برس کی لگاتار محنت کے بعد وہ کتاب تیار ہوئی جو آج "فتاویٰ عالمگیری" کے نام سے مشہور ہے اور عرب و روم میں "فتاویٰ ہندیہ" کہلاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ علماء کی تنخواہیں کچھ بہت زیادہ نہ تھیں چنانچہ ہم نے مآثر الامراء میں کسی کا روزینہ تین روپیے سے زیادہ نہیں دیکھا ہے۔ تاہم دو لاکھ روپیے صرف ہو گئے۔ اس کتاب کا یہ خاص امتیازی وصف ہے کہ جو مسائل تمام کتب فقہ میں پیچیدہ الفاظ میں پائے جاتے تھے ان کو اس قدر آسان کر کے لکھا ہے کہ ایک بچہ تک سمجھ سکتا ہے۔

تعلیم دینیات فقہ اور حدیث کی تعلیم کو نہایت رواج تھا۔ ایک ایک قصبہ میں مذہبی علماء علوم مذہبی کی درس و تدریس میں مشغول تھے اور ان کو سرکار کی طرف سے وظیفے ملتے تھے۔

خود بھی اوامر و نواہی کا نہایت پابند تھا، ہمیشہ باوضو رہتا تھا، ہمیشہ نماز جماعت سے پڑھتا تھا، ہفتہ میں ہمیشہ تین دن کے روزے رکھتا تھا، عیش و نشاط کی مجلسوں میں کبھی شریک نہیں ہوا۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس دین داری اور مذہبی وارفتگی کے وہ ظاہر پرست اور سریع الاعتقاد نہ تھا۔ اس کی دین داری دیکھ کر شریف مکہ نے کئی دفعہ اپنے سفیر بھیجے۔ اس پر عالمگیر ایک رقعہ میں لکھتا ہے:

"شریف مکہ معظمہ در ہندوستان دولت بیشمار شنیدہ ہر سال برائے طلب نفع خود ایلچی می فرستد۔ ایں مبلغ کہ می فرستیم برائے مستحقین است بجہت او فکرے بجا باید نمود کہ بآں جماعت برسد و دست ایں متلف حق بر آں نرسد یعنی شریف مکہ۔[1]

---

[1] مآثر عالمگیری خاتمہ۔

ذاتی اوصاف

شجاعت اور بہادری تیمور کے خون میں سب سے پہلے شجاعت کی گرمی کا اثر ڈھونڈنا چاہیئے۔ عالمگیر اس وراثت کا سب سے بڑا حصہ دار ہے۔ تیمور کی نسل بابر سے شاہجہان تک شجاعت اور بہادری کا مرقع ہے جس میں ایک دوسرے سے ممتاز نہیں نظر آسکتا۔ اکبر مست ہاتھیوں کو عین لڑنے کی حالت میں سونڈ پکڑ کر پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ شاہجہان نے شہزادگی میں تلوار سے شیر مارا ہے لیکن عالمگیر کی شجاعت کے خط و خال اس مرقع میں نمایاں تر ہیں وہ جب چودہ برس کا تھا تو ایک موقع پر جب شاہجہان ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ایک ہاتھی فوج کی طرف ٹوٹ پڑا اور مطلع صاف تھا لیکن عالمگیر پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ ہلا اور ہاتھی سے معرکہ آرا ہوا۔ ہاتھی نے اس کے گھوڑے کو سونڈ میں پکڑ کر دور پھینک دیا۔ عالمگیر لوٹ پوٹ کر اٹھا اور بڑھ کر ہاتھی پر تلوار ماری۔ اس معرکہ کو تمام مورخین نے تفصیل سے لکھا ہے۔ ابو طالب کلیم ملک الشعراء شاہجہان بھی اس موقع پر موجود تھا۔ اس نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے چنانچہ چند اشعار ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں:

بہ ہمائی گوش ارباب ہوش — یکے قصہ دارم بہ من دار گوش
ز مردم من ایں نقل نشنیدہ ام — من از دل شنیدم، دل از دیدہ ام
چوں آرائیاں قصہ ہنگامہ را — شمارند افسانہ شاہنامہ را
صباحے شہنشاہ گیتی فروز — شہے معدلت گستر ظلم سوز
بہ درشن برآمد چو خور بر سپہر — جہاں از رخش غرق انوار مہر
خلائق چو بعد از زمیں بوس شاہ — گرفتند در خورد خود جائے گاہ

بہ فیلان جنگی چو نوبت رسید — دراں عرصہ آمد قیامت پدید
فتادند فیلانِ جنگی بہم — پئے جنگ خرطوم ہا نشد علم
دوید از قضا آں دو فیل مہیب — یکے سوئے شہزادہ اورنگزیب
بہ مردی از جا یک سرِ مو نہ شد — ز راہِ چنیں سیل یکسو نہ شد
یکے نیزۂ برق ساں تافتہ — نظر اندر رگ غیرتش یافتہ
ز قدرت چناں زد بہ پیشانیش — کہ جست از قضا برق رخشانیش
دراں کوہ پیکر نہاں شد سناں — دگر بار در رفت آہن بہ کاں
ز خرطوم انداخت پیچاں کمند — فتاد اسپ شہزادہ در پیل بند
گرفت اسپ شہزادہ جوئے سوار — ز بیم آب شد زہرۂ روزگار
بیفشرد بر اسپ دندانِ کیں — برآمد خروش از زمان و زمیں
چو در اسپ سامان جولاں ندید — چو شہبازے از خانۂ زیں پرید
ہماندم کہ بر خاک پارا فشرد — رواں دست جرأت بہ شمشیر برد
علم کردہ شمشیر بروے دوید — کزاں سوئے فیل غنیمش رسید
چو بود پسندیدہ پیر دلاں — کہ گیرد یکے را دو تن درمیاں
ز روئے مروت از دست بگذاشت — بہ پیکار پیلِ غنیمش گذاشت

شاہجہاں یہ ردوبدل خود دیکھ رہا تھا۔ ہاتھی ہٹا تو عالمگیر کو بلا کر سینہ سے لپٹا لیا اور اس پر سے موتی اور روپے نچھاور کیئے۔

دارا شکوہ کی جنگ میں وہ پچیس تیس ہزار سے ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیدل فوج کے مقابلہ میں معرکہ آرا ہوا ہے اور جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو اس کے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے تھے۔ اس وقت اس نے جو شجاعت ظاہر کی ہے اس کو لین پول ان الفاظ میں لکھتا ہے:

"جنگ کی یہ نازک حالت ہو گئی تھی اور قریب تھا کہ اورنگ زیب کو ہزیمت ہو کیونکہ اس کے چیدہ چیدہ رسالے پسپا ہو چکے تھے اور وہ تنہا کھڑا ہوا تھا اور مشکل سے ایک ہزار آدمی اس کے گرد ہوں گے اور ان کو بھی دارا کے حملوں کا انتظار تھا۔ اس سے زیادہ مستقل رستمانہ شجاعت کی کبھی جانچ نہ ہوئی ہو گی لیکن اورنگ زیب کے

بدن میں بجائے پٹھوں کے فولاد کے تار تھے۔ صرف اورنگ زیب کی شجاعت تھی جس نے ایک ہزار کو ایک لاکھ فوج پر فتح دی۔

عالمگیر کی اس حیرت انگیز شجاعت اور اس تعجب خیز عزم و ثبات کو بڑھاپا، کمزوری، مصائب سفر، تواتر حوادث، کوئی چیز کم نہ کر سکی۔ ۱۱۱۰ھ ۱۶۹۹ء میں جب بمقام ستارا مرہٹوں نے ایک سرنگ اڑائی اور فوج میں بربادی پھیلی تو یہ بیاسی برس کا بوڑھا شہنشاہ جھٹ گھوڑے پر چڑھ کر مقام حادثہ پر پہنچا۔ آدمیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگوایا اور چاہتا تھا کہ حملہ کی سرداری خود کرے لیکن بڑی دقت سے اس کو اس ارادے سے باز رکھا گیا۔ اب بھی وہی سالا گڑھ کا جوان تھا جس نے اپنے ہاتھی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈلوادی تھیں۔

یہ لین پول کے الفاظ ہیں۔ خافی خان اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے:

"چوں دانستند کہ مبارزانِ قلعہ کشا تو صلہ باختہ اند خود بدولت بر اسپ سوار شدہ بر سر کار آمدہ فرمودند کہ لاش مردہ ہائے بالائے ہم فراہم آوردہ سینہا اسپر تیر بلا ساختہ قدم پیش گذارند چوں مردم از حرف شنیدن مشاہدہ نمودند خواستند خود بذاتِ شریف پیش قدم بہادراں جاں نثار گردند۔ ارکان سلطنت بہ الحاح و تضرع ازیں جرات مانع آمدند۔"

یہ وہ وقت تھا کہ ہزاروں آدمی سرنگ کے اڑنے سے برباد ہو گئے تھے اور فوج نے حملہ کرنے سے بالکل انکار کر دیا تھا۔

عالمگیر کے عزم و ثبات کی تصویریں سینکڑوں موقعوں پر مل سکتی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ شاہزادگی کے زمانے میں بلخ کی مہم پر گیا تھا اور عبد العزیز خاں سے معرکہ آرا تھا تو عین حالتِ جنگ میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ دشمن کی فوجیں چاروں طرف سے تیر برسا رہی تھیں۔ یہ استقلال کا دیوتا بکمال اطمینان گھوڑے سے اترا۔ نماز کی صف قائم کی سکون و اطمینان کے ساتھ فرائض اور نوافل ادا کئے۔ عبد العزیز خاں یہ حیرت انگیز سماں دیکھ کر لڑائی سے ہٹ گیا کہ ایسے شخص سے لڑنا تقدیر سے لڑنا ہے۔[۱]

الفنسٹن صاحب کی زبان سے عالمگیر کی تعریف میں ایک لفظ بھی عالمگیر کی قسمت کی یاوری ہے تاہم صاحب موصوف نے عالمگیر کے استقلال کا ایک جدا عنوان قائم کیا ہے جن میں تفصیل سے واقعات لکھے ہیں اور ان پر سخت حیرت ظاہر کی ہے۔ ہم طوالت کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہیں۔ فوج کے سب سے دلاور سپاہی بارہہ کے سادات گنے جاتے

---

[۱] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۳۱

تھے اور اس میں شبہ نہیں کہ تیموریوں کے اکثر معرکے انہیں نے سر کئے ہیں۔ ان لوگوں نے درباریوں سے خانہ جنگی کی۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ قاضی کے محکمہ میں یہ مقدمہ پیش ہو۔ سادات نے کہا "ہم اپنا فیصلہ خود کریں گے"۔ عالمگیر نے آستین چڑھا کر کہا کہ جو لوگ میری تلوار کا مزہ چکھ چکے ہیں وہ شریعت کے حکم کے مقابلہ میں ایسے الفاظ منہ سے نکالتے ہیں کہ ہم دو سب مل کر آئیں"۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ "پہرے وغیرہ پر جس قدر سادات بارہہ ہیں سب برطرف کر دیئے جائیں۔ سادات بارہہ کا وہ تمام غرور جاتا رہا۔

شہزادہ اکبر نے جب بغاوت کی ہے اور ستر ہزار راجپوتوں کو لے کر قریب آ گیا تو عالمگیر کے ساتھ صرف ایک ہزار فوج تھی۔ باقی فوجیں نہایت دور و دراز مقامات پر تھیں لیکن عالمگیر کی جبینِ استقلال پر شکن تک نہ پڑی اور بالآخر شہزادہ خود پسپا ہو کر چلا گیا۔

شہزادہ اعظم شاہ جس کی دلیری اور بہادری کا تمام ملک میں سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ جو معاملہ گزرا، عام طور پر مشہور ہے جس کا یہ اثر تھا کہ اس کے بعد جب عالمگیر کا خط آتا تھا تو شہزادے کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا۔ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

عالمگیر تیغ و قلم دونوں کا مالک تھا۔ اس کی انشاپردازی کی داد مخالفوں تک نے دی ہے اس کے رقعے باوجود اس کے کہ واقعات کا ذخیرہ، قصہ طلب حوالوں کا مجموعہ، جغرافیانہ اطلاعوں کی یادداشت ہیں تاہم ادائے مطلب کی قدرت، عبارت کی سادگی، فقروں کی ہمواری، مطالب کا اختصار، پہلو بہ پہلو جملے، دل نشین ترکیبیں نہایت حیرت انگیز ہیں۔ یہاں تک کہ اردو کے سب سے بڑے انشاپرداز مولوی محمد حسین آزاد کو بھی بادلِ ناخواستہ تعریفی جملے لکھنے پڑے ہیں[1]

عالمگیر کے رقعات سے انشاپردازی کے علاوہ اس کی وسعتِ معلومات، مسائلِ دینیہ کی اطلاع، عام باخبری، خوش مزاجی اور حسنِ انتخاب کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عالمگیر کے عام اخلاق و عادات یہ تھے کہ نہایت سنجیدہ اور متین تھا کبھی نامناسب لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا تھا

---

[1] مولانا آزاد لکھتے ہیں: عالمگیر نے دل عقل اور زبان قادر البیان پائی تھی۔ اس لئے اپنے فرمان اور خطوط آپ لکھتا تھا یا سامنے لکھواتا تھا کاتب قلم پر خود قلم چڑھاتا تھا۔ وہ پچاس برس سلطنت کر کے ۱۱۱۸ھ میں فوت ہوا اس کی تحریریں دیکھ کر تعجب آتا ہے کہ جس طرح اورنگ زیب سلطنت زیر قدم رکھتا تھا اسی طرح کشورِ سخن بھی زیرِ قلم۔ دیکھو اس کے چھوٹے چھوٹے فقرے ملک رانی کے پیچوں میں الجھے ہوئے ہیں مگر عبارت صاف ہے اور لفظ لفظ میں محاورے کا نمک دیا ہوا ہے۔ تمام انتظامی ہدایتیں اور اکثر اخلاقی نصیحتیں ہیں کہ تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ اس کی تحریر کو گلستان سے تشبیہ دوں تو مبالغہ نہیں اتنا فرق ہوگا کہ گلستان کے خیالی مضامین ہیں اور اس کے حالی۔ عبارت اس کی جتنی پڑھنے میں سہل ہے اتنی ہی لکھنے میں دشوار ہے۔

نہایت حلیم اور وسیع الظرف تھا۔ اہل کمال کا نہایت قدردان تھا۔ لوگوں سے نہایت اخلاق سے پیش آتا تھا۔ نہایت خشک تماہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ لہو ولعب کی باتوں سے قطعاً محترز تھا۔

تم کو حیرت ہوگی کہ ان کمالات کا شخص اس قدر کامیاب کیوں نہ ہوا جس قدر ہونا چاہیئے تھا۔ اس کی چند وجہیں ہیں:

(۱) اس کی اولاد لائق نہ ہوئی۔ اس کا جانشین بہادر شاہ دوپہر چڑھے دن کو سوکر اٹھتا تھا۔ اس سے اس کے اور اوصاف کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۲) باوجود تمام خوبیوں کے عالمگیر میں یہ بڑا عیب تھا کہ وہ اپنی ذاتی شجاعت اور استقلال کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا اور اس وجہ سے کسی کو وہ اپنا دوست نہیں بنا سکا۔

(۳) مرہٹوں کے تعاقب میں اس نے زائداز ضرورت اپنی کوشش صرف کی۔

(۴) مزاج میں سخت کفایت شعاری تھی۔ یہ وصف حضرت عمر فاروق رض کے جانشین کے لئے گو موزوں ہے لیکن شاہجہان کے تخت پر بیٹھنے کے لئے کام نہیں آسکتا تھا۔

غرض عالمگیر کی جو تصویر اس کے مخالفوں نے کھینچی ہے، اس میں تو تمام تر تعصب اور عداوت کا رنگ بھرا گیا ہے لیکن یہ کہنا بھی بالکل مبالغہ ہے کہ وہ انسانی کمزوریوں سے پاک تھا۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے جو اس میں تھیں ہم تیموری سلاطین کی فہرست میں وہی درجہ اس کو دے سکتے ہیں، جو اسے ترتیب شمار کی رو سے حاصل تھا۔ تاہم عالم اسلامی دنیا میں اس کے بعد آج تک کوئی اس کے برابر کا شخص بھی نہیں پیدا ہوا۔

---

been done. There are two or three items which have been added to the old monuments to make it work on more modern lines. For that purpose the complete mosque has been fitted with electricity sound arrangement with concealed wiring done throughout the mosque and pedestal fans fitted all round the main prayer chamber. For clean water supply to the mosque, a tube-well and overhead reservoir has been constructed. Provision for the disposal of sewage and sullage has also been made. Arrengements have also been made for the maintenance of this colossal monument so that day-to-day care is taken of the mosque and to keep it in its proper functional order, and good condition. The repairs were completed on February 1, this year.

In 1937, during the Prime Ministership of Mr. Sikandar Hayat Khan, efforts were made to take up the matter more seriously. In 1938 a resolution of the Assembly levied a cess of two pies per rupee on the land revenue to be collected from Muslims of the Punjab. A sum of Rs. 24,06,434/- including various donations from prominent Muslims of India was collected. The Badshahi Mosque authority took up execution of Badshahi Masjid repairs in 1939. The role of the Archaeological Department and Central P.W.D. was prominent till 1951, when the work was entrusted to the Provincial P.W.D who completed the entire work in 1960 at a total cost of Rs. 48, 91, 880.

It is hard to describe the colossal work undertaken. The difficulties in maintaining the original artistic and architectural features were enormous. Most of the material like marable and red sandstone was procured from India. Skilled stone cutters were not available in Pakistan in adequate number. Many of them were imported from India, who have now settled down here. The storey is long and difficult but the credit goes to the engineers, workers and the advice of the Archaeological Department resulting in a complete renovation and reconstruction of the Mosque. Thanks to their efforts, it stands out today in its original glory. Some of the prominent items of repair carried out in this renovation and reconstruction work are briefly mentioned.

HOLY RELIC ROOM

The repair of the three-sided flight of stairs to the entrance gate was done; red sandstone was laid on the facing with all the carvings done as if original, and the floral fresco painting work done on the central entrance vault. The Holy Relic Room in the main entrance hall was completely renovated, which was marble floored. The 'Hujras' in east were reconstructed to their original design, and fitted with modern sanitary ablution arrangements. These were demolished as earlier mentioned by the British in 1856 A.D. The entire inner walls of south and north and east and west sides have been replastered, the main courtyard relaid with red sandstone; the main prayer chamber relaid with Abri stone and most of the main prayer chamber repainted with original floral design. Renovation of the central water tank has

There are four high octagonal minars 176'-4" at four corners of the Mosque. All the minars have a central staircase going to the top of these minars and has a red sandsone facing.

ACCOMMODATION

The main prayer chamber provides accommodation for about 3,000 persons, courtyard 54,600 and the Hujras excluding those on east about 3,200, in all approximately 60,000 people but on occasions like Eid, the total crowd exceeds one lac. The Mosque probably is the largest in the world.

HISTORY OF REPAIRS

The first ever repairs after the Sikh rule are recorded to have been carried out in 1850 A.D. at a cost of Rs. 1,760/4. Part of the expenditure was met by selling stones of the Mosque while balance was met by the Punjab Government. Realising the architectural and historical value of this monument the Government took interest in the repairs around 1369. Nominal repairs have been carried out at various other occasions. A tax was imposed on Lahore and neighbouring villages. Voluntary contributions were also offered to the Mosque fund. Contributions were also made by the Commissioners of the Punjab. Some money was contributed by the Municipal Committee of District Board, Lahore. About Rs. 70,000/- was collected in this way. The amount of repairs was, however, colossal and did not cover even a part of what was needed. The Mosque was, however, rehabilitated so far as its religious functions were concerned but was otherwise in very dilapidated condition.

The repairs continued during 1899, 1910, 1913 and 1934 when the British rulers patronised various Muslims working towards the restoration of the Mosque. Prominent among the Muslims who contributed their efforts towards the repairs were Nawab Nawazish Ali Khan, Mr. Barkat Ali, Nawab Abdul Majid of Lahore, Her Highness Begum Sahiba of Bhopal. Allama Iqbal, Ghulam Hussain Hidayat Ullah, Mr. Akbar Haidri, Prime Minister of Hyderabad Deccan, Mr. Abdullah Haroon from Sind, Mr. Abdul Haleem Ghaznavi from Bengal, Ahmad Nawaz Khan from former N.W.F.P. and Nawab Muzaffar Khan from former Punjab.

courtyard which is 528'-6" x 528'-4". Originally paved with country, bricks, now replaced by red sandstone, the central courtyard has also a water tank 50' square which was originally meant for ablution but not used for this purpose any more. A beautiful marble 'jalli' has been built around this tank and small fish put in it. The entire courtyard has drain pipes running underneath which take up the storm water from the Mosque for drainage.

The main prayer chamber 475'-8" x 83'-7" is raised about 4' above the courtyard. The outside face of the main prayer chamber is a piece of art in red sanstone and marble inlay work. It has very impressive and pleasant appearance and is probably the best part of the Mosque for its architectural features. The floral inlay work on this face of the main prayer chamber is very extensive and seems to have involved the sweating labour of thousands of people working day and night. The amount of labour for stone cuttings, chippings, shaping, polishing for floral work in hard marble stone alone to exact shape and size is a dyeing art in which the Mughuls had excelled. The floral patterns of marble inlay in red sandstone balance the beauty of architecture. The interior of the main prayer chamber is divided into two deep long halls. The front compartment is divided into two big halls by intercepting central vault. The back portion is divided into bays by means of eight thick arches. The massiveness of the arch domes speaks of the genius of its builders. Although Mughul builders did not have the present precise structural knowledge to build the intricately designed roofs, but had the necessary skill to build these monumental structures. The floor of the main chamber consists of polished Sang-e-Abri finished out in size of 'Musalla'. The Mehrab is laid in marble with brief floral designs. The balance of the walls and roof has been treated with 'Gachkari' which is a process using lime as its basic material and evolving a polished surface to work as a base for fresco paint. Mughuls had excelled in this floral painting and Badshahi Masjid work is an excellent example of this work. The main prayer chamber has three main domes which are covered with marble and guided copper pinnacles. These domes provide an excellent combination in balance of the small minarets which are placed all around these in red sandstone and marble inlay work.

in so far as the Mosque would remain under the administrative control of the Military Commandant and that access could be denied if conditions justified such an action. This condition was applied at least once when the Mosque was closed to public in 1919 during the Martial Law days. The front 'dallans' of the Mosque were also dismantled to avoid the possibility of their use as a stronghold against the Lahore Fort. This was a major damage to the Mosque. However, in 1857 the sentinels were removed from Huzuri Bagh Gate and entry made unrestricted. This was a great day for the Mosque since after that time there was no restriction for the public to say their prayers in the Badshahi Mosque.

ARCHITECTURE OF THE MOSQUE

The Badshahi Mosque has typical Moghul architecture built after some other important Mosques like the Jam-e-Masjid, Agra, Jam-e-Masjid, Delhi, and Masjid Wazir Khan, Lahore. The general layout of the Mosque consists of 567′ square in plan built on a raised platform 14 feet high above the surrounding level on the East. The main steps and platform in front of the main entrance were originally in Sang-e-Abri. They are now relaid with red sandstone. The Entrance Gate has four minarets on each side with cupolas on the front. These are elaborately carved with red sandstone facade. The eastern facade just above the central vault has an elaborate balustrade composed of 12 crenulated merions over-laid by a delicate arcade of eleven openings all in red sandstone and surmounted by eleven white marble miniature domes. The central vault is decorated with old Moghul art and floral designs in fresco.

All the four sides of the Mosque are surrounded by Hujras which were originally used as 'Maktib'. On the south side part of it has now been converted into an ablution chamber for women while the east side is fixed up with modern sanitary fittings for men's use.

WATER TANK

The south 'dallans' as earlier mentioned, were completely demolished during British rule and were rebuilt during the present repairs. On entry through the main gate one finds himself in a vast

IMPERIAL CARE

The figures of time and money involved in the construction of the Masjid are so baffling in the present day context that it is surprising even to the experts, how such a structure could be built in so short a time at such a cost. Its cost in the present currency could be estimated to exceed rupees five crores.

The Mosque was under good imperial care only for a brief period till the death of Aurangzeb's son Bahadur Shah in 1712 A.D. when the Moghul Empire declined. The success of Nadir Shah in 1739 A.D. and the revolts of Sikhs around 1752 A.D. in Punjab confused matters and in 1767 A.D. Lahore fell to the hands of Lahna Singh, a Sikh ruler.

Since the time, the Mosque was occupied by Sikhs in 1767 A.D. to 1846 A.D. Some 79 years later, Badshahi Mosque was misused. The Sikhs, out of vengeance, destroyed besides other places of worship, this mosque, and used it as a military store house, and army head-quarters. Red sand stones were removed from facing of walls, furnishing material like carpets taken away, and the entire place ransacked. In January 1841 A.D. Sher Singh occupied Minars of the Mosque during a siege of the Lahore Fort and bombarded it from the minars. Shells in counter-attack from the Fort exploded the courtyard of the Mosque and immense damage was caused to the entire structure resulting in damage to the small minars, entrance gate and main prayer chamber. Similar misuse of the minars was made by Hira Singh in September, 1843. This treatment continued during Sikh period due to which the mosque got into a dilapidated condition.

BRITISH PERIOD

During the early British period the Mosque was kept under military control because of its vicinity to the Lahore Fort and no prayers could be offered during this time. The misuse of the Mosque continued in this early period, when all the Hujras were used for residential purposes of British soldiers with a few additions and alterations.

The Mosque was, however, restored to Musalmans after 89 years Sikh and British period in June, 1856, by John Lawrence, the then Chief Commissioner of Punjab. 21 Muslims of Lahore were selected to supervise the Mosque as trustees. The handing over was conditional

ORIGINAL GLORY AFTER A CENTURY

by

MIAN ABDUL AZIZ
(Chief Engineer, West Pakistan, B. & R. Department)

BADSHAHI MASJID, Lahore, one of the biggest mosques of the world and a great historic monument of the Moghuls has been through eras of grandeur and misuse in its life of about three hundred years. From its early period of Moghul glory through the Sikh Rule, and British occupation of Punjab, the Mosque underwent great changes. Repairs and renovation have restored the Mosque to its original grandeur from its dilapidated condition in 1939, when repairs started. It is difficult to talk of the multitudes who built it, of those who tried to destroy it, and all those who used their mind and skill to restore it. Of them, this brief history speaks.

The Badshahi Masjid was built by Emperor Aurangzeb Alamgir, in 1034 A.H. (1673-74 A.D.) through Fidai Khan Koka, a latter brother of Aurangzeb and as Master of Ordinance as it appears in the inscriptions on the main entrance. It is estimated that the Mosque took nearly three years to build. Imperial Moghul records do not indicate any cost of the Mosque, but according to the 'Khulasatut Tawarikh' by Sultan Rae of Batala, a contemporary of Aurangzeb, the expenditure on the construction of the Mosque is estimated to exceed Rs. 5 lakhs. There are, however, various other opinions about the expenditure of the Mosque, although five lakh rupees appears to be a closer estimate.

AURANGZEB

TO

PRINCE AKBAR

ALAS for this son's lack of wisdom and sense, who has stepped aside from the path of obedience and devotion, which befits the relation of a son to a father, displayed crookedness of action and evil disposition, and, with the aim of gaining the crown and the throne, has uplifted the sword in his hand against his own father. In the race of the Emperors of India which son ever fought against his father ? You have advanced most presumptuously. If your heart's desire is to play your sword and conquer kingdoms, what can be better ? With faithful nobles and devoted followers go to Persia, whose King Shah Abbas (the second) has fought battles with thy father and broken his coin of Qandahar. You ought to destroy his cities, for such is the duty of a true son. Why engage in battle with your own father in the hope of sitting on the throne ? The key to the locks of endless victories lies in the hands of the Divine Treasurer, and kingship is His holy gift. What better than this ? You, my son, ought to turn the reins of your enterprise from that side with all the circumstances of humility and defeat, and put the ring of servitude and obedience in the ear of your life, and come like a point to the centre of (my) celestial power, and rub the forehead of gratitude on the dust of my imperial threshold. Then, probably, will my grace be your lot. Know that my wish is urgent in this matter ; delay not in acting upto my command.

Let what is past, be past. Now if you are so guided by Fortune as to repent of your improper deeds, you may wait on me at any place that you like; the pen of forgiveness will be drawn across the pages of your book of errors and offences; and such favours and grace will be sown to you as you have not conceived in your mind; and all your troubles and hardships will be compensated for. Although the granting of my favours does not depend upon your presenting yourself before me, yet, as the cup of your disgrace has fallen from above, it is proper that you should come to my presence even once to remove the shame of evil repute from yourself. Jaswant, the chief of Rajputs, assisted and joined Dara Shukoh, (but that prince) met with nothing save humiliation and reverses in consequence. Know for certain (that the same will be your fate, too) Providence befriend you God make it your lot to follow the right path.

AURANGZEB TO

HIS SON

MUHAMMAD AKBAR

MUHAMMAD Akbar, my son, close to my heart, a piece of my liver (as it were), dear as my life—be assured of and exalted with my sincere kindness, and know :—

God be my witness, that I held you dearer and more beloved than all my other sons. But you, through your own ill-luck, were tempted by the deception and stratagem of the Rajputs, those Satans in a human shape, to lose your portion of the wealth of Paradise and to become a wanderer in the hill and wilderness of Misfortune. What remedy can I contrive and what help can I give ? My heart became plunged into extreme sorrow and grief when I heard of your present miserable condition of enxiety, perplexity, ruin and wretchedness. Nay more, life itself tasted bitter to me; what need I say of other things? Alas, a thousand times alas, leaving out of your sight your (legitimate) pride of rank and majesty as a prince and Emperor's son, you in your simplicity took no pity on your own (extreme) youth; you showed no regard for your wives and children, but in the most wretched condition threw (them) into the captivity of these beast-looking beast-hearted wicked Rajputs. And you are roaming in all directions like a polo ball, now rising, now falling, now fleeing.

As the Universal Father has planted in all fathers' bosoms affection for their sons, I do not, in spite of the heavy sins you have committed against me, wish that you should meet with the due punishment of your deeds :— (Verses)

Even though the son may be a heap of ashes

His father and mother regard him as collyrium for their eyes.

encampment of Alamgir, the battle having been fixed for the next morning, three hours after sunset Death dragged the coward Padishah Quli Khan bound (with ropes, as it were, to the Court of) Alamgir, who slew him immediately on his arrival. Although the going away of any one was not really subversive of my undertaking, yet as Padishah Quli Khan had been the intermediary in bringing over to my side the Sisodias and Rathores, both these clans were seized with groundless suspicion the that whole affair was a straragem (of Alamgir). So they decamped towards their homes, without informing me. At their departure my solidirs lost heart and fled away, so that no battle was fought.

At this I took a small portion of the people of my harem with me and went towards Marwar. The night after the next day Durga Das Rathor saw me with all his troops, and decided to accompany me. I made two or three trips and circuits in the kindgdom of Marwar as Muazzam,—who had been appointed to pursue me,—could not overtake (me) in these rambles, he divided his troops and stationed them in different places of the kingdom of Marwar as putposts. Therefore, I passed (into the dominion of) Rana Jai Singh, and he, after offering to me horses and other presents, begged me to remain in his kingdom. But as his country was close to the seat of the Emperor, I did not consider it prudent to stay there. Therefore, calling to my mind your bravery and high spirit, I decided to march (to your country). So, helped by the favour of the gracious Accomplisher of Tasks, on the 1st Jamadi-ul-Awal, year 1092 A.H. (=9th May, 1681), I safely forded the river Narmada at Maheshwar. Durga Das Rathor, Keep your mind composed about me and cherish the hope that, God willing when I have gained the throne, the name will be mine and the state will be yours. Fully realising the fact of Alamgir's enmity to yourself and to me, set your heart on this that we may so act as to promote our business.

(Verses):

As the world does not stay in the same condition,
It is better to have a good name, which endures as a memorial.

This is what one expects from a man and a hero. What more need I say than that 'A hint is enough for the wise ? Written on 3rd. Jamadi-ul-Awal, year 1092 (=11th May, 1681).

MUHAMMAD AKBAR

TO

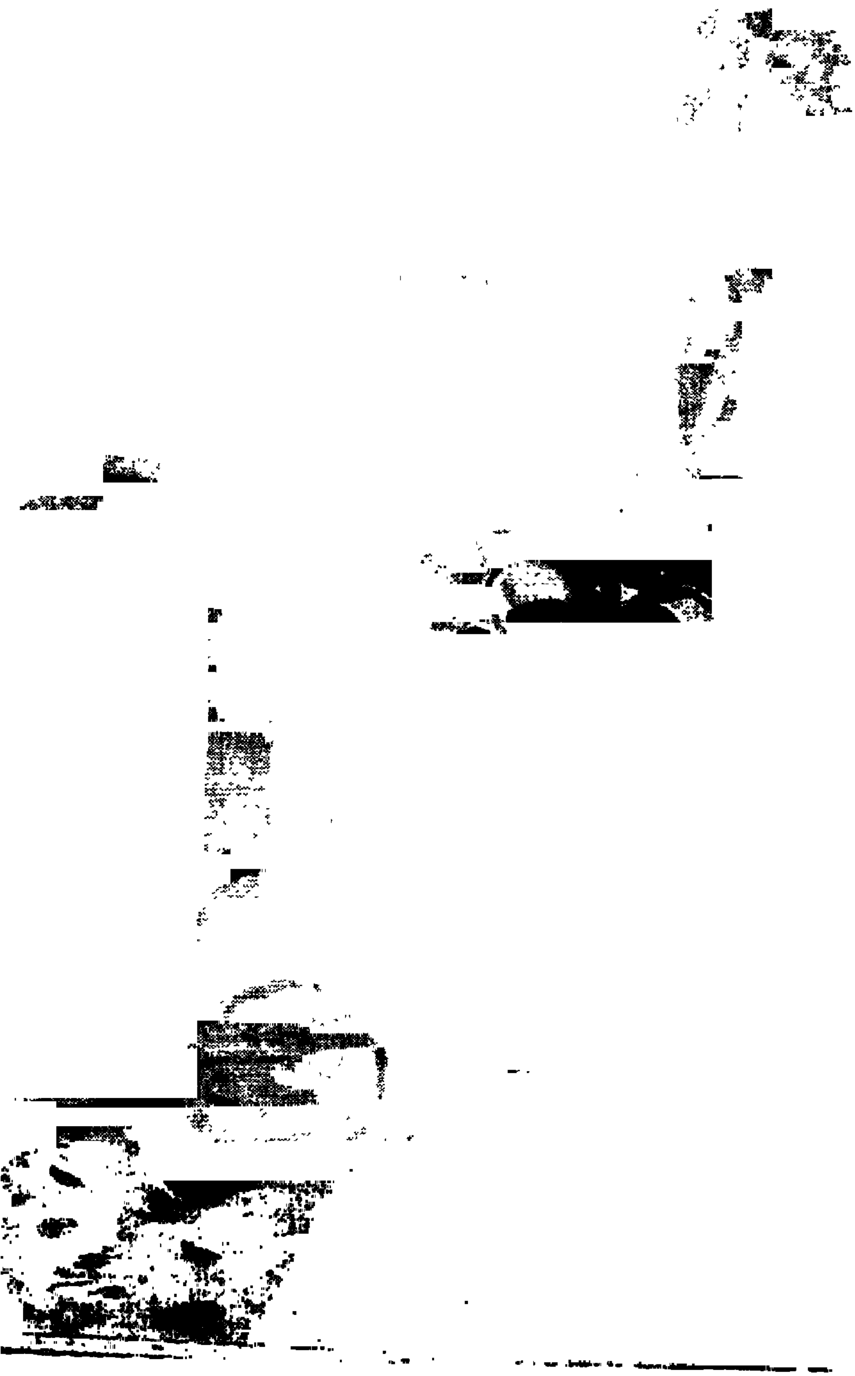
SHAMBHUJI....

SHAMBHUJI, the chief of great Rajahs, etc., hope for my boundless favours and know that—

From the beginning of his reign it was the intention of Alamgir to utterly ruin all the Hindus alike. On the death of Maharajah Jaswant Singh this intention became revealed. His war with the Rana (Raj Singh, of Udaipur) was also the outcome of this design.

As all men are the creation of God, and He is the protector of them all, it is not proper for us as Emperors of India to try to uproot the race of landowners, for whim is India. As the Emperor Alamgir carried matters beyond their limit, I became convinced that if these men were overthrown then Hindustan would not remain in the hands of our family. Therefore, with a view to saving my heritage and also taking pity on this race (Rajput Rajahs) who have been loyal to us from olden times, I decided at the request of Rana Raj Singh and Durga Das Rathor, to write to Ajmer and fight a battle for the throne, so that the intention of God might become known. In this state of things as the Rana happened to die, this business was delayed for some days. One month afterwards, Rana Jai Singh submitted the same prayer as that of his father (to me) through Padishah Quli Khan who had gone to Jhilwara in order to plunder his dominions, saying, "If you wish that the honour of Hindustan should remain (inviolate) then we all, laying our hands on the skirt of your robes, hope for our deliverance and prosperity from your Majesty".

At the request of these two great clans, I set out to take possession of my heritage. When I arrived within two miles of the



ڈاکٹر جہانگیر خاں ناظم تعلیمات مغربی پاکستان ممبران اسلامیہ کالج بورڈ



ڈاکٹر جہانگیر خاں ناظم تعلیمات مغربی پاکستان ممبران اسٹاف کے ساتھ



Alamgir was a great lover of the Quran and earned his lving by writing out copies of the Divine message. "A soldier, a conqueror, a religious philosopher and reformer, a jurist and a scholar a man who loved and strictly adhered to the rule of justice—this was Alamgir the Great." He suggested the formation of a research academy to rehabilitate the perstige of this gigantic personality of the history of Islam.

As a living memory of the occasion the Principal of the College Sheikh Ataullah named the newly constructed hostel of the College as Alamgir Hostel. He also announced the formation of the Alamgir Research Academy with Maulana Ilmuddin Salik, Rashid Akhter Nadvi, Principal Training College Mr. M. A. Makhdoomi, Regional Director of Education, Dr. Mohammed Jahangir and Sheikh Ataullah himself as members of the Executive Committee.

authority on "Fiqh" and his principles of Jurisprudence were quoted throughout the Muslim world.

The Principal regretted that prejudiced Hindus and the British historians had presented a very distorted figure of Alamgir. He said it was the foremost duty of the people inheriting a part of his territory to extirpate misleading interpretations and rehabilitate the prestige of this great Moghal who struggled all through his life with sword in one hand and the Quran in the other.

Maulana Rashid Akhter Nadvi, who is the author of a book on Alamgir, expressed the view that he was a reformer and a great benefactor of Islam. He revolutionised the old order and emphasised the distinct character of Islam as opposed to Hinduism. Not only did he purge Islam of the corrupting influences of other religions which had crept in during Akbar's regime, but also abolished the Persian system of prostration before the king from his court.

Maulana Nadvi added that Alamgir's name will ever resound in the annals of Islamic History as a person who gave a practical shape to the true concept of an Islamic State. "There are two persons in the Muslim world to have been able to revive the true spirit of Islam : one is Omar Bin Abdul Aziz and the other is Aurangzeb Alamgir."

Facts

Speaking at the occasion Maulana Ilmuddin Salik said that, Aurangzeb was vilified by Hindu historians for no other reason except that he was a true Muslim. Britishers portrayed him as a whimsical tyrant ruling ruthlessly over a vanquished host of Hindu population to add fuel to the fire of Hindu-Muslim differences. This was, in perfect harmony with the policy of divide and rule.

With an array of convincing arguments and historical facts the Maulana disproved that Alamgir's adherence to one sect ever led him to deal out a bigoted treatment to the members of other sects or religions. He quoted instances when he allotted lands to Hindu temples and Sikh shrines. He added that only those temples were demolished which were built without the permission of the Government. Permission for the construction of temples was an old custom whose violation and punishment involved the question of law and not of religious bigotry.

AURANGZEB—3RD CENTENARY ACCESSION TO THRONE

THE third centenary of Aurangzeb Alamgir's accession to the throne was celebrated here at Islamia College Chiniot on Sunday.

Scholars and historians threw light on the life of the Emperor and paid glowing tributes to his military genius, religious insight, magnanimous nature and the austere mode of living.

A grand function was arranged by the Principal, Sheikh Ataullah, in the exquisitely decorated college Hall. On top of the stage was fixed a banner bearing inscriptions of Aurangzeb's two favourite Arabic prayers. Multi-coloured buntings and floral festoons running across the roof invested festive look to the surrounding. The occasion was further glorified by an exhibition showing the originals of Aurangzeb's Frameen (Royal Orders), books written on his life and achievements, and the photographs of the architectural monuments built by him like the Shahi Masjid at Lahore. At this occasion The College published a collection of Alamgir's letters in Persian—"The Ruqqat-i-Alamgir." The letters are neatly printed and are edited by the Principal Sheikh Ataullah himself. A special issue of the College magazine, Albasir, on Alamgir is already in press and will shortly be published.

The meeting started with Maulana Ilmuddin Salik in the chair. Quite a number of scholars had specially come from Lahore to attend the function.

The Significance

Explaining the significance and the necessity of celebrating the occasion, Sheikh Ataullah said that Aurangzeb was highly tolerant Emperor in the entire Moghal dynasty. He was a discriminating scholar and one of the greatest generals of all time. He was a unique

minority, even after three centuries, in the territories where he spent his life.

Research on Alamgir is not such a difficult task as it was about a hundred years ago. We need well-equipped scholars to undertake this research but the Government or some Association must provide the money. Aurangzeb's life is demarcated into clear cut periods, and a study of each period can be assigned to our few persons under control of a supervisor. It should not thus take more than five years to complete and publish the results of this study which should depict Alamgir in his true colours.

—*Ataullah*

advance preparations in expectation of the contest for the throne after his death made the situations at his cort extremely complex."

Extent of Alamgir's Empire

Of his many achievements let us take note of one, the extent of his Empire. The building up of an Empire in the face of clossal obstacles is a performance which pre-supposes tremendous superiorities in all human powers that count. 'Under him', says Sarkar, 'the Mughal empire reached its greatest extent, and the largest single estate ever known in India from the dawn of history to the rise of British Empire was formed. From Ghazni to Chatgaon, from Kashmir to Karnatak, the continent of India obeyed one sceptre. Islam made its last onward movement in his reign. The empire thus formed, while unprecedented in size, was also one political unit. Its provinces were governed not by the mediation of sub-kings, but directly by servants of the crown. Herein Aurangzeb's Indian empire was vaster than that of Asoka, or Samudra-Gupta or Harsh-vardha."

Research on Alamgir

We owe it to the revered memory of that saintly Muslim Emperor of India, of a part of whose vast empire, we in Pakistan claim to be the proud inheritors, to let the world see the pictureously glowing face of the man whose greatest disqualification with non-Muslims has been his profession and practice of Islam as a ruler. His policies and conduct have been utterly misunderstood or will fully misrinterpreted for political and religious reasons. Alamgir has been purposely and heartlessly defamed and cruelly maligned. Gross allegations against him seem to compel acceptance of the ignorant by the sheer dint of publicity. One is simply fails to imagine how a ruler of Alamgir's mental calibre and moral stature, could fail to assess the results his conduct and policies which a school master, nay, a school-boy today, can so vixidly picture as grossly detrimental to the healthy development and safe possession of the empire over which he ruled for half a century. How could a ruler of India ninety-five per cent of whose subjects were Hindus undertake mass scale compulsory conversion of Hindus to Islam, or a large scale destruction of temples. Muslims constitute a negligible

amazons of the seragho. There was but one possible course; the weakened Emperor must be made a prisoner. The trap which Shah Jahan laid to ensnare his son to his ruin, caught the old king himself." Shah Jahan remained confined to the fort for the rest of his life but "had the baseness to try to corrupt Prince Muhammad and induce him to raise his standard against his father. But the prince knew Aurangzeb and did not feel sure of his grand father and so the experiment failed." As to Aurangzeb's treatment of Shah Jahan during his preventive detention, we have Bernier's testimony: "The indulgence and respect he showed to his capitve father was exemplary." Bernier was no admirer of Aurangzeb.

Unworthy Successors

Aurangzeb has been condemned for having brought about the downfall of the Mughal Empire in India.

Here is the testimony of Alamgir's most heartless and woefully unchavalrous critic, which proves as is generally held by those who interpret history impartially that Alamgir left the empire at its zenith of power and glory but his unworthy successors brought about a crash for which no impartial observer will hold him responsible. Says J.N. Sarkar: "The tragedy of Aurangzeb's life lay in the conduct of his sons....As a father, too, he loved his children, anxiously provided for their education according to the best ideals of that age, looked after their morals in the early life, and gave them practical training in administration and war by placing them in youth in charge of armies or provinces, under the guardianship of some trusty old noble." In spite of his own testimony, Sarkar, charges Aurangzeb very frequently with having neglected the upbringing of his sons. Here is, Sarkar's opinion of Alamgir's sons:

"But Aurangzeb's sons were unworthy cubs of such a lion among men. They were either slack, "feckless" youths, or (as in the case of Muhammad Azam) fiery undisciplined souls, impetuous unpractical and unpractical and therefore futile in their endeavours. A strict business-man and disciplinarian like Aurangzeb was the last person to tolerate such conduct in any body, least of all in the future guardians of his people. He had frequent recourse to grave sermons and sharp reprimands, and watchful spying on the action of his sons. Finally, their plots and

It is a long story and has to be cut short. I will quote only two testimonies by persons who are, to say the least, not charitable critics of Aurangzeb.

"Aurangzeb was the ablest of Shah Jahan's sons his judgment was sound, and he had a great capacity for discerning the character of men with whom he had to deal. He was well-versed in politics and had acquired considerable experience of administration" (Ishwari Parshad). And now you have Sarkar's testimony, who devoted a life time to misinterpret action of Aurangzeb. "Thus the year 1658 found him beyond doubt the ablest and best equipped of the sons of Shah Jahan in the ensuing was of succession."

Shah Jahan's Captivity.

Men with a glorious sense of fitial affection widely denounce Aurangzeb as having condemned his father to a long-term captivity. It was merely a preventive detention amply justified by documentary evidence that by chance fell into Aurangzeb's hands. Documentary evidence confirms that he would have been done to death if he had gone to see his father. He came into prossession of a letter Shah Jahan had written to Mahabat Khan in Kabul asking him to come to Dara's help and make full use of the Treasury in Lahore as well as that of the large forces stationed there. The evidence also disclosed the arrangements to do away with Aurangzeb on his projected visit to Shah Jahan. A dutiful son like Aurangzeb, was all courtesy and respect to his father and but for his loyalty to his objective of not letting the country pass into the hands of one who in order to secure the political support of Hindus openly declared his abhorence of Islam, would have gone to see his father. Lanepoole has very faithfully described the situation. 'It was evident that the Emperor's sympathies were with his vanquished son, whatever he may have written in the futile hope of throwing dust in the eyes of the very clear sighted victor. Aurangzeb was not deceived; he had taken his father's measure with great accuracy, and never intended to give him another chance. To restore such a man to power meant the recall of Dara and the revival of the horrors of civil war. Even to be friendly with him, and visit him in his palace, was to court assessination at the hands of the Imperial Guards or the large and robust Tartar

Never was cool courage put to a severer test; but Aurangzeb's nerve was steel. 'Take heart my friends he cried Khuda Hai: There is God! What hope have we in flight? Know ye not where is our Deccan! Khuda Hai, Khuda Hai, and thereupon he ordered the legs of his elephant to be chained together; to make retreat impossible.' The mere order was enough to restore the ebbing corrage of the few squadrons that still stood beside him. For quarter of an hour Aurangzeb had steadily maintained his seat on his besieged elephant and his reward was the Peacock Throne." His victory he ascribed to Allah's infinite mercy, benevolence and patronage of the cause he fought for. When the enemy had fled and left him master of the field and that of the destiny of the empire, Aurangzeb descended from his elephant, prostrating himself on the bloody field offered thanks to God for his great and glorious victory.

War of Succession

War of succession had been a tradition in the Mughal dynasty. The motive for war of succession, during the last years of Shah Jahan, for the contestants, except Aurangzeb, was the charm and power wielded by the crown in India. Auranzeb's learning, training, aspirations and ideals were for a different objective. He wanted to re-orientate the goal of the political power in the hands of his dynasty. He wanted to stem the rising tide against Islam and the Mussalmans, brought about by political forces, when on the one hand the Muslim kings subordinated the future of Islam and Muslims in this country to the mere consolidation and continuance of their personal power and the Hindus were continuously planning to virtually assume all political power and the tendency to eventually absorb all Muslims in their fold by various means by a slow and a sure process. Dara fell an easy prey to this process of absorption and Aurangzeb with a different objective staked his all to stem it. If Dara with the help of his Hindu supporters had won the war of succession, history of Muslims and Islam in India would have been very different. Aurangzeb with his courage, strategy and conviction of a man of destiny smashed the forces working to the detriment of the Mughal dynasty, Islam and the Muslims and for fifty years vilaintly and most successfully worked to establish a Muslim state in India.

Muhammad Aurangzeb Alamgir

☆

MUHAMMAD Aurangzeb, the sixth child of Shah Jahan and Mumtaz Mahal was born at Dohad on the night of 15th Ziqada, 1027 A.H., corresponding to October 24, 1618 A D. Dohad stands just south of the railway station of the same name on the B.B. and C. I. Railway, in the Dohad Sub-Division of the Panch Mahal district of Bombay Presidency. In 1658 he ascended the throne and his grand coronation started on 13th May, 1959, at the commencement of the second year of his reign and he came to be rightly known and widely acclaimed as Abu-ul-Muzaffar Muhiyuddin Muhammad Aurangzeb, Alamgir Padshah-i-Ghazi. He proved himself to be the fittest and the noblest recipient of each of the titles he assumed for himself.

All neutral historians agree that of all the sons of Shah Jahan he was on all counts the fittest person to adorn the throne of India. He is adorned as here as a king by the Muslims and maliciously decried as a bigot by the non-Muslims as a part of their political strategy. Many of us stand convinced that he stemmed the rising tide against the spirit and ideals of Islam in India and with an unrivalled courage of conviction of a man of destiny lived to change the course of history in this country.

Faith in his destiny

Aurangzeb possessed not only physical courage in abundance but had the courage of his convictions, too, in an uncommon measure. Lanepoole depicts a scene at Samugarh in these memorable words: "The flower of his cavalry was driven back, and he was now standing with scarcely a thousand men about him, awaiting Dara's onslaught.

ایڈیٹوریل بورڈ مجلہ "البصیر" اسلامیہ کالج چنیوٹ

سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء



دائیں سے بائیں :

غلام مرتضیٰ ہاشمی	محمد یوسف جبینی	پروفیسر عبیداللہ خاں	پروفیسر حامد علی شاہ	اعجاز احمد	جمیل اختر
نائب مدیر حصہ اردو	مدیر حصہ اردو	مدیر اعلیٰ حصہ اردو	مدیر اعلیٰ حصہ انگریزی	مدیر حصہ انگریزی	نائب مدیر حصہ انگریزی

CONTENTS

Printed and Published by ObaidUllah Khan, M.A., (Lecturer in Urdu)Islamia College Chiniot at the Ashraf Press, Aibak Road, Lahore.

AL-BASEER

ALAMGIR NUMBER

علم و دولت نظمِ کارِ ملت است
علم و دولت اعتبارِ ملت است

ISLAMIA COLLEGE, CHINIOT